۷۸۶

سلسلۂ اشاعت تذکرہ

تاریخ مظاہر

(جلد دوم)

جسمیں عالم اسلام کی ایک مایہ ناز دینی درسگاہ جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور کے پچاس سالہ حالات اسکی دینی، علمی و عرفانی خدمات اور اسکے ارتقائی منازل کا معتمد و معتبر تذکرہ پوری تفصیل کیساتھ موجود ہے"

تالیف

مولوی محمد شاہد سہارنپوری

ناشر

کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور

سلسلہ مطبوعات ادارہ — (۳۵)

نام کتاب — تاریخ مظاہر

تالیف — مولوی محمد شاہد سہارنپوری

سنہ تالیف — ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹۷۴ء

کتابت — محمد اسلام انجم کاندھلوی

مطبع — محبوب پرنٹنگ پریس دیوبند

بار اول — ایک ہزار

ناشر — کتب خانہ اشاعت العلوم

محلہ مفتی سہارن پور، یو، پی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔ یہ ناچیز مؤلف کس طرح حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے عالم اسلام کی عظیم دینی و اسلامی تربیت گاہ ۔ جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور" کے تفصیلی حالات لکھنے کا موقعہ مرحمت فرمایا،

ع شکر نعمتہائے تو ۔ چندانکہ نعمت ہائے تو

اس سلسلہ کی جلد اول کا اختتام سالگذشتہ سولہ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ کو میرے ناناجان حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا الحاج محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی کی مجلس میں ہوا تھا۔ اسی مجلس میں بقیہ حالات لکھنے کیلئے قرعہ فال میرے نام نکلا اور حکم ملا کہ اس تاریخ کا دوسرا حصہ اسی نہج پر پورا کرو۔ میرے لئے وہ وقت بڑے تذبذب اور تردد کا تھا، کیونکہ اس سے قبل مجھے بالاستقلال کچھ لکھنے لکھانے کی نوبت نہیں آئی تھی۔

مگر اولاً اللہ جلشانہ کے فضل خاص اور ثانیاً اپنے حضرت اقدس دام مجدہ کی توجہات جلیلہ اور دعاؤں نے اس کام کو تکمیل تک پہنچا دیا، فللہ الحمد والمنۃ۔

میرے ناناجان زیدشرفہ کی تصنیف و تالیف کا آغاز مظاہر علوم کے پچاس سالہ حالات تحریر کرنے سے ہوا تھا، شکر کا مقام ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے بقیہ حالات ترتیب دینے کیلئے ایک ایسے شخص کو توفیق مرحمت فرمائی، جس نے اپنی تصنیف و تالیف کا آغاز بھی اسی کتاب کی جلد دوم سے کیا،

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔

اللہ تعالیٰ اس کو لکھنے والے کے حق میں قبول فرمائے، اور اپنی مادر علمی کے کچھ حقوق اسکے ذریعہ سے ادا کرادے۔

چونکہ یہ کتاب ایک تاریخی امانت تھی اسلئے اولاً تو واقعات و حالات کیلئے صحیح اور قابل اعتبار ماخذ سامنے رکھے گئے۔ اسکے بعد جو کچھ احاطۂ تحریر میں آتا رہا اسے بھی اہل علم کو مختلف مجالس میں سنا دیا گیا، (جنمیں عالیجناب مولانا الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی صدر مفتی دار العلوم دیوبند، مولانا الحاج محمد عاقل صاحب صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم و مولانا الحاج محمد سلمان صاحب استاذ مظاہر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

خود حضرت شیخ دام مجدہ العالی نے کتاب کا ایک بڑا حصہ سماعت فرمایا، اور اصلاحات فرمائیں، الحمد للہ یہ مجموعہ نہ صرف قابل اعتماد اور لائق اعتبار بن گیا بلکہ ان خطرات سے بھی حفاظت ہوگئی جو ایک نو عمر مصنف کو لغزش قلم کی بدولت پیش آجاتے ہیں۔

زیر نظر کتاب میں بذل المجہود فی شرح سنن ابی داؤد کے سلسلہ کی معلومات ۱۳۴۸ھ کے ذیل میں تحریر کرتے ہوئے نیز ۱۳۸۲ھ میں ہونے والی اسٹرائیک کے اذیت دہ حالات لکھتے ہوئے بعض سخت الفاظ مصنف کے قلم سے لکھے گئے۔ یہ ناچیز مؤلف ان کیلئے کسی معذرت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کیونکہ اس ضمن میں تحریر کردہ حقائق اسکا دسواں حصہ بھی نہیں جو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے۔"

اسی طرح بذل المجہود کے سلسلہ میں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے اسکا مقصد خدانا کردہ کسی کی تنقیص یا حقارت ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ صرف یہ ہے کہ بعض احباب نے ایک وقتی فضا سے متاثر ہو کر عوام کے دلوں میں حضرت شیخ کے متعلق جو غلط تاثر (اس کتاب کو مدرسہ سے بجبر اپنی طرف منتقل کرنے اور اس سے مالی فائدہ حاصل کرنے کا) قائم کرنا چاہا تھا اسکا لغو ہونا سب پر آشکارا ہو جائے۔ لیہلك من هلك عن بينة ويحيي من حيي عن بينة۔"

---

(۲) کتاب کے دوسرے باب میں اختصار کیساتھ ان گرامی قدر فضلائے مظاہر کا تذکرہ بھی کر دیا گیا جو انتہائی یکسوئی اور سکون کے ساتھ ملک اور بیرون ملک میں تحریر و تقریر، وعظ و نصیحت، تزکیہ و ارشاد سے اسلام اور اہل اسلام کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس مختصر تذکرہ میں (جس کو اپنے انتہائی اختصار کیوجہ سے تذکرہ کہنا بھی غیر مناسب ہے،) ایسے ایسے صاحب فضل و کمال اور ارباب زہد و تقویٰ ملیں گے جو بجا طور پر دین کے ستون اور اس کے پشتیبان بنے ہوئے ہیں۔

مرتب اس سلسلہ میں اپنے محترم جناب مولانا احسان صاحب لاہوری اور عالی جناب مولانا صالح صاحب امیر جماعت تبلیغ برما کا انتہائی شکر گذار ہے کہ میری درخواست پر انھوں نے اپنی محبت اور تعلق کی وجہ سے پاکستان اور برما میں مقیم فضلاء کے پاس سوالنامے بھیجے اور ان کے جوابات مجھے ارسال کیے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔"

بندہ محمد شاہد غفرلہٗ سہارنپوری۔ یکم جمادی الاول ۱۳۹۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۵ سنہ بنائی مطابق ۱۳۳۳ھ

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ اس سال سفر حج کیلئے تشریف لیگئے۔ یہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کا پانچواں حج تھا،
حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب اس سفر کے محرکات اور تشریف بری کی وجوہات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ!

دہلی سے آپ کے پاس ایک استفتار آیا تھا جس میں مسلمانان ہند کا ترکی سے جنگ کرنا جائز لکھ کر حضرت سے تصویب چاہی گئی۔ آپ نے دستخط کرنے سے صاف انکار کردیا اور آپ نے خاص لوگوں سے کہا کہ اگر یہ دھمکی صحیح ہے اور گورنمنٹ مجبور کرتی ہے کہ اسلام کے خلاف فتویٰ دیں تو ہندوستان میں رہنا جائز نہیں اور ہجرت کرنا فرض ہے۔ اپنے اس خیال کو آپ نے شائع تو نہیں کیا مگر خود ارادہ پختہ کرلیا کہ میں ایسی حالت میں ہندوستان کو دارالامن نہیں سمجھتا۔

ان حالات میں آپ نے سفر حج کا تہیہ فرمایا اور وسط شوال میں حرمین شریفین کی زیارت کیلئے روانہ ہوکر بائیس ۲۲ ذیقعدہ کو مکہ مکرمہ پہنچے، حج و زیارت سے فارغ ہوکر سات محرم الحرام کو مدینہ پاک تشریف لیگئے اور چونکہ ایک مدت دراز سے دیار عرب میں زائد سے زائد قیام کا ارادہ آپ کے دل میں چٹکیاں لے رہا تھا اور اپنی زندگی کے بیش قیمت لمحات آپ وہاں گذارنا چاہتے تھے اسلئے اس سفر میں اسکا موقعہ میسر آگیا اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ نو ماہ قیام فرمانیکے بعد شوال ۱۳۳۴ھ میں ہندوستان واپس تشریف لائے۔

گرفتاری

بمبئی پہونچتے ہی بوکھلائی ہوئی حکومت نے آپ کو گرفتار کرکے نینی تال بھیجدیا۔ اور مختلف انداز سے آپ سے تحقیقات کیں۔ اس تحقیق و تفتیش کا بڑا منشا یہ تھا کہ اسی سال حضرت شیخ الہندؒ بھی حجاز مقدس تشریف لیگئے تھے اور ان دونوں اکابر کے آپس کے تعلقات زبان زد عام و خاص تھے، اسی کے ساتھ ساتھ ایک چیز یہ بھی قابل شبہ بن گئی تھی کہ ان دونوں اکابر نے تشریف بری سے قبل اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری اور حضرت مولانا الحاج حکیم احمد صاحب سے وہ زور دار اور طویل طویل مشورے...... مظاہر علوم کے کتب خانہ میں بیٹھ کر کئے کہ صبح کی چائے کے بعد سے نماز عصر تک نہ یہ حضرات کسی اور سے ملاقات کرتے تھے اور نہ ہی کسی کی ان تک رسائی ہوتی تھی۔ کئی روز کے متواتر باہمی مشورے میں یہ بات طے ہوئی کہ چونکہ حضرت شیخ الہند اس سال حجاز تشریف لیجارہے ہیں۔ اسلئے ان کی تحریک سے متعلق تمام ذمہ داریاں شاہ عبدالرحیم صاحب انجام دینگے اور حضرت اقدس سہارنپوری، حضرت شیخ الہند کے ساتھ حجاز تشریف لیجائیں گے، مگر اس طور پر کہ ہر دو بزرگوں کی روانگی الگ الگ اوقات میں ہو کیونکہ حضرت شیخ الہند کی انگریز دشمنی عالم آشکارا ہو

مبادا ایک کو گزند پہنچے تو دوسرا بخیر و عافیت منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ بہرکیف نینی تال کے زمانہ اسارت میں یہ سوال بھی اٹھایا گیا کہ کیا آپ نے ہندوستان کو دار الحرب بتلایا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہاں کا رہنا مسلمانوں کو حرام اور ہجرت کرنا ان پر واجب ہے۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا،

ہاں ضرور کہا۔ مگر اس وقت جب کہ دہلی سے اطلاع ملی کہ گورنمنٹ ہم کو ہمارے مذہب اسلام کے خلاف حکم دینے پر مجبور کرتی ہے۔

اسپر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کو اطمینان دلایا گیا کہ وہ استفسار حکومت کی طرف سے نہیں تھا اور نہ ہی حکومت کسی کے مذہب میں مداخلت کی روا دار ہے۔ حراست کے دوران حضرت سے ایک سوال یہ بھی کیا گیا کہ جب ایک مجذوب فقیر نے تمھاری ہمرکابی میں حج کو جانے کی اجازت چاہی تو تم نے اس کو منع کیوں کر دیا اجازت کیوں نہیں دی؟ اس سوال کا پس منظر یہ ہے کہ ایک فقیر مجذوبانہ حالت میں صبح کی نماز ہمیشہ حضرت کیساتھ پڑھا کرتا تھا اور بالکل یکسو وخاموش رہتا، ان چیزوں کو دیکھ کر شہر کے کچھ لوگ اسکے معتقد بھی ہو گئے۔ جب حضرت اقدس کی روانگی حجاز طے ہو گئی تو تشریف بری سے دو، چار یوم قبل اس مجذوب نے حضرت سے درخواست کی کہ میں بھی ہمرکابی میں چلنا چاہتا ہوں اخراجات کا کوئی بار آپ پر نہ ہو گا، صرف اس مبارک سفر میں حضرت کی خدمت اور قدم بوسی کی تمنا ہے اگر اجازت ہو تو ساتھ چلوں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا سینکڑوں آدمی حج کو جاتے ہیں آپ بھی چلے جائیں۔ میرے سے اجازت کی کیا ضرورت؟ یہ بھی فرمایا کہ میری تمھارے سے کوئی واقفیت نہیں اور میں اجنبی آدمی کو رفیق سفر نہیں بنایا کرتا،

نینی تال میں انہی مجذوب صاحب کے متعلق جب سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں جو کچھ ان سے کہہ چکا ہوں وہی آپ سے بھی کہتا ہوں کہ میں ایک اجنبی کو رفیق سفر نہیں بنایا کرتا۔ حکومت وقت نے اپنے اطمینان کے بعد حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو رہا کر دیا اور آپ بخیر و عافیت پانچ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ کو سہارنپور تشریف لے آئے اور چودہ محرم سے پھر مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے۔

مخلصین کیلئے ایک امتحان

حضرت اقدس کی اس طویل غیبت میں جان نثاروں پر جو کچھ گذری ہو گی اور مشتاقان زیارت کیلئے یہ جتنا بڑا امتحان ہو گا اسکا تصور تو اب مشکل ہی سا ہے تاہم اس کی تھوڑی سی جھلک روئداد مدرسہ کے اس مضمون میں بھی دکھائی دیتی ہے جو یقیناً ارباب مدرسہ کے دل کی آواز اور ان کا سوز دروں ہے۔

اس گلستان خلیل الٰہی کا وہ باغبان باغ کے اندر نظر نہیں آتا جس کا پیارا نام "خلیل احمد" ہے۔ سارے مکان کا فرش وسقف اور دیوار و در سجا ہوا ہے مگر اسکا صدر نشین مکیں باہر گیا ہوا ہے؟ باغیچہ کے اندر پھل اور پھول والے ہر قسم کے درخت دکھائی دے رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ وہ دستہ دہ

صفات جس کو ہر شجرو نہال کے برگ و بار سے خاص انس، خاص علاقہ اور خاص دلچسپی تھی، ہند کی زمین چھوڑ کر سمندر پار عرب کی مقدس زمین پر جلوہ فرما ہے۔ وہ نورانی چہرہ جس کو پھول سے تشبیہ دینا بھی تنقیص شان ہے آج ہم میں موجود نہیں۔ کیونکہ مولانا ممدوح ماہ شوال ۱۳۳۰ھ میں بقصد زیارت حرمین شریفین حجاز تشریف لیگئے۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ پاک اجسام کیلئے قیام بھی پاک زمین پر شایاں ہیں اور حضرت ممدوح کے ہر کمال علمی و عملی کے متعلق خوش نصیبی جملہ صلحاء و اولیاء کیلئے مایہ ناز ہے کہ۔ ؎

زہے سعادت آں بندہ کہ کرد نزول گہے بہ بیت خدا و گہے بہ بیت رسول ؐ

مگر اسکے ساتھ ہی جب یہ سماں نظر کے سامنے ہو کہ آسمان پر تارے چمکتے ہوئے نظر آدیں، اور ماہتاب موجود نہ ہو تو ہر شخص کیلئے یہ تتم لم ہونیکا وقت ہے۔ لہ

حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ نے تشریف بری کے وقت مدرسہ کے نظم و نسق کی بقا کیلئے اہم امور میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کو ذمہ دار اور خاص طور پر نگراں مقرر فرمایا اور چاہتے تھے کہ جزوی امور کی درستی کیلئے مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کو نامزد فرمادیں۔ مگر مولانا نے یہ کہہ کر انکار فرمادیا کہ "صدر مدرسی کیواسطے جس متانت، انتظامی صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے وہ مولانا عبداللطیف صاحب میں زیادہ ہے" اسلئے مولانا عبداللطیف صاحب کو معین مہتمم مقرر فرمایا۔ تاکہ مشترک خدمات کیوجہ سے کسی ایک پر مدرسہ کا بوجھ بتمامہ نہ آپڑے۔ ان ہر دو حضرات نے جو خدمات اس زمانے میں انجام دیں اور جس لگن سے مدرسہ کے امور کی انجام دہی فرمائی اس سے حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے حسن انتخاب کا اندازہ ہوتا ہے۔ بالخصوص اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ؒ نے ضعف و کمزوری علالت و بیماری کے باوجود ہمت کے ساتھ تمام امور مفوضہ انجام دیئے۔

انتخاب سرپرستان

کئی سال سے مدرسہ میں حضرات سرپرستان تین تھے، اعلیٰ حضرت رائپوری، حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی، حضرت اقدس تھانوی، ان اکابر ثلاثہ میں سے حضرت دیوبندی تو حجاز کیلئے تشریف لیگئے اور حضرت تھانوی نے مختلف موانع کی بنا پر مدرسہ کی ظاہری سرپرستی سے سبکدوشی چاہنے کیلئے ایک تحریر بایں مضمون بھیجدی۔!

بعد حمد و صلوٰۃ! اشرف علی تھانوی عرض رسا ہے کہ چونکہ مجھ پر روز بروز مشاغل کا ہجوم بڑھتا جاتا ہے اور اس سبب سے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت سرپرستی کے حقوق ادا کرنے کا وقت نہیں مل سکتا۔ لہٰذا اس عہدے سے اپنے سبکدوش ہونے کی حضرات سرپرستان سے

لہ روئداد مدرسہ ۳۲ و ۳۳ھ

درخواست کرتا ہوں۔ بانی مدرسہ کی خدمت ہر قسم کی جانی مالی جو میرے لائق ہوگی وہ انشاء اللہ بجالاتا رہونگا، مثل مشورہ وقت استشارہ وشرکت جلسہ سالانہ مع وعظ جلسہ وخیر خواہی ودعا گوئی مدرسہ، غرض مدرسہ کے ساتھ خادمیت کا تعلق برابر رکھونگا۔ والسلام فقط۔

چونکہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے خود ہی تحریر فرمادیا تھا کہ سرپرستی کے مفہوم یعنی نگرانی سے سبکدوشی چاہتا ہوں۔ اور خدمت مدرسہ جانی ومالی مشورے وغیرہ برابر دیتا رہونگا، اسلئے ارباب مدرسہ نے اس کو تجویز فرماکر حضرت کیلئے "مشیر مدرسہ" کا عہدہ تجویز کردیا۔ ان حالات میں بہت ضروری تھا کہ سرپرستان کا مزید تقرر کیا جائے، تاکہ یہ کمی کسی نہ کسی اعتبار سے پوری ہو۔ اسلئے حضرت مولانا الحاج رحیم بخش صاحب پریذیڈنٹ بھاولپور اور مولانا الحاج مولوی احمد علی صاحب رامپوری کا جدید انتخاب کیا گیا، کہ ہر دو حضرات مدرسہ کے قدیمی معاون تھے اور اسی کے ساتھ ساتھ مولانا جمعیت علی صاحب پروفیسر کالج بھاولپور مشیر مدرسہ مقرر کئے گئے۔

ایک اہم اور مفید تجویز

مدرسہ میں ہمیشہ سے دستور رہا ہے کہ ابتدائی داخلہ کے وقت طلبا کا آزمائشی امتحان لیا جائے تاکہ ان کی استعداد کا حال معلوم ہو سکے لیکن اس طریق کار میں دشواری یہ تھی کہ جو طلبا اس امتحان میں ناکام ثابت ہوجاتے ان کیلئے پھر بڑی دقت اور دشواری تھی۔ کیونکہ مدرسہ اپنے قواعد کی وجہ سے ان ناکام طلبار کی تعلیمی ذمہ داری قبول نہیں کرتا تھا۔ یہ صورت حال مدرسہ کیلئے افسوسناک تھی، بالخصوص جبکہ اس امتحان میں وقتی طور سے ناکام ہونیوالوں میں ایک جماعت طباع اور ذہین طلبار کی بھی ہوتی تھی۔ اسلئے امسال اہل شوریٰ کی رائے سے یہ تجویز پاس ہوئی کہ ابتدائی تعلیم کا مستقل انتظام ہونا چاہیئے اور اسی درجہ کے مدرسین بھی مستقل اور علیحدہ ہونے چاہیئں تاکہ طلبا اپنے اساتذہ کی نگرانی میں یہ کمی اور خامی دور کرسکیں۔

طلبہ

طلبا کی مجموعی تعداد اس سال دوسو پینتالیس (۲۴۵) رہی جن میں اٹھانوے طلبا عربی کے اور باقی فارسی وریاضی، قرأۃ وقرآن شریف کی تعلیم حاصل کرنیوالے تھے، سالانہ امتحان مورخہ پانچ شعبان سے سولہ شعبان تک ہوا جو مدرسہ کے اساتذہ نے ہی لیا۔ مجموعی اعتبار سے نوے فیصد طلبا کامیاب ہوئے۔ جن طلبا نے دورہ کی تعلیم اس سال مکمل کی وہ یہ ہیں۔ مولوی نعیم اللہ فیض آبادی، مولوی عبدالعزیز حصاروی، مولوی محمد حیات میانوالی، مولوی رحمت علی لدھیانوی، مولوی محمد موسیٰ انبہٹوی، مولوی عبدالغنی بجنوری، مولوی محمد اسمٰعیل بھاولپوری، مولوی عبدالرحمٰن گنگوہی، مولوی خیر محمد پنجابی، مولوی غلام احمد اعظم گڈھی، مولوی عبدالرحمٰن کمرلوی۔ ان فارغین میں اوّل نمبر آنیوالے مولوی نعیم اللہ فیض آبادی تھے جنھوں نے سترہ کتب میں امتحان دیکر تین سو چار (۳۰۴) نمبرات حاصل کرکے انعام میں پانچ روپے نقد کے ساتھ ساتھ ہدایہ اخیرین، مسامرہ

شرح حسامیہ، بلوغ المرام، میبذی، اوثق العری، زیارت حرمین کتابیں حاصل کیں۔

تغیرات حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب جو مدرسہ سے وابستہ تھے، اور تدریسی خدمات آپ کے سپرد تھیں اس سال حضرت اقدس سہارنپوری کی معیت میں حج کیلئے تشریف لیگئے۔ اور بخیر و عافیت ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ میں واپس تشریف لائے۔ بمبئی تک مشایعت کیلئے مولانا منظور خان صاحب بھی ہمراہ رہے۔ اسلئے مولوی محمد حیات صاحب تا واپسی حجاج مدرس مدرسہ بنائے گئے اور چونکہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کا تقرر ابھی حال ہی میں ہوا تھا اور خداداد قابلیت اور وہبی ذہانت واستعداد کی بنا پر طلبہ کو ان سے موانست تھی۔ اسلئے ان ہر دو حضرات کی غیبت سے درس تدریس میں کچھ تغیر نہیں ہوا۔ نہ ہی کوئی کمی محسوس ہوئی۔ مولانا عبدالوحید صاحب نے (جو ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ میں بمشاہرہ ۲۵ روپے مدرسہ میں مدرس رکھے گئے تھے) اس سال قلتہ تنخواہ کی وجہ سے ماہ ذیقعدہ میں استعفیٰ دیا۔

تنخواہوں میں اضافہ ضروریات زندگی کی گرانی کی بنا پر جو گرانی اس سال ہوئی اس کی وجہ سے کارکنان مدرسہ واساتذہ کی تنخواہوں میں اضافے منظور کئے گئے۔ جن کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا ثابت علی صاحب، مولانا عبدالوحید صاحب، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی۔ اور مولانا عبداللطیف صاحب کی تنخواہوں میں پانچ، پانچ روپیہ ماہانہ کی ترقی کی گئی اور مولانا محمد الیاس صاحب کی تنخواہ میں تین روپیہ، مولانا منظور احمد خاں، منشی عزیز احمد خاں اور منشی اکرام الحق صاحبان کی تنخواہوں میں دو، دو روپیہ کا اضافہ ہوا۔

جلسہ سالانہ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۹۱۶ء یکشنبہ کو مدرسہ کا یہ اکیانواں ۹۱ جلسہ جامع مسجد میں صبح ساڑھے سات بجے منعقد ہوا جسمیں شہر کے معززین کے علاوہ حضرت اقدس تھانوی، مولانا رحیم بخش صاحب سرپرستان مدرسہ، شیخ رشید احمد صاحب، مولانا حمیت علی صاحب، مولانا محمد احمد صاحب، مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری نے شرکت فرمائی، اسی طرح مولانا عاشق الٰہی صاحب، مولانا صدیق احمد صاحب مفتی مالیرکوٹلہ مولانا عنایت اللہ صاحب رکن اعظم مجلس علماء بھوپال (جن کو فرمانروائے بھوپال نے اپنا نائب بنا کر بھیجا تھا) بھی تشریف فرمائے جلسہ ہوئے۔ اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری اپنے ضعف طبع ونقاہت جسمانی کیوجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ حضرت نے اس گرامی نامہ میں جسمیں اپنی علالت طبع کا تذکرہ کیا تھا تحریر فرمایا کہ کچھ بھی طاقت آئے

ملہ سالانہ امتحان میں مدرسہ کے مقرر کردہ اعلیٰ نمبرات ۲۱ ہیں اور ادنیٰ نمبرات پندرہ ۱۵ ہیں۔ اس سے کم نمبر لینے والا طالب علم ناکام سمجھا جاتا ہے۔ (ش)

یا مرض سے افاقہ ہو تو جس طرح بھی بن پڑے شریک جلسہ ہونگا۔ لیکن آپ تشریف نہ لا سکے، اور بقول مہتمم صاحب کے۔

جب حق تعالیٰ شانہ ہی کو یہ منظور ہو کہ جلسہ کی رونقِ کمال کو نظرِ بد سے محفوظ رکھنے کیلئے ہر سال کوئی
نہ کوئی حیرتناک نقصہ پیش آجایا کرے تو کون ہے کہ اس کو روک سکے۔

جلسہ کا افتتاح درجہ حفظ کی قرأت سے ہوا اسکے بعد مولانا ظفر احمد صاحب کا ایک طویل مقالہ مولانا...... اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی نے سنایا، اس سے فارغ ہوکر شیخ رشید احمد صاحب نے مدرسہ کے سالانہ حالات بیان کئے۔ پھر مولانا ظفر احمد صاحب زید مجدہٗ نے ایک عربی قصیدہ (جو مولانا کا ہی تحریر کردہ تھا) جسمیں مدح نبوی ﷺ کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے متعلق بڑے بلند الفاظ، ان کے حبِ نبویؐ اور ان کے اپنے زمانہ میں یکتائی کو بڑے اچھے انداز سے سراہا تھا، پڑھکر سنایا، تبرکاً اسکے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں! ؎

(۱) تلوم على حب الخليل ولم يكن — ليسلو قلبي عن وداد خليل
(۲) فدته نفوس العاشقين فانه — لعمري شفاء كل قلب عليل
(۳) تراه اذا ما جئته متهللا — بنور من الله العظيم جليل
(۴) أيعذلني من لم يشف بعد وجهه — ولن يجدوا احقاله بمثيل
(۵) فلولاه من بعد محيا جماله — لكبر لله الجليل عذولي
(۶) يقولون ان الحب فتانة الفتى — وطوبى لصب في الغرام قتيل
(۷) كان نهار نور ما فيه واحد — اذا لم يكن فيه جمال خليل
(۸) دعته دواعي الشوق من حب احمد — فاضحى بخير الارض خير نزيل
(۹) نبيٌّ أتى للعالمين هدايةً — بوجه يفوق النيرين جميل
(۱۰) اتانا بنور اعجز الناس مثله — فلا يسمع الدعوى بغير دليل
(۱۱) عليه سلام الله ما دام عاشق — وصال حبيب او ذهاب قليل

ترجمہ (۱) اے مخاطب تو مجھ کو مولانا خلیل احمد کی محبت پر ملامت کرتا ہے مگر میرا دل ان کی محبت سے جدا نہیں ہو سکتا،
(۲) عشاق کی جانیں اُن پر فدا ہوں کیونکہ وہ میری جان کی قسم ہر بیماری دل کی شفا ہیں۔
(۳) جب تم انکے پاس آؤ تو ان کے چہرے کو خدائے بزرگ کے نور سے چمکتا ہوا پاؤ گے۔

(۴) کیا جس نے انکی زیارت اب تک نہیں کی مجھے ملامت کرتا ہو حالانکہ سچ یہ ہے کہ انکی نظیر ہرگز نہ مل سکے گی،
(۵) اگر دور سے ان کا باجمال چہرہ ظاہر ہو جائے تو میرا ملامت کرنیوالا خدائے بزرگ کی تکبیر کہنے لگے،
(۶) لوگ کہتے ہیں کہ محبت انسان کیلئے قاتل ہے میں کہتا ہوں کہ عاشق مقتول محبت کیلئے مبارکباد ہو جیو،
(۷) سہارنپور میں جب مولانا خلیل احمد صاحب کا جمال نہ ہو تو گویا اس میں کوئی بھی نہیں ہوتا۔
(۸) مولانا کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے پیدا ہونیوالی داعی شوق نے بلایا تو وہ بہتر زمین میں بہتر مقیم ہو گئے۔
(۹) وہ ایسے نبی ہیں جو تمام جہان کیلئے ہادی بن کر ایسے خوبصورت چہرے کے ساتھ تشریف لائے جو آفتاب ماہتاب سے بھی فائق ہے۔
(۱۰) آپ ہمارے پاس ایسا چمکتا ہوا معجزہ لائے جس کی نظیر سے تمام لوگ عاجز ہو گئے کیونکہ دعویٰ بلا دلیل مسموع نہیں ہوتا۔
(۱۱) آپ پر حق تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام نازل ہوتا رہے جب تک کہ کوئی عاشق محبوب کے وصال کی یا گردن کی جدائی کی تمنا کرتا رہے۔"

اس قصیدہ کے سنانیکے بعد حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ کا مسلسل تین گھنٹے وعظ ہوا جسمیں علم و عمل کی ضرورت کو بیان فرمایا اور اسکے فوائد شمار کرائے۔ چونکہ حضرت کی تشریف آوری دو سال سے جلسہ میں نہیں ہورہی تھی اسلئے وعظ کے فوراً بعد سارا مجمع مصافحہ کیلئے ٹوٹ پڑا جس سے جلسہ میں انتشار پیدا ہو گیا۔ اسلئے اس موقعہ پر طلبا کو انعام تقسیم نہ ہو سکا۔ اس بنا پر اسے دوسرے وقت پر رکھا گیا۔ اسکے بعد تمام شرکاء جلسہ نے دارالطلبہ میں کھانا کھایا۔ گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں اس سال دیہات و قصبات کے لوگ بکثرت شریک تھے،

سنہ ۵۲ بنائی مطابق سنہ ۱۳۳۴ھ

حضرت اقدس مولانا الحاج محمد یحییٰ صاحب کا ذکر مبارک ان صفحات میں مختلف عنوانات سے کئی مرتبہ آچکا۔ حضرت اقدس سہارنپوری کی معاونت تدریس کے باب میں بھی یہ چیز کئی مرتبہ آئی کہ مولانا نور اللہ مرقدہ کی جلالت شان علمی توسع کی بنا پر حضرت سہارنپوری نے اپنی غیبت کے ایام میں تعلیم کی تکمیل کیلئے گنگوہ سے مولانا کو بلانا تجویز کیا اور مولانا نے تشریف لاکر اسباق بڑی حسن و خوبی سے پڑھائے اور حضرت سہارنپوری کیلئے سہولت و راحت کے اسباب پیدا فرمائے۔ دن گذرتے رہے اور اوقات ختم ہوتے رہے۔ تا آنکہ جو حادثہ ایکدن پیش آنا تھا وہ آگیا۔

حادثہ انتقال مولانا محمد یحییٰ صاحب

کہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کا دس ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۴ھ کو ۹ بجے صبح انتقال ہو گیا۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ یہی تاریخ حضرت تھ...

سہارنپوری کی بمبئی تشریف آوری کی تھی۔ لیکن یہ خوشی ومسرت دفعۃً رنج وغم میں تبدیل ہوگئی۔ اس حادثہ کی اطلاع بجلی کی طرح پھیلی اور تھوڑی سی دیر میں سوگواروں کا ایک جم غفیر جمع ہوگیا۔ ہجوم کی کثرت کیوجہ سے تجہیز وتکفین میں اتنی جلدی کی گئی کہ وصال کے ایک گھنٹہ بعد آپ دفنائے جاچکے تھے۔ انتقال کے بعد متوسلین اور محبین کے درمیان جائے تدفین میں اختلاف ہوا۔ حکیم اسحٰق صاحب، حکیم محمد یعقوب صاحب، اور مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب (حال سرپرست مدرسہ مظاہر علوم) کی دلی خواہش اپنے باغ میں تدفین کی تھی، کہ اس خانوادہ کو حضرت مولانا سے بہت قدیم سے تعلق ومحبت اور یگانگت[1] تھی، اور جناب الحاج شیخ فضل حق صاحب (جو تقریبًا بانی مدرسہ ہیں) کے صاحبزادے شیخ حبیب احمد صاحب کی تمنا واصرار اپنے قدیمی قبرستان حاجی شاہ میں دفن کرنے پر تھا۔ قریب تھا کہ یہ اختلافِ رائے کوئی خطرناک صورت اختیار کرجاتا۔ اسلئے اس چیز کو وجہ ترجیح بناکر کہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب ودیگر اکابر مدرسہ حاجی شاہ میں مدفون ہیں حضرت مولانا کو بھی وہیں دفن کردیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔"

حضرت سہارنپوری کا تنخواہ سے انکار

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کے انتقال کے بعد حضرت اقدس سہارنپوری نے مدرسہ کے معاملات میں اپنی طبعی احتیاط کے بموجب اربابِ مدرسہ کو ایک درخواست بھیجی، جس میں تحریر تھا کہ!

"میں عرصہ سے خدمتِ مدرسہ سے معذور ہوں اسی لئے مولانا محمد یحییٰ صاحب کو بلایا تھا وہ میری مدد کرتے تھے اب وہ بھی رحلت کرگئے، بجز اسکے چارہ نہیں کہ اپنے بار سے مدرسہ کو سبکدوش کردوں۔" خلیل احمد ۲۱ صفر ۳۵ھ

اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب نے یہ تحریر ملاحظہ فرماکر اربابِ مدرسہ کو تحریر فرمایا کہ۔

"حضرت کو راضی کیا جائے کہ تنخواہ لیں اور کام کا بار نہ ڈالا جائے۔ ورنہ حضرت سرپرست اور باقی سب مشیر بنائے جائیں اور یہ بھی نہ ہو تو میرا بھی استعفا ہے۔ میں بھی ضعیف ہوگیا۔" عبدالرحیم ۲۲ صفر ۳۵ھ

اسپر حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ "صرف تنخواہ سے انکار ہے مدرسہ کی خدمات بدستور کرونگا۔ اور مجبور ہوا تو کچھ امداد بھی لے لونگا، اسکے بعد حضرت اقدس سہارنپوری نے تنخواہ سے انکار فرماکر خدمتِ مدرسہ انجام دینی شروع فرمائی۔

---

[1] اس مودت والفت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا کے حادثۂ انتقال کی خبر جب مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب کو ہوئی تو بیہوش کھاکر زنانہ مکان کے دروازہ پر گر پڑے تھے، بڑی دقت اور مشکلات کے بعد مکان تک پہنچایا گیا۔"

حاشیہ از ۱۵ تا ۱۶۔ بیاض حضرت شیخ زیدمجدہٗ۔" (ش)

یہ وقت بڑا کٹھن تھا کہ ایک طرف تو حضرت نے تنخواہ سے احتراز فرمایا۔ دوسری طرف مہمانوں کی آمد ورفت، اخراجات کی وسعت ہو گئی ان مشکلات پر قابو پانے کیلئے حضرت نے یہ تو گوارا فرمالیا کہ مدرسہ سے اپنا تعلق ختم کر کے مستقل انبہٹہ سکونت اختیار کرلیں لیکن تنخواہ لینے پر ایکدن بھی راضی نہ ہوئے۔ آپ کا انبہٹہ منتقل ہونیکا ارادہ شدہ شدہ عزم ویقین میں تبدیل ہو گیا اللہ مدرسہ سے کوچ کرنیکا قصد پختہ ہو چلا۔ لیکن حضرات سرپرستان بالخصوص اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کو جب اسکا علم ہوا تو آنیوالے خطرات کا احساس فرمالیا اور سمجھ گئے کہ مدرسہ کی بہاری باغ وبہار حضرت ہی کے دم قدم سے ہے ورنہ پھر ویرانی ہی ویرانی ہے اسلئے اولاً تو خود تنخواہ قبول کرنے پر اصرار کیا اور تحریر فرمایا کہ!

نہایت لجاجت واصرار سے درخواست ہے کہ آپ کا مجھ سے وعدہ تھا کہ تو جب کہیگا تنخواہ لونگا لہٰذا اب انکار نہ فرمادیں۔

اور ثانیاً اکابر مدرسہ کی طرف سے تنخواہ قبول فرمانے پر اصرار کرایا لیکن ادھر سے شدت سے انکار تھا اور یہ عذر کہ!

مدرسہ کا روپیہ چندہ کا ہے اور خدا کا مال ہے جس کے ہم لوگ صرف امین وخازن ہیں اور بیجا تصرف یا مراعات کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے اور میں خود خوب سمجھتا ہوں کہ پچاس ۵۰/ روپیہ کے قابل درس نہیں دے سکتا لہٰذا تنخواہ نہ لونگا۔ [1]

ان تمام صورتوں سے مایوس ہو کر اعلیٰ حضرت رائے پوری نے ارباب مدرسہ کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ حضرت پر سے تدریس کی ذمہ داری ختم کردی جائے اور صرف عہدۂ نظامت آپ کے سپرد کیا جائے تاکہ بلا تعیین شب و روز حضرت یہ خدمت انجام دیتے رہیں نیز درس میں جو اوقات کے انضباط نصاب کی پابندی سے دشواری پیدا ہوتی ہے اس سے بھی حضرت کو رہائی ملجائے۔ اراکین مدرسہ نے یہ تجویز اتفاق رائے سے پاس کر کے حضرت سے بڑے زور شور سے عرض کیا کہ جناب والا کی تنخواہ صرف کار نظامت کی بنا پر طے ہوئی ہے، درس وتدریس کو اسمیں کوئی دخل نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ اب تنخواہ قبول فرمالیجئے کہ اسمیں عنداللہ مسئولیت کا کوئی سوال نہیں اور اپنی خواہش کے مطابق اگر ایک آدھ کتاب کا سبق جناب اپنے پاس رکھنا چاہیں تو ضرور رکھ لیں جب تک یہاں قیام رہے درس دیں اور جب سفر میں تشریف لیجائیں تو وہ سبق صدر مدرس پڑھائے۔ بالآخر اسقدر رد وقدح کے بعد حضرت نے تنخواہ لینا منظور فرمایا۔

---

[1] تذکرۃ الخلیل ص

ایک مبارک تقرر

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کی شخصیت ایسی نہیں تھی جو ان کے انتقال کے بعد بھلا دی جاتی ورنہ ہی یہ ممکن تھا کہ ان کے احسانات سے صرف نظر کیا جاتا۔ کہ مدت تک مدرسہ میں اونچی اونچی کتابیں پڑھائیں اور ایک پائی تنخواہ کی نہ لی، اس عظیم و عظیم احسان کی وجہ سے سب کی خواہش تھی کہ حضرت مولانا کے نور چشم و نورِ نظر صاحبزادے (حضرت اقدس) مولانا محمد زکریا صاحب (متعنا اللہ بانفاس العالیہ) کو مظاہر کے استاذ ہونے کی حیثیت سے منتخب کیا جائے، کہ باوصف اپنی صلاحیتوں ...... کے حقیقی معنے میں مولانا کے خلف الرشید ہیں۔ چنانچہ سرپرستانِ مدرسہ نے باہمی طور سے منظوری دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

مولوی (یحییٰ) صاحب کے حقوق مدرسہ پر بہت ہیں، نظر برآں مناسب ہے کہ (مولانا) مولوی زکریا (صاحب) کو بیسیؔ پر مدرسین میں لیا جاوے اور دو تین اسباق سے زیادہ ان کو نہ دیئے جائیں۔ باقی وقت کچھ اپنے اوقات درس میں اور کچھ تجارت میں خرچ کریں۔" دستخط (سرپرستان ملاّ) [1]

بس یہ ہے اپنے وقت کے عظیم محدث، عظیم مصنف، عظیم شیخ طریقت کی تدریسی لائف کا افتتاح اور اسکی تقریب!!

مجوزہ اسباق

اس پہلے سال میں جس کی ابتدا محرم ۱۳۳۵ھ سے ہوئی۔ حضرت اقدس زید مجدہٗ کے زیر درس جو کتب تھیں وہ یہ ہیں۔ علم الصیغہ، مأتہ عامل منظوم شرح مأتہ عامل، خلاصہ نحو میر، نفحۃ الیمن، منیۃ المصلی، اصول الشاشی، قال اقول ان میں سے دو کتابیں ایسی تھیں جو حضرت نے اپنے تعلیمی زمانہ میں نہیں پڑھی تھیں، ایک اصول الشاشی، دوسرے علم الصیغہ، اور حسن اتفاق سے یہی دو کتابیں اکابر مدرسین کے یہاں سے منتقل ہو کر آئی تھیں کہ اصول حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے یہاں ہو رہی تھی اور علم الصیغہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی مدظلہٗ کے پاس ان کے متعلق ایک دلچسپ واقعہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ!

علم الصیغہ کا کچھ زیادہ فکر نہ ہوا۔ البتہ اصول الشاشی اہم تھی۔ جماعت بھی اس کی کچھ بڑی تھی۔ میں نے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ سے پوچھا کہ سبق کہاں سے ہوگا۔ انھوں نے بتا دیا کہ فصلٌ فی الامر کے ایک ورق کے بعد سے ہے مگر میں نے اسلئے کہ مجھے طلباء کا انداز تھا کہ طالبعلم دھوکہ دیا کرتے ہیں چچا جان سے امر کی بحث کے دو ورق پڑھ لیئے۔ ایک طلباء کا پڑھا ہوا اور دوسرا بے پڑھا ان سے تو اپنے ضابطے پر پڑھے جلدی جلدی۔ لیکن چونکہ اعلان بدھ کو ہو گیا تھا اور شنبہ سے سبق شروع تھے، اسلئے دو تین دن میں نے کتب اصول میں اصول الشاشی کی شروح و حواشی۔ نور الانوار، منار، اس کی شرح کشف الاسرار، حسامی اور اسکی حبتنی

---

[1] رجسٹر احکامات سرپرستان مدرسہ ۱۵ھ۔

شروح مل سکیں۔ توضیح تلویح دو دن میں امر کی ابتدائی بحث سب میں نے خوب دیکھی۔ اور درسگاہ میں پہنچنے کے بعد اجنبیانہ پوچھا سبق کہاں سے ہے؟ سب نے متفق اللسان ہوکر کہا فصل فی الامر سے۔ میں تو پہلے ہی سمجھ رہا تھا کہ دھوکہ دینگے۔ میں نے ایک گھنٹہ امر کی بحث میں خرچ کردیا معلوم نہیں کیا کیا کہا ہوگا۔ اتنا یاد ہے کہ پہلا دن تو صرف فصل فی الامر میں خرچ ہوا تھا، اس کے بعد پورا ایک ہفتہ اس ایک ورق میں لگا جو چچا جان ایک، ڈیڑھ دن میں پڑھا چکے تھے۔ ؎[1]

اس رفیع المرتبت اور جلیل القدر "مدرس" نے کیا کارنامے انجام دیئے، مظاہر کو کیا چیز بخشی اسکی تعمیر و ترقی نشوونما میں اس "مدرس کا" کتنا ہاتھ پہلے تھا اور اب ہے۔ وہ مجموعی طور سے اب بھی کچھ ڈھکا چھپا نہیں اور تفصیلی اعتبار سے موقعہ بموقعہ آپ کو معلوم ہوتا جائیگا، انشاء اللہ۔

ایک حادثہ جن لوگوں نے زیر نظر کتاب کی جلد اول ملاحظہ کی ہے ان پر یہ مخفی نہ ہوگا کہ مدرسہ کے ابتدائی دور میں ایک بزرگ شخصیت جناب الحافظ الحاج قمر الدین صاحب کی بھی تھی جو باوصف اپنے زہد و تقویٰ عالم باعمل اور بارگاہ رشیدی سے مجاز بیعت ہونیکے مدرسہ کے معاون اور اسکا درد و فکر رکھنے والے تھے، قیام مدرسہ کے بعد حضرت مولانا سعادت علی صاحب نے سب سے پہلے عربی تعلیم حضرت حافظ صاحب ہی کو شروع کرائی تھی۔ اور تعلیم سے فراغت پر پھر اسی مدرسہ کے ہو رہے تھے کہ مدرس اول درجہ قرآن شریف اور خطیب جامع مسجد سہارنپور مقرر ہوئے اور تاحیات اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ آخر زمانے میں ضعف و پیری کیوجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے تھے، آرام کرسی پر مسجد میں آمد و رفت ہوا کرتی تھی۔ لیکن نماز ایک وقت کی بھی فوت نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ اپنی زندگی کی سب سے آخری نماز، نماز عشاء صف اول میں پڑھی اور تہجد کے وقت ستائیس[۲۷] محرم کی شب میں انتقال فرمایا۔ حق تعالیٰ غریق رحمت فرمائے کہ بہت سی خوبیوں کے مالک اور بہت سے محاسن اپنے اندر رکھتے تھے۔

افتتاح دار الحدیث پچھلے چند سالوں سے دار الطلبہ کے فوقانی حصوں پر جو تعمیرات ہو رہی تھیں، ان میں ایک دار الحدیث کا بنانا بھی تجویز تھا جو الحمد للہ اس سال پایۂ تکمیل کو پہنچی اور تیئس[۲۳] ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ مطابق تیئس[۲۳] اکتوبر ۱۹۱۶ء یوم یکشنبہ کو صبح نو بجے نو تعمیر دار الحدیث میں ایک جلسۂ افتتاحی منعقد ہوا جسمیں درجہ تجوید کے قرار نے مصری لہجہ میں قرآن پاک پڑھا اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

؎[1] آپ بیتی صفحہ ۳۷، صفحہ ۴۷ ۔

نے تقریر فرماکر طلبائے دورہ کو ترمذی شریف شروع کرائی۔ اس موقعہ پر جناب الحاج شیخ رشید احمد صاحب تاجر اسلحہ، الٰہی بخش اینڈ سنز کو نے اپنی جیب خاص سے مٹھائی تقسیم کی، شرکاء جلسہ میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دار العلوم دیوبند، مولانا عاشق الٰہی صاحب، حافظ شفیع الدین، وجیہ الدین صاحبان وشیخ رشید احمد صاحب، اور مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ابن جناب مولانا احمد علی صاحبؒ محدث سہارنپوری، قاضی ظفر احمد صاحب آنریری مجسٹریٹ وغیرہ مخصوص حضرات تھے۔

طلبہ اس سال طلبہ کی مجموعی تعداد دوسو چوان (۲۵۴) تھی۔ جن میں عربی کی تعلیم حاصل کرنے والے ایکسو سترہ (۱۱۷) اور باقی دوسرے درجات کے طلبار تھے۔ حسب تجویز سالانہ امتحان تین شعبان سے شروع ہوکر، بارہ شعبان تک ہوا جو مدرسین مدرسہ نے لیا۔ الحمد للہ نوّے فیصدی طلبار کامیاب ہوئے۔

اس سال دورۂ حدیث سے فراغت پانیوالے طلبا یہ تھے، (حضرت مولانا الحاج) محمد زکریا (صاحب) خلف مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندہلوی، (حضرت مولانا الحاج) محمد اسعد اللہ (صاحب) رامپوری، مولوی خیر محمد مظفر گڈھی، مولوی محمد صدیق جمونی، مولوی محمد بخش ساکن ڈیرہ غازی خاں، مولوی بشیر الدین دیناجپوری، مولوی سید امجد علی سلہٹی، مولوی محمد حسن بجنوری، مولوی امام محمد بنوی، مولوی غلام محمد میانوالی، مولوی عبدالوحید پورقاضوی، مولوی سجاد کریم بردوانی، مولوی یوسف بمبوی، مولوی حسن احمد سہارنپوری، ان فارغین میں مولوی خیر محمد مظفر گڈھی نے اٹھارہ کتب کا امتحان دیکر تین سو اڑتیس (۳۳۸) نمبرات حاصل کرکے انعام میں ابن ماجہ تفسیر عزیزی پارۂ عم، موطا امام محمد شرح مواقف تذکرۃ الرشید، قصائد قاسمی شرح چغمینی کتب حاصل کیں۔

تغیرات مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، کافی مدت سے بیمار چلے آرہے تھے۔ امتداد مرض اور آب وہوا کی ناموافقت کی وجہ سے اس مرتبہ مولانا ایک سال کی رخصت مدرسہ سے لیکر مدرسہ گڈھی بخشہ میں تشریف لیگئے۔ حافظ قمر الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے انتقال کے بعد درجہ حفظ کی ذمہ داری قاری عنایت اللہ صاحب (جو پہلے شعبۂ قرأت کے استاذ تھے) کو سپرد کی گئی۔ یہ انتظام وقتی طور پر کیا گیا تھا تاکہ طلبار کا حرج نہ ہو۔ اسکے بعد قاری محمد ابراہیم صاحب علی گڈھی بشاہرہ ۱۲ روپے مستقل مدرس درجۂ قرآن شریف بنائے گئے۔

تنخواہوں میں اضافہ اس سال چند مدرسین کی تنخواہوں میں اضافہ بھی کیا گیا جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری کی سابقہ تنخواہ ۱۷ تھی۔ قلت تنخواہ کے ساتھ ساتھ گرانی کیوجہ سے پانچ روپیہ کا اضافہ کیا گیا ایسے ہی شعبۂ قرآن مجید کے استاذ حافظ عبداللہ صاحب اور حافظ محمد رمضان صاحب کے مشاہرہ میں علی الترتیب دو روپیہ اور ایک روپیہ کا اضافہ کیا گیا، باقی تمام اساتذہ وملازمین کی تنخواہیں برقرار رہیں۔

جلسۂ سالانہ مدرسہ کا یہ باونواں سالانہ جلسہ اپنے معمول کے مطابق بڑی آب وتاب اور اہتمام و انتظام کے ساتھ ہوا ۔ اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب وحضرت تھانوی، و مولانا حافظ احمد صاحب رامپوری ۔ مولانا سر رحیم بخش صاحب سرپرستانِ مدرسہ بھی رونق افروز جلسہ ہوئے ۔ مخصوص آنیوالے مہمانوں میں مولانا محمد احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن، مفتی عزیز الرحمٰن صاحبان، مولانا عاشق الٰہی صاحب، شیخ رشید احمد صاحب، مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی قابل ذکر ہیں۔ جلسہ کا نظام اور اس کی کارروائی خود مہتمم صاحب کی زبانی سنیئے ۔!

جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۵، مارچ ۱۹۱۷ء یکشنبہ کا دن وہ مبارک دن ہے جسمیں حسبِ معمول مدرسہ مظاہرعلوم کے باونویں سال کا جلسہ جامع مسجد سہارنپور میں منعقد ہوا ۔ آٹھ بجے جلسہ کا افتتاح ہوا۔ سب سے پہلے درجہ قرآن شریف کے چند حفاظ نے مختلف مقامات سے صحیح اور سادہ لہجہ میں کلام اللہ کی تلاوت کی۔ ان کے بعد طلبہ نے تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھکر حاضرین کو مسرور کیا۔ پھر طلبائے مدرسہ میں سے مولوی عبدالغنی بارہ بنکوی نے عربی میں تحریر کردہ ایک مقالہ پڑھا جو بہ شکریہ مراجعت بعافیت از حجاز مقدس حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہٗ و شکریہ تکمیل دارالطلبہ وافسوس حادثہ انتقال حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب پر مشتمل تھا ۔ اسکے بعد مولانا محمد اسعد اللہ صاحب متوطن ریاست رامپور نے عربی میں اسی حادثہ کے متعلق ایک تحریر سنائی اسکے بعد مدرسہ کی جانب سے روئداد مدرسہ جناب شیخ رشید احمد صاحب تاجر صدر میرٹھ نے بلند آواز سے سنائی۔ جس کے بعد حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہٗ کا وعظ شروع ہوا ۔ نو بجے سے بارہ بجے تک تین گھنٹہ کے قریب یہ وعظ ہوتا رہا ۔ وعظ ختم ہونے پر دعا مانگی گئی ۔ چونکہ تقسیم انعام کا وقت نہیں رہا تھا اسلئے جمعہ کے روز مسجد دارالطلبہ میں انعام تقسیم کیا گیا ۔ [ہ]

دعوتِ طعام جلسۂ سالانہ کے موقع پر مدرسہ کی طرف سے ہمیشہ قیام کا بندوبست ہوا ۔ لیکن طعام کا مدرسہ سے کبھی اعلان نہیں ہوا لیکن اسکے باوجود وہ حضرات جو مدرسہ کے دعوتی خطوط پر تشریف لاتے (اور کافی تعداد میں ہوتے تھے) ان کیلئے مدرسہ اپنے طور پر ضرور سامان ضیافت کرتا اسکے علاوہ اگرچہ کھانا دوسرے واردین وصادرین کیلئے بھی تیار ہوتا تھا مگر اسمیں عمومیت نہیں ہوتی

ہ روئداد مدرسہ صفحہ ۱۹

تھی۔ لیکن ادھر چند سالوں سے متواتر یہ بات مشاہدہ میں آرہی تھی کہ بہت سے شہری اور قرب وجوار کے عوام زبردستی دارالضیافۃ میں پہنچ جاتے۔ ایسی صورت میں نظم ونسق کی دشواری کے ساتھ ساتھ یہ بات بڑی پریشان کن تھی کہ مخصوص حضرات اور معززین ان کی چیرہ دستیوں کا شکار بنجاتے اور کھانے سے رہ جاتے اسلئے معاونین مدرسہ کی طرف سے یہ آواز اٹھائی گئی کہ دعوت کا یہ عظیم سلسلہ بند ہی کردینا چاہیئے۔ تاکہ یکلفت ہی ختم ہوجائے۔ چنانچہ اس مرتبہ سرپرستان کے مشورہ کے بعد یہ دعوت بند کردیگئی۔ تاہم جو مہمان دور دراز کے صبح تک تشریف لے آتے ان کو قبل جلسہ رازدارانہ طور سے کھانا کھلادیا جاتا۔

۵۳ سنہ بنائی مطابق ۱۳۳۵ھ

مدرسہ کا ذاتی روپیہ جو ہمیشہ سے معتد بہ مقدار میں رہا ہے شہر کے امین اور دیانتدار حضرات کی تحویل میں رہا۔ کیونکہ اب تک مدرسہ کے پاس کوئی محفوظ جگہ نہیں تھی۔ لیکن اس سال اس کیلئے ایک مضبوط خزانہ بنوایا گیا جس میں آہنی الماریاں نصب کرائی گئیں اور ایک شخص شب میں بطور حفاظت وہاں تعینات کیا گیا۔ بیرونی دروازہ پر آہنی کواڑ لگوائے گئے اور یہ طے پایا کہ تمام سال میں ایک مرتبہ مولوی احمد صاحب جانچ پڑتال کرنیکے بعد تصدیق نامہ تحریر فرمادیا کریں وغیرہ وغیرہ۔ اس نوع کے بہت سے انتظامات کئے گئے۔ ان تمام تیاریوں کے بعد دفعۃً ایک حادثہ پیش آیا جو مدرسہ کی اپنی تاریخ میں بڑا انوکھا اور صبرآزما حادثہ تھا جس کو یہ سخت جان ہی برداشت کرگیا۔ بہتر ہو کہ اس واقعہ کی تفصیل آپ مہتمم صاحب ہی کی زبانی سن لیں۔ اس جگہ ہم نے صاحبِ واقعہ کا نام قصداً تحریر نہیں کیا) اگرچہ روئداد مدرسہ میں مذکور ہے۔ مہتمم صاحب تحریر فرماتے ہیں!

واقفین پر مخفی نہیں کہ مدرسہ عربیہ مظاہر علوم کے ابتدائی زمانہ سے اب تک چونکہ مدرسہ میں کوئی مخفی جگہ خزانہ کی نہیں تھی اسلئے مدرسہ کا روپیہ ان تاجروں کے پاس امانت رہتا تھا جو شہر میں امین کہلاتے تھے اور عام مخلوق کو جن پر اعتماد ہوتا تھا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے مدرسہ کا خزانہ منتقل ہوتا چلا آیا اور کبھی کوئی خطرہ پیش نہیں آیا۔ سب سے اخیر میں حاجی ...... صاحب تاجر سہارنپور جو مشہور امین تھے اور جن کے اوپر عام مخلوق کو نہایت اعتماد تھا مدرسہ کے خزانچی قرار پائے۔ حاجی صاحب نے قریباً گیارہ سال تک اس خدمت کو نہایت دیانتداری سے انجام دیا۔ اب چونکہ مدرسہ میں خزانہ کی جگہ تیار ہوگئی لہٰذا حسبِ ارشاد حضرات سرپرستانِ مدرسہ حاجی صاحب سے مدرسہ کا روپیہ طلب کیا گیا۔ تو حاجی صاحب نے یہ جواب دیا کہ میں بمبئی گیا ہوا تھا۔ میری عدم موجودگی میں لڑکوں نے مدرسہ کی امانت کا روپیہ غلطی سے دوکان میں لگادیا جس کو میں اس وقت ادا

نہیں کرسکتا ہوں۔ جائداد وغیرہ سے اطمینان کرا سکتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے بطور خود
جائداد اور رقعہ وغیرہ سے اطمینان کی صورت کردی۔

اس قسم کے واقعات جامعات اور اداروں میں ہوتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن مدرسہ کو یہ کشمکش اس وقت
پیش آئی جب کہ اس کے ماہانہ اخراجات ایک ہزار روپے سے بھی زائد تھے اور ہر ماہ کی متعینہ آمدنی ساڑھے
تین سو روپے کے قریب تھی۔ شب و روز ارباب مدرسہ کو یہ فکر لاحق رہتی تھی کہ مدرسہ کا باون سالہ پس ماندہ
سرمایہ جو پندرہ ہزار روپے کے قریب تھا وہ تو حاجی صاحب کے پاس محبوس ہو گیا۔ اب اگر!
خدانخواستہ مدرسہ ایسی ترقی کی حالت میں جب کہ مدرسہ کا فیض ہر چہار دانگ ابر محیط
کی طرح پھیلتا جارہا ہے اس صدمہ کی تاب نہ لاسکا تو کیسا افسوس ہوگا کہ جس مدرسے نے
سیکڑوں علماء ربانیین اپنی باون ۵۲ سالہ عمر میں تیار کئے ہوں وہ آج مسلمانوں کی
علمی دینی خدمت سے معذور ہو جائے۔ [1]

جن ایام میں یہ واقعہ پیش آیا اس وقت مدرسہ کی تحویل میں ایک ماہ کے اخراجات کیلئے بھی رقم نہ تھی
مگر حق تعالیٰ نور سے بھر دے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی قبر کو کہ ان کی زبردست روحانیت
نے مدرسہ کے گرتے ہوئے حالات کو سنبھالا اور اپنی ظاہری و باطنی توجہات عالیہ سے اس دینی قلعہ کی حفاظت
فرمائی۔ اسی کے ساتھ ساتھ بہانہ کے طور پر حق تعالیٰ نے اہل ثروت کو اس طرف متوجہ فرمایا۔ چنانچہ
والیہ ریاست بھوپال نے اپنے چیف سیکرٹری میجر حاجی محمد حمید اللہ خاں کو حکم فرمایا کہ مدرسہ کا
ماہانہ وظیفہ بجائے ایک سو روپیہ کے دو سو روپیہ کیا جائے۔ اس حکم کا اجراء یکم مئی ۱۹۱۸ء کو
ہوا۔ اسی طرح رنگون کے مخلصین نے واقعہ کی نزاکت کو محسوس فرماتے ہوئے خطیر رقم مدرسہ میں
بھیجی۔ اس سلسلہ میں مدرسہ مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب خطیب جامع مسجد رنگون اور حاجی
یوسف و حاجی داؤد و ہاشم حاجی محمد اسمٰعیل صاحبان کے احسانات سے کبھی عہدہ برآ نہیں
ہوسکتا۔ کہ ان حضرات کی کوششوں نے وقتی معاونت کے ساتھ ساتھ ایسے نقوش بھی چھوڑ دیئے
جو دیرپا ثابت ہوئے۔

حضرت اقدس سہارنپوری کی مساعی جمیلہ

حق تعالیٰ کی طرف سے مدرسہ کی اعانت کا ایک بڑا
ذریعہ وہ ذات بھی بنی جس کا تذکرہ ہم بڑی عظمت
و احترام سے گذشتہ سطور میں کر آئے ہیں کہ ان ہی ایام میں راندیر و گجرات کے مخلصین نے حضرت مولانا خلیل احمد

---

[1] روداد مدرسہ ؁

صاحب کو اپنے یہاں شادی کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی۔ حضرت کا یہ زمانہ عوارض اور طبیعت کی ناسازی کیوجہ سے بڑا نا ہموار سا تھا۔ لیکن مدرسہ کی مصالح اور منافع کے پیش نظر تشریف لیگئے۔ اور واپس تشریف لاکر ایک معتد بہ رقم مدرسہ میں جمع فرمائی۔ یہ رقم وہ تھی جو آپ کے متوسلین نے آپ کے توسل سے بھیجی تھی۔ اسکے علاوہ اور بہت سے حضرات کی بروقت مدد سے مدرسہ مالی بحران میں مبتلا ہوجانیسے بچ گیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

افتتاح بذل المجہود

علمی دنیا میں کوئی فرد ایسا نہیں جو ابوداؤد شریف کے مرتبہ اور مقام سے ناواقف ہو اور اسے یہ معلوم نہ ہو کہ عبارتوں کے اشکالات و اختصارات اور اس کے اغلاق کیوجہ سے یہ کتاب صحاح ستہ میں کتنی مشکل سمجھی جاتی ہے ان امور کی بنا پر جتنی یہ کتاب محتاج شرح و توضیح ہونی چاہیئے تھی وہ ظاہر ہے لیکن اہل علم خوب جانتے ہیں کہ اس کی شروحات بڑی حد تک کمیاب ہیں۔ حق تعالیٰ کا فضل و کرم طالبین حدیث پر متوجہ ہوا کہ اس نے اس سال حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب کے دل میں اس چیز کا داعیہ اور ولولہ پیدا کیا کہ کوئی ایسی جامع اور ضروریات پر حاوی شرح تحریر کیجائے۔ تاکہ علم حدیث سے شغف رکھنے والوں کو سہولت ملے اور ان کا بہت سا وقت متفرق کتابوں کے تتبع و تلاش سے اور ان کے مضامین کے اخذ و تحمل سے بچ جائے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کے محض اس فضل و کرم سے جو ہمیشہ سے مدرسہ اور ارباب مدرسہ کے ساتھ دامنگیر ہوتا چلا آیا ہے۔ اس کتاب کی شرح کا آغاز ہوا۔ مورخہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو مدرسہ کے کتب خانہ سے مختلف علوم و فنون کی ڈیڑھ سو کتابیں لی گئیں اور تیس یا چار ربیع الاول کو مدرسہ کے خزانہ میں بیٹھ کر اس شرح کا افتتاح ہوا۔ حضرت اقدس اپنے مرض رعشہ کیوجہ سے خود لکھنے سے معذور تھے۔ اسلئے اس کی کتابت کی سعادت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کے حصہ میں آئی۔ اس دوران میں اگرچہ دوسرے کاتبوں کا بھی انتخاب ہوا۔ بلکہ مولوی شمس الحق صاحب مستقل اس کیلئے ملازم رکھے گئے مگر ازل سے جو سعادت حضرت اقدس مدظلہ العالی کی قسمت میں لکھدی گئی تھی وہ کسی دوسرے کو سامنے ٹھہرنے ہی نہ دیتی تھی اور اس سعادت ابدی اور اقبال سرمدی کا استقبال بھی حضرت نے اس طرح کر دکھلایا کہ بذل کے سامنے نہ کوئی مشغلہ مشغلہ سمجھا اور نہ کوئی عذر، عذر، ضروری ضروری اسفار اور خاندانی تقریبات میں شرکت بھی دو بھر معلوم ہونے لگی۔ اسی شبانہ روز کی محنت و انہماک کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورے نو ماہ میں (تیس ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ تک) ابوداؤد شریف کا ایک پارہ ختم ہوگیا۔ اور بقیہ حصہ کی تکمیل کا سلسلہ شروع ہوا۔ آئندہ صفحات میں بھی انشاء اللہ اس عظیم و ضخیم شرح کے متعلق موقعہ بموقعہ احوال و کوائف ناظرین کی نظر سے گذرتے رہیں گے۔

اسباق متعلقہ حضرت شیخ مرقات، قدوری، شرح تہذیب، کافیہ، نورالایضاح، اصول الشاشی، شرح جامی بحث فعل بحث اسم، عجب العجاب، نفحۃ الیمن۔ یہ تمام اسباق شوال ۳۵ھ سے شعبان ۳۶ھ تک ہوئے۔

طلبہ اس سال طلبہ کی تعداد سابقہ سنین کے اعتبار سے بہت آگے بڑھ چکی تھی۔ یعنی مجموعی اعتبار سے تین سو انتیس (۳۲۹) تھی جن میں شعبۂ عربی کے ایک سو بائیس (۱۲۲) تھے اور باقی دوسرے شعبہ جات سے متعلق رہے۔ سالانہ امتحان حسب دستور ۲۲ شعبان سے لیکر اٹھارہ شعبان تک ہوتا رہا۔ جو مدرسین نے ہی لیا۔ الحمدللہ بچانوے فیصد طلبا کامیاب ہوئے۔

مدرسہ کی روز افزوں ترقیات کیوجہ سے وظائف پانیوالے طلبار کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ چنانچہ ۳۳ھ میں تینتیس (۳۳) طلبا، ۳۴ھ میں بیالیس (۴۲) اور ۳۵ھ میں چوہتر (۷۴) طلبار نے ہرماہ مدرسہ سے وظیفہ لیا۔

اسماء فارغین اس سال الحمدللہ مجموعی طور سے نو (۹) طلبا دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے۔ جن کے اسماء یہ ہیں۔ مولوی محمد حامد میرٹھی، مولوی عبدالغفار نیری، مولوی عبدالرؤف بہاری، مولوی یار محمد بھاولپوری، مولوی عتیق اللہ کشمیری، مولوی زبیرالدین نوا کھالوی، مولوی نصیراللہ، مولوی محمد حسن بجنوری، مولوی عبدالغنی بارہ بنکوی (جو بعد میں درجہ ابتدائی عربی میں مدرس بنائے گئے) ان فضلار میں اول نمبرات سے فارغ ہونے والے مولوی حافظ محمد حامد پسر جناب سید تہور علی میرٹھی تھے کتب ستہ کتب میں امتحان دیکر دوسو چھیالیس (۲۴۶) نمبرات حاصل کر کے انعام میں یہ کتب پائیں۔

تفسیر جلالین، شرح سلم، سراجی قبلہ نما، تحذیر الناس، دلیل الخیرات، مناظرہ عجیبہ، جہد المقل مکمل، المہند۔ ان کے علاوہ نقد پانچ روپے بھی انعام میں دیئے گئے۔

تغیرات اس سال کچھ جدید مدرسین کا انتخاب عمل میں آیا چنانچہ مولانا ظہور الحق صاحب دیوبندی ماہ جمادی الاول ۳۵ھ سے درجہ ابتدائی عربی کے لئے تجویز کئے گئے۔ مولانا عبدالغنی بارہ بنکوی بھی (جو اسی سال فارغ ہوئے تھے) ماہ شوال سے اسی شعبۂ عربی کیلئے مقرر کئے گئے۔ شعبۂ قرأت کے ایک استاذ مولانا قاری عنایت اللہ صاحب تعلیم مکمل کرانیکے بعد ماہ شعبان میں اپنے وطن تشریف لیگئے۔ اور پھر کانپور میں ملازمت فرمالی۔ اسلئے ان کے قائم مقام قاری عبدالعزیز صاحب لمشاہرہ بیس[۲۰] مدرس بنائے گئے۔ جو مدینہ منورہ کے قرار سے تجوید کی مشق کر چکے تھے۔ نیز حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے اپنے بعض مشاغل کی بنا پر اس مرتبہ تمام سال کی رخصت مدرسہ سے لی۔ اب کل مجموعی طور پر اس سال کے مدرسین سولہ[۱۶] ہوگئے

جن کے اسماء یہ ہیں۔ حضرت اقدس مولانا الحاج خلیل احمد صاحب، مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب، مولانا منظور احمد خان صاحب (حضرت مولانا) مولوی محمد زکریا صاحب، مولانا الحاج عبداللطیف صاحب، مولانا ظہور الحق صاحب دیوبندی، مولوی عبدالغنی صاحب، قاری عبدالعزیز صاحب، اس کے علاوہ بقیہ آٹھ مدرسین درجہ حفظ و فارسی سے متعلق رہے۔

جلسہ سالانہ مدرسہ کا تریپن واں سالانہ جلسہ اس مرتبہ چوبیس[۲۴] مارچ ۱۹۱۸ء کو منعقد ہوا مخصوص آنیوالے حضرات میں حضرت اقدس تھانوی، مولانا حافظ احمد صاحب سرپرستانِ مدرسہ کے علاوہ دارالعلوم دیوبند کے ذمہ دار حضرات، میرٹھ، کاندھلہ، کیرانہ، مرادآباد، انبالہ کے روٗسار اور معزز اصحاب تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب اپنے ضعف و بیماری کیوجہ سے تشریف نہ لاسکے،

جلسۂ سالانہ کے موقعہ پر بیگم بھوپال اور نواب زادہ میجر حاجی حمید اللہ صاحب چیف سیکرٹری نے تہنیتی پیغام اور جلسہ کے انعقاد پر مبارکبادی کے تار بھیجے۔ اسی طرح رنگون کے مخلصین نے بذریعہ تار اپنے دلی جذبات اور مدرسہ کے لئے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ اس موقعہ پر طلبائے مدرسہ کی طرف سے تقاریر کا جو نظم بنایا گیا ان میں مولانا بدر عالم صاحب رح کی تقریر کو اولین درجہ دیا گیا۔ اس تقریر میں باہمی اتفاق و اتحاد اور آپس کے تعلقات کی یکسانیت پر بھرپور زور دیا گیا تھا۔ اور یہی چیز تقریر کا موضوع بھی تھی۔ نو صفحات پر پھیلی ہوئی یہ تقریر آج بھی مدرسہ کی روئداد میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حسب معمول جلسہ کا افتتاح حفاظ مدرسہ کی قرأت سے ہوا۔ اسکے بعد مدرسہ کے یکسالہ حالات سنائے گئے پھر حکیم الامتہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے تقریر فرمائی اور دعا پر یہ جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔

سنہ ۵۴ بنائی مطابق ۱۳۳۶ھ اس سال چند حوادث مدرسہ کو پیش آئے جن کا سبب ظاہری وہ عالمگیر کھانسی اور بخار تھا جو اس زمانے میں بڑی شدت سے وبار عامہ کی شکل اختیار کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب سابق نائب مہتمم، حاجی عزیز احمد منشی فیاض علی صاحبان مدرسین مدرسہ اور مولوی مبارک علی صاحب سفیر مدرسہ اسی وبار سے متاثر ہو کر عالم راہی بقا ہوئے۔ اس موقعہ پر طلبار کے اصرار اور ان کے ذہنی تشتت کیوجہ سے ارباب مدرسہ نے سترہ یوم کی تعطیل منظور کی۔

علالت حضرت سہارنپوری مجموعی اعتبار سے یہ سال مدرسہ کے لئے بڑا کٹھن اور صبر آزما تھا کہ ایک طرف قدیم متعلقین مدرسہ کا انتقال، دوسری طرف وبار عامہ اور قحط سالی زوروں پر تھی۔ ٹھیک ان ہی دنوں میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب قدس اللہ سرہ

الهند کو دماغی دورہ کی شدید تکلیف پیش آئی کہ حرکت پر بھی قدرت نہ رہی۔ مرض کا حملہ اتنا شدید تھا کہ خدام حیاتِ مبارکہ سے مایوس ہو گئے تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں سخت تکلیف شروع ہوئی جس کے متعلق اطباء اور ڈاکٹروں کی رائے نزول مار کی تھی۔ اور دوسرے مخلص حکیم مکرم الدین صاحب دہلوی کی تشخیص یہ تھی کہ یہ نزولِ مار نہیں ہے بلکہ اس دورہ کا اثر ہے۔ تیمار داروں کے شدید اصرار پر درس ومطالعہ، دماغی محنت وغیرہ سب موقوف ہو گئے۔ اور حضرت کے اسباق دوسرے مدرسین پر تقسیم کر دیئے گئے۔ ہر چند کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ مدرسہ کے معاملہ میں خود مختار تھے اور سرپرستان کی اتفاق رائے سے یہ طے ہو چکا تھا کہ جب چاہے درس دیں اور جب چاہے تعطیل کریں۔ مگر آپ نے علالت کے زمانے میں حسب اصول رخصت لی اور اپنی حاصل شدہ مراعات سے ذرہ برابر فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے سرپرستانِ مدرسہ کو بایں مضمون درخواست بھیجی کہ!

میری آنکھ میں کچھ تکدر ہو گیا، علاج کی ضرورت ہے۔ دو ماہ کی رخصت مرحمت فرمائی جائے۔

خلیل احمد۔ ۲۳، ذی الحجہ ۳۶ھ؎

اس پر حضرت اقدس شیخ الهند نے بحیثیت سرپرست ہونے کے۔ یہی تحریر فرمایا کہ۔

حسب قرار دادِ سرپرستان حضرت کو رخصت لینے کی ضرورت نہیں، حضرت ہر طرح مختار ہیں۔

علالت کے ابتدائی دور میں صرف دو ماہ کی رخصت لی گئی۔ لیکن جب اسمیں اشتداد و امتداد ہوا تو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ نے مزید دوؔ ماہ کی رخصت طلب کرتے ہوئے پھر اہلِ مدرسہ کو لکھا کہ!

بندہ نے دوؔ ماہ کی رخصت لی تھی جو قریب الختم ہے۔ دو ماہ کی اور چاہیئے کہ دورانِ سر کا عارضہ لاحق ہو گیا جس سے کام نہیں کر سکتا۔" خلیل احمد۔ ۲۵، صفر

تنخواہ کے معاملہ میں مدرسہ کا ایک اصول

مدرسہ کا معمول یہ رہا ہے کہ پورے سال میں وہ زمانۂ علالت کی رخصت ایک ماہ تک مع تنخواہ دے سکتا ہے اس کے بعد اگر مزید ضرورت ہو تو تنخواہ وضع ہو جاتی ہے۔ حضرت اقدس سہارنپوری نے یہاں بھی اس اصول کو نبھاکر اور اس پر عمل پیرا ہو کر دکھلا دیا کہ ماہ محرم میں تنخواہ لینے سے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ۔

جب میں تدریس جس کا ملازم ہوں اسکا کام نہیں کر سکتا تو تنخواہ کس بات کی لوں۔

اہل مدرسہ نے ہر چند عرض کیا کہ آپ کی یہ تنخواہ صرف مدرسہ میں قیام کی ہے تدریس کو اسمیں ذرہ بھر دخل نہیں۔ مگر حضرت نے صاف انکار فرما دیا اور اسی کے ساتھ یہ بھی طے فرما لیا کہ اب ہمیشہ کیلئے انبہٹہ قیام ہوگا، کہ مدرسہ سے تعلق ختم کر نیکے بعد سب سے زائد سہولت و راحت وہیں ملیگی، اس عزم و ارادہ کی خبر رفتہ رفتہ سرپرستانِ مدرسہ کو بھی ہوئی۔ ان حضرات کے نزدیک بالخصوص اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی نظر میں حضرت کی تشریف بری

گویا حضرت کا الزام نفی اسلئے فوراً اہلِ مدرسہ کو تحریر فرمایا کہ!
حضرت کو قواعد مدرسہ سے سبکدوش کیا جائے اور اگر کوئی اشکال کرے کہ تنخواہ کس بات کی تو یہ وہی کر سکتا ہے جس کو مدرسہ کا حال معلوم نہ ہو۔ صرف حضرت ہی کا تعلق مدرسہ کے ساتھ تمام کاروائیوں کا جزو اعظم ہے۔ امید کہ آپ حضرات موافقت فرماوینگے" احقر عبدالرحیم ۲۱ ربیع الاول ۳۶ھ
تمام سرپرستان نے تائیدی دستخطوں کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی زور دیا کہ حضرت کا اسم سامی باقاعدہ سرپرستوں کی فہرست میں شامل ہو جانا چاہیئے کہ یہ مغتنم ہستی پھر نہ مل سکے گی۔ بڑی ردوقدح انکار اصرار کے بعد بالآخر حضرت نے سرپرستی قبول فرمائی اور ارباب مدرسہ کو تحریر فرمایا!
حامداً و مصلیاً! حضرات سرپرستان کے نزدیک ناچیز کی شرکت سرپرستی موجب بہبودی مدرسہ ہے لہٰذا باوجود اپنی ناکارگی کے قبول کرتا ہوں۔" خلیل احمد عفی عنہ ۱۷ ربیع الثانی ۳۶ھ"

وظائف میں اضافہ

طلباء مدرسہ کو ہمیشہ سے موسم گرما میں تین جوڑے کپڑوں کے اور دو جوڑے جوتے کے ایسے ہی سردیوں کے موسم میں ایک لحاف دیئے جانیکا معمول ہے۔ اسکے علاوہ دوسرے اخراجات کیلئے بھی وظیفہ ہر ماہ ملتا ہے جو ان کی ضروریات کو کافی ہوتا ہے۔ لیکن گرانی اور ضروریات زندگی کی کمیابی اور مہنگائی کی بنا پر اس سال طلباء کے وظائف میں اضافے منظور کئے گئے اور طے پایا کہ اعلیٰ درجہ کے طلباء کو اس مرتبہ بجائے ڈھائی روپیہ (۲/۵۰) کے چار روپیہ (۴/۰) اور ادنیٰ درجہ کے طلباء کو تین روپے آٹھ آنے (۳/۵۰) دیئے جائیں تاکہ موجودہ مہنگائی ان کے طرز معیشت پر اثر انداز نہ ہو۔

حضرت مولانا الیاس صاحب کی دہلی کو روانگی

گذشتہ صفحات میں یہ بات تحریر کی جا چکی کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ (بانی تبلیغ) شوال ۱۳۲۸ھ میں اس موقعہ پر مدرسہ میں تشریف لائے تھے جب کہ اکابر مدرسین کا ایک بڑا قافلہ حج کو جا رہا تھا۔ اس سلسلہ میں جب نئے اساتذہ کا تقرر ہوا تو مولانا کا بھی انتخاب ہوا۔ حج سے واپسی پر بقیہ اساتذہ تو سبکدوش ہو گئے مگر مولانا اسی طرح برقرار رہے۔ اور متواتر سالہا سال تک مدرسہ کی بڑی وقیع خدمات انجام دیں۔ لیکن اس سال مولانا کے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب نے پچیس ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ کو (سجدہ کی حالت میں وتر پڑھتے ہوئے) انتقال فرمایا۔ اس موقعہ پر مولانا مرحوم کے متوسلین اور عقیدتمندوں کی ایک بڑی جماعت نے مولانا محمد الیاس صاحب سے نظام الدین قیام کرنے پر اصرار کیا۔ چنانچہ حضرت اقدس سہارنپوری کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ

حاشیہ از ما تا ۵ بیاض شیخ زید مجدہ"

فی الحال مدرسہ سے ایک سال کی رخصت لے لی جائے۔ اگر وہاں مجاز ہو گیا تو بہتر ہے وہیں قیام کر لیا جائے اسپر آپ نے ارباب مدرسہ کو قاعدہ کے مطابق درخواست دی جو بعینہٖ یہ ہے۔

بحضرت مہتمم صاحب! بعد سلام مسنون، معروض آنکہ سانحہ انتقال اخوی جناب مولانا مولوی محمد صاحب کیوجہ سے بندہ کو نظام الدین کے مدرسہ کا انتظام و خبر گیری کیواسطے وہاں کچھ قیام کرنے کی ضرورت ہے۔ چونکہ اکثر اہل شہر و محبان بندہ و خیر خواہان علم متقاضی ہیں کہ بالفعل بندہ وہاں اقامت کرے اور جو منافع واشاعت علوم حضرت والد صاحب و برادر مرحوم کی سعی و تعلیم سے ان کورزدہ اور گنوار لوگوں میں، علوم سے نہایت بعید اور ناآشنا لوگوں میں ہوئی ہے اس کو دیکھ کر اپنے دل میں بھی حرص پیدا ہوئی ہے کہ کچھ دنوں وہاں قیام کر کے اسکے اجراء کا بندوبست کر سکوں اور اس دینی حصے میں بھی کچھ شرکت حصہ لے لوں۔ لہٰذا عارض ہوں کہ ایک سال کیلئے بندہ کی رخصت منظور فرمائی جائے۔ فقط والسلام۔

بندہ محمد الیاس اختر عفی عنہ۔ [1]

چنانچہ مولانا کی یہ درخواست منظور ہوئی اور آپ مظاہر سے منتقل ہو کر نظام الدین میں فروکش ہو گئے اور پھر وہاں پہونچکر دعوت و تبلیغ کا وہ بلند اور عالمگیر کام شروع فرمایا جسکے مثبت ثمرات آج سب کے سامنے ہیں۔ مظاہر کو حق تعالیٰ کی طرف سے قابل فخر اور قابل امتیاز نعمت جہاں یہ ملی ہے کہ اس کے ذریعہ سے علم حدیث کی بڑی ٹھوس اور بیش بہا خدمات ہوئیں اور اسکے دامن فیض سے وابستہ رہنے والوں کے قلم سے حدیث کی بے مثال شروحات لازوال تعلیقات وجود میں آئیں وہیں اس عطیۂ ربانی پر بھی قابل رشک ہے کہ دین کی عظیم الشان خدمت جو آج کل "تبلیغی تحریک" کے نام سے شہرہ آفاق ہے۔ اسکا سرچشمہ بھی مظاہر اور علماء مظاہر ہیں۔ ع شکر نعمت ہائے تو، چندانکہ نعمت ہائے تو۔

اسباق متعلقہ حضرت شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہٗ کے یہاں شوال ۱۳۳۶ھ سے شعبان ۱۳۳۷ھ تک مقامات حریری، سبعہ معلقہ، قطبی، میر قطبی، کنز الدقائق، قدوری، اصول الشاشی زیر تدریس رہیں۔ سبعہ معلقہ کا یہ سبق چونکہ پہلی مرتبہ حضرت کے لئے تجویز ہوا تھا۔ اور اس کی جماعت میں وہ طلبا بھی تھے جو گذشتہ سال بعض کتب میں حضرت کے ہم سبق اور ہم جماعت رہ چکے تھے، اسلئے آپس میں طلبا وغیرہ میں جو تفوق بندی ہونی چاہیئے تھی اسکا ظہور ہوا۔ اور بعض بعض شکایات مہتمم صاحب

---

[1] حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس درخواست کا مسودہ راقم سطور کے پاس محفوظ ہے۔

تک پہنچائی گئیں۔ لیکن الحمد للہ نہ حضرت شیخ ہی پر اسکا کوئی اثر ہوا اور نہ ہی انکے اسباق میں کوئی ترمیم ہوئی۔ [1]

طلبہ | طلباء کی تعداد اس سال تمام سنین ماضیہ سے کہیں زائد تھی۔ یعنی مجموعی اعداد چار سو تینتالیس (۴۴۳) تھے جن میں عربی پڑھنے والے باون (۵۲) تھے۔ اسکے علاوہ بقیہ طلبا فارسی، ریاضی، قرأت، قرآن شریف پڑھنے والے تھے۔ جو طلبا اس سال دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولوی ممتاز خاں میرٹھی، مولانا الحاج بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی، مولانا محمد ادریس صاحب کاندہلوی، مولوی ظریف احمد صاحب پورقاضوی، مولوی عبد القوی اعظم گڈھی، مولوی منظور احمد بجنوری، مولوی علیم الدین حصاروی، مولوی عبد الصبور چاٹگامی، مولوی نور محمد نواکھالوی، مولوی دلیل الرحمن نواکھالوی، مولوی محمد فاضل بستوی، مولوی سید عبد الرؤف کاملپوری، مولوی عبد الحق ہزاروی، مولوی عبد الغفور کاملپوری، مولوی واحد علی رائے پوری (صاحب المقامات العالیۃ) مولوی نصرت علی بستوی، مولوی فصیح الدین سہارنپوری، مولوی حبیب اللہ سلہٹی، مولوی روشن الدین بہاولپوری، مولوی محمد یعقوب سلہٹی۔

ان فارغین میں اول نمبر سے کامیاب ہونے والے مولوی ممتاز خاں پسر جناب یعقوب علی خاں میرٹھی تھے، جن کو سالانہ امتحان میں پانچ روپیہ نقد کے ساتھ ساتھ بخاری شریف ہر دو جلد مکمل انعام میں ملی۔

سالانہ امتحان اس سال بھی حسب معمول مدرسین مدرسہ نے لیا جس میں اٹھانوے فیصد طلباء کامیاب ہوئے۔ یہ امتحان یکم شعبان سے شروع ہو کر بارہ شعبان تک مسلسل ہوتا رہا۔ درجہ ابتدائی عربی کا امتحان مولانا صدیق احمد صاحب [2] مفتی ریاست مالیر کوٹلہ نے لیا۔ امتحان سے فارغ ہو کر اپنی ایک تحریر (معائنہ جات) میں مدرسین کی خدمات ان کے انداز تعلیم و تربیت اور محنت کو سراہتے ہوئے تحریر فرمایا!

بحمد اللہ امسال سال سابق سے بہتر طلبہ نے امتحان دیا۔ سال گزشتہ درجہ ابتدائی عربی کی تعداد پندرہ تھی، بفضلہ اس سال تیس (۳۰) سے بھی تجاوز کر گئی۔ اور گذشتہ سال چھوٹی

---

[1] ۔ تفصیل کے لئے آپ بیتی ملاحظہ کی جائے۔

[2] ۔ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے چچا زاد بھائی اور ہم عمر تھے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ہر ہر موقع پر یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کے ساتھ مربوط رہے۔ اور تعلیم و تدریس۔ ذکر و شغل بلکہ بیعت ہونے میں ان دونوں بزرگوں نے ایک ساتھ ہی تمام منازل طے کیں۔ مولانا صدیق احمد صاحب کو چونکہ صرف و نحو سے خاص مناسبت و موانست تھی۔ اسلئے ہمیشہ اس شعبہ کا امتحان مولانا ہی کے پاس ہوتا تھا۔"

شاہد غفرلہٗ

بڑی کتابیں چھ تھیں۔ اس سال بیس کتابیں زیر امتحان تھیں بہ نسبت سال سابق امسال اکثر طلبہ قوی الاستعداد ہیں۔ محنتی ہوشیار زیادہ ہیں۔ امتحان لیکر دل بہت خوش ہوا۔ یہ سب کچھ نتیجہ حسن سعی مدرسین درجہ ابتدائی و توجہ اراکین مدرسہ و منتظمین مدرسہ ہے۔
حق تعالیٰ حضرات اراکین مدرسہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ فقط۔

احقر صدیق احمد۔ ۲۰ شعبان ۱۳۳۶ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۱۸ء"

تغیرات مولوی عبدالغنی بارہ بنکوی (جو مدرسہ سے فارغ ہو کر یہیں مدرس دوم مقرر کردیئے گئے تھے) نے استعفا دیا۔ اسلئے ان کے قائم مقام مولوی حامد صاحب میرٹھی کو بنایا گیا۔ ایسے ہی منشی عزیز احمد صاحب کے انتقال کیوجہ سے مولوی محمد ہارون صاحب نانوتوی ان کی جگہ مدرس بنائے گئے اور منشی فیاض علی خاں کے قائم مقام منشی محمد عمر سہارنپوری بنائے گئے کہ منشی صاحب بھی اس وبار عامہ میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے تھے۔

تنخواہوں میں اضافہ اس سال بعض ذمہ داران مدرسہ کی تنخواہوں میں معمولی اضافہ ہوا جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر شمار	اسمار مدرسین	اضافہ	نمبر شمار	اسمار مدرسین	اضافہ
۱	مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری	-/۳	۴	قاری عبدالعزیز صاحب	-/۵
۲	مولانا منظور احمد خاں صاحب	۲/۰۰	۵	مولانا ظہور الحق صاحب	-/۲
۳	مولانا الحاج محمد زکریا صاحب کاندہلوی	۲/۰۰		———	

جلسہ سالانہ مدرسہ کا سالانہ جلسہ مورخہ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۹ء یکشنبہ کو جامع مسجد میں منعقد ہوا جسمیں شہر کے ذمہ دار حضرات کے علاوہ اکابرین سے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، مولانا حافظ احمد صاحب سرپرست مدرسہ، مولانا حبیب علی صاحب، مولانا الحاج محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، جناب مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب وغیرہ تشریف لائے۔ اسکے علاوہ خصوصی مہمانوں میں مولانا الحاج عاشق الٰہی صاحب، حافظ فصیح الدین شیخ رشید احمد صاحبان تشریف فرمائے جلسہ ہوئے، مولانا سر رحیم بخش صاحب پریذیڈنٹ ریاست بہاولپور اپنی ریاست کے چند ضروری امور کی بنا پر تشریف نہ لا سکے۔ سات بجے جلسہ کا افتتاح طلباء کی قرأت سے ہوا اس کے بعد حاضرین و واردین کی تشریف آوری پر اظہار تشکر اور اس تکلیف فرمائی پر اجر اخروی کی بشارت سناتے ہوئے مہتمم صاحب نے فرمایا!

اے حاضرین جلسہ! میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کا اس دینی مدرسہ کے جلسہ کی شرکت کا ارادہ فرمانا محض ثواب آخرت کی نیت سے ہے۔ کیونکہ آپ پر کسی حکومت کا دباؤ نہ تھا۔ نہ اس جلسہ سے آپ کو دنیاوی نفع حاصل کرنے کی طمع ہو سکتی ہے۔ آپ نے محض اسلئے اس جلسہ میں شرکت کا ارادہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی اور دینی باغ کی بہار دیکھ کر اپنے دل کو خوش فرمائیں۔ اسکا اجر مجھے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ حق تعالیٰ ہمارے ارادوں کو قبول فرمائے اور ہمیشہ ہمارے ارادے آخرت ہی کے متعلق رہیں۔ خدا ہم کو اپنا طالب بنائے طالب دنیا نہ بنائے۔ آمین۔ [۱]

اس کے بعد مولانا محمد اسعد اللہ صاحب اور مولانا محمد بدر عالم صاحب نے مختصر تقریر فرمائی۔ بعد ازاں مدرسہ کی جانب سے شیخ رشید احمد صاحب میرٹھی نے مدرسہ کے حالات وکوائف سنائے۔ اس سے فارغ ہو کر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے تقریر شروع فرمائی جو زور کلام، قوت گفتار اور روحانیت وبرکات سے بھرپور تھی۔ یہ تقریر نو بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک پورے ساڑھے تین گھنٹے ہوئی۔ وعظ ختم ہونے پر دعا ہوئی اور انعام تقسیم ہوا۔

حضرت اقدس تھانوی کی مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں یہ آخری آمد تھی اس کے بعد پھر اپنے امراض اور اعذار کیوجہ سے جلسہ میں تشریف آوری نہ ہو سکی۔ بعض مرتبہ تشریف آوری کے پختہ ارادہ کے باوجود کوئی نہ کوئی عذر لاحق ہو گیا۔"

۵ھ بنائی مطابق ۱۳۳۷ھ

اس سال جو ایک اہم حادثہ مدرسہ کو پیش آیا وہ اعلیٰ حضرت قطب الارشاد شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کا حادثۂ انتقال ہے۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ مدرسہ کے بڑے دیرینہ مخلص اور بہی خواہوں میں تھے۔ پورے ستر ۷۰ سال تک مدرسہ کی جس خاموشی لیکن انتہائی تیقظ اور بیداری کے ساتھ جو خدمات انجام دیں ان کا اعتراف نہ کرنا بڑے بے حسی ہوگی۔ وصال سے چند یوم قبل آب وہوا کی تبدیلی کی غرض سے موضع بہیلوں تشریف لیگئے تھے کہ وہاں حضرت کے مخلص شاہ زاہد حسن صاحب کا بہت بڑا باغ اور متعدد مکانات تھے۔

حضرت سہارنپوری کا ایک خواب

انتقال سے ایک شب قبل حضرت اقدس سہارنپوری نے خواب دیکھا کہ آفتاب گرہن ہو گیا اور پوری دنیا تاریکی میں ڈوب گئی۔

---

[۱] روئداد مدرسہ

[۲] روئداد مدرسہ میں غلطی سے خبر وفات ۱۳۳۶ھ کے کوائف میں شائع ہوئی ہے جو غلط ہے۔" شاہد غفرلہٗ"

عام طور پر اس قسم کے خواب کسی بڑے حادثہ کی اطلاع لیکر آتے ہیں. چنانچہ حضرت اقدس سہارنپوری نہایت متفکر ہوئے اور فرمایا. اس کی ایک تعبیر تو یہی ہے کہ مولانا محمود حسن صاحب مالٹا میں نظر بند ہیں اور دوسری تعبیر یہ ہوسکتی ہے کہ کہیں حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب کی طبیعت زیادہ خراب نہ ہو. یہ فرما کر حضرت خود صبح کو بہیلوں تشریف لیگئے. جس شب میں انتقال ہوا تو خصوصی احباب کو بلا کر فرمایا کہ عشاء کی نماز ذرا سویرے ہی پڑھ لیجئے! حسب الحکم جلدی نماز ادا کی گئی. نماز سے فارغ ہو کر استراحت کیلئے تشریف لیگئے کہ دفعۃً بے چینی شروع ہو گئی اور تھوڑی سی دیر میں یہ سرتاپا رشد و ہدایت راہی عالم بقا ہوا.

وصال کے وقت ایک عام روشنی ظاہر ہوئی جو سب کمروں میں برابر نظر آئی. آخری وقت اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب نے حضرت اقدس سہارنپوری سے درخواست کی کہ اپنا قدم مبارک میرے سینہ پر رکھدیں تاکہ اسی حالت میں میری جان نکلے. لیکن حضرت سہارنپوری نے بجائے قدم مبارک کے اپنا دست مبارک حضرت کے سینہ پر رکھا اور اسی حال میں اعلیٰ حضرت کا انتقال ہوا. ؎۱

علی الصباح جنازہ بہیلوں سے رائے پور لایا گیا اور چھبیس[۲۶] ربیع الثانی ۳۷ھ مطابق انتیس[۲۹] جنوری ۱۹۱۹ء باغ کے جنوبی سمت مسجد کے متصل دفنائے گئے.

حضرت اقدس تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضرت شیخ الہند اور حضرت سہارنپوری کی گود میں بیٹھا جائے تو کوئی خوف نہیں لیکن حضرت رائے پوری کی تو مجلس میں بھی بیٹھنے سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں کشف سے کچھ معلوم نہ کرلیں. ؎۲

یہ حادثہ مسلمانانِ ہند کیلئے تو صبر آزما اور ہمت شکن تھا ہی خود مدرسہ اور اربابِ مدرسہ بھی اس سے سخت متاثر ہوا اپنے ایک مربی سرپرست اور ہمدرد کے اٹھ جانے پر زبردست خلاء محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے. کہ اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہٗ اپنی زبردست روحانیت کی وجہ سے مدرسہ کیلئے ہمیشہ پشتیبان بنے رہے تھے بقول حضرت مہتمم صاحب!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کمالاتِ علمیہ و عملیہ سے آج دنیا واقف ہے. اسلئے اس بحرِ توحید کے درِ فرید کی برکات و فیوضات پر مدرسہ کو جو کچھ روحانی قوت پہنچی اس کو اہلِ مدرسہ کسی طرح اور کبھی فراموش نہیں کرسکتے اور اسی لئے آج یہ گلستانِ علم اپنے چار طرف مہکنے والے گلاب کی نظروں سے اوجھل ہو جانے پر بے چینی کے ساتھ دستِ بدعا ہے کہ بارِ الٰہا! اپنی رضا میں فنا ہو جانیوالے درۃ التاج کے مراتبِ عالیہ اور قرب میں بے انتہا ترقی عطا فرما اور جنت الفردوس

؎۱ افادہ از حضرت شیخ مدظلہٗ. ؎۲ افادہ از حضرت شیخ زید مجدہٗ" (ش)

کے اعلیٰ ترین مقام میں سکونت بخش۔

ع ویرحم اللہ عبداً قال آمینا۔

قیام مطبخ ۱۳۳۶ھ تک مدرسہ کا یہ دستور رہا کہ مستحق وظائف طلبہ کو مدرسہ سے کھانے کا نقد وظیفہ دیا جاتا رہا لیکن طلبہ کی تکالیف اور عالمگیر گرانی کیوجہ سے ایک مدت سے یہ خیال تھا کہ اسباب کی مساعدت پر طلبہ کے خورد و نوش کا انتظام مستقل طور پر مدرسہ ہی میں کر دیا جائیگا۔ اس سال اسکی اہمیت اور زیادہ کھل کر سامنے آگئی کہ ہر چیز گرانی کے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ اسلئے اس سال آخر جمادی الثانی میں مولانا ظہور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ کے نیچے مطبخ کا اجراء کیا گیا اور دو طباخ مقرر کئے گئے مگر یہاں پر دقت یہ تھی کہ مطبخ کا دھواں اوپر درسگاہوں میں جایا کرتا تھا ـــــ گرمی کے زمانے میں اس تکلیف میں اور شدت پیدا ہو جاتی۔ اسلئے دار الطلبہ کے بالمقابل ایک زمین چار سو گز بقیمت آٹھ سو روپیہ خریدی گئی یہ رقم مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری سابق معین مدرس مدرسہ ہذا نے بالاقساط ادا فرمائی۔ خریداری اراضی کے بعد تعمیر فوراً شروع کرادی گئی۔ اور چونکہ اس مد میں مدرسہ کے پاس معتد بہ مقدار میں روپیہ نہیں تھا اسلئے یہ تعمیری کام قرض لیکر کیا گیا۔ اپنے متعلقہ مکانات سمیت یہ عمارت سات ماہ میں بن گئی جسپر مبلغ آٹھ ہزار چھپن (۸۰۰۵۶) روپیہ خرچ ہوا۔ اس تعمیر میں علاوہ مطبخ کی ضروریات کے چھ سات کمرے طلباء کی رہائش کے لئے بھی بنائے گئے اور ۱۳۳۸ھ سے اس مطبخ میں طلبا کے لئے کھانا پکنے لگا۔

اسباق متعلقہ حضرت شیخ اس سال حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی کے زیر درس یہ دو کتابیں رہیں۔ ہدایہ اولین، حماسہ۔ چونکہ بذل المجہود کی تالیفی مصروفیات بہت بڑھ گئی تھیں۔ اسلئے بعض سبق خارج وقت میں بھی ہوئے۔ ہدایہ اولین کے متعلق بھی ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ بہتر ہوگا اگر اس واقعہ کی وضاحت بھی آپ بیتی کے آئینہ میں معلوم ہو جائے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں!

> میں نے اپنے حضرت قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ حضرت یوں دل چاہتا تھا کہ حضرت کے زیر سایہ فقہ کی کتابیں پڑھا لیتا۔ ہدایہ ایک دو سال حضرت کی زیر تربیت پڑھا لیتا تو پوچھنے میں سہولت رہتی۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا بہت اچھا۔ جب حضرت قدس سرہٗ مہتمم صاحب وغیرہ حضرات تقسیم اسباق کیلئے بیٹھے تو بیٹھتے ہی حضرت قدس سرہٗ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم نے ہدایہ اولین کو کہا تھا یا اخیرین کو؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت اولین کو۔ حضرت قدس سرہٗ نے مہتمم صاحب سے فرمایا ہدایہ اولین پہلے اس کے نام لکھدو پھر آگے چلو۔ اسپر سارے ہی

مدرسین کی آنکھیں کھل گئیں اور جو (لوگ) گذشتہ سال معلقہ میں اپنی مساعی کو ناکام دیکھ چکے تھے ان کو پھر اپنا غصہ نکالنے کا موقعہ ملا اور تقسیم اسباق کا نقشہ چسپاں ہوتے ہی ایک محاذ اس ناکارہ کے خلاف پیدا ہوا اور حضرت مہتمم صاحب پر ہدایہ کے تبادلہ کی یورش ہوئی۔ مولانا عبد اللطیف صاحب نے بھی مہتمم صاحب سے کہا کہ طلبا میں شورش ہے اس کو بدل دینا چاہیئے۔ مہتمم صاحب نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت نے بیٹھے ہی کس اہتمام سے ہدایہ کو لکھوایا تھا۔ میں تو نہیں بدل سکتا۔ آپ تحریری حکم بھیجیں کہ صدر مدرس ہیں۔ مہتمم جزئیات ہیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں بدل دونگا (لیکن) اتنی ہمت مولانا عبد اللطیف صاحب بھی نہ کر سکے کہ حضرت قدس سرہٗ کے حکم کو تحریری حکم سے منسوخ کردیں۔ ؎

حضرت اقدس سہارنپوری تقسیم اسباق کے بعد بہوبارہ تشریف لیگئے۔ اسلئے حضرت کی غیبت میں تو کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ کتاب بدل دے۔ اور سفر سے مراجعت فرمانیکے بعد طلبار کی اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ اس کے خلاف کچھ شور مچاتے۔ اسلئے ہدایہ اخیرین میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔

طلبا

اس سال طلبا کی مجموعی تعداد تین سو انسٹھ (۳۵۹) تھی جن میں عربی کی تعلیم پانیوالے ایکسو باون ۱۵۲ اور بقیہ دوسرے درجوں میں تعلیم حاصل کرنیوالے تھے۔ اس سال کے فارغینِ دورہ یہ ہیں۔

مولانا عبد المجید صاحب بہیٹری، مولوی عبد الرحمٰن ہزاروی، مولوی عبد العلی جونپوری، مولوی نور الزماں نواکھالی، مولوی مظہر الحق سہارنپوری، مولوی مظہر الحق بنگالی، مولوی تبارک حسین پشاوری، مولوی احمد الرحمٰن چاٹگامی، مولوی منظور حسن سہارنپوری، مولوی علاؤ الدین امرتسری، مولوی محمود حسن پسر قاری احمد حسن گنگوہی۔

ان فارغین میں اول نمبر سے کامیاب ہونیوالے مولوی عبد المجید پسر علی بخش بہسروی تھے، جنھوں نے مجموعی طور سے بارہ کتابوں میں امتحان دیکر دوسو سینتیس (۲۳۷) نمبرات حاصل کئے اور انعام میں یہ کتب پائیں۔ قرآن مجید مترجم۔ موطا امام محمد۔ حسامی۔ تفسیر، الحمد یعنی تحفۃ الاسلام۔ اتحاف السنیہ، مسایرہ، براہین قاطعہ نشر الطیب۔ اسکے علاوہ ایک جیبی گھڑی عطیہ از طرف حاجی وجیہ الدین صاحب۔

اپنے سابقہ دستور کے مطابق مدرسہ کا سالانہ امتحان مورخہ پانچ شعبان سے شروع ہوکر چودہ ۱۴ شعبان تک ہوا۔ مختلف درجات کے امتحانات مختلف اساتذہ کے پاس ہوئے۔ جس میں ننانوے (۹۹) فیصد طلبار کامیاب ہوئے۔ درجہ ابتدائی عربی چونکہ بڑی اہمیت اپنے اندر لئے ہوئے ہے اسلئے اسکا امتحان حسب سابق مولانا

؎ ۔ آپ بیتی نمبر ۲ صفحہ ۹۶، حذف واختصار کے ساتھ۔ (ش)

صدیق احمد صاحب انبہٹوی کے پاس ہوا۔ کیونکہ مولانا کو اس درجہ کے امتحان اور ابتدائی تعلیم پانے والے طلبا کی لیاقت واستعداد کو پرکھنے میں بڑی مہارت تھی۔

تغیرات اس سال کوئی خاص تغیر وتبدل اور جدید تقرر نہیں ہوا۔ سوائے اس کے کہ مطبخ کیلئے دو باورچی مقرر کئے گئے۔

جلسہ سالانہ مورخہ سات رجب المرجب ۱۳۳۸ھ مطابق اٹھائیس ۲۸ مارچ ۱۹۲۰ء یکشنبہ کو مدرسہ کا پچپن وان جلسہ جامع مسجد میں منعقد ہوا۔ خواص میں مولانا حبیب الرحمٰن، مفتی عزیز الرحمٰن صاحبان مولانا عاشق الٰہی صاحب، شیخ رشید احمد، مولانا حافظ احمد صاحب رامپوری سرپرست مدرسہ، مولانا جمعیت علی صاحب تشریف فرمائے جلسہ ہوئے۔ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ اور مولانا سر رحیم بخش صاحب اپنے اعذار کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے۔ جس کا ارباب مدرسہ کو جتنا قلق ہونا چاہیئے تھا وہ ظاہر ہے۔ جلسہ کا نظام اس طرح مرتب کیا گیا تھا کہ سات بجے افتتاح ہو کر سب سے اول تلاوت قرآن مجید ہوئی۔ اس کے بعد شیخ رشید احمد صاحب نے مدرسہ کے ایک سال کے حالات سنائے۔ اس سے فارغ ہو کر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے تقریر فرمائی جس میں دین پر ثبات اور مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے پر زور دیا گیا تھا۔ مولانا نے اسپر بھی زور دیا کہ یہ فتنے اور حوادث جو آج کل پیش آرہے ہیں ان میں حدود شرعیہ پر قائم رہتے ہوئے فساد اور خرابی سے اپنا دامن بچائے رکھیں۔ پھر مولانا بدر عالم صاحب اور مولانا مبارک علی صاحب سنبھلی کی تقریر پر جلسہ ختم ہوا۔

۵۶ سنہ بنائی مطابق ۱۳۳۸ھ ماہ شعبان میں جب تعلیم ختم ہوگئی تو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ حج کے لئے تشریف لیگئے۔ یہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا چھٹا حج تھا۔ اس سفر میں حضرت کے ہمراہ علاوہ اور بہت سے لوگوں کے خواص میں حضرت شیخ زید شرفہ، مولانا منظور احمد خاں صاحبؒ، مولانا اسحٰق صاحب بریلوی (خادم خاص) مولانا لطیف الرحمٰن صاحبؒ وغیرہ بھی تھے

دو ۲ شعبان ۱۳۳۸ھ کو سہارنپور سے روانہ ہو کر بمبئی تشریف لیگئے۔ جہاز کے روانہ ہونے میں تاخیر تھی اسلئے تمام ساتھیوں نے بمبئی میں قیام کیا۔ اور حضرت خدام کے اصرار پر راندیر، گجرات وغیرہ کا طویل دورہ کرتے ہوئے بمبئی تشریف لیگئے۔ ستائیس ۲۷ یا اٹھائیس ۲۸ شعبان کو زیانی جہاز سے روانہ ہو کر دس ۱۰ رمضان کو جدہ پہنچے۔ اور بخیر وعافیت حج وزیارت سے فارغ ہو کر آٹھ صفر ۱۳۳۹ھ کو واپس سہارنپور تشریف لائے۔ اس سفر حج کی طویل غیبت میں مدرسہ کے تمام جزئی امور کے منتظم ونگراں حسب سابق مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب رہے۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ اپنے اندرونی جذب وشوق اور عشق نبوی وشیفتگی کیوجہ سے ہر مرتبہ سفر حج

کیلئے اس نیت کے ساتھ تشریف لیجاتے تھے کہ شاید اس مرتبہ ارض حرم کی مٹی نصیب ہو جائے خود اپنی اس تمنا کا اظہار کئی مرتبہ ان الفاظ میں فرمایا کہ!

جب کبھی بھی حاضر آستانہ ہوا ہوں یہی تمنا ساتھ لیکر گیا ہوں کہ وہاں کی پاک زمین مجھے نصیب ہو جائے۔

اس سفر کا داعیہ اور محرک بھی یہی جذبۂ اندرونی تھا مگر حجاز مقدس پہنچتے ہی اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے مجاز اور اجل خلیفہ حضرت مولانا محب الدین صاحب نے فرمایا!

اجی مولانا! ارے مولانا! آپ کہاں آگیا ہمارے یہاں تو قیامت کبریٰ آنیوالا ہے۔ عمرہ کرکے واپس چلے جاؤ، ہمارے یہاں تو قیامت کبریٰ آنیوالا ہے۔ [1]

یہ اشارہ تھا اس فتنۂ عامہ کی طرف جو شریف حسین کی انگریزوں سے ساز باز کے نتیجے میں ارض عرب میں ہوا۔ اور قتل وغارت گری کا وہ حشر سامنے آیا کہ الامان الحفیظ۔

چنانچہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ نے رفقاء سفر سے فرمایا کہ میرا ارادہ تو مدینہ پاک میں کچھ طویل قیام کا تھا مگر مولانا محب الدین صاحب بڑے تقاضے سے واپس بھیج رہے ہیں اور حج تک قیام کی بھی اجازت نہیں دیتے: اسلئے تم سب مدینہ منورہ ہو آؤ۔ چنانچہ یہ سب حضرات تین دن مدینہ پاک میں قیام کی غرض سے روانہ ہوئے اور راستہ کے مختلف مراحل اور صعوبتوں سے دوچار ہوتے ہوئے بخیروعافیت مدینہ منورہ پہنچے وہاں پہونچکر بجائے تین دن کے ایک ماہ بڑے اطمینان سے قیام فرماکر آخر ذیقعدہ میں وہاں سے روانہ ہوئے اور چار ذی الحجہ کو مکہ پہنچے اور ایک ماہ کے قریب قیام فرماکر محرم الحرام کے دوسرے عشرہ میں ہندوستان کیلئے روانہ ہوئے اور بخیروعافیت آٹھ صفر ۳۹ھ کو سہارنپور پہونچے۔

دارالافتاء کا قیام

فتاویٰ اور مسائل کی کثرت کی بنا پر (جو زبانی بتلائے جانیکے علاوہ بذریعہ ڈاک بھی بکثرت آتے تھے) اس سال مدرسہ میں شعبۂ دارالافتاء مستقل کھولا گیا جس میں مولانا ممتاز صاحب نانوتوی اسکے بعد مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی قلیل مشاہرہ پر مقرر کئے گئے۔ اسکے علاوہ ان طلبہ نے بھی اس شعبہ میں بطور خاص حصہ لیا جو ہونہار ہونیکے ساتھ ساتھ اپنے علمی مشغلہ کو باقی رکھنے کی تمنا وکوشش کرتے تھے اس شعبہ کے اجراء سے جہاں مسائل دریافت کرنیوالوں کو راحت ملی وہیں وہ اساتذہ بھی زیرباری سے بچ گئے جنکو وقتاً فوقتاً اکثر مستفتین پریشان کیا کرتے تھے۔ افتتاح دارالافتاء کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی طے پایا کہ تمام فتاویٰ

---

[1] آپ بیتی حضرت اقدس زید مجدہٗ جلد چہارم صفحہ ۲۱۸ (ش)

رجسٹر میں بلفظہا درج ہوں، سائل و مستفتی کا مختصر پتہ اور نام ضبط تحریر میں لایا جائے۔ اسکے علاوہ ایک مستقل رجسٹر میں سائل کا نام اسکا مکمل پتہ مضمون استفتار تاریخ آمد ورفت کا بھی درج ہوتی رہی۔ فتاوی کی کثرت آمد اور مستفتین کی ہدایات کیوجہ سے چند ضروری اصول اور ہدایات استفتار اور افتار کے متعلق تجویز کی گئیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) سائل خود واقعہ سے واقف ہو یا واقف کو ساتھ لا دے۔

(۲) تحریری جواب کیلئے صاف خط میں واقعہ کو لکھوا کر پیش کریں۔

(۳) کاغذ اپنا لادیں۔ مفتی صاحب کو یا مدرسہ کو زیر بار نہ کریں۔

(۴) چونکہ سوال پیش ہونیکے بعد جواب اور تصدیقات اور نقل در رجسٹر کے لئے چند روز لگتے ہیں اسلئے فوری جواب کا مطالبہ نہ کیا جائے ورنہ فتوی میں غلطی کا احتمال ہے کہ جلدی میں دستخط بھی دوسروں کے نہ ہو سکیں گے۔ اور نہ ہی غور کا موقعہ مل سکتا ہے۔

(۵) کسی فتوی یا فرائض کی بابت حاضری عدالت کی مفتی صاحب کو تکلیف نہ دی جائے۔

(۶) فتوی خود سائل لیکر مفتی صاحب سے ملے غیر ذمہ دار کے ہاتھ نہ بھیجا جاوے ورنہ جواب کی ذمہ داری نہیں۔ نہ کسی طالب علم یا مدرس مدرسہ کے ہاتھ بھیجا جاوے کہ بعض امور قابل استفسار اجنبی سے حل نہیں ہو سکتے۔

(۷) کارڈ میں تین اور لفافہ میں پانچ سے زیادہ سوالات نہ ہونے چاہئیں۔ [1]

تھوڑی سی مدت میں حق تعالیٰ شانہ نے اس دار الافتار کو وہ مرجعیت و مرکزیت عطا فرمائی کہ دور دراز علاقوں سے بکثرت فتاوی آنے لگے اور مدرسہ کی شہرت و حسن خدمت تمام عالم میں پھیل گئی۔ اسی کا ثمرہ ہے کہ آج مدرسہ کے فتاوی بیالیس (۴۲) ضخیم ضخیم جلدوں میں فتاوی مظہریہ کے نام سے کتب خانہ مدرسہ (لائبریری) کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ فقہ اسلامی کے یہ مجموعے یقیناً قیمتی خزانے اور انمول جواہرات ہیں۔ اے کاش ان کی ترتیب و تدوین کیلئے کوئی رجل رشید کھڑا ہو جائے تاکہ حق تعالیٰ اسکے ذریعہ سے اس زرین کام کی تکمیل فرمادے۔"

طلبار اس مرتبہ طلبار کی مجموعی تعداد تین سو پچیس (۳۲۵) تھی جن میں ایک سو انچاس [۱۴۹] طلبار درجہ عربی کے تھے اور باقی قرآن مجید و فارسی، ریاضی اور دوسرے شعبوں کے طلبار تھے۔ سالانہ امتحان اس مرتبہ چھ شعبان سے شروع ہو کر پندرہ شعبان تک ہوا جسمیں دو سو نوے (۲۹۰) طلبا شریک ہوئے۔ باقی پینتیس (۳۵) طلبار رخصت، بیماری وغیرہ کے سبب شرکت نہ کر سکے۔ مولانا صدیق احمد صاحب سرپرست درجہ ابتدائی عربی اپنی چند خانگی ضروریات کی بنا پر اس مرتبہ بھی تشریف نہ لا سکے۔ اس بنا پر اس درجہ کا امتحان بھی اکابر

---

[1] ضوابط منقول از رجسٹر فتاوی" (ش)

مدرسین نے لیا جس میں اٹھانوے (۹۸) فیصد طلباء کامیاب ہوئے۔ اس سال کے فارغین دورہ مندرجہ ذیل ہیں۔

مولوی حیدر علی سیتاپوری۔ مولوی نصر اللہ اعظم گڈھی، مولوی عبد الرشید بجنوری، مولوی جمال شاہ بنوی، مولوی گلاب شاہ جہلمی، مولوی ہدایت علی فیض آبادی، مولوی ابوالحسن فیض آبادی، مولوی فضل الرحمٰن کمرلوی، مولوی واجد علی چاٹگامی، مولوی عبد القادر لمبوی، مولوی فیض محمد بنوی،

ان فارغین میں اول نمبر سے کامیاب ہونے والے مولوی حیدر علی پسر برکت علی سیتاپوری تھے، جنھوں نے کامیابی کے صلہ میں یہ کتب انعام میں پائیں۔ تفسیر مدارک، مسلم الثبوت، کشف المبہم، احسن القری، کشف الغطاء، توحید الاسلام، فتاویٰ اشرفیہ "۔

تغیرات گذشتہ سال مدرسہ نے اپنی مجلس شوریٰ میں یہ طے کر دیا تھا کہ کتب خانہ (لائبریری) میں کام کی زیادتی اور موجودہ کتب کی حفاظت ونگہداشت کیلئے ایک جدید آدمی کی ضرورت ہے لائق اور مناسب آدمی ملنے پر اسکا تقرر کردیا جائے اسلئے اس سال مولانا ظریف احمد صاحب پورقاضوی نگران کتب خانہ بنائے گئے، چنانچہ موصوف ایک وقت میں کتب خانہ کا کام کرتے تھے۔

لیکن مولوی صاحب کے ذوق علمی نے یہ بھی ضروری سمجھا کہ جس علم دین کو بصد شوق حاصل کیا ہے اسمیں کمی نہ آنے پائے۔ اسلئے ارباب مدرسہ کو تحریر فرمایا کہ اگر میں صرف کتب خانہ ہی کا کام کرونگا تو میرے علم میں بہت نقصان آئیگا۔ اسلئے چند اسباق مجھے دیدیئے جائیں اس بناء پر شوال ۱۳۳۸ھ سے صبح کے وقت میں ان کے متعلق عربی کے اسباق کردیئے گئے اور شام کا وقت کتب خانہ کیلئے تجویز کر دیا گیا۔ چونکہ موصوف کے علاوہ دوسرے شعبوں میں بھی مستعد اور لائق کارکنوں کی ضرورت تھی اسلئے مہتمم صاحب نے سرپرستان کو تحریر فرمایا کہ!

امسال بعض طلباء فارغ شدہ قابل موجود ہیں اگر ان کو کام میں لگا لیا جائے تو مناسب ہے جانیکے بعد آنا دشوار ہے۔ (مولانا) بدرعالم (صاحب) میرٹھی، عبد المجید بھسروی، لطیف الرحمٰن کاندھلوی، ممتاز خاں ٹانڈوی، (مولانا) اسعد اللہ (صاحب) رامپوری، حسن احمد سہارنپوری، تحصیل دیہات کیلئے عبد المجید مناسب ہے۔ (مولانا) بدرعالم (صاحب) کو مناظرہ اور ابتدائی تعلیم میں لے لیا جائے کیونکہ ابتدائی طلبہ زیادہ ہوگئے" فقط۔ (دستخط) عبد اللطیف۔" [1]

چنانچہ سرپرستان مدرسہ نے اپنے جلسہ شوریٰ منعقدہ ۱۵ رجب ۱۳۳۸ھ کو یہ تجویز قبول کرتے ہوئے لکھا کہ!

مولوی بدرعالم ایک ہونہار لائق جوان ہے اس کو تعلیمی سلسلہ میں لے لیا جائے کہ مدرسین کی کمی ہے اور مولوی عبد المجید و مولوی اسعد اللہ کو ۱۵ ، ۱۵ پر مدرس مقرر کیا جائے۔" [2]

---

[1] و [2] بیاض حضرت اقدس زید مجدہٗ۔" (مرتب)

اس تجویز پر ابھی عمل درآمد ہونیکا وقت بھی نہ آیا تھا کہ مولانا بدر عالم صاحب حدیث شریف پڑھنے کیلئے دیوبند چلے گئے اور مدرسہ ان کی خدمات سے محروم رہا۔ البتہ حسب تجویز مجلس شوریٰ باقی حضرات کا بہ تدریس میں مصروف ہوئے۔

اسکے علاوہ حاجی اللہ بخش صاحب انبالوی بمشاہرہ للعہ ۱۶ جمادی الثانی سے سفیر مدرسہ مقرر ہوئے۔ اپنی طبعی صلاحیت فطری محنت کی بناء پر بڑی جلدی مالیات کیلئے "مرد غیب" ثابت ہوئے، کہ سات ماہ کے عرصہ میں سات سو روپیہ چندہ کر کے لائے۔ صوفی محمود حسن صاحب سفیر مدرسہ نے اس سال بارادۂ حج رخصت لی۔ مگر موانع کی بناء پر یہ سفر نہ ہوسکا۔ لیکن مدرسہ میں بھی نہ آسکے۔ اسلئے ان کے بجائے قاری محبوب دیوبندی سفیر مدرسہ مقرر ہوئے۔

جلسۂ سالانہ نو ۹ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ مطابق بیس ۲۰ مارچ ۱۹۲۱ء یوم یکشنبہ کو مدرسہ کا چھپن ۵۶ واں جلسہ جامع مسجد سہارنپور میں منعقد ہوا جس میں قرب وجوار کے بہت سے حضرات کے علاوہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین صاحب مدنی، مولانا جمعیت علی صاحب، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، شیخ رشید احمد حاجی وجیہ الدین صاحبان، مولانا عاشق الٰہی صاحب وغیرہم تشریف لائے، مولانا عبدالشکور صاحب شنبہ کی شب میں تشریف لائے۔ لیکن چونکہ مولانا کا وعظ ایک دوسرے مقام پر طے تھا اسلئے جلسہ میں شریک نہ ہوسکے، جلسہ کا آغاز سات بجے ہوا اور سب سے پہلے کلام اللہ شریف کی تلاوت ہوئی۔ اس سے فارغ ہوکر مولانا حافظ قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی اور مولوی محمد عادل گنگوہی (جو اس زمانے میں تعلیمی مشاغل میں مصروف تھے) نے تقریریں کیں۔ اس کے بعد مدرسہ کی جانب سے مولانا الحاج الشاہ اسعد اللہ صاحب نے مدرسہ کے حالات سنائے ان سب امور سے فراغ پر حضرت اقدس مولانا مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے تقریر فرمائی جو مسلسل تین گھنٹے ہوئی۔ اس تقریر کا معظم حصہ وہ ہیبت ناک حالات تھے جو حضرت اقدس شیخ الہند پر جزیرہ مالٹا کی اسارت کے زمانے میں پیش آئے تھے۔ اپنے اکابر کی قربانیوں کے ذکر تذکرے کا جو اثر سامعین پر ہونا چاہیئے تھا وہ ہوا کہ کسی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی اور کوئی مجسمۂ غم ساکت وصامت بنا بیٹھا تھا۔ اختتام وعظ پر انعام تقسیم ہوا۔"

۵۷ سنہ بنائی مطابق ۱۳۳۹ھ اس سال کے اہم واقعات اور حوادث میں سے ایک رنج دہ حادثہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کا سانحۂ ارتحال ہے۔

بحیثیت مدرسہ مظاہر علوم کے سرپرست ہونے کے اکابر مدرسہ کو اس زخم کا جتنا احساس ہونا چاہیئے تھا وہ تو تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ لیکن اس اعتبار سے بھی یہ حادثہ بڑا جانگداز تھا کہ ملتِ اسلامیہ ایک مجاہد اور ایک بطل حریت کے مبارک سایہ سے محروم ہوگئی۔ بہت سے ذمہ دارانِ مدرسہ حضرت اقدسؒ کے آخری دیدار کیلئے دیوبند پہنچے اور جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت اقدس مدظلہ العالی اپنی جنازہ میں شمولیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔!

...... مالک کی قدرت کا عجیب کرشمہ دیکھا۔ یہ سیہ کار جس کو حاضری کی بہت ہی کم توفیق ہوئی تھی تجہیز و تکفین میں شریک اور میرے آقا میرے سردار حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی جو سفر و حضر کے رفیق مالٹا میں بھی ساتھ نہ چھوڑا، ایکدن پہلے جدا ہو گئے۔ اور تجہیز و تکفین اور تدفین میں بھی شریک نہ ہو سکے، بڑی عبرت کا واقعہ ہے۔ امروہہ میں شیعہ سنی مناظرہ طے ہو چکا تھا، کئی مہینے پہلے سے اعلان اشتہار وغیرہ شائع ہو رہے تھے، سہارنپور سے میرے حضرت قدس سرہٗ اور لکھنؤ سے مولانا عبدالشکور صاحب امروہہ پہنچ گئے۔ اہل تشیع ان دونوں حضرات کے پہنچنے پر اس کوشش میں لگ گئے کہ مناظرہ ہرگز نہ ہو۔ اسلئے انھوں نے مولوی محمد علی جوہر مرحوم کو دہلی سے بلایا اور مرحوم نے آپس کے اتحاد پر چوبیس [۲۴] گھنٹے وہ زور باندھے کہ حد نہیں، سارے دن یہ ہنگامہ رہا۔ دوسرے دن ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو علی الصباح میرے حضرت نے حضرت شیخ الہند کے نام بہت مختصر پرچہ اس مضمون کا لکھوایا کہ اس وقت سنیوں کی طرف سے التوا ہرگز مناسب نہیں۔ آپ میرے نام ایک خط جلدی بھیجدیں کہ مناظرہ جاری رکھا جائے یا مناظرہ ملتوی نہ کیا جائے۔ میں یہ پرچہ لیکر امروہہ سے دہلی پہنچا۔ جب امروہہ کے اسٹیشن پر پہنچا تو دو۔ چار آدمی ملے۔ میں نے ان سے پوچھا، کون؟ کیسے؟ کہا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ابھی گاڑی سے کلکتہ جا رہے ہیں ان کی زیارت کے واسطے آئے ہیں۔ میرے پاس نہ کاغذ نہ پنسل ایک ردی کاغذ اسٹیشن سے ڈھونڈا اور ایک کوئلہ اٹھایا اور جو مجھے اسٹیشن پہنچانے گیا تھا اس کے ہاتھ کوئلے سے حضرت قدس سرہٗ کے نام پرچہ لکھا کہ حضرت مدنی قدس سرہٗ کو وہیں (امروہہ) اتار لیں۔ میں یہ کہہ کر دہلی روانہ ہو گیا۔ میرے حضرت نے گاڑی پر آدمی بھیجکر اترنے کو فرمایا۔ میرے حضرت کے حکم پر حضرت مدنی وہیں اتر گئے، باوجود اسکے کہ حضرت کا کلکتہ کا ٹکٹ تھا اور سامانِ سفر ساتھ تھا۔ اور راستہ میں جا بجا اس گاڑی سے آمد کے تار بھی دیئے تھے، میرے حضرت کے حکم پر حضرت مدنی وہیں اتر گئے۔ انقیاد اکابر میں نے جتنا حضرت مدنی قدس سرہٗ میں دیکھا اتنا کم کسی میں دیکھا، اپنی طبیعت کے جتنا بھی خلاف ہو مگر اپنے بڑوں کے سامنے ہتھیار ڈالدینا انہی کا حصہ تھا۔

میں حضرت اقدس کا گرامی نامہ لیکر مغرب کے قریب حضرت (شیخ الہند) کی قیام گاہ (دلی) پر پہنچا تو حضرت شیخ الہندؒ پر مرض کا شدید حملہ تھا (اسلئے) پیش کرنے کی نوبت نہ آئی، دوسرے دن صبح کو وصال ہو گیا۔ تیسرے دن علی الصباح حضرت مدنی حضرت شیخ الہند کے مکان پر پہنچے

.....میں قدرت کا کرشمہ سوچتا رہا کہ جو شخص سفر و حضر میں کسی وقت بھی جدا نہ ہوا ہو وہ انتقال سے ایک دن بعد قبر پر حاضر ہوا اور جس کو حاضری کی نوبت کبھی نہ آئی ہو وہ دہلی سے لیکر تدفین تک جنازہ کے ساتھ رہے۔ ع عجب نقش قدرت نمودار۔ تیرا ۱۔ ۱۰۵ھ

حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کا انتقال اٹھارہ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ سہ شنبہ مطابق تیس نومبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں ہوا۔ جہاں آپ بغرض علاج تشریف لیگئے تھے۔ جنازہ اسی روز دہلی سے دیوبند لایا گیا۔ اور اگلے روز (انیس ۱۹ ربیع الاول کو) تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً"

تاریخ وفات یہ ہے۔ ع عالم کی موت جان لو عالم کی موت ہے"

باا ثر لوگوں کی آمد جس طرح سے مدرسہ میں اکابر وقت کی ہمیشہ آمد و رفت رہی اسی طرح امراء و رؤساء بھی اکابر سے تعلق خاطر ہونے کی وجہ سے قدم رنجہ ہوئے چنانچہ اس سال بعض ذی وجاہت حضرات مدرسہ میں تشریف لائے۔ جن میں فرمانروائے بہاولپور اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شروانی صدر الصدور نظام حیدر آباد دکن بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ نواب صاحب کی تشریف آوری ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ میں ہوئی۔ اہل مدرسہ کی درخواست پر مدرسہ دار الطلبہ کتب خانہ وغیرہ ملاحظہ فرمایا۔ اس دوران میں مدرسہ کی طرف سے تہنیت نامہ جس میں مدرسہ کا مقصد قیام، اور اکابر کا اس کے ساتھ تعلق اور شیفتگی کو بہت کھلے انداز میں تحریر کیا گیا تھا، پیش کیا گیا۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب بھی مدرسہ کے معائنہ کی غرض سے تشریف لائے۔ شب میں دار الطلبہ میں قیام فرما کر اگلے روز مدرسہ میں ہونے والے تمامی اسباق میں شرکت فرمائی۔ روانگی کے وقت مولانا نے ایک معائنہ تحریر فرمایا جس میں مدرسہ کے حسابات، اندراجات پر اظہار اطمینان فرماتے ہوئے مدرسہ کی دینی اور علمی خدمات کو سراہا اور بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔ یہ معائنہ بتمامہ کتاب معائنہ جات میں طبع بھی ہو چکا ہے"

طلبا طلباء کی تعداد اس سال تین سو بیاسی (۳۸۲) تھی جن میں عربی کی تعلیم حاصل کرنے والے ایکسو نوے (۱۹۰) تھے اور باقی فارسی ریاضی، قرأت قرآن اور قرآن شریف کی تعلیم حاصل کرنیوالے تھے۔ اس سال کے فارغین دورہ یہ ہیں۔ (مولانا الحاج) حکیم سید محمد ایوب صاحب (حال سرپرست مدرسہ مظاہر علوم) مولوی محمد وافی کمرلائی، مولوی عبد الرحمٰن (نومسلم) اورنگ آبادی، مولوی شمس الزماں کمرلائی، مولوی عبد الحمید کشمیری، مولوی اسحٰق سہارنپوری، مولوی غازی الدین پشاوری، مولوی جمعیت علی کرنالوی،

لہ آپ بیتی نمبر ۳ صفحہ ۸ بتغیر" (ش)

مولوی عبد الکریم گمبتھلوی (جو بعد میں مفتی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون ہوئے) مولوی عبد الواحد جونپوری، مولوی ابو الحسن چاٹگامی، مولوی محمد ادریس کھچاڑوی، مولوی اسمٰعیل چاٹگامی، مولوی تمیز الدین چاٹگامی، مولوی محمد مرتضیٰ ڈھاکوی، مولوی عبد الکریم مبین سنگمی، مولوی نور النبی چاٹگامی، مولوی قاری خدا بخش بھاگوانپوری، مولوی ابراہیم سلہٹی، مولوی کریم بخش نواکھالی، مولوی سعید ڈھاکوی، مولوی سید محمد علی نگینوی:

ان بائیس (۲۲) فضلاء میں اول نمبرات سے کامیاب ہونے والے مولوی محمد دانی کمرلائی تھے. جن کو انعام میں تیسیر القاری، ترجمہ بخاری شریف جلد اول وثانی وثالث، توحید الاسلام۔ اور ایک جیبی گھڑی انعام میں ملی۔ ان فارغین میں مولوی محمد اسحٰق سہارنپوری مدرسہ ہٰذا میں استاذ عربی بنائے گئے۔

تحریری وتقریری امتحانات مورخہ یکم شعبان سے شروع ہو کر گیارہ شعبان تک ہوئے، درجہ ابتدائی کا امتحان حضرت مولانا صدیق احمد صاحب مفتی مالیر کوٹلہ کے پاس اور درجہ قرأت کا مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب کے پاس اور تحتانی کتب کا امتحان متفرق اساتذہ کے پاس ہوا۔ اس مرتبہ بھی کامیاب ہونے والے طلباء کثیر مقدار میں تھے اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہے کہ درجہ عربی کے ایکسو سترہ (۱۱۷) طلبہ نے شریک امتحان ہو کر چھ سو تریسٹھ (۶۶۳) کتابوں کا امتحان دیا جس میں سب طلبا کامیاب ہوئے ایک بھی ناکام نہ ہوا۔ اسی طرح شعبہ ابتدائی عربی میں پینسٹھ (۶۵) طلباء نے داخل ہو کر چارسو سرسٹھ (۴۶۷) کتب میں امتحان دیا۔ اس شعبہ کے بھی تمام طلبا سو فیصدی کامیاب ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک:

تغیرات متعدد ملازمین نے اپنی اپنی ضروریات اور مجبوریوں کی بنا پر اس سال مدرسہ سے تعلق قطع کیا، جس کی بنا پر ارباب مدرسہ کو جدید ملازمین کا انتخاب کرنا پڑا۔ چنانچہ مولانا عبد الوحید صاحب مدرس عربی نے استعفاء دیکر مرادآباد میں ملازمت اختیار کی، مولانا حافظ محمد حامد صاحب مدرس دوم، شعبہ ابتدائی نے بھی استعفاء دیا۔ ان کے قائم مقام مولانا محمد صدیق صاحب کشمیری جو چند سال بیشتر مظاہر ہی سے فارغ ہوئے تھے۔ اور پھر بعد میں اپنی حذاقت علم ومہارت فن کی بنا پر حلقۂ مظاہر میں "علامہ" کے لقب سے مشہور ہوئے، بمشاہرہ [illegible] مدرس مقرر کئے گئے۔ مولانا سید بشیر حسین صاحب نگینوی نائب مہتمم اول نے بھی استعفاء دیا، طبعی لیاقت اور فطری ہوشمندی کی بنا پر افسوس کے ساتھ یہ استعفا بھی منظور کرلیا گیا۔

منشی انیس صاحب نے حج سے واپس آکر طویل رخصت لی۔ اختتام رخصت پر مدرسہ میں نہ آسکے اور نہ ہی کوئی اطلاع دی۔ ان سے وابستہ امور چونکہ معطل ہو رہے تھے۔ اسلئے ان کی جگہ مولوی محمد شبیر صاحب مقرر کئے گئے، مہتمم مدرسہ قاری محبوب علی خاں کے سفارتی معاملات میں کارکنان مدرسہ کو کچھ بے احتیاطی معلوم ہوئی جس کی تفصیل روئداد مدرسہ میں تحریر ہے۔ اسلئے ان کو بحکم سرپرستان مدرسہ علیحدہ کردیا گیا اور ان کی جگہ منشی عبد القدیر

صاحب سہارنپوری کا بمشاہرہ ۲۵/۸ تقرر ہوا۔ دربانِ مدرسہ رحیم داد خاں نے اپنے دوسرے کاروباری مشاغل کی بنا پر علیحدگی چاہی جس کو منظور کر کے ارباب مدرسہ نے ملا مبارک کا تقرر ان کی جگہ کر دیا۔ مولانا ظریف احمد صاحب نے خانگی امور کی بنا پر اس سال استعفا دیا جسے منظور کر لیا گیا، شعبۂ دارالافتاء کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر امسال مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کا جدید تقرر ہوا۔ مدرسین و ملازمین کے مشاہرات میں اس مرتبہ بھی اضافہ ہوا جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	اسماء مدرسین	اضافہ تنخواہ	نمبر شمار	اسماء مدرسین	اضافہ تنخواہ
۱	حضرت (شیخ الحدیث) مولانا محمد زکریا صاحب	۵/۰۰	۴	حضرت مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب زید مجدہٗ	۵/۰۰
۲	مولانا منظور احمد خاں صاحب	۵/۰۰	۵	مولانا لطیف الرحمٰن صاحب	۳/۰۰
۳	مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری	۵/۰۰	۶	حافظ عبد اللہ و حافظ محمد رمضان صاحبان	۱/۰۰

مدرسین و تمامی شعبہ جات کے ملازمین کی تعداد اس سال چالیس ۴۰ رہی جن میں مولانا بشیر الدین صاحب دیناجپوری، مولانا صدیق حسن صاحب سہارنپوری اور مولانا مظہر الحق صاحب سہارنپوری نے بلا تنخواہ مدرسہ کی خدمت فرمائی۔ ان ہر سہ مدرسین نے ۳۷ھ و ۳۸ھ میں مظاہر ہی سے سند فراغ حاصل کی تھی۔

"فجزاهم الله احسن الجزاء"

جلسہ سالانہ مدرسہ کا ستاونواں جلسہ انیس ۱۹ رجب ۱۳۸۲ھ مطابق انیس ۱۹ مارچ ۱۹۲۲ء یکشنبہ کو جامع مسجد میں ہوا جس کا افتتاح حفاظ کی اس بڑی تعداد کی قرأت سے ہوا جو اس سال اپنے حفظ کی تکمیل کر چکے تھے۔ اس کے بعد قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی (جو اس سال تک تکمیل تعلیم میں مشغول تھے) اور مولوی مسعود احمد راجپوری نے تقریر کی۔ ان کے بعد مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب استاذ مدرسہ نے مدرسہ کے حالات و کوائف سنائے۔ اسکے بعد مولانا حافظ محمد زکریا صاحب قدوسی گنگوہی نے وعظ فرمایا۔ پھر مولانا الحاج عبد الشکور صاحب لکھنوی نے ایک گھنٹہ تقریر فرمائی۔ وعظ کے اختتام پر انعامات تقسیم ہوئے۔ مخصوص آنے والے مہمانوں کی تعداد نسبتاً سال گذشتہ سے کم تھی مگر جتنے حضرات بھی تشریف لے آئے وہ سب اپنی اپنی جگہ پر نعمت غیر مترقبہ تھے۔ چنانچہ مولانا جمعیت علی صاحب پروفیسر کالج بہاولپور نے کئی دن قیام فرما کر ارباب مدرسہ کے ساتھ تعاون فرمایا۔ اسی طرح مولانا عبد الشکور صاحب، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، مولانا عزیز گل صاحب صدر خلافت کمیٹی دیوبند، مولانا عاشق الٰہی صاحب وغیرہ بھی تشریف لائے۔

اس مرتبہ حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحبؒ سے تشریف آوری کی درخواست کی گئی تھی جو حضرت نے منظور فرمالی. مگر عین جلسہ کے روز حضرت کا مکتوب پہنچا جس میں تحریر تھا کہ . میری ڈاڑھ میں شدت سے درد ہو گیا جس کی وجہ سے مجھے بات کرنی دشوار ہے . اسلئے شرکت جلسہ سے معذور ہوں " ایسے ہی مولانا رحیم بخش صاحب، مولانا محمد احمد اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحبان اپنے اپنے اعذار کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے ۔

۵۸ ۔ بنائی مطابق ۱۳۴۰ھ ابتدائی تعلیم میں جو نقائص اور خامیاں پیدا ہو رہی تھیں ان کے سد باب کیلئے ارباب مدرسہ نے اب سے چند سال قبل شعبہ تعلیم ابتدائی عربی کا اجراء کیا تھا جس کے منتظم کار و ممتحن خاص مولانا صدیق احمد صاحب مقرر کئے گئے تھے ، اس عرصہ میں اس شعبہ نے کافی ترقی حاصل کی اور ایک بہت بڑی تعداد ذی استعداد طلباء کی تیار ہوئی ۔ سال زیر بحث میں اکہتر (۷۱) طلباء نے اس شعبہ میں داخلہ لیا جس کی بنا پر وہ دو۲ مدرس جو خاص اسی شعبہ کے واسطے رکھے گئے تھے کافی نہ ہوئے . اسلئے درجہ اعلیٰ عربی کے مدرسین میں سے دو۲ مدرسوں کی اعانت حاصل کی گئی اور ان کو اسباق دیئے گئے ۔

طلباء طلباء کی مجموعی تعداد اس سال تین سو ستاسی (۳۸۷) تھی جن میں درجہ اعلیٰ واوسط اور درجہ ابتدائی عربی کے ایک سو چھپن (۱۵۶) اور باقی قرآن شریف وفارسی، ریاضی وقرأت کے شعبوں سے وابستہ رہے امسال کے فارغین دورہ یہ ہیں ۔

مولوی ضیاء احمد گنگوہی ، مولانا عبد الشکور صاحب کاملپوری (جو بعد میں مظاہر کے اکابر مدرسین میں سے ہوئے) مولوی فضل اللہ چاٹگامی، مولوی عبد القیوم پونچھوی ، مولوی حافظ احمد چاٹگامی، مولوی نیاز احمد جالندھری، مولوی عبد القیوم کاملپوری ، مولوی یعقوب چاٹگامی ، مولوی غلام نبی کشمیری ، مولوی شریف احمد گجرانوالہ، مولوی عبد الحق بنوی ، مولوی عبد الوہاب چاٹگامی. مولوی حافظ حبیب الرحمٰن چاٹگامی، مولوی انوار اللہ نواکھالوی ، مولوی عبد الرزاق نواکھالوی ، مولوی طالب الدین دیناجپوری ، مولوی اکرام علی چاٹگامی ، مولوی کفیل الدین کمرلوی، مولوی محمد حسین میانوالی ، مولوی ممتاز الدین نواکھالوی ۔

آن مبیس۲ فارغین میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہونیوالے مولوی ضیاء احمد پسر مولوی داؤد احمد گنگوہی تھے جنہوں نے پندرہ کتب میں امتحان دیکر دو سو تراسی (۲۸۳) نمبرات حاصل کر کے، تفسیر مدارک ، امداد السلوک انعام المنعم ، تذکرۃ الرشید جلد اول و دوم ، براہین قاطعہ اور ایک جیبی گھڑی انعام میں حاصل کی ،

آن فارغین میں ایک بڑی تعداد الحمد للہ ذی استعداد طلباء کی تھی جو اپنی فراغت کے فوراً بعد متفرق مقامات پر خدمت دین و تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے ، چنانچہ مولوی فضل اللہ چاٹگامی مدرسہ اکثر اقدسیہ کلکتہ

میں مدرس عربی مقرر ہوئے اور مولوی حافظ ضیاء احمد کو ارباب مدرسہ نے خدمت افتاء کے لئے منتخب کرلیا۔ اسکے علاوہ چند اور دوسرے فارغین کا مناسب مقامات پر تقرر ہوگیا۔

تقریری و تحریری امتحان نو شعبان سنہ ۱۳۴۰ھ سے شروع ہوکر انیس ۱۹ شعبان سنہ ۴۰ھ تک ہوا۔ مدرسہ کی تجویز کے مطابق درجہ ابتدائی کا امتحان مولانا الحاج صدیق احمد صاحب کے پاس اور درجہ قرأت کا حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کے یہاں اور درجہ قرآن شریف حفظ و ناظرہ کا امتحان حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ اور مولانا زکریا قدوسی کے پاس ہوا۔ اسکے علاوہ درجہ فارسی و ریاضی کا امتحان مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری نے لیا۔ ان دس دنوں میں (جمعہ کو مستثنیٰ کرکے) طلبائے درجہ اعلیٰ عربی نے من حیث المجموع سات سو تیئس (۷۲۳) کتب کا امتحان دیا اور درجہ فارسی و ریاضی میں تینتیس (۳۳) طلبا نے شامل ہوکر ایکسو چون (۱۵۴) کتب کا امتحان دیا۔ اعداد و شمار بتلاتے ہیں کہ اس درجہ کے تمام طلباء کامیاب ہوئے۔

حضرت اقدس زید مجدہٗ کا معمول یہ تھا (جو اَب بھی ہے) کہ سالانہ امتحان کے علاوہ وقتاً فوقتاً سہ ماہی، ششماہی امتحان پر بھی اعلیٰ یا اول نمبر آنیوالوں کو اپنی جدید مطبوع کتابوں میں سے کوئی کتاب مرحمت فرمایا کرتے تھے، اس سلسلہ میں بذل المجہود، کوکب الدری، اوجز المسالک، متفرق کتابیں اپنی اپنی طباعت کے بعد دیجاتی رہیں، دارالعلوم دیوبند کے سالانہ انعام میں بھی بعض مرتبہ کامل بذل المجہود نمبر اول آنے والے کیلئے بھیجی، سنہ ۴۰ھ میں بھی ایک انعام حضرت شیخ کی طرف سے متعین تھا جو روئداد مدرسہ میں ان الفاظ کیساتھ شائع کیا گیا۔

شائقین و طلبائے حدیث کو مژدہ

مولوی محمد زکریا کاندہلوی مدرس مدرسہ ہٰذا نے گذشتہ سال سے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جو طالب علم دورہ والا محض حدیث میں اول نمبر ہو اس کو تین روپئے اور جو دویم نمبر ہو اس کو دو ۲/ روپے، مولوی صاحب خود عطا فرمایا کرینگے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ چنانچہ امسال مولوی عبدالشکور کاملپوری کو تین ۳/ روپے اور مولوی فضل اللہ چاٹگامی کو دو ۲/ روپے مرحمت فرمائے۔

تغیرات

امسال شعبۂ افتاء سے متعلق مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب رخصت لیکر تشریف لیگئے۔ اسلئے انکی جگہ مولانا حافظ ضیاء احمد صاحب (جو گذشتہ سال مدرسہ سے فارغ ہوئے تھے) مقرر ہوئے۔

چند ماہ سے مدرسہ کو ایک مقرر کی ضرورت درپیش تھی۔ بالخصوص اُس زمانے کی مختلف تحریکات اور دینی [illegible] کی شرکت کیلئے کسی ایسے شخص کی کمی محسوس کیجارہی تھی جو ان میں شامل ہوکر مدرسہ کی طرف سے فرائض منصبی ادا کرکے مدرسہ کا مسلک بیان کردے، اسلئے امسال مولانا زکریا صاحب قدوسی گنگوہی کا تقرر

بمشاہرہ ۱۵ ہوا۔ ان دو تقررات کے علاوہ اور کوئی تیسرا تغیر و تقرر اس سال نہیں ہوا۔

جلسۂ سالانہ مدرسہ کا اٹھاونواں سالانہ جلسہ بائیس ۲۲ رجب ۱۳۴۱ھ مطابق گیارہ ۱۱ مارچ ۱۹۲۳ء یوم یکشنبہ کو جامع مسجد سہارنپور میں منعقد ہوا جب دستور قاری عبدالعزیز صاحب (جنھوں نے فن تجوید مدینہ منورہ میں حاصل کی تھی) اور چند طلبائے تجوید نے قرآن شریف سنایا، قرات قرآن سے فارغ ہو کر مولانا قاری حافظ سعید احمد صاحب اجراڑوی، مولوی اخلاق احمد سہارنپوری، مولوی جمیل الدین میرٹھی نے مختصر وقت میں تقریر کی، پھر مدرسہ کی طرف سے حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب (حال ناظم مدرسہ مظاہر علوم) نے مدرسہ کے تعلیمی حالات اور انتظامی معاملات کی حسن و خوبی اور مدرسہ کی تاریخ پر روشنی ڈالی اسکے بعد مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کے برادر مکرم مولانا عبدالرحیم صاحب (جنھوں نے دو سال تک یہاں رہکر کتب اعلیٰ درسیہ کی تکمیل کی تھی) نے تقریر فرمائی۔ یہ تقریر ایک گھنٹہ تک ہوئی۔ مولانا کی تقریر کے بعد حضرت اقدس مولانا محمد اسعد اللہ صاحب اور مولانا حافظ محمد زکریا صاحب گنگوہی نے تقریر فرمائی۔ اس کے بعد مولانا عزیز گل صاحب صدر خلافت کی تقریر پر جلسہ ختم ہوا۔ اور انعام تقسیم کیا گیا، جلسہ میں خواص اکابر کی بھی تشریف آوری ہوئی جن میں یہ حضرات شامل تھے، مولانا سر رحیم بخش صاحب، مولانا حافظ احمد صاحب رامپوری سرپرستان مدرسہ، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، مولانا عاشق الٰہی صاحب، شیخ رشید احمد و الحاج فصیح الدین صاحبان وغیرہ، حضرت اقدس تھانوی اپنے مختلف اعذار کی وجہ سے جلسہ میں شرکت نہ فرما سکے۔

۵۹ سنہ بنائی مطابق ۱۳۴۲ھ مولانا جمعیت علی صاحب پور قاضوی (والد ماجد مولانا عبداللطیف صاحب صدر مدرس و ناظم مدرسہ) مدرسہ کے قدیم فضلاء میں تھے، تفسیر، حدیث، فقہ، بلاغت وغیرہ تمام علوم یہیں حاصل کئے اور چند سال تک مدرسہ میں مدرس عربی بھی رہے امسال بارہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ کو منگل کے روز انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا کو مدرسہ سے ہمیشہ بڑا گہرا تعلق رہا۔ ایک زمانہ میں مولانا بھاولپور کالج میں پروفیسر بھی رہے، ان ایام میں بھاولپور سے جب بھی وطن آتے تو سب سے پہلے مدرسہ میں تشریف لاکر اور بعض مرتبہ کئی کئی روز تک قیام فرما کر مدرسہ کے صلاح و مشورہ میں شریک رہتے اور حسب موقعہ مدرسہ کا امتحان لینے کی غرض سے بھی تشریف لاتے الغرض مدرسہ کیلئے بہت بڑے محسن اور بہی خواہ تھے، حق تعالیٰ شانہٗ غریق رحمت فرما کر اپنے جوار میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

فتنۂ ارتداد اور انجمن ہدایت الرشید ہندوستانی مسلمانوں کو جن بیشمار مشکلات سے گذرنا پڑا

اور پڑ رہا ہے ان میں اپنے وقت کا سب سے بڑا فتنہ اور اہل اسلام کے لئے سب سے کٹھن اور دشوار زمانہ وہ تھا جس میں انھیں ارتداد اور شدھی جیسی منحوس تحریک سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ اسکیم جتنی سرعت اور تیزی کیساتھ چلائی گئی تھی۔ اگر اس کے مقابلہ میں خدا کا فضل وکرم اور ہندی مسلمانوں کی اپنی مجاہدانہ کوششیں نہ ہوتیں تو خدا معلوم کیا کیا عبرت انگیز مناظر دیکھنے پڑتے۔ اس زمانے کی تاریخ کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پوری کی پوری قوم ہماری صدیوں کی برتری اور تفوق کا بدلہ ایک ہی دن میں لینا چاہتی تھی۔

یہ تحریک ابتدا ہی سے بڑے بڑے راجاؤں اور مہاراجاؤں کے زیر سایہ پھلی پھولی اور پروان چڑھی، چنانچہ ۱۸۸۱ء کا ایک طویل زمانہ سوامی دیانند نے راجپوتانہ میں گذارا اور رتلام، اندور اور چتوڑ کا دورہ کرکے اودے پور، جودھپور اور شاہ پور کے راجاؤں سے تعلق پیدا کئے اور ان کو اپنی تحریک آریہ سماج میں نہ صرف شامل کیا بلکہ اپنے مشن کا معاون اور مبلغ بنایا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ان ریاستوں کا سرکاری مذہب "آریہ سماج" قرار پایا، اس طور پر جس تحریک میں خود کوئی ذاتی کشش نہیں تھی اسے دولت کی ریل پیل اور فراوانی سے جاذب نظر بنا لیا گیا، علمائے مظاہر نے بھی اس تحریک کی روک تھام کے سلسلہ میں قابل قدر خدمات انجام دیں، اور ہر آن خدمات تبلیغ میں مصروف رہے اور ڈگمگاتے ہوئے قدموں کے تھامنے میں لگے رہے۔ مدرسہ کی جانب سے جو وفود جاتے تھے ان کی کاروائیاں ملک کے مختلف اخبارات میں شائع ہوتی تھیں۔ رودادیں بھی اہم حالات تحریر کئے جاتے تھے۔ ایک موقعہ پر روداد مدرسہ میں تحریر ہے۔

"اس پُر فتن سال میں جہاں اور بہت سے ناقابل برداشت حوادث و مصائب کا سامنا ہوا وہاں فتنۂ ارتداد کے صدمہ روح فرسا سے بھی عامۃ المسلمین کو دوچار ہونا پڑا، اس دشمن اسلام واقعۂ ہائلہ کی مدافعت کیلئے ہر گوشۂ اسلام سے ہر قسم کی اعانت کیواسطے شیدائیان اسلام سر ہتھیلی پر رکھکر حاضر ہو گئے اور حتی المقدور دینی و مذہبی فرائض کی انجام دہی میں کامل سعی سے مشغول و مصروف ہو گئے۔ چنانچہ آپ کے مدرسہ کے شعبۂ تبلیغ (انجمن ہدایت الرشید) نے بھی چار وفد راجپوتانہ کو روانہ کر دیئے۔ ان کے مفصل کوائف و احوال آپ ملک کے مختلف اخبارات میں ملاحظہ فرماتے رہے ہونگے"۔

صعوبتیں اور مشقتیں

راجپوتانہ ہوتے ہوئے ان حضرات کو جن پریشان کن اور صبر آزما حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ اور راہ حق میں جو صعوبتیں برداشت کیں اس کا اندازہ ان دو خطوط سے لگایا جا سکتا ہے جس میں حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رئیس المناظرین نے وہاں کے چشم دید حالات، بودوباش اور اپنی سرگذشت کے واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ یہ خطوط اُس وقت کے ناظم مدرسہ

مولانا الحافظ الحاج عبد اللطیف صاحب کے نام ہیں"

مکتوب نمبرا، بسلسلۂ فتنۂ ارتداد

محترم و مطاع بندہ جناب حافظ عبد اللطیف صاحب دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
میں اس وقت متھرا کے دفتر میں موجود ہوں۔ اور چونکہ دفتر میں ہر قسم کی رپورٹیں دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا نیز مختلف کارکنوں سے اس درمیان میں تفصیلی گفتگو کا موقع ملا۔ اسلئے جناب کی اطلاع کیلئے اس تھوڑی سی مہلت میں جو مجھے یہاں میسر ہے جسقدر رلکھ سکا حالات قلمبند کر کے ارسال کرتا ہوں۔
ہماری جماعت تین اپریل ۱۹۲۳ء کو دو بجے آگرہ پہنچی، تین بجے دفتر میں داخل ہوئے، اسباب رکھکر مولوی عبد الحی صاحب نائب ناظم اور مولوی وحید اللہ صاحب سے جن کے نائب ناظم صاحب سے گھر سے مراسم ہیں ملاقات ہوئی۔ مجھے سب سے پہلے دفتر کا کام سپرد کیا گیا۔ گو سفر کا تکان تھا۔ لیکن اول تو تفتیش مقصود تھی۔ دوسرے دفتر میں تمام قرب وجوار کے مبلغین کی روزانہ تفصیلی رپورٹیں آتی ہیں۔ اسلئے ابتداء سے معلومات ملجانا۔ آئندہ کام کرنے کیلئے نہایت مفید خیال کر کے بعد عشاء تین گھنٹے دفتر کے کام میں معروف رہا۔ دوسرے دن چار اپریل ۱۹۲۳ء کو بھی ان رپورٹوں کے متعلق دفتر میں صبح سے گیارہ بجے تک کام کرتا رہا۔ اور جیسا خیال تھا یہ رپورٹیں نظر سے گذرجانا اپنی جماعت کیلئے آئندہ کام کرنے میں بہت آسانیاں پیدا کریگا۔ چار اپریل ۲۳ء کی شام تک ہمارے متعلق جائے تعیناتی میں تذبذب تھا، اول خیال ہوا کہ ہم کو مین پوری کے علاقہ میں تعینات کیا جائے۔ بعد میں قرار پایا کہ متھرا میں تمام جماعت یکجا رہکر کام کرے۔
پانچ اپریل ۲۳ء کو علی الصباح ہم لوگ متھرا پہنچے۔ یہاں مولانا عرفان صاحب ہزاروی سے ملاقات ہوئی۔ شام کو یہ قرار پایا کہ میں خاص متھرا میں رہکر کام کروں اور میرے رفقاء موضع کراری میں جو رایہ کے اسٹیشن سے گیارہ کوس ہے ایک موضع ہے اپنا صدر مقام بنا کر مواضعات لوہی، سلطانپور، بترہ سرخرو میں تبلیغ کا کام کرینگے، اور شام کو روزانہ کراری میں جمع ہوجایا کریں۔ چھ اپریل ۲۳ء کی صبح کو میرے رفقاء اسٹیشن رایہ کی طرف روانہ ہوگئے اور میں تنہا دفتر متھرا میں رہ گیا۔ نماز جمعہ متھرا کی جامع مسجد میں ادا کی، بعد نماز حسب الارشاد مولانا عرفان صاحب اسلام کی خوبیوں اور اعلائے کلمۃ اللہ کی تحریض پر میں نے ایک مبسوط تقریر کی، بحمد اللہ سامعین پر اچھا اثر ہوا۔ گو میری تعیناتی متھرا کے دفتر میں ہوئی ہے۔ لیکن نماز جمعہ سے کچھ ہی پہلے دفتر میں اطلاع آئی کہ آگرہ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر دو موضع ہیں، بائی پائی اور ارہرہ، ان موضعوں میں پانچ اپریل ۲۳ء کو کچھ مسلمان اشدہ کئے جانیوالے ہیں۔ حسن اتفاق سے ایک مسلم

راجپوت کی لڑکی کا انتقال ہوگیا اسلئے بجائے پانچ اپریل ۱۹۲۳ء کے دس اپریل ۱۹۲۳ء تبدیل کردیگئی۔
مولانا عرفان صاحب نے اس انتظام کو انجام دینے کے لئے مجھے مامور فرمایا۔ چنانچہ اس عجلت میں محض اجمالی حالات لکھ کر روانہ ہوتا ہوں۔ جن موضعوں میں اسوقت میں جارہا ہوں۔ تقریباً پچھتر (۷۵) گھر مسلم راجپوتوں کے ہیں جن کو ملکانے راجپوت کہتے ہیں۔ میرے ساتھ دو آدمی معین ہونگے، سفر کیلئے میں نے صرف ایک کمبل اور ایک چادر ہمراہ لی ہے دعا فرما یئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تکالیف پر تحمل عطا فرمائے۔
یہاں پر عالی ہمت بلند حوصلہ، جفاکش حضرات کی ضرورت ہے جو ہر قسم کی تکالیف برداشت کرلیں۔
وہ لوگ جو پیدل نہ چل سکیں یا خوراک و پوشاک کی تکالیف کو برداشت نہ کرسکیں یقیناً یہاں بیکار ہونگے۔
ان مواضعات سے فارغ ہوکر میں پھر متھرا ہی رہ کر کام کرونگا۔
یہاں ہنود کی کثرت ہے۔ متھرا کی آبادی ستتر (۷۷) ہزار کی ہے جس میں مسلم صرف دس ہزار ہیں۔
ہنود ہم لوگوں سے نہایت تعصب کا برتاؤ کرتے ہیں۔ جب ہم لوگ اشیاء خریدنے جاتے ہیں تو دینے سے انکار کرتے ہیں۔ پوسٹ آفس وغیرہ میں تکلیف دیتے ہیں۔ متھرا میں دفتر اکتیس ۳۱ مارچ کو قائم ہوا مجلس نمایندگان تبلیغ بھی نئی قائم ہوئی ہے۔ بعض آنیوالے حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ انتظام خراب ہے لیکن میرا خیال ہے کہ یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ ابتدائے کام میں جو دقتیں پیش آتی ہیں اسکا اندازہ محض کام کرنیوالوں کو ہوتا ہے۔ دیکھنے والوں کو نہیں ہوتا۔ اعتراض آسان ہے۔ کام کرنا مشکل ہے۔ میرا ذاتی تجربہ جو کچھ اس مدت میں ہوا وہ یہ ہے کہ کام نہایت تندہی اور جانفشانی سے ہورہا ہے۔ یہاں پر مناظرین اور واعظین کی ضرورت تو ہے تاکہ موقع آجانے پر کمی محسوس نہ ہو لیکن روزمرہ نہیں۔ اتفاقاً وعظ یا مناظرہ کی ضرورت ہوجاتی ہے۔ اب جو رائے اہل مجلس نے پاس کی ہے وہ یہ ہے کہ ہر گاؤں میں ایک ایک آدمی مستقل طور پر قیام کرے، وہاں سے جلدی علیحدہ نہ ہو۔ یہاں کے لوگ وعظ وغیرہ نہیں سنتے۔ ان کے اندر اسلام کی کوئی علامت نہیں، صرف چار باتیں ہیں جو اسلامی علامت گنی جاسکتی ہیں۔

(۱) غلط سلط کلمۂ توحید پڑھتے ہیں۔
(۲) مردے دفن کرتے ہیں۔
(۳) قاضی سے نکاح پڑھواتے ہیں۔
(۴) اور ختنہ کراتے ہیں۔

باقی تمام اطوار و عادات ہنود کی ہیں۔ ہم ان کے سامنے اعلانیہ اسلام کے فضائل بیان نہیں کرسکتے اولاً رفتہ رفتہ آریوں کے عقائد وغیرہ کی برائی کرنا چاہیئے۔ راجپوتوں کی قومی شجاعت وفا، مروت، شرافت، کے

واقعات بیان کرکے ان کے شریف جذبات کو برانگیختہ کرنا زیادہ مفید ہوگا نشست و برخاست میں ان کو بلند اور باعزت جگہ دینا چاہیئے۔ ان لوگوں سے کھیتوں پر جاکر ملنا مقصد برآری میں زیادہ مفید پایا گیا ہے۔
صدر دفتر آگرہ سے یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ آریہ اخبارات شدھی کی تعداد ساڑھے سات ہزار بتلاتے ہیں لیکن تحقیق کرنے سے ثابت ہوا کہ یہ تعداد بالکل غلط ہے البتہ سات سو کی تعداد اقرب الی الصواب ہے۔
صدر دفتر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرتدین کی کافی تعداد مکرر دائرہ اسلام میں داخل ہوئی ہے۔ جس کا صحیح اندازہ تقریباً ایک سو پچاس بتلایا گیا۔ مکرر اسلام کے واقعات حسن پور، الور، رائے بہا وغیرہ مواضعات میں ہوئے ہیں۔ یہاں پر گو ملک کے ہر گوشہ سے مبلغین آرہے ہیں تاہم ضرورت اور زیادہ کی ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ جو صاحب تبلیغ کے لئے آئیں وہ عرصہ تک قیام کریں۔ ماہ دو ماہ رہنے کے مقصد سے آنا کچھ زیادہ سود مند نہیں ہوگا۔ اب میں عریضہ ختم کرتا ہوں کیونکہ آدھے گھنٹہ بعد میں تبلیغ کے لئے روانہ ہوجاؤنگا لیکن ایک ضروری امر قابل اطلاع ہے میں نے سہارنپور سے ہی قصد کرلیا تھا کہ اس سفر میں اور مابعد قیام میں جو کچھ صرف ہوگا وہ میں مد تبلیغ سے نہ لونگا، بلکہ کل اخراجات اپنی جیب سے کرونگا، یہاں آکر اس ارادہ میں تقویت ہوگئی۔ چنانچہ آج صبح ٹکٹ ریل، قلی، شکرم وغیرہ کی اجرت و کرایہ کے دام کا سب حساب کرکے مولوی احمد نور صاحب کو سمجھادیا۔ نیز جو مبلغ پانچ روپیہ آپ نے مصارف ذاتی کیلئے دیئے تھے میں نے وہ بھی واپس کردیئے ہیں۔ انشاء اللہ اب میں اپنا فرض منصبی پہلے سے زیادہ اخلاص اور جانفشانی سے انجام دونگا۔"

فقط والسلام،　　محمد اسعد اللہ، ۶ اپریل ۱۹۲۳ء"

مکتوب نمبر (۲)

چھٹی اپریل ۱۹۲۳ء کو پہلا عریضہ روانہ کرنے کے بعد میں تین ہمراہیوں کے ساتھ موضع پائی روانہ ہوگیا موضع پائی متھرا سے تقریباً سات میل ہے۔ لیکن راستہ کی ناواقفیت کے باعث عشاء کے قریب پہنچے۔ وہاں بعض دیگر مبلغین پہلے سے موجود تھے۔ ہم نے ملکر ملکانوں کو جمع کیا۔ کچھ لوگ آئے چونکہ ہندو مسلم میں کسی قسم کا امتیاز نہیں اسلئے ہم ان کو مسلمان سمجھے لیکن وہ ہمارے ساتھ تمسخر کرتے اور لغو باتیں بکتے تھے تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ ہندو تھے۔ بعد میں کچھ مسلمان راجپوت بھی آگئے ان سے گفتگو ہوئی، گیارہ بجے تک یہ سلسلہ رہا، اس گاؤں میں مسجد نہیں ہے۔ چونکہ کنوئیں میں سے ہم خود پانی نہیں نکال سکتے تھے اور مانگ بھی نہیں سکتے تھے۔ بمجبوری ایک تالاب پر وضو کرکے فریضہ عشاء ادا کیا۔ کوئی محفوظ جگہ سونیکے لئے بھی نہ مل سکی، اللہ کے بھروسہ پر ایک ناہموار رتیلی زمین پر شب بسر کی۔ بعد نماز صبح پھر گاؤں کے نمبردار چودھری سے ملے۔ انھوں نے کہا کہ نہ ہم

مسلمان ہیں، نہ ہندو نہ ہم تمہارے ساتھ کھا پی سکتے ہیں۔ کیونکہ تم بڑا گوشت کھاتے ہو۔ ہم اشدھ بھی نہیں ہوتے۔ البتہ اگر مواضعات، اندی، نوگانواں اسیار وغیرہ کے لوگ اشدھ ہو جاوینگے تو ہم بھی اشدھ ہونگے ورنہ ہماری برادری چھوٹ جاویگی۔ اور رشتہ ناطہ نہ ہو سکے گا۔
بہت دیر تک گفتگو کے بعد فی الجملہ اطمینان کی صورت ہوئی۔ لیکن قابل اعتماد نہیں، چونکہ پائی کی اشدھی کی خبر دس اپریل کی تھی۔ اسلئے بعض مبلغین کو وہاں چھوڑ کر سات اپریل کی شام کو معہ رفقار آ بہر آیا۔ جو پائی سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں کے راجپوتوں سے ملکر بات چیت کی گو جوابات ان کے بھی تقریباً وہی تھے جو پائی کے راجپوتوں نے دیئے تاہم ان میں اخلاق اور صلاحیت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ ان کو خوب اچھی طرح سمجھا کر اطمینان کے بعد ہم نے متھرا کا قصد کیا، کیونکہ معلوم ہوا تھا کہ آٹھ اپریل ۲۳ء کو نوگانواں میں اشدھی ہونیوالی ہے۔ نوگانواں خود بھی متھرا میں بڑا موضع ہے اور اس کے زیر اثر اور بہت سے گاؤں ہیں۔ شب کو قریب عشار متھرا پہنچے۔ اس تمام سفر میں صرف ایک وقت ایک سقہ سے روٹی پکوا کر کھائی تھی یا اب متھرا میں بازار سے لیکر کھائی۔ ورنہ فاقہ یا چنوں پر گذر ہوا۔ اس نواح میں سقے، فقیر، رنگریز بکثرت ہیں یا ملکانے راجپوت، اور کوئی قوم نظر نہیں آتی۔ ارادہ تھا کہ سات اپریل ۲۳ء کی شب کو نوگانواں روانہ ہو جاؤں۔ لیکن یہ معلوم ہوا کہ صرف دو اشدھی ہونگے اور علمار بکثرت وہاں پہنچ چکے ہیں، شب کا قصد ملتوی کر دیا۔ آٹھ اپریل ۲۳ء کی صبح کو میں نے براری جانیکا قصد کیا، لیکن متھرا میں شور تھا کہ نوگانواں میں عظیم الشان اشدھی ہونے والی ہے اور بہت سے ہندو وہاں جارہے تھے، میں نے بھی نوگانواں کے ارادہ سے اسٹیشن کا راستہ لیا۔ اتفاق سے ریل تین گھنٹہ لیٹ تھی۔ جلدی کے خیال سے کچھ دور پیدل چلا۔ اس کے بعد تانگہ لیکر بیس میل طے کر کے نوگانواں پہنچا۔ تانگہ سے اتر کر اشدھی کے موقعہ پر پہنچا، اس قلبی کیفیت کو جو یہاں پہنچکر میرے قلب پر طاری ہوئی سپرد قلم کرنا دشوار ہے۔ ہمارے اسلامی بھائی ہم سے ہمیشہ کیلئے جدا کئے جارہے تھے۔ وہ قلوب جو محض خدائے واحد کی پرستاری کے واسطے کعبہ تھے ان میں بتوں کو جگہ دیجارہی تھی۔ وہ دل جو خالص اسلامی بستی تھے، ان میں سے اسلامی تسلط ہمیشہ کیلئے اٹھ کر کفر کی آبادی بھررہی تھی، اس منظر کو میں نے کس دل سے برداشت کیا کن آنکھوں سے دیکھا دشوار ہے کہ آپ پر منکشف کر سکوں، اس کو صرف مشاہدہ اور قوت ایمانی بتلا سکتی ہے۔ میرے سوا وہاں کوئی دوسرا مسلمان نہ تھا، ہر چہار جانب ہندوؤں کا مجمع تھا۔ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ ان لوگوں کے جذبات ہیجان میں ہیں ایسا نہ ہو کہ درپے گزند ہوں۔ اس جگہ قیام میں کوئی مفید صورت نہ تھی، ظہر کا وقت ہو گیا تھا اسلئے مسجد میں گیا۔ وہاں مختلف انجمنوں کے بارہ مبلغ پہلے سے موجود تھے، سب نے ملکر غور کیا کہ اس وقت کیا راہ عمل اختیار کیجاوے۔ لیکن کوئی

مفید تدابیر ذہن میں نہ آئی۔ نوگانواں میں فساد کے اندیشہ سے تحصیلدار، تھانہ دار نے جو دونوں آریہ تھے ان مسلمانوں کے جو اشدھی میں مانع تھے مچلکہ لے لئے تھے۔ آٹھ اپریل کی صبح کو فاقہ رہا، شام کو پاؤ بھر لڈو خرید ے جو تین آدمیوں نے کھائے اور اسٹیشن کو روانہ ہو گئے۔ تمام راستہ آریہ ملتے تھے اور تمسخر کرتے تھے۔ اس موقعہ پر تقریباً چالیس آدمی مرتد ہوئے۔ لیکن راستہ میں کوئی ستر کی تعداد بتلاتا تھا، کوئی نوسو، اور کوئی چودہ سو، عشار کے قریب اسٹیشن پر پہنچے، گیارہ بجے متھرا پہنچے یہاں بھی کھانا کچھ نہ ملا، بارہ بجے دفتر پہونچکر سو رہے۔ آج نو اپریل ۱۹۲۳ء کو مجھے دفتر کا باقاعدہ چارج مل گیا، لیکن آمد و خرچ کا حساب میں نے اپنے ذمہ لینے سے انکار کردیا۔ یہ مولوی عرفان صاحب کے پاس رہیگا۔

مسلسل پا پیادہ چلنے کی وجہ سے پاؤں میں آبلے پڑ گئے۔ قبض کی شکایت رہتی ہے۔ پانی یہاں دیہات میں بالعموم کھاری ہے۔ ہندو راستہ نہیں بتلاتے یا غلط بتلاتے ہیں۔ بعض جواب بھی نہیں دیتے اس سے مشکلوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ تمام مبلغین کی متفقہ رائے ہے کہ یہاں محض دورہ بے سود ہے۔ یا تو پنچایتیں قائم کرائی جائیں کیونکہ۔ یہ لوگ پنچایتوں کے فیصلہ کے بہت زیادہ پابند ہیں یا جو شخص آئے وہ ایک ہی گاؤں میں بالاستقلال اقامت کرے تو ممکن ہے کہ چار چھ ماہ میں کوئی اچھا نتیجہ نکل سکے، ورنہ کوہ کندن و کاہ برآوردن کا مصداق ہے۔ یہاں گرمی شدید ہے جب گاؤں میں جاتے ہیں لوگ ذلت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ فقرے کستے ہیں۔ لیکن سوائے خاموشی کے چارہ نہیں۔ یہ امر پایہ تحقیق کو پہنچ گیا کہ آریہ لوگ روپیہ کا لالچ دیتے ہیں، سابقہ قرضوں کا دباؤ ڈالتے ہیں اسلئے یہ لوگ مرتد ہو رہے ہیں۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ وہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ مذہب دھرم یا ایمان کیا ہے۔ آریوں نے ان کو ایسا روپیہ کا عادی کردیا ہے کہ وہ اب مسلمانوں سے بھی روپیہ مانگتے ہیں۔ نوگانواں کا ایک نمبردار کہتا تھا کہ یہ سب اشدھی والے انشاء اللہ دو تین دن میں واپس ہو جاویںگے اور جینئو توڑ ڈالیں گے خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین۔ موضع الور میں تقریباً دس آدمی اشدھی ہو کر پھر مسلمان ہو گئے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ہندو جس سرگرمی سے کام کر رہے ہیں مسلمان اس کا عشر عشیر بھی توجہ نہیں کر رہے ہیں۔

پنڈت مدن موہن مالویہ نے لکھا ہے کہ وہ ایک پرانے مقدمہ کی پیروی میں مصروف ہے۔ اس سے فارغ ہو کر اشدھی سبھا میں کام کریگا، شردھانند خود گاؤں گاؤں پھرتا ہے۔ مالویہ جی کے لڑکے برابر کام کر رہے ہیں۔ آریہ سماج کے دیگر معزز لوگ پا پیادہ کوسوں سفر کرتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہم مسلمانوں میں یہ جوش یہ جانفشانی یہ ایثار نہیں دیکھا جاتا۔ آریوں نے اشدھی کی تحریک عالمگیر بنادی ہے۔ سنا ہے کہ سہارنپور کے گردونواح میں بھی یہ ناپاک تحریک شروع ہو گئی ہے۔ اس تحریک میں ہندوؤں کے کل فرقے جواب سے

پہلے آپس میں سخت دشمن تھے. نہایت اتفاق سے کام کر رہے ہیں اور سب کام روپیہ سے نکال لیتے ہیں. کل ایک اشدھی نوگانواں میں بھی اور تین اشدہ یہاں دوسرے مواضعات میں ہوئیں. عام طور سے ملکانوں کی زبان کا سمجھنا بھی دشوار ہے. آپ وہاں کام کرنے کیلئے جماعت تیار کرتے رہیں. اب ہندوستان کے ہر گوشہ میں تبلیغ کی ضرورت ہے. میں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح آریوں سے مناظرہ ہوجائے. راجپوتوں کو ابھارا کہ جھوٹ سچ مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے مگر روپیہ نے ان کی آنکھوں پر ایسی پٹی باندھ دی ہے کہ کچھ نہیں سوجھا۔"

فقط والسلام۔ محمد اسعد اللہ ۹ را اپریل ۱۹۲۳ء"

باوجود ان عوائق و موانع کے جو ان دو مکاتیب سے معلوم ہوتے ہیں. ان حضرات کی مساعی جمیلہ سے ان علاقوں میں سینکڑوں مکاتب قرآن شریف کیلئے جاری کئے گئے صرف نواح علی گڈھ و متھرا میں چودہ مدارس قائم ہوئے جن میں بیک وقت مجموعی طور سے ساڑھے تین سو لڑکوں نے قرآن پاک کی تعلیم اور مذہبی امور سے واقفیت حاصل کرنا شروع کی۔ اسی کے ساتھ ساتھ مدرسہ کے مبلغین نے (جو اسی انجمن کے تربیت یافتہ تھے) آریہ سماج کے کارکنوں نیز اہل بدعت اور قادیانیوں سے جابجا کامیاب مناظرے کئے جن کی رپوٹیں اس زمانے کے اخبارات میں بڑی تفصیل سے شائع ہوئیں. چنانچہ میرٹھ میں حکیم محمد مصطفٰے صاحب کی طلب پر مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب و مولانا اخلاق احمد صاحب تشریف لیگئے اور پنڈت دھرم بھکشو سے الہامیت قرآن مجید و وید پر مناظرہ ہوا جس میں پنڈت جی نے پانچ ہزار افراد کے عظیم مجمع کے سامنے اس امر کا اقرار کیا کہ وید کا ماننا نجات کیلئے کوئی ضروری نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مرشد آباد، سہارنپور، جالندھر، دہلی، متھرا، ریواڑی وغیرہ میں بھی بکثرت مناظرے ہوئے اور الحمد للہ مجاہدین مدرسہ اور اور اہل اسلام کو ہر جگہ کامیابی ہوئی۔

اکابر کی مساعی جمیلہ

اس فتنہ کے سدباب کیلئے مسلمانوں کی سب ہی جماعتوں نے اپنے اپنے طور پر کوششیں کی اور مؤثر اقدامات کئے. حق تعالیٰ ان کی مساعی کا بہترین بدلہ ان کو مرحمت فرمائے. ہمارے اکابر نے بالعموم اور حضرت اقدس تھانوی و امام التبلیغ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بالخصوص اس سلسلہ میں انتھک محنتیں فرمائیں اور حمیت اسلامی کا پورا پورا ثبوت دیا، حضرت حکیم الامتؒ نے تو مستقل دو مبلغ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونی اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مظاہری مفتی خانقاہ اشرفیہ کو متعین فرماکر ان کو حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کی زیر نگرانی تبلیغ کا امر فرمایا. کام کرنیکے اصول مقرر فرمائے اور مستقل وفود روانہ فرمائے. مزید معلومات کیلئے اشرف السوانح کے چند اقتباسات یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

۱۳۴۱ھ میں اطراف آگرہ سے فتنۂ ارتداد کی خبر پہنچی تو حضرت والا (تھانوی) نے مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی

اور مولانا عبدالمجید صاحب کو وہاں کیلئے تجویز فرمایا اور ہر دو حضرات کو مناسب نصائح و ہدایات کے بعد رخصت فرمایا اور کل دو سال تک اس سلسلہ کو نہایت اہتمام سے جاری فرمایا۔ ایک سفر خود بھی فرمایا جس میں ریواڑی نارنول موضع اسمٰعیل پور میں وعظ ہوا۔ اسکے بعد دوسرے سفر قصبہ نوح اور فیروز پور، جھرکہ وغیرہ کیلئے ارادہ فرمایا۔ مگر عذر پیش آجانے کیوجہ سے سفر موقوف ہو گیا۔ اس تبلیغ سے حضرت کو اسقدر تعلق تھا کہ اس دوران میں ایک دوست نے مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی کو حج کیلئے بھیجنا چاہا۔ انھوں نے حضرت تھانوی سے اجازت چاہی۔ ارشاد فرمایا کہ جس کام میں یہاں مشغولی ہے وہ حج نفل سے مقدم و افضل ہے۔ حضرت نے اس کام کے سلسلہ میں ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی۔ چنانچہ ایک والانامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

حالات سے بہت کچھ امیدیں ہوئیں اور مجھ کو اس سے پہلے بھی صرف آپ جیسے مخلصین کا جانا اور پھر مولوی محمد الیاس صاحب کا ساتھ ہونا یقینی کامیابی دلاتا تھا۔ علم غیب تو حق تعالیٰ کو ہے۔ مگر میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ سب وفود سے زیادہ نفع آپ صاحبوں سے ہوگا، بخدمت مولوی صاحب سلام مسنون۔

اس نوع کے بہت سے مکاتیب اشرف السوانح میں موجود ہیں۔ دعوت تبلیغ کیلئے حضرت تھانوی نے بہت سے اصول تجویز فرمائے تھے۔ اول یہ کہ مبلغ کو لوگوں پر کھانے کا یا اور کسی قسم کا بار ہرگز نہ ڈالنا چاہیئے حتیٰ کہ اگر وہ اپنی خوشی سے بھی کوئی خدمت کرنا چاہیں تب بھی عذر کر دیا جائے۔ البتہ صرف اس کی اجازت ہے کہ اگر کوئی شخص مبلغ سے آٹے وغیرہ کے پیسے لیکر کھانا پکوا دے تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ کسی مقامی مصلحت کے خلاف نہ ہو اور کوئی شرعی مانع بھی نہ ہو اور اس کی بھی اجازت ہے کہ جن ضروری چیزوں کا انتظام مبلغ خود نہ کر سکے، مثلاً چارپائی وہ اگر کوئی شخص خوشی سے پیش کرے تو استعمال کرنے میں مضائقہ نہیں۔ مگر از خود ایسی اشیاء طلب نہ کیجائیں۔ البتہ اگر کسی کے بلانے پر جادیں تو داعی کے یہاں کھانا اور اس سے کرایہ لینا امر آخر ہے۔

حضرت تھانویؒ کے ہی تجویز کردہ اصول موجودہ دور میں تبلیغی جماعت والوں نے بھی کم و بیش اپنا رکھے ہیں۔

یہ سال حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کے لئے تدریس حدیث کا اولین سال تھا جس میں مدرسہ کی طرف سے بخاری شریف کے تین پارے از تیرہ تا پندرہ نامزد کئے گئے۔ افتتاح درس حدیث کی تقریب اس طرح ہوئی کہ مولانا عبداللطیف صاحب کے یہاں بخاری و ترمذی کے اسباق ابھی ابتدائی ہی تھے۔ اسلئے شروع شروع میں تقاریر کا اتنا زور رہا کہ ماہ جمادی الثانی تک بخاری شریف جلد اول بھی پوری نہ ہو سکی جبکہ اس زمانے کے تعلیمی اصول و قواعد کی بنا پر حضرت سہارنپوری کے یہاں شوال میں ترمذی شروع ہو کر ماہ صفر کے آخر تک ختم ہو جایا کرتی تھی۔ اور اس کے بعد انہی دو گھنٹوں میں بخاری شریف شروع ہو کر ماہ رجب میں بہت

اطمینان سے ختم ہوجاتی تھی۔ بھلا حضرت سہارنپوری اس تعلیمی بے اصولی اور طلباء کیلئے مضر صورت کو کیسے خاطر میں لاسکتے تھے۔ اسلئے انتہائی ناراض ہوئے اور مہتمم صاحب سے فرمایا کہ بخاری شریف بقیہ دوسرے مدرسین پر تقسیم کردی جائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ چند پارے مولوی زکریا کو بھی دیدینا۔ یہ فرماکر حضرت سہارنپوری تو کہیں باہر سفر میں تشریف لیگئے۔ یہ سفر غالباً بلند شہر کا تھا اور ان کی غیبت میں اسباق تقسیم ہوگئے۔ لیکن حضرت شیخ ...... نے اسباق لینے سے انکار فرمادیا۔ اس انکار کی کیا وجہ تھی۔ اس کو خود انہی کے الفاظ میں سینئے فرماتے ہیں۔

(تدریس بخاری کا) مجھ پر اسقدر بوجھ ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے مشکوٰۃ بھی اس وقت تک نہیں پڑھائی تھی۔ میں نے مہتمم صاحب سے عرض کیا کہ بہت نامناسب ہوگا۔ آپ مجھے ہرگز نہ دیں۔ حضرت مولانا ثابت علی صاحب اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب ہی کو دیں۔ مہتمم صاحب نے بھی موافقت کی۔

ان دونوں حضرات کو پانچ پانچ پارے دیدیئے گئے اور سات آٹھ پارے مولانا عبداللطیف صاحب کے پاس بدستور رہے۔ تیسرے دن حضرت سفر سے واپس تشریف لائے۔ میں ڈاک لکھ رہا تھا۔ مہتمم صاحب سے دریافت کیا، پارے بانٹ دیئے؟ مہتمم صاحب نے عرض کیا، حضرت تقسیم کردیئے، اس نے لینے سے انکار کردیا۔ حضرت اس سیہ کار پر خوب ناراض ہوئے، فرمایا، بہت اچھا، انکار کردیا تو ہماری پاپوش سے۔ یوں چاہتے ہیں کہ ہماری خوشامد ہو...... مکان پر تشریف لیجاتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ حضرت تو ناراض ہی ہوگئے۔ فرمایا ناراض نہ ہوں جب میرا کہنا نہ مانا۔ میں نے کہا حضرت توبہ توبہ مجھے تو یہ خیال ہوا کہ مدرسہ کی بڑی بدنامی ہے۔ دوسرے مدرسہ والے کیا کہیں گے کہ نوعمر لڑکے کو جس نے مشکوٰۃ بھی نہیں پڑھائی، بخاری دیدی حضرت نے فرمایا کہ نوعمر لڑکے کو میں ہی جانوں دوسرے لوگ کیا جانیں۔ اگر کوئی الزام دیگا تو مجھے دیگا تمھیں تو نہیں دیگا۔ [۵]

اسپر حضرت شیخ نے تعمیل حکم بلکہ اصرار پر بخاری شریف کے تین پارے اپنی طرف منتقل کرائے اور درس بخاری میں اپنی وسیع معلومات اور فن کے ساتھ غیر معمولی مناسبت کا ثبوت دیا۔ چونکہ پیہم اصرار اور ردوقدح کے بعد یہ منظور ہوئے تھے، اور ادھر سے انکار اور ادھر سے اصرار کا چرچا بھی طلبہ میں بکثرت ہوچکا تھا۔ اسلئے —

---

[۵] آپ بیتی صفحہ ۹۸/۲ (مثق)

الحمد للہ اس موقعہ پر بھی کوئی شورش اور کوئی آواز کسی گوشہ سے بھی سنائی دی۔ بخاری شریف کے ان چند اسباق کی تکمیل کامیاب طریقہ سے ہو جانے کے بعد اگلے سال حضرت شیخ کو مشکوٰۃ شریف مل گئی۔ جو متواتر ۱۳۴۴ھ تک زیر درس رہی۔

عطیہ دوامی مدرسہ کیلئے عطایائے وقتی کے ساتھ ساتھ عطایائے دوامی کا سلسلہ الحمد للہ ابتداء ہی سے جاری رہا اور بعض سالوں میں اس عطیہ دوامی میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔
چنانچہ اس سال بھی آصف جاہ سابع میر عثمان علیخاں بہادر فرمانروائے دولت آصفیہ حیدر آباد نے مدرسہ کے توجہ دلانے پر ۲۰۰ دو سو روپیہ کلدار ماہانہ کا وظیفہ مستقلاً مقرر فرمایا۔ جس کی اطلاع ایک خصوصی مکتوب کے ذریعہ اہل مدرسہ کو بایں الفاظ ملی۔

بخدمت مہتمم صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور بمقدمہ اجرائے امداد ماہانہ برائے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور بجواب مراسلہ نشان ۱۰۸۸ مورخہ اکیس ۲۱ اسفند یار ۱۳۳۰ف بہ مقدمہ صدر نگارش ہے کہ سہارنپور کے مدرسہ حدیثیہ (مظاہر علوم) کی امداد کی نسبت بارگاہ جہاں پناہی سے ذریعہ فرمان واجب الاذعان مرقومہ سات جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ یہ حکم لطف شیم شرف صدور لایا ہے کہ غرہ جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ سے مدرسہ مذکورہ کے نام ۲۰۰ دو سو روپیہ کلدار ماہانہ دواماً ہماری ریاست کی طرف سے جاری کیے جائیں۔ فقط۔ دستخط ....

چنانچہ اس عطیہ کی پہلی قسط مبلغ نوسو روپیہ (جو کہ ساڑھے چار ماہ کا وظیفہ تھا) عین جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مدرسہ میں پہنچی جس پر مدرسہ کی جانب سے شکریہ کا تار بھیجا گیا۔ اور بھی بہت سے معاونین نے اپنے اپنے طور پر شکریے کے تار روانہ کیے۔

طلباء اس سال طلباء کی مجموعی تعداد چار سو تینتیس (۴۳۳) تھی جن میں شعبہ عربی کے طلبا ایک سو نوے (۱۹۰) تھے اور باقی دوسرے درجات سے متعلق رہے۔ سالانہ امتحان حسب معمول بارہ ۱۲ شعبان سے شروع ہو کر بیس ۲۰ شعبان تک ہوا۔ درجہ ابتدائی عربی کا تقریری امتحان حسب دستور حضرت مولانا صدیق احمد صاحب کے پاس ہوا اور بقیہ درجات کا امتحان مدرسہ کے دیگر مدرسین نے لیا۔ امتحان میں شریک ہونے والے کل طلبا تین سو اٹھاسی (۳۸۸) تھے۔ باقی پینتالیس (۴۵) طلبا بیماری اور رخصت وغیرہ کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ گویا چھیانوے (۹۶) فیصد طلباء کامیاب ہوئے۔ امتحان دینے والے ان طلباء نے درجہ ابتدائی عربی کی دو سو اڑتالیس (۲۴۸) کتب اور درجہ فارسی کی دو سو تراسی (۲۸۳) کتب میں امتحان دیا۔
اس سال دورہ سے فارغ ہونے والے طلبا سولہ (۱۶) تھے جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

حافظ (قاری) سعید احمد اجراڑوی، (جنھوں نے اپنی حیات کے آخری دور تک مدرسہ کو اپنی خدمات سے نوازا اور مدرسہ کے اہم بالشان شعبہ جات . شعبہ تجوید و تدریس و دارالافتاء کی شاندار خدمات انجام دیں) مولوی عبدالعلی اعظم گڈھی، مولوی مظفر علی سلہٹی، مولوی خلیل الرحمٰن ارکانی، مولوی محمد اسحٰق پورقاضوی مولوی حکیم ایوب حسن سہارنپوری، مولوی عبدالواحد چاٹگامی، مولوی ملکوت الرحمٰن چاٹگامی، مولوی کفیل الدین کمرلوی، مولوی یعقوب چاٹگانی، مولوی سعید الرحمٰن ارکانی، مولوی محمد اسمٰعیل جہلمی، مولوی عبدالرحمٰن میمن سنگھی، مولوی معین الدین آروی، مولوی عبدالقیوم سہارنپوری، مولوی اخلاق احمد سہارنپوری "

اس جماعت میں اول نمبر سے کامیاب ہونیوالے قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی تھے، جنھوں نے تیرہ کتب میں امتحان دیکر دوسو اڑتالیس (۲۴۸) نمبرات حاصل کئے اور قرآن شریف مترجم، جوابات محذورات عشر، ضحایا، جہد المقل، براہین قاطعہ کتابیں انعام میں حاصل کیں "

جو طلبا اس سال فارغ ہوئے ان میں سے اکثر کو مدرسہ نے فتنۂ ارتداد کی روک تھام کی غرض سے آگرہ، متھرا، بلند شہر وغیرہ کے اطراف میں بھیجا، ان کے علاوہ مولانا عبدالشکور صاحب کاملپوری، مولوی ہدایت علی صاحب بستوی بھی (جو گذشتہ سال مدرسہ سے فارغ ہوئے تھے) اس وفد میں شامل تھے . ان حضرات کی مساعی سے الحمدللہ بہت سے ڈگمگاتے قدم اپنی جگہ پر جمے اور بہت سی سعید روحوں کو ثبات و استقلال نصیب ہوا"

تغیرات مولوی لطیف الرحمٰن صاحب ناظم کتب خانہ کی معاونت کی غرض سے اس سال مولوی مظہر علی خاں راجوپوری کا جدید تقرر ہوا . مولانا موصوف اسی مدرسہ کے تعلیم یافتہ تھے اور علی گڈھ میں مناسب مشاہرہ پر ایک ڈاکٹر کے یہاں ان کے بچوں کے اتالیق تھے . لیکن حضرت اقدس سہارنپوری کے حکم کی تعمیل میں اس مشغلہ کو خیرباد کہہ کر مدرسہ میں چلے آئے، اور نظارت کتب خانہ کی خدمات انجام دینی شروع کیں، ایسے ہی منشی محمد عمر صاحب اپنی طویل بیماری کیوجہ سے مستعفی ہوئے اسلئے ان کے قائم مقام مولوی محمد حسین صاحب سہارنپوری مدرس دوم بنائے گئے . اسکے علاوہ اور کوئی خاص تغیر اس سال قابل ذکر نہیں ہوا"

جلسہ سالانہ مدرسہ کا انسٹھواں (۵۹) سالانہ جلسہ اس مرتبہ بجیسؔ رجب ۱۳۴۲ھ مطابق دو مارچ ۱۹۲۴ء کو جامع مسجد میں منعقد ہوا . جسمیں سب سے اول شعبۂ تجوید کے چند طلبہ نے خوش الحانی کے ساتھ قرآن پاک سنایا، قرأت سے فارغ ہو کر قاری حافظ سعید احمد صاحب اجراڑوی، مولوی اخلاق احمد مولوی مسعود احمد راجوپوری نے تقاریر کیں . پھر مدرسہ کی جانب سے مولانا محمد اسعد اللہ صاحب نے مدرسہ کے حالات اور کوائف سنائے . بعد ازاں مولانا عبدالرحیم صاحب نے اور ان کے بعد مولانا زکریا قدسی نے وعظ فرمایا.

گرمی کی وجہ سے اسی مجلس میں طلبا کو انعام تقسیم نہ ہو سکا جو بعد میں تقسیم ہوا۔ جلسہ میں بطور خاص شرکت فرمانیوالے حضرات یہ تھے، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، مولانا عبدالرحیم صاحب، مولانا عاشق الٰہی صاحب، شیخ رشید احمد وغیرہ وغیرہ"

۶۰سنہ بنائی مطابق سنہ ۱۳۴۲ھ

سال گذشتہ کے احوال و کوائف کے سلسلہ میں ہم انجمن ہدایت الرشید اور وفد راجپوتانہ کے متعلق بہت کچھ تفصیل تحریر کر چکے ہیں۔ اس سال بھی مبلغین مدرسہ نے جانفشانی اور تن دہی سے فریضۂ تبلیغ انجام دیا جس کی رپورٹیں مدرسہ کو وقتاً فوقتاً ملتی رہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب ناظم مجلس نمائندگان تبلیغ نے آگرہ سے ناظم مدرسہ کو اپنے یہاں کے حالات اور کام کی رفتار اور اس کی نوعیت کے متعلق تحریر فرمایا کہ!

ماشاء اللہ آپ کے کل وفود نہایت سعی و کامیابی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ حال ہی میں مولوی سعید الرحمٰن صاحب ارکانی کی کوشش سے اٹھارہ ملکانے موضع دہیٹروا میں مشرف باسلام ہوئے۔

اور دوسری خوشخبری یہ ہے کہ تیس ستمبر کو بی آر۔ شرما، بی، اے معہ اپنی اہلیہ اور دو بچوں کے مشرف باسلام ہوئے۔ اس معاملہ میں بھی مولوی سعید الرحمٰن صاحب کے سر سہرا رہا۔" [1]

اس کے علاوہ بکثرت اسی نوع کی اور دوسری رپورٹیں مدرسہ میں پہنچیں جن سے ان مبلغین کی مساعی اور جدوجہد کا اندازہ ہوتا ہے۔

انجمن ہدایت الرشید کے پیش نظر دو چیزیں بطور خاص رہیں۔ ایک مبلغین اور وفود کی روانگی، دوسرے مناظرین و مقررین کی علمی و ذہنی طور پر تیاری، اس سلسلہ کے جمیع اخراجات کے خاص طور پر انتظام و انصرام کرنیوالے مولوی ممتاز علیخاں بلوچستانی اور سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب پٹنہ والے تاجر کلکتہ اور جناب الحاج فصیح الدین صاحب تھے۔ ان ہر سہ حضرات کے عطیہ جات سے انجمن اپنے تمام اخراجات پورے کرتی رہی۔

اخراجات کی طویل فہرست میں مبلغین کی تنخواہیں اور ان کے اخراجات، قائم کردہ مدارس کی ضروریات کی کفالت تعلیم حاصل کرنیوالے غریب و نادار بچوں کیلئے قاعدے، سیپارے، قرآن مجید، لکھنے پڑھنے کا ضروری سامان وغیرہ وغیرہ، بہت سی ضروری چیزیں شامل تھیں۔ لیکن جب سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب نے بعض مجبوریوں کی بناء پر ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۲ھ میں اپنی گرانقدر امداد بند فرمادی تو حوصلوں کا پست ہوجانا یقینی اور کام کی رفتار میں اضمحلال ہونا ظاہری تھا۔ اسلئے بمجبوری آہستہ آہستہ اکثر مبلغین واپس بلانے پڑے اور قائم کردہ مدارس

---

[1] روداد صفحہ ۲۵۵

صاحب ارکانی باقی کو بصد حسرت وافسوس اپنے حال پر چھوڑنا پڑا۔ یہانتک کہ صرف ایک مبلغ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ارکانی باقی رہ گئے۔ انجمن نے ان کے اخراجات ومشاہرہ سے بھی معذوری ظاہر کردی۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس مخلص کے اخلاص میں کچھ فرق نہ آیا اور برابر اسی جانفشانی اور مقصد کی لگن سے مدارس کی نگرانی اور فریضۂ تبلیغ انجام دیتے رہے۔ البتہ شعبۂ تقریر ومناظرہ پہلے سے کہیں زیادہ نظم وضبط کے ساتھ جاری رہا۔ اور ایک کثیر جماعت تقریبًا پچاس طلبہ کی اس سے وابستہ رہی۔ اس شعبہ کیلئے مدرج اندراج اور دوسرے انتظامی امور کیلئے مولوی محمد اسحٰق انصاری مظاہری، مولوی ممتاز علی مظاہری، مولوی حکیم عبدالعلی جونپوری، منشی عبدالرحمٰن نومسلم، مولوی عتیق احمد صاحب دیوبندی، ان پانچ اراکین کا جدید تقرر ہوا۔ مولوی عتیق احمد صاحب نے انجمن کی تمام خدمات بلامعاوضہ انجام دیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

بذل المجہود جلد اول کی طباعت

بذل المجہود کی طباعت کا سلسلہ کئی ماہ سے مسلسل جاری تھا، اور امید تھی کہ بہت جلد پہلی جلد طبع ہوکر آجائیگی۔ لیکن واقفین جانتے ہیں کہ اہل مطابع کے یہاں طباعت وغیرہ میں کتنی سستی اور کاہلی ہوتی ہے۔ چنانچہ باوجود صدہا کوششوں کے اس کی طباعت کا نظم قابو میں نہ آسکا، حتیٰ کہ مستقل ایک آدمی طباعت وکتابت کی معاونت کیلئے مقرر کیا گیا۔ بالآخر احباب کی مساعی سے جلد اول ۱۳۴۲ھ میں طبع ہوکر آئی۔ چونکہ مدرسہ کی مالیات میں نشر واشاعت کتب کا کوئی مستقل مد نہیں تھا۔ اسلئے اس کے اخراجات حضرت سہارنپوری کے متوسلین اور خود حضرت سہارنپوری نے اپنی جیب سے ادا کئے اور مدرسہ کی مالیات سے اس سلسلہ میں کوئی اعانت قبول نہیں فرمائی۔

ایک حادثہ

حضرت مولانا ثابت علی صاحب مدرس دوم بہت ابتدائی مدرسین میں تھے۔ تمامی علوم وفنون مدرسہ میں ہی رہکر حاصل کئے اور فراغت کے بعد یکم محرم ۱۲۹۷ھ سے ۲/۸ روپے مشاہرہ پر معین مدرس فارسی مقرر ہوئے۔ چند سال بعد جب اونچے مدرسین میں شمار کئے جانے لگے تو حدیث کی متفرق کتابیں پڑھائیں ابن ماجہ شریف مولانا کا خاص سبق تھا۔ اس سال مولانا کا بیست ربیع الثانی شب جمعہ میں بہتر سال کی عمر میں بمرض احتباس بول انتقال ہوا۔ اور قبرستان حاجی شاہ میں مدفون ہوئے۔ انتقال کے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور زور سے فرمایا کہ " مجھے نہ کسی سے کچھ لینا ہے نہ کسی کو کچھ دینا "

بڑی عجیب زندگی تھی، مدرسہ کے اوقات کا خاص اہتمام فرماتے تھے، رمضان اور بقرعید کی تعطیل کے علاوہ کبھی مکان پر مدرسہ کے حرج کی وجہ سے نہیں گئے۔ ایک مرتبہ دربان نے دو منٹ بعد گھنٹہ بجایا، فورًا اپنی درسگاہ سے اٹھکر تشریف لیگئے اور دربان کے ایک تھپڑ رسید کیا۔ اور فرمایا کہ گھنٹہ وقت پر نہیں بجایا جاتا، سارے اسباق گڑبڑ کردیئے۔"

طلبہ طلبہ کی مجموعی تعداد اس سال چار سو پچیس (۴۲۵) تھی جن میں صرف عربی شعبہ سے وابستہ ایک سو تراسی (۱۸۳) تھے۔ سالانہ امتحان دس شعبان سے شروع ہو کر بیس شعبان تک رہا۔ الحمد للہ کامیاب ہونے والے طلبہ امید افزا تعداد میں تھے، چنانچہ اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ چار سو پچیس (۴۲۵) طلبہ میں سے تین سو بیاسی (۳۸۲) طلبہ نے امتحان سالانہ میں شرکت کی اور بحیثیت اجتماعی تین سو ستر (۳۷۰) طلبہ کامیاب ہوئے۔ بقیہ کچھ طلبہ تو ناکام ہوئے اور چند رخصت و بیماری وغیرہ کی وجہ سے شریک امتحان نہ ہو سکے، اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ چھیانوے (۹۶) فیصد طلبہ کامیاب ہوئے۔

سال زیر بحث میں تعلیم دورہ سے فراغت پانے والے طلبہ یہ تھے، مولوی جمیل احمد تھانوی، مولانا عبد العزیز خاں صاحب کمتھلوی، نبیرہ اعلیٰ حضرت رائے پوری، مولوی مشتاق احمد پور قاضوی، مولوی شہاب الدین مالدوی، مولوی عبد الرحمٰن کمرلوی، مولوی عبد العزیز حصاروی، مولوی نصیر علی سلہٹی، مولوی سعید بریسالوی، مولوی محمد شاہد سلہٹی، مولوی بدیع الرحمٰن چاٹگامی، مولوی عمر الدین حصاروی، مولوی عبد الباقی سہسرامی، مولوی محمد صدیق، مولوی سعید احمد ارکانی، مولوی عبد الحق چاٹگامی، مولوی ابو سعید چاٹگامی، مولوی محمد ابو الخیر چاٹگامی، مولوی عزیز الرحمٰن چاٹگامی، مولوی محمد یعقوب چاٹگامی، مولوی سید فضل احمد مراد آبادی، مولوی منت حسین مونگیری، مولوی محمد عادل گنگوہی، مولوی محمد حیات دیوبندی ۔

ان بائیس (۲۲) فارغین میں امتیازی طور سے کامیاب ہونے والے مولانا جمیل احمد ابن مولانا سعید احمد تھانوی تھے کہ تیرہ[۱۳] کتب میں امتحان دیکر دو سو سینتالیس (۲۴۷) نمبرات حاصل کئے اور انعام میں تعلیقات (بذل المجہود) حصہ اول، تقریر دلپذیر، ادق العری، تحذیر الناس، تذکرۃ الرشید، وصل الحبیب، زیارۃ الشام والمصر، قرآن شریف اور ایک جیبی گھڑی مدرسہ کی طرف سے ملی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا موصوف نے ایک مدت تک مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیں اور تقسیم ہند کے بعد پاکستان (جامعہ اشرفیہ لاہور) تشریف لیگئے۔"

تغیرات اس سال ان مدرسین کا جدید تقرر درجہ اعلیٰ و اوسط میں مدرسہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر کیا گیا، مولانا عبد الشکور صاحب کاملپوری، مولوی اخلاق احمد سہارنپوری، اور شعبۂ حفظ کیلئے حافظ محمد یٰسین صاحب کا تقرر ماہ ذی الحجہ میں ہوا۔ شعبۂ عربی میں اساتذہ کی مجموعی تعداد گیارہ تھی جن کے اسماء یہ ہیں۔

مولانا الحاج الحافظ عبد اللطیف صاحب، مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری، حضرت اقدس مولانا الحاج محمد زکریا صاحب زید مجدہٗ، مولانا الحاج منظور احمد خاں صاحب، حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب (حال ناظم مدرسہ) مولانا عبد الشکور صاحب کاملپوری، مولوی اخلاق احمد سہارنپوری، مولانا سید ظہور الحق

صاحب دیوبندی، مولانا محمد صدیق صاحب کشمیری، مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی، مولوی عبد الرحمٰن اورنگ آبادی'
ان گیارہ اساتذہ میں سوائے مولانا سید ظہور الحق صاحب کے تمامی حضرات مدرسہ کے فارغ اور اس کے تعلیم یافتہ ہیں ۔ آپکے علاوہ دفتر مدرسہ کے انتظامی سلسلہ میں مولوی محمد زکریا صاحب نانوتوی بمشاہرہ ۲۵ روپیہ نائب مہتمم مقرر ہوئے ۔ اور منشی محمد بشیر کے علیحٰدہ ہونیکے بعد ان کی جگہ منشی خلیل احمد صاحب کا ماہ صفر ۴۲ھ میں تقرر ہوا "

جلسہ سالانہ مدرسہ کا ساٹھواں جلسہ انیس ۱۹ شعبان ۴۳ھ مطابق پندرہ ۱۵ مارچ ۱۹۲۵ء یکشنبہ کو جامع مسجد میں منعقد ہوا ۔ سب سے اول قرآن مجید کی تلاوت ہوئی ؛ پھر علی الترتیب قاری سعید احمد اجراڑوی، مولوی نور محمد خاں سلطانپوری متعلمان مدرسہ نے تقریریں کیں اسکے بعد حضرت مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب نے مدرسہ کے گذشتہ سال کے حالات سنائے، بعد ازاں مولانا حافظ محمد زکریا صاحب قدوسی گنگوہی اور مولانا عبد الرحیم صاحب لکھنوی نے ایک ایک گھنٹہ وعظ فرمایا ۔ گرمی کی شدت کی بناء پر جلسہ جلدی ختم کر دیا گیا اور دوسری مجلس میں انعام تقسیم ہوا ۔ اس موقعہ پر تشریف لانے والے خصوصی مہمان یہ تھے ،
مولانا عاشق الٰہی صاحب، شیخ رشید احمد صاحب، حاجی وجیہ الدین صاحب، مولانا سر رحیم بخش صاحب : سرپرست مدرسہ مولانا عبد الرحیم صاحب لکھنوی : مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب وغیرہ "

سنہ ۶۱ بنائی مطابق ۴۴-۱۳۴۳ھ مدرسہ کے متعلقین کی ایک اچھی خاصی تعداد اور اس کے فارغین کی ایک بڑی جمعیت رنگون (برما) میں بھی موجود ہے جن کا شمار وہاں کے ممتاز علماء اور اہل قلم میں ہوتا ہے ۔ اس بناء پر وہاں کے احباب کا اصرار تھا کہ حضرت اقدس سہارنپوری رنگون تشریف لائیں تاکہ مشتاقانِ زیارت فیضانِ صحبت سے شادکام ہوں ۔ یہ اصرار مسلسل ہوتا رہا ۔ مگر حضرت اپنے ضعف و ناتوانی اور مدرسہ کے مشاغل کیوجہ سے انکار فرماتے رہے ۔ آخر کار مخلصین اپنی مخلصانہ کوششوں میں کامیاب ہوئے کہ حضرت سہارنپوری نے آخر ماہ شعبان میں وہاں تشریف لیجانا منظور فرمالیا ۔
رفقاء سفر میں مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب، مولانا منظور احمد خان صاحب، مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی شامل تھے ۔ مدرسہ کے کچھ ضروری امور کی بناء پر مولانا عبد اللطیف صاحب، مولانا قدوسی صاحب آخر رمضان میں واپس تشریف لائے ۔ اہلِ برما کے اصرار پر حضرت اقدس سہارنپوری نے ماہ مبارک وہیں گذارا اور شروع شوال ۴۳ھ میں مع مولانا منظور احمد خاں صاحب کے سہارنپور کیلئے مراجعت فرمائی ۔ اس سفر میں اہلِ برما بالخصوص حاجی سیٹھ محمد یوسف صاحب نے مدرسہ اور اہلِ مدرسہ کے ساتھ جو عظمت و احترام کا معاملہ کیا اور اپنی مخلصانہ مساعی سے مدرسہ کے لئے تقریباً چھ ہزار روپیہ کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا وہ یقیناً عند اللہ وعند الناس

باعث توصیف اور لائق تعریف ہے۔ حاجی صاحب موصوف نے اسی سفر میں مدرسہ کے اساتذہ اور نظامی ملازمین کیلئے ایک ایک جوڑا کپڑوں کا روانہ فرمایا اور اکابر مدرسین کیلئے مزید کچھ خصوصی ہدایا بھی بھیجے۔

طلبہ اس سال طلبہ کی مجموعی مقدار چار سو اٹھتر (۴۷۸) تھی، گویا ترپن (۵۳) طلبہ اس سال گذشتہ سال کے مقابلہ میں زیادہ رہے۔ جن میں عربی شعبہ کے طلبا ایک سو تراسی (۱۸۳) تھے، باقی درجۂ قرأت، قرآن شریف، فارسی وریاضی سے متعلق رہے۔ جو طلبہ اس سال دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولوی سلطان مسعود راجوپوری، مولوی عتیق احمد دیوبندی، مولوی محمد الدین کشمیری، مولوی نذیر احمد سیالکوٹی، مولوی محمد احمد دہلوی، مولوی عبد الرحمٰن سنسارپوری، مولوی سراج الدین ڈھاکوی، مولوی غلام رسول گورداسپوری، مولوی رحمت اللہ جالندھری، مولوی عبد الغنی سلہٹی، مولوی عبد الواحد دیوبندی، (موجودہ ناظم محاسبی دار العلوم دیوبند) مولوی عزیز الرحمٰن اسلام آبادی، مولوی غلام محمد پشاوری، مولوی عبد الرحیم جسروی، مولوی نور احمد چاٹگامی، مولوی مظہر حسین نگینوی، مولوی ابو الخیر چاٹگامی، مولوی نور احمد چاٹگامی، مولوی عبد الحکیم چاٹگامی، مولوی سلطان احمد چاٹگامی، مولوی قائم الدین پٹیالوی، مولوی محمد ابراہیم نظامپوری مولوی مخلص الرحمٰن سرساوی، مولوی ممتاز احمد گیاوی، مولوی نور محمد خاں سلطانپوری (فاتح رضاخانیت دربلویت) مولوی ممتاز بیگ کاندھلوی، مولوی بصیر علی سلہٹی، مولوی علی احمد چاٹگامی۔ مولوی عبد الرؤف فیض آبادی۔" ان فارغین میں اول نمبروں سے کامیاب ہونے والے مولوی سلطان مسعود پسر حکیم حسین علی راجوپوری تھے، جنھوں نے چودہ کتابوں کا امتحان دیکر دوسو چھبیس (۲۲۶) نمبرات حاصل کئے اور انعام میں نقد پانچ روپئے کے ساتھ ساتھ یہ کتب حاصل کیں، قرآن شریف مترجم، تعلیقات (بذل المجہود) جلد دوم۔ تفسیر مظہری عربی، ارشاد الملوک، توحید الاسلام۔"

امتحانِ سالانہ مدرسہ کا سالانہ امتحان اس دفعہ چار شعبان سے شروع ہو کر سولہ شعبان تک ہوا۔ درجہ ابتدائی عربی کا پانچ کتب کا امتحان حضرت مولانا صدیق احمد صاحب کے پاس ہوا۔

لیکن کسی ضروری امر کی بنا پر مولانا اپنی متعینہ کتب کا امتحان نہ لے سکے، اور جلدی ہی انبہٹہ اور وہاں سے..... مالیر کوٹلہ تشریف لیگئے، اور درجہ ابتدائی کی چوبیس (۲۴) اور درجہ اعلیٰ کی باون (۵۲) کتب کا امتحان مدرسہ کے اساتذہ نے لیا، درجہ قرأت وفارسی اور شعبۂ قرآن مجید کا امتحان علی الترتیب مولانا عبد اللطیف صاحب اور مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی و مولانا عبد المجید صاحب کے پاس ہوا۔ امتحان سالانہ میں دس طلبہ بیماری، رخصت وغیرہ کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، صرف چار سو اڑسٹھ (۴۶۸) طلبہ نے امتحان دیا جن میں سے اٹھارہ (۱۸) طلبا ناکام

ہوئے اور باقی چار سو پچاس (۴۵۰) طلبار کامیاب ہوئے۔ گویا اس سال بھی چھیانوے (۹۶) فیصد طلبہ کامیاب ہوئے "۔

تغیرات فن تجوید کی تعلیم کیواسطے قاری عبد العزیز صاحب گیاوی شوال ۱۳۳۵ھ سے مدرسہ میں موجود تھے مگر چونکہ شعبۂ قرأت کے طلبہ میں اضافہ ہو رہا تھا جس کی بنا پر ایک قاری ناکافی تھا، اس لئے اس سال قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی مدرس دوم برائے تجوید مقرر ہوئے ایسے ہی منتظم کتب خانہ مولوی لطیف الرحمٰن نے اپنی بیماری کیوجہ سے اس سال استعفار دیا۔ ان کی ذمہ داریاں مولوی مظہر علی خاں نے سنبھالیں، جوکہ خود پہلے سے ناظر کتب خانہ تھے، نیز منشی مقبول احمد اور منشی خلیل احمد صاحبان نے اپنے اعذار کی بنا پر استعفا دیا، اسی سال منشی محمد حنیف صاحب سفیر مدرسہ اور ملا اللہ بندہ صاحب دربان دار الطلبہ مقرر کئے گئے۔

جلسہ سالانہ مدرسہ کا آٹھواں سالانہ جلسہ اکیس ۲۱ شعبان ۱۳۴۴ھ مطابق سات مارچ ۱۹۲۶ء کو جامع مسجد میں منعقد ہوا۔ بارش کی کثرت کیوجہ سے جلسہ کی پہلی نشست بجائے ساڑھے سات بجے کے ساڑھے آٹھ بجے ہوئی۔ مگر پھر بھی اہلِ دیہات بلکہ قرب وجوار کے لوگ بہت کم شرکت کرسکے، مخصوص آنیوالے مہمانوں میں اس سال حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب بھی پنجاب سے تشریف لائے اس کے علاوہ مولانا سر رحیم بخش صاحب، شیخ رشید احمد، مولانا عاشق الٰہی صاحب اور کاندھلہ وتھانہ بھون کے مخصوصین نے شرکت فرمائی۔ ریاست بھوپال کی سرکار عالیہ کی طرف سے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کیلئے مولانا مولوی سعید الدین صاحب بھی شب یکشنبہ میں تشریف لائے۔ اربابِ مدرسہ کی اتفاقِ رائے سے اس مرتبہ جلسہ مولانا موصوف ہی کی صدارت میں ہوا۔ حسبِ دستور قرار مدرسہ قاری عبد العزیز صاحب، قاری سعید احمد صاحب اور چند طلبہ نے قرآن شریف سنایا۔ اس کے بعد مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب نے مدرسہ کے احوال وواقعات سنائے، بعد ازاں مولوی اخلاق احمد، مولانا حافظ عبد اللطیف مدرسان مدرسہ نے تقریریں کیں، بعدہٗ حافظ مولوی یعقوب گنگوہی متعلم مدرسہ نے ایک طویل نظم ایکسو بارہ (۱۱۲) اشعار کی پڑھکر سنائی، جو مدرسہ کی تعریف وتوصیف، اساتذہ کرام کے تشکر پر مشتمل تھی۔ ہم یہاں اس مجموعہ کے وہ چند اشعار نقل کرتے ہیں جسمیں موصوف نے انتہائی موزونیت اور خوبصورتی کے ساتھ اپنے تمام اساتذہ کی مدح سرائی کی ہے "۔

سر پر ہے آج سایا جناب خلیل کا — مقبول بارگاہ جناب جلیل کا
ہے مظہر جمال وہ حسن جمیل کا — کب دخل اسکے وصف میں ہو قال وقیل کا
خورشید چرخ رشد وہدایت ہے اسکی ذات — اخلاق احمدی کا نمونہ ہیں سب صفات
روشن ہیں انکے نام سے عالم میں شش جہات — صحبت ہے انکی باعثِ صد رحمت ونجات

عبداللطیف ہادی و ملجائی علم و دین — ملک کمال علم کا وہ سرور حسین
رحمان کا وہ عبد صفاکیش و خوش نظر — جو اس شب ظلوم کی رخشندہ ہے سحر
ہے موج بحر علم زکریائے حق نیوش — دل ان کا موج نور تبحر کا پاک جوش
اللہ رے کمال وہ دریائے علم نوش — پیکر سمندروں کو بھی پھرتا ہے بے خروش
آنکھوں میں بس گیا ہے وہ حضرت خلیل کے — لطف اس پہ صبح و شام ہوں رب جلیل کے
اسعد کی ہو سعادت باللہ کا بیان — قاصر ہے اس کی مدح سے منہ میں مری زبان
پیشانی اس کی مطلع انوار جاوداں — اور علم ہے کمال تبحر سے ہم عنان
ہیں بھی ایک ذرہ ناچیز و بے ضیا — اس مظہر علوم نے سورج بنا دیا
تھی مرکز حیات ہیں گو میری زاد و بوم — تھا جلوہ ریز نسل پہ میری یہ علوم
منزل کا منتہا ہے مری آخر رجب — ہے مظہر علوم سے رخصت کا وقت اب

بعد از ہزار تین سو چالیس اور چار
اس سال میں کمال کو پہنچی مری بہار

ان اشعار کی ایک ہزار کاپیاں مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب نے طبع کرا کر مفت تقسیم کرائیں۔ اختتام جلسہ پر مولوی زکریا قدوسی اور مولانا سعید الدین صاحب مہتمم بھوپال کی تقاریر ہوئیں اور پھر جلسہ برخاست ہوا۔ اس کے بعد دوسری نشست بعد نماز ظہر انجمن ہدایت الرشید کی طرف سے مدرسہ قدیم میں منعقد ہوئی جو عصر تک باقی رہی۔

سنہ ٦٢ بنائی مطابق ١٣٤٤ھ

اس سال کے اہم واقعات میں سے حضرت مولانا صدیق احمد صاحب مجاز حضرت اقدس گنگوہی و مفتی ریاست مالیر کوٹلہ کا حادثۂ انتقال ہے۔ مولانا ممدوح کو مدرسہ کے ساتھ جو والہانہ تعلق تھا وہ محتاج بیان نہیں۔ ابتدائی تعلیم میں مہارت کاملہ کی بنا پر سالہا سال تک مدرسہ مظاہر علوم اور دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ ابتدائی کے ممتحن خاص بنے رہے اور خاص اسی مقصد کے لئے ریاست مالیر کوٹلہ سے تشریف لاتے۔ طلبا کے ساتھ تعلق و محبت اور ان کو اپنا گرویدہ بنانے میں اپنی نظیر آپ ہی تھے، خود فرمایا کرتے تھے، ایک بار مجھ سے کہا گیا، بابا کیا پوچھتے ہو؟ میں نے دریافت کیا کہ مجھ پر یہ انعامات کیوں ہوتے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ مخلوق اور طلبا پر شفقت کی وجہ سے، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بیماری اور انتقال کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔
جولائی ۲۵ء میں حسب معمول مع اہل و عیال وطن آگر موسم انبہ کے ختم پر ستمبر میں واپس ہوئے

تو گردن و شانہ کے درمیان خفیف درد ہو گیا جس کا علاج اول یونانی ہوا اور اس سے نفع نہ ہونے پر ڈاکٹری، چنانچہ چند روز بعد درد جاتا رہا، پنجشنبہ ستائیس صفر ۱۳۴۶ھ کو داڑھی میں مہندی کا خضاب لگایا اور غسل فرما کر کپڑے بدلکر بعد نماز عصر معالج کا شکریہ ادا کرنے کیلئے چلے، دروازہ میں آکر کچھ ضعف معلوم ہوا اور وہیں بیٹھ گئے، ذرا دیر ہمت فرما کر اٹھے اور ڈاکٹر صاحب کی توجہ کا شکریہ ادا کر کے گھر آئے، کھانا کھایا اور مغرب کی نماز پڑھی، مسجد سے واپسی میں پھر ضعف محسوس ہوا کہ چلتے چلتے ٹھہر گئے۔ اور پھر ہمت کر کے مکان کے بالاخانہ پر حسب عادت جا لیٹے، عشاء کی نماز کو پھر مسجد میں آئے اور با جماعت ادا فرما کر مکان پہنچے، حسب معمول آخر شب کیلئے پانی بھر کر لوٹا رکھا، کوٹھڑی کو جس میں آپکی مختصر اشیاء ضروریہ رکھی رہتی تھیں قفل لگایا اور گیارہ بجے کے قریب چارپائی پر لیٹ رہے۔ مگر آرام نہ آیا تو بے چین ہو کر اٹھ بیٹھے اور ذکر جہر شروع کر دیا، ذرا دیر بعد قضاء حاجت کو گئے اور واپسی میں ضعف زیادہ ہو گیا. فرمایا سینہ میں درد معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے صاحبزادہ مولوی شفیق احمد نے سینکنا شروع کیا. مگر دیکھا کہ آواز پست ہوتی جارہی ہے۔ دوبارہ قضاء حاجت کیلئے چوکی قریب رکھی گئی اور آپ فارغ ہو کر تکیہ سرہانے رکھ کر لیٹ رہے اب ذکر کی آواز اتنی کمزور ہو گئی کہ بدشواری سنائی دیتی تھی. بارہ بجے شب کو دفعۃً بلند آواز سے اللہ کہا اور روح رفیق اعلیٰ سے جا ملی. اگلے دن جمعہ کو مالیر کوٹلہ کے گورستان میں دفن ہوئے اور اس طرح پر ایک نماز قضا کئے بغیر چند لمحات میں آخرت کا کٹھن سفر ختم فرما لیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون ؕ [۱]

جدید سرپرستان اور ناظم مدرسہ کا انتخاب

مدرسہ کے دو سرپرست اعلیٰ شاہ عبدالرحیم صاحبؒ اور مولانا احمد صاحب رامپوری کے انتقال کے بعد اس چیز کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ سرپرستان میں مزید اضافہ ضروری ہے. چنانچہ حضرت اقدس سہارنپوری نے اپنی غیبت کے زمانہ میں اس کی اہمیت اور ضرورت کو زیادہ محسوس فرما کر اپنی سفر حجاز کی روانگی کے وقت سرپرستان کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے تحریر فرمایا کہ!

سرپرستان میں سے حضرت رائے پوری اور مولانا احمد صاحبؒ کا وصال ہو گیا، مناسب ہے کہ مولانا

---

[۱] تذکرۃ الخلیل صفحہ ۲۲۶ تا (ملخص)

عاشق الٰہی و شیخ رشید احمد و مولانا عبدالقادر صاحب کو سرپرستان میں لے لیا جائے، شیخ صاحب پہلے سے مدرسہ کے خیر خواہ اور خادم ہیں۔ مولانا عبدالقادر صاحب حضرت رائے پوری کے خلفاء میں سے ہیں اور ذی رائے ہیں۔ فقط، خلیل احمد ۳ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ۔ [۲]

چنانچہ تاریخ بالا (تین جمادی الثانی) میں اکابر ثلاثہ کو مدرسہ کا سرپرست منتخب کر لیا گیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ مدرسہ کے جزوی امور کی انجام دہی کیلئے حضرت مولانا الحاج عبداللطیف صاحب کو ناظم مدرسہ اور مولانا الحاج عبدالرحمٰن صاحب کو صدر مدرس تجویز فرما کر ارباب مدرسہ کو مطلع فرمایا کہ!

میری غیبت میں حافظ عبداللطیف صاحب ۸۰ روپیہ پر ناظم اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب باضافہ ۵ روپیہ صدر مدرس بنیں، حافظ صاحب کے پاس تین گھنٹے سبق رہے۔ اور باقی وقت میں مدرسہ کا انتظام: فقط۔

حضرت سہارنپوری کا سفر حج

سولہ ۱۶ شوال ۱۳۴۴ھ کو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب ناظم و سرپرست مدرسہ ڈیڑھ سال کی رخصت لیکر حج کے لئے تشریف لیگئے۔ یہ آپ کی عمر شریف کا آخری حج تھا، حیدر آباد کے محبین و مخلصین کا اصرار تھا کہ چند روز کیلئے ہمارے یہاں بھی تشریف لائیں۔ چنانچہ مشورہ سے طے پایا کہ اہلیہ محترمہ اور دیگر رفقاء تو سیدھے بمبئی چلے جائیں اور حضرت نور اللہ مرقدہ مع حضرت شیخ کے حیدر آباد ایک ہفتہ قیام فرماتے ہوئے بمبئی تشریف لیجائیں، چنانچہ ۱۶ سولہ شوال پنجشنبہ مطابق انتیس ۲۹ اپریل ۱۹۲۶ء کو حیدر آباد کیلئے روانگی ہوئی گاڑی کی عین روانگی کے وقت معلوم ہوا کہ حضرت کا ایک بکس (جس میں خصوصی کاغذات اور امانتیں تھیں) سامان میں نہیں رکھا جاسکا، جس کو ہمراہ لانے کیلئے حضرت شیخ اور مولانا زکریا قدوسی روک دیئے گئے، اور اگلے روز اسی گاڑی سے حیدر آباد گئے، ایک ہفتہ قیام فرما کر پچیس ۲۵ شوال شنبہ نو ۹ بجے صبح حیدر آباد سے روانہ ہو کر یکشنبہ کی صبح کو بمبئی اور وہاں سے سات ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ مطابق بیس ۲۰ مئی ۱۹۲۶ء کو جدہ نامی جہاز سے روانہ ہو کر سترہ ۱۷ کو کامران پہونچکر ایک شب قیام فرمایا اور اٹھارہ ۱۸ ذیقعدہ کو جدہ کیلئے روانگی ہوئی۔ اکیس ۲۱ کو جدہ پہنچے، دو شب قیام کر کے پچیس (۲۵) ذیقعدہ کو مکہ مکرمہ میں داخلہ ہوا۔ چھبیس ۲۶ ذی الحجہ چہارشنبہ کو عصر کی نماز کے بعد مدینہ منورہ کیلئے روانگی ہوئی۔

---

[۱] حضرت میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ تخصیص حضرت اقدس سہارنپوری نے اپنی تحریر میں اس وجہ سے نہیں لکھی کہ وہ خود حضرت کے خدام اور مجازین میں تھے، ورنہ مولانا کا انتہائی مدبر اور منتظم ہونا سب کو معلوم ہے۔ (حضرت شیخ زید مجدہٗ)

[۲] رجسٹر احکامات سرپرستان ۵۲۵ (ش)

۲۱ محرم ذوشنبہ کو مدینہ منورہ میں پہونچکر مدرسہ شرعیہ میں قیام فرمایا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اسی سرزمین کو منتخب اور پسند فرمالیا۔ ۵ـ

رفقاء سفر میں حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب بھی تھے، حضرت کا ارادہ وہاں طویل قیام کا تھا، لیکن مدینہ منورہ کے قیام میں اضطراب بے چینی شدت سے پیدا ہوئی۔ دوران قیام میں روضۂ اقدس سے واپسی کا امر ہوا اور فرمایا گیا کہ، ہم تم سے کام لیں گے۔ مولانا فرماتے تھے کہ کئی روز اس فکر و سوچ میں گذر گئے کہ میں ناتواں کیا کام کرسکونگا،

ایک عارف حضرت مولانا سید احمد صاحب برادر اکبر حضرت اقدس مدنی سے تذکرہ کیا، فرمایا یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کروگے، یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے، بس کام لینے والا کام لیگا، اس جواب سے پریشان طبیعت کو بہت سکون ہوا اور واپس آکر دعوت تبلیغ کا عظیم الشان کام شروع فرمادیا۔"

طلبہ اس سال طلبہ کی مجموعی تعداد پانچسو دو (۵۰۲) تھی جن میں شعبۂ عربی سے وابستہ طلبہ دو سو چوالیس (۲۴۴) تھے، باقی درجہ قرأت وقرآن شریف فارسی وریاضی سے متعلق رہے۔ امتحان سالانہ یکم شعبان سے شروع ہوکر سولہ ۱۶ شعبان تک (باستثناء جمعہ) شولہ یوم ہوا۔ جس میں چارسو پچانوے (۴۹۵) طلبہ کامیاب ہوئے اور باقی غیر حاضری رخصت وغیرہ کیوجہ سے شریک امتحان نہ ہوئے۔ تحریری کتب کی تعداد چون اور تقریری کتب کی تعداد اٹھاون تھی، ممتحنین مدرسہ کے اساتذہ ہی تھے۔

جو طلبہ اس سال دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں: شیخ عبدالحق مدنی، شیخ عبدالکریم (نواسہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی مہاجر مدنی) مولوی محمد یعقوب گنگوہی، مولوی عبیداللہ بریساوی، مولوی سید احمد مونگیری، مولوی محمد طیب (ابن حضرت الحاج مولانا احمد صاحب) رامپوری، مولوی اعجاز الحق انبہٹوی، مولوی غلام الرحمن چاٹگامی، مولوی عبدالخالق نواکھالی، مولوی عبیدالرحمن چاٹگامی، مولوی کرامت اللہ بریساوی، مولوی رشید احمد چنپلپوری، مولوی عبدالخالق بیکانیری، مولوی محمد خان اعظم گڑھی، مولوی حافظ علی انبہٹوی، مولوی منیر اللہ چاٹگامی، مولوی علیم اللہ چاٹگامی، مولوی عبداللطیف چاٹگامی، مولوی ابوالخیر چاٹگامی، مولوی مظفر احمد چاٹگامی، مولوی محمد صادق گورداسپوری، مولوی حسین علی ارکانی، مولوی لعل محمد ارکانی، مولوی احمد رضا صاحب نواکھالی، مولوی بشیر احمد دربھنگوی، مولوی رشید احمد سہارنپوری، مولوی غلام احمد ہزاروی، مولوی محمد زاہد ڈھاکوی، مولوی خلیق احمد بڈھانوی۔

ان فارغین میں اول نمبروں سے کامیاب ہونیوالے شیخ عبدالحق خلف شیخ عبدالسلام نقشبندی مہاجر مدنی تھے، جنھوں نے چودہ ۱۴ کتب میں امتحان دیکر دوسو باون (۲۵۲) نمبرات حاصل کئے اور سترہ ۱۷ روپے نقد کے

ساتھ ساتھ بذل المجہود جلد ثالث، قصائد حکیم قاآنی البشریٰ، شعر العجم کتابیں انعام میں حاصل کیں "

تغیرات کتب خانہ میں اب تک مولوی مظہر علی خاں تنہا ہی نگراں تھے۔ اسلئے اس سال مولوی مسعود علی مظاہری کو ۲۰ روپیہ مشاہرہ پر کارکن دوم مقرر کیا گیا۔ متفرق امور کی انجام دہی کیلئے منشی خلیل احمد صاحب کا بمشاہرہ ۱۵ روپے تقرر ہوا۔

جلسہ سالانہ مدرسہ کا باسٹھواں سالانہ جلسہ امسال مورخہ انیس ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ مطابق بائیس مئی ۱۹۲۷ء کو جامع مسجد میں منعقد ہوا، مخصوص آمدہ حضرات میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی، شیخ رشید احمد صاحب، مولانا عاشق الٰہی صاحب، مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب حضرت مولانا شبیر احمد صاحب دیوبندی، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی شامل تھے، باتفاق رائے جلسہ کی صدارت حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دار العلوم دیوبند نے فرمائی، جلسہ کا نظام اور مقررین کی تقاریر کا نظم اس طرح سے ترتیب دیا گیا کہ سب سے اول حفاظ مدرسہ کی قرأت کے بعد مولوی عبد الوافی بنارسی، اور مولوی الحاج محمود حسن صاحب گنگوہی (حال صدر مفتی دار العلوم دیوبند) متعلمان مدرسہ نے پندرہ، پندرہ منٹ تقریر کی، بعد ازاں مولانا زکریا صاحب قدوسی نے تقریر فرمائی، اسکے اختتام پر مولانا اخلاق احمد صاحب مدرس مدرسہ نے مدرسہ کی روئداد اور حالات سنائے، پھر حضرت مولانا شبیر احمد صاحب اور حضرت اقدس مدنی نے علی الترتیب وعظ فرمایا، جلسہ کا اختتام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کی تقریر پر ہوا، بعد نماز ظہر انجمن ہدایت الرشید کا جلسہ ہوا جس کا سلسلہ عصر کے وقت تک رہا"

سنہ ترسٹھ مطابق ۱۳۴۵ھ گذشتہ سال کے احوال وکوائف میں ہم حضرت اقدس سہارنپوری کے ساتویں سفر حج کی روئداد تفصیل سے تحریر کر چکے، لیکن چونکہ یہ سفر تقریباً ڈیڑھ سال کا تھا، اسلئے اس روئداد کا باقی ماندہ حصہ (جو ۱۳۴۵ھ سے متعلق ہے) یہاں تحریر کیا جاتا ہے۔

پچھلے صفحات میں ایک سے زائد مرتبہ لکھا جا چکا کہ حضرت اقدس سہارنپوری کا ہر سفر حج اس تمنا اور اشتیاق کے ساتھ ہوتا تھا کہ مدینہ پاک کی مٹی مجھے میسر آجائے، اور وہیں جوار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنا نصیب ہو جائے۔ اس مرتبہ اپنی قدیم تمنا کے پورے ہونے کی امید پر مدرسہ کیلئے تمام انتظامات کا بندوبست فرمایا۔ اور جدید سرپرستان اور ناظم کا انتخاب فرما کر مدرسہ کی بقاء اور تحفظ کے اسباب پیدا فرمائے، اور روانہ ہو لئے مدینہ منورہ پہونچکر حضرت نے سرپرستان کے نام ایک تحریر بھیجی جس میں مدرسہ سے اپنے ظاہری تعلق اور اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوتے ہوئے تحریر فرمایا۔!

کہ میں جب سہارنپور سے رخصت ہوا تھا تو میں نے ہجرت کی نیت نہیں کی تھی اور اب تک ہجرت کی نیت ہے۔ کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک میں اس مقدس ارض (زمین) کے قابل ہوں یا نہیں، اگر حق تعالیٰ شانہٗ کو مجھ جیسے ناکارہ کا قیام اس مقدس زمین میں منظور نہ ہوا تو اپنے سیاہ اعمال کے ساتھ واپس ہو جاؤنگا، لیکن ابھی تک مجھ کو بحمد اللہ یہاں دل بستگی ہے اور یہاں سے واپسی کے لئے مضطر نہیں ہوا لہٰذا یہاں کے قیام سے کسی طرح برداشتہ خاطر نہیں ہوا ہوں۔ اگر خدانخواستہ میں یہاں نہ ٹھیرا یا گیا اور واپسی ہوئی تو بھی میں اس قابل نہیں رہا ہوں کہ مدرسہ کی کوئی خدمت بعوض تنخواہ بجالاسکوں جو انتظامات عارضی طور پر کئے گئے تھے ان سب کو مستقل کردیا جائے۔ [۱]

اس تحریر کے چند ماہ بعد آپ نے ہجرت کا پختہ عزم فرمالیا اور اپنے متعلقین کو اس ارادہ سے مطلع فرمادیا کہ مجھے اپنے یہاں کے قیام کا یقین ہوگیا لہٰذا میں نے ہجرت کی نیت کرلی، اس آخری سفر میں بذل کی تالیف کی طرف پوری توجہ رہی اور طبیعت بھی خوب چلی، چنانچہ تین ماہ کے عرصہ میں ایک سو پچیس (۱۲۵) صفحات کی شرح وجود میں آئی، جو کتاب الجنائز سے شروع ہو کر کتاب الاطعمہ تک گیارہ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ کو ختم ہوئی۔

یہ مسودہ حضرت اقدس سہارنپوری نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کے رفقاء کے بدست ہندوستان بھیجا اور پانچویں جلد اختتام ابوداؤد تک اکیس [۲] شعبان چہار شنبہ کو ختم ہو کر کتاب مکمل ہوگئی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب بھی اس سفر میں ساتھ رہے۔ اور خاص اسی مقصد (تالیف) کیلئے اتنا طویل سفر فرمایا، چنانچہ حضرت شیخ آپ بیتی میں اس سفر حج کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ!

۱۳۴۴ھ میں میرا حج کا ارادہ بالکل نہیں تھا کہ شادی ہو چکی تھی، قرضہ بدستور تھا، حدیث کے اسباق شروع ہو چکے تھے (لیکن) شعبان ۱۳۴۴ھ میں حضرت قدس سرہٗ نے اپنی غیبت کیلئے جو انتظامات لکھوائے اسمیں اس سیہ کار کو صدر مدرس بنایا اور حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب کو ناظم مدرسہ۔ وہ تحریر تھی تو بڑے راز میں حضرت مہتمم صاحب (اسکے) لکھنے والے تھے، لیکن اس ناکارہ سے زیادہ راز نہیں تھا اسلئے کہ وہ کاغذات اس ڈاک کے تھیلے میں رہتے تھے جو میرے پاس رہتا تھا، اور جب میں نے یہ پڑھا کہ اس سیہ کار کا نام مدرس اول میں لکھا گیا تو میرا دماغ چکرا گیا، اسلئے کہ میری نگاہ میں مدرس اول کے فرائض بہت سخت تھے،

---

[۱] تذکرۃ الخلیل صفحہ ،، [۲] اس اختتام کی تاریخ مسودۂ بذل میں ۲۱ محرم ۱۳۴۵ھ یوم السبت فی المدینۃ المنورہ تحریر ہے۔

میں نے حضرت قدس سرہٗ سے جب وہ اوپر پیشاب کیلئے تشریف لیجا رہے تھے اور یہ ناکارہ استنجا کا لوٹا لیکر ریاکاری سے پیچھے پیچھے گیا اور جب حضرت استنجا سکھلا رہے تھے (تو) میں نے بہت سوکھا سامنہ بنا کر یوں عرض کیا کہ حضرت بذل کا کیا ہوگا؟ حضرت نے بہت قلق کے ساتھ فرمایا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا ہوگا؟ تمھارے بغیر تو میں لکھ نہیں سکتا اور تمھارے جانیکی کوئی صورت نہیں، اہل وعیال ساتھ ہیں، طویل قیام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اب تو یہ خیال ہے کہ میں حجاز چلوں، حضرت قدس سرہٗ کا چہرہ اس وقت مجھے خوب یاد ہے خوشی سے کھل گیا، استنجا پاک کر کے وضو کر کے نیچے تشریف لائے اور بیٹھ کر فرمایا تمھارے خرچ کا کیا ہوگا. میں نے عرض کیا کہ حضرت اس کا تو بالکل فکر نہیں. میں ۳۸ھ میں بھی قرض لیکر گیا تھا اب بھی لے لونگا، حضرت نے فرمایا تمھاری مدرسہ میں تنخواہ بھی تو کچھ جمع ہے[1]. میں نے عرض کیا کہ حضرت اسکا فکر نہ فرماویں، خرچ کا انتظام ہوجائیگا، اس تنخواہ کا لینا تو جائز نہیں، حضرت نے فرمایا کیوں؟ عرض کیا حضرت میں جن مہینوں کی تنخواہ نہیں لی ان میں اس نیت سے پڑھایا کہ تنخواہ نہیں لونگا۔ اب اس کے لینے کا کیا حق ہے؟ حضرت نے فرمایا تم نے کوئی درخواست مدرسہ کو دی تم اجیر تھے مدرسہ مستاجر، تمھیں یک طرفہ فسخ اجارہ کا کیا حق تھا جب تک کہ ہم قبول نہ کریں میں نے عرض کیا حضرت اسمیں اجارہ کی تو کوئی بات نہیں، ایک شخص کام کرتے ہوئے یہ نیت کرلے کہ لوجہ اللہ کر رہا ہوں، اس کے بعد اسے معاوضہ لینے کا کیا حق ہے۔[2]

حضرت قدس سرہٗ نے بہت ہی شفقت سے مجھ سے یوں فرمایا کہ بذل میرا ذاتی کام تو نہیں، مدرسہ ہی کا کام ہے اگر میں سرپرستان کی منظوری کے بعد تمھیں بکار مدرسہ اپنے ساتھ لیجاؤں اور آمدورفت کے خرچ کے علاوہ وہاں کے قیام کی تنخواہ مدرسہ سے دلواؤں تو تم کیا کہو گے؟ میں نے عرض کیا حضرت یہ عرض کرونگا (کہ) بالکل جائز ہے حضرت نے فرمایا تمھاری جمع شدہ

---

[1] اس جملہ کی شرح یہ ہے کہ ۳۵ھ میں جب حضرت اقدس شیخ الحدیث دام مجدہٗ کا تقرر ہوا تو تنخواہ پندرہ روپے ۱۵/- مقرر ہوئی تھی اپر اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم نے فرمایا تھا کہ جب اللہ توفیق دے تو مدرسہ کی تنخواہ چھوڑ دیجیو اور حضرت اقدس سہارنپوری کی مدرسہ سے مستقل تنخواہ تھی اسلئے کسی ماہ تو اعلیٰ حضرت کی نصیحت کے زیر اثر ہو کر تنخواہ نہ لیتے اور کبھی اپنے حضرت کے ادب کی وجہ سے وصول فرما لیتے، اس لحاظ سے جن مہینوں کی تنخواہ مدرسہ سے نہیں لی وہ گویا مدرسہ میں جمع ہی تھے۔ [2] غیر وصول شدہ تنخواہوں کے متعلق تمامی سرپرستان سے حضرت شیخ کی گفتگو اور بحث و مباحثہ ہوا جس میں حضرت شیخ اپنی اس بات پر جمے رہے کہ یہ تنخواہ اب مدرسہ سے لینا میرے لئے ناجائز ہے اسکی تفصیل کیلئے آپ بیتی صفحہ ۱۰۶ کی مراجعت کیجائے۔

(جس کی مقدار نو سو پینتالیس (۹۴۵) روپے تھی) تنخواہ تو بہت کم ہو گی جتنا کہ اس صورت میں مدرسہ کو دیا میں نے کہا کہ بالکل صحیح ہے۔ حضرت نے فرمایا پھر تم یہی سمجھ لو۔

اس پر حضرت شیخ نے اپنے حضرت قدس سرہ کی تعمیل ارشاد میں باقی ماندہ تنخواہ وصول فرمالی لیکن مدینہ منورہ پہونچکر مدرسہ سے لی ہوئی تنخواہوں کے سلسلہ میں ایک مکتوب مہتمم صاحب کو تحریر فرمایا، جس کی نقل بعینہ درج ذیل ہے :

بحضرت مہتمم صاحب مدفیوضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، الحمد للہ کہ ہم سب یہاں بخیریت ہیں حضرت اقدس بھی بعافیت ہیں۔ میرا ارادہ ایک عرصہ سے مدرسہ کے اُن حقوق کے معاوضہ میں جو مجھ پر ہیں۔ ایک بڑی رقم مدرسہ میں پیش کرنیکا ہو رہا ہے۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ مجھ سے جمع ہونا ناممکن اسلئے بالفعل میری طرف سے صرف ایک ہزار روپیہ کا وعدہ اس طرح تحریر فرمالیں کہ وہ اس ماہ جمادی الاول سے ۵۰ ماہانہ میری واپسی تک کارکن مولوی نصیرالدین سے اور بعد واپسی کے خود مجھ سے وصول فرماتے رہیں، اگر اس کے پورا ہونے تک میرا انتقال (متع اللہ المسلمین بطول بقائہ وحیاتہ الشریفہ) ہوجائے تو اس وقت جس قدر رقم باقی ہو وہ میری وصیت ہے جو متروکہ سے وصول کیجاوے۔ اگر ممکن ہوا تو اس ماہانہ کے علاوہ یکمشت بھی اس رقم میں ..... انشاء اللہ واپسی پر کچھ جمع کر دونگا۔ یہ مجھے اعتراف ہے کہ مدرسہ کے حقوق اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ مگر مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ اور خدا کرے کہ اس کے پورا ہوجانے کے بعد کچھ اور بھی پیش کرسکوں۔ فقط والسلام ۔" زکریا عفی عنہ، مدینہ طیبہ ۵ جمادی الاول ۵۹ھ[۱]

حضرت شیخ زید مجدہٗ نے اپنے گرامی نامہ کی آخیر سطر میں جو یہ تحریر فرمایا ہے ..... اور خدا کرے کہ اس کے پورا ہوجانیکے بعد کچھ اور بھی پیش کرسکوں یہ "کچھ اور بھی" وہ ۱۳۸۰ھ میں مدرسہ کو پیش کر چکے اور اس طرح وہ اپنے ایک بڑے وعدہ سے عہدہ برآ ہوگئے۔ مزید تفصیل انشاء اللہ اپنے مقام پر ۱۳۸۰ھ کے احوال میں آجائے گی۔

حضرت اقدس سہارنپوری کی ہمرکابی ومعیت میں خواص کا جو مجمع گیا تھا ان میں سے اکثر وبیشتر حضرات

---

[۱] یہ مکتوب مبارک مستند کتب میں طبع ہوچکا ہے مگر تاریخ مظاہر کیلئے حق تعالیٰ کی طرف سے غیبی انتظام اور سہولت اور مرتب پر اس کے حضرت اقدس کی طرف سے بیشمار احسانات کی بدولت مؤلف کو بعینہ وہ خط مل گیا جو مدینہ منورہ سے لکھا گیا تھا اور جواب بھی اس کے پاس محفوظ ہے " (مرتب)

بخیر وعافیت ستره/صفر ۱۳۵۸ھ کو ہندوستان پہنچے اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہٗ متولی محمد جلیل صاحب صاحب متولی وغیرہ نے دہلی میں حضرت کے پاس قیام فرمایا اور سولہ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ کو مدینہ منورہ سے واپسی ہوئی اور اسی سفر کا دوسرا حج کرتے ہوئے اٹھارہ صفر ۱۳۵۸ھ میں باقی ماندہ احباب بھی واپس آئے۔

اس سال مدرسہ کے ایک قدیمی معاون جناب حافظ فصیح الدین صاحب آنریری مجسٹریٹ ورئیس میرٹھ نے انتقال فرمایا۔ اور پسماندگان میں حافظ حنیف الدین و حافظ ذبیح الدین یادگار چھوڑے۔ [1]

ہر دو صاحبان نے اپنے والد ماجد کے ایصال ثواب کی نیت سے شعبہ قرأت و تجوید کیلئے ایک عمارت اور زمین کا ایک بڑا حصہ مدرسہ میں دینے کا وعدہ فرمایا۔

امسال کتابوں کا سب سے بڑا عطیہ حافظ محمد حسین خلف مولوی ڈپٹی نجف علی صاحب کی طرف سے مدرسہ کو مرحمت ہوا یہ چار سو چون (۴۵۴) کتب کا یہ عظیم ذخیرہ جس میں بڑی تعداد قلمی اور مصری کتب کی ہے۔ کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

طلبہ مظاہر میں داخلہ لینے والے طلبا کی تعداد اس سال پانچسو بائیس (۵۲۲) تھی جس میں دوسو پینتیس (۲۳۵) طلبہ درجہ اعلیٰ و اوسط اور درجہ ابتدائی عربی کے باقی دوسرے شعبوں درجہ قرأت، درجہ قرآن شریف فارسی وریاضی سے متعلق رہے۔ البتہ سالانہ امتحان کے موقعہ پر طلبا کی یہ تعداد غیر حاضری اور رخصت وغیرہ کی بنا پر گھٹ کر چار سو اٹھانوے (۴۹۸) رہ گئی تھی۔

سالانہ امتحان مورخہ ۷ شعبان سے شروع ہو کر اکیس (۲۱) شعبان تک رہا۔ اس طور پر کہ درجہ تجوید کا امتحان مولانا عبد اللطیف صاحب اور قاری عبد العزیز صاحب نے لیا، درجہ فارسی و درجہ قرآن شریف کا امتحان علی الترتیب مولانا ظہور الحق صاحب و مولانا محمد زکریا قدوسی اور درجہ ناظرہ کا مولانا عبد المجید صاحب کے یہاں ہوا۔ اس سال کے فارغین دورہ درج ذیل ہیں:

مولوی محمد داؤد کاندہلوی (حال ایڈوکیٹ ایبٹ آباد پاکستان) مولوی عبد الحنان کامل پوری، مولوی محمد یوسف چاٹگامی، مولوی شاہ محمد جالندھری، مولوی عبد الصبور چاٹگامی، مولوی محمد اللہ نواکھالی، مولوی عتیق الرحمٰن فیروزپوری، مولوی مقبول احمد نواکھالی، مولوی طیب الرحمٰن کھجاڑوی، مولوی عبد الکریم ایرانی، مولوی عبد الحمید بجنوری، مولوی ولی محمد جالندھری، مولوی محمود رشید انبالوی، مولوی محمد یحییٰ رائے بریلوی، مولوی نجم الدین رائے بریلوی، مولوی صالح احمد چاٹگامی، مولوی احمد علی بریسالی، مولوی ملک الزماں

---

[1] حافظ فصیح الدین کا چندہ سب سے پہلی روئداد میں طبع ہو چکا ہے۔

چاٹگامی، مولوی مظفر احمد چاٹگامی، مولوی غلام ربانی کاملپوری، مولوی عرفان ہزاروی، مولوی تراب الدین ارکانی، مولوی عبد الملک نواکھالی مولوی حامد مرادآبادی مولوی غلام احمد ہزاروی، مولوی عبد السبحان چاٹگامی،

ان فارغین میں سب سے اول کامیاب ہونے والے مولوی محمد داؤد ابن حافظ محمد یونس صاحب کاندہلوی، تھے کہ اٹھارہ کتب میں امتحان دیکر تین سو چھبیس (۳۲۶) نمبرات حاصل کئے اور انعام میں مبلغ پندرہ (۱۵) روپیہ کے ساتھ ساتھ بذل المجہود، والشعر العجم، دو کتابیں حاصل کیں۔ انعام کی یہ رقم حسب دستور قدیم شیخ رشید احمد سرپرست مدرسہ کی طرف سے عطیہ تھی"

تغیرات اس سال کوئی خاص تغیر و تبدل اراکین مدرسہ میں نہیں ہوا۔

جلسہ سالانہ ہم پچھلے صفحات میں تحریر کر آئے ہیں کہ اراکین مدرسہ کے باہمی مشورہ سے ۱۳۴۵ھ کا جلسہ سالانہ انیس (۱۹) ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ کو بصدارت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب منعقد ہوا تھا۔ اسلئے اس سال اس کی کیفیت اور واقعات کو دہرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی"

سنہ ۶۴ بنائی مطابق سنہ ۱۳۴۶ھ

مدرسہ کو اپنی چونسٹھ سالہ تاریخ میں جن حوادث اور صبر آزما امتحانوں سے گذرنا پڑا ان (اہم ترین حوادث میں سے دل ہلا دینے والا اور ناقابل برداشت سانحہ سال زیر بحث میں یہ پیش آیا کہ حضرت اقدس امام المناظرین سید المتکلمین فخر المحدثین شیخ المشائخ جامع الشریعۃ والطریقۃ مولانا الحاج خلیل احمد صاحب نے اس دار فانی سے رحلت فرماکر عالم بقا کو اپنے لئے پسند فرمایا۔ ایک وقت وہ بھی تھا جب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ نے بحیثیت صدر مدرس ہونیکے مظاہر علوم میں تشریف لاکر مدرسہ کو موت وحیات کی کشمکش سے بچایا اور اندرونی مفاسد کا شکار تھا عافیت وسلامتی کے ساتھ اس گرداب بلا سے نکالا تھا، لیکن افسوس کہ آج۔

مصرع آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

تلک الایام نداولہا بین الناس، حضرت اقدسؒ کے علمی فیضان کا حال جس طرح افغانستان قندھار، مصر وشام، حجاز وعراق کے علماء سے معلوم ہوگا وہیں روحانی ارتقاء اور بلندی درجات ومراتب سے واقفیت دنیائے علوم وعرفان، صبر وقناعت، رضا وریاضت کے متوالوں سے ہوگی،

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے وجود باجود سے مدرسہ کو جو باطنی وروحانی منافع پہنچے اسکا ادراک واحساس تو ہم کوتہ بینوں کیلئے یقیناً مشکل بلکہ حیطۂ امکان سے خارج ہے، لیکن ظاہری ومادی ترقیات کے پیش نظر ہم یہ بات کھل کر کہہ سکتے ہیں کہ حضرت کی مدرسہ میں تشریف آوری اور مستقل قیام اعلیٰ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی زبردست روحانیت اور بلندئ فکر پر قوی دلیل ہونے کے ساتھ ساتھ خود حضرت سہارنپوری کے صدق واخلاص پر

بین دلیل ہے۔ ۱۳۱۴ھ میں جب آپ دارالعلوم دیوبند سے سبکدوش ہوکر سہارنپور آئے اور اعلیٰ حضرت گنگوہیؒ کے حکم سے صدر مدرس بنائے گئے تو اس وقت طلبہ کی مجموعی تعداد ایکسو سینتالیس (۱۴۷) تھی، لیکن جب آپ آخری سفر حج کیلئے ۱۳۴۴ھ میں تشریف لیگئے تو طلبائے مدرسہ کی تعداد پانچسو دو (۵۰۲) تھی جن میں صرف درجہ عربی سے وابستہ ایکسو چوالیس (۱۴۴) تھے، ایسے ہی تشریف آوری کے موقعہ پر ہر سال کے فارغین مدرسہ کا اوسط چار یا پانچ افراد کا تھا لیکن ۱۳۴۴ھ میں یہ تعداد تیس تک پہنچ چکی تھی۔

مدرسہ کے اپنے ذاتی کتب خانہ (لائبریری) میں جو بیش از بیش اضافہ ہوئے اور نادر و نایاب کتابیں فراہم ہوئیں وہ سب حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے اعمال نامے میں حسنات جاریہ بن کر جمع ہیں کہ بڑے اہتمام اور شوق سے قیمتی قیمتی کتابیں خرید کر اور نقل کرا کر مدرسہ کو مرحمت فرمائیں، مصنف ابن ابی شیبہ قلمی، سنن بیہقی قلمی، مصنف عبدالرزاق، شرح ابن رسلان قلمی، یہ سب حضرت ہی کے دور مسعود کی یادگار ہیں۔

اسی طرح شعبۂ تجوید کا افتتاح، دارالافتاء کا قیام، دارالطلبہ کی تعمیرات، مالیات مدرسہ میں وسعت، مسجد کلثومیہ، قیام مطبخ، یہ سب ایسے عنوانات ہیں جن پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔

ع کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کی برسوں کی تمنا اور خواہش تھی کہ کسی طرح جنت البقیع کی مٹی نصیب ہوجائے، بارہا فرمایا، "کہ اگرچہ میں اس سرزمین کے قابل تو نہیں مگر کیا عجب ہے کہ قبول کرلیا جاؤں، اور قدرت کو کیا مشکل ہے کہ وہ اہلیت عطا فرمادے۔

بالآخر انتظام غیبی کے ماتحت ۱۳۴۴ھ میں حج کے لئے تشریف لیگئے اور چونکہ بذل المجہود کی تکمیل کا شوق بھی ساتھ ساتھ لگا ہوا تھا۔ اسلئے حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ کو رخصت دلا کر اپنے ہمراہ رکھا اور مدینہ پاک پہونچکر تمام مشاغل سے فراغت حاصل کرکے ہمہ تن تالیف میں مشغول ہوگئے۔ بالآخر اکیس شعبان ۱۳۴۵ھ چہار شنبہ کو یہ شرح پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس موقعہ پر حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی مسرت اور فرحت وسرور کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا کہ دعوتی خطوط بڑے اہتمام سے طبع کرا کر علماء مدینہ کے نام بھیجے اور بڑے اہتمام سے واردین کی ضیافت فرمائی۔

حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ نے چند دعوتی خطوط ہندی علماء کو بھی از دیاد مسرت کیلئے روانہ فرمائے ان خطوط کا مضمون یہ تھا۔

دعوت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی

بعد اللہ ، الی حضرۃ الشیخ .. المحترم مد فیوضکم ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، وبعد فقد من اللہ علی العاجز ان منحہ بتالیف بذل المجہود فی حل ابی داؤد وجعل ختامہ ببلدۃ صاحب المعجزات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ وازکی التسلیمات جعلہ اللہ خالصاً لوجہہ الکریم ونفع بہ الاسلام والمسلمین ۔ آمین ، فنؤمل تشریفکم بعد صلوٰۃ الجمعۃ فی ۲۱ شعبان ۱۳۴۵ھ الی مدرسۃ علوم الشرعیۃ الکائنۃ فی زقاق البدور والتناول ماحضر انما السرور بقدومکم وشکراً للہ تعالیٰ ، والسلام ۔

داعیکم خادم الطلبۃ خلیل احمد عفی عنہ ؛

فرمایا کرتے تھے کہ بذل کی تکمیل کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ نے عمر بڑھادی ، چنانچہ اکیس ۲۱ شعبان کو اپنی تالیف سے فراغت پائی اور ستائیس ۲۷ رمضان کو آپ پر فالج کا حملہ ہوا جو بڑھتے بڑھتے لقاء رب کا ذریعہ بنا ، آخرکار چہارشنبہ پندرہ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو بعد عصر مدینہ پاک میں وصال فرمایا ، مولانا طیب مغربی صدر مدرس مدرسہ علوم شرعیہ نے مصلی الجنائز میں نماز جنازہ پڑھائی اور اسی وقت تدفین عمل میں آئی ۔ فرحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً ۔ ۵

فقیرانہ آئے صدا کر چلے	میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم	سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے ۔

مادہ تاریخ وفات شد خلیل احمد شہید
۱۳۴۶ھ

اور مولانا خلیل احمد قدس اللہ سرہٗ سے نکلتا ہے ۔ یہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی کھلی کرامت ہے کہ مدرسہ سے ڈیڑھ سال کی لی ہوئی رخصت ہی آپ کی حیات طیبہ کی مدت ثابت ہوئی کہ پندرہ ۱۵ شوال ۱۳۴۴ھ سے لیکر پندرہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ تک ڈیڑھ سال پورا ہوتا ہے اور یہی تاریخ آپ کے انتقال کی ہے ۔

ہمارے اکابر اور اسلاف اپنے تدین وتقویٰ اور بے مثال کارناموں کی وجہ سے شہرہ آفاق ہیں ان میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد کی ذات عالی یقیناً اس لائق ہے کہ اسے کبھی فراموش نہ کیا جائے اور ان کا اسم سامی اسکا مستحق ہے کہ اسے ہمیشہ زریں حروف سے تحریر کیا جاتا رہے ۔

اجتماع سرپرستان

ضروری امور اور نت نئے مسائل کی وجہ سے حضرات سرپرستان تقریباً ہر ماہ اور بعض مرتبہ کسی اہم مشورہ میں شرکت کیلئے فوری طور پر بلا لیے جاتے تھے ۔

اور یہ حضرات بڑی مسرت اور فراخدلی سے تشریف لاتے. لیکن اس سال حضرت شیخ کے مشورہ اور تجویز سے یہ طے ہوا کہ چونکہ بعض معاملات اور مسائل میں تمامی سرپرستان کی مجتمعۃً تشریف آوری ضروری محسوس ہوتی ہے. اسلئے سال بھر میں ایک مرتبہ بیک وقت سب ہی تشریف لے آیا کریں تاکہ کسی بھی رکن کی غیبت کی وجہ سے کوئی بات اسپر محول نہ کیجائے، چنانچہ اس سلسلہ میں ناظم مدرسہ کی طرف سے ایک درخواست سرپرستان مدرسہ کے ملاحظہ کیلئے بھیجی گئی جس کا مضمون یہ تھا۔

بعالی خدمت حضرات سرپرستان مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور، دامت مکارمکم۔

بعد ہدیہ سلام مسنون! آنکہ وقتی ضروریات اور متفرق امور کو دیکھتے ہوئے یہ امر ضروری ہے کہ حضرات سرپرستان کی کم ازکم ایک مرتبہ سالانہ مجتمعۃً تشریف آوری بھی ہوجایا کرے اسلئے کہ بعض امور کا تعلق ملاحظہ اور نظر سے ہوتا ہے اور فرداً فرداً ایسا اوقات اختلاف رائے بھی ہوجاتا ہے اور ضروریات مستحضر بھی نہیں ہوتیں. اسلئے اگر آپ حضرات کی رائے عالی میں یہ امر مناسب ہو تو منظوری کے بعد تعیین مستحضر فرمادیں۔

اگر مناسب ہو تو اوائل شعبان انسب ہے کہ اسمیں تعلیمی سال کا اختتام ہے معائنہ بھی ہوسکتا ہے اور سال آئندہ کیلئے تجاویز پر عمل بھی طے ہوسکتے ہیں، آئندہ جو وقت حضرات سرپرستان کی رائے میں مناسب ہو۔

بندہ عنایت الٰہی عفی عنہ، خادم مدرسہ، ۵ شعبان ۱۳۷۶ھ۔ [۱]

سرپرستان مدرسہ نے اس تحریر کے مطابق سالانہ مجتمعۃً تشریف آوری کی درخواست منظور فرماکر ماہ شعبان میں آنا منظور فرمالیا، ہر سال کا یہ "اجتماع سرپرستان" الحمدللہ اب بھی اسی طرح جاری ہے۔

اسباق متعلقہ حضرت شیخ حضرت شیخ اپنے طویل سفر حج سے اٹھارہ ۱۸ صفر ۱۳۷۶ھ کو واپس لوٹے، اسی تاریخ میں ابو داؤد شریف، نسائی شریف، اسکے بعد موطا امام محمد اور بخاری شریف، چار سیپارے مدرسہ کی طرف سے تجویز ہوئے۔"

طلبہ مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنیوالے طلبا کی تعداد اس سال چھ سو نو (۶۰۹) تھی جن میں شعبہ اعلیٰ واوسط اور درجہ ابتدائی عربی کے کل طلبا دوسو اٹھتر (۲۷۸) تھے اور باقی دوسرے شعبوں سے متعلق رہے۔ سالانہ امتحان ہمیشہ کی طرح اس سال بھی اوائل شعبان میں ہوا، جن کتب کا امتحان

---

[۱] حضرت شیخ مدظلہ العالی کے دست مبارک کی یہ تحریر مرتب کے پاس محفوظ ہے!! (مرتب)

ہوا۔ وہ درجہ اعلیٰ اوسطا میں چھپن (۵۶) اور درجہ ابتدائی میں پچیس (۲۵) کل اکیاسی (۸۱) کتب تقسیم،
امتحان مدرسہ کے ممتحنین نے باہمی طور پر خود ہی لیا، جس میں پانچسو اکہتر (۵۷۱) طلبہ شریک ہوئے،
اڑتیس ۳۸ طلبہ بیماری رخصت وغیرہ کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے، حق تعالیٰ شانہ کے فضل وکرم سے اس سال
بھی ایک بڑی جماعت دورۂ حدیث سے فارغ ہوئی جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔

مولوی منیر الدین گوڑگانوی، مولوی محمد حنیف انبالوی، مولوی ابوالخیر چاٹگامی، مولوی محمد صدیق
خانپوری (ضلع اٹاوہ) مولوی محمد علی ہشیارپوری، مولوی تاج محمد جالندھری، مولوی عبدالغفور چاٹگامی،
مولوی عبدالجلیل نواکھالی، مولوی عبدالخالق جسروی، مولوی فیض احمد چاٹگامی، مولوی اعظم اللہ چاٹگامی،
مولوی اسمٰعیل ارکانی، مولوی ابوالخیر اسلام آبادی، مولوی محمد رؤف ہزاروی، مولوی ارشد علی ڈھاکوی،
مولوی محمود عالم چمپارنی، مولوی حبیب الدین لکھیم پوری، مولوی عبدالرحمٰن کرسوی"

ان فارغین میں امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کرنے والے مولوی منیر الدین ابن عبداللہ خاں گوڑگانوی
تھے کہ تیرہ ۱۳ کتب میں امتحان دیکر دوسو چالیس (۲۴۰) نمبرات حاصل کئے اور انعام میں نقد پندرہ ۱۵ روپیہ کیساتھ
ساتھ یہ کتب مدرسہ کیطرف سے ملیں، بلوغ المرام، غنیۃ الناسک، البشریٰ، فیوض یزدانی، زین العلم، زیارۃ
الشام والقدس، اصلاح ترجمہ دہلویہ، برگ گل، شعر العجم، شمیم الطیب، مناجات مقبول"۔

مظاہر علوم کو فخر ومسرت ہے کہ اس کے فارغین نے علوم دینیہ سے فراغت پاکر اطراف واکناف عالم میں دین
حق کی اشاعت اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، چنانچہ اس سال بھی شیخ عبدالحق مدنی، اور مولانا سید
عبدالکریم صاحب، نبیرہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مہاجر مدنی (جو ۱۳۴۴ھ میں فارغ ہوئے تھے) نے مدینہ منورہ
پہونچکر مدرسہ علوم شرعیہ میں حدیث شریف کا درس دینا شروع کیا، نیز اس سال بھی تین مدنی سلسلہ تعلیم میں
منہمک رہے" فالحمد للہ علیٰ ذالک"۔

تغیرات اس سال کے اہم تغیرات اور حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مدرسہ کیلئے چہار دانگ عالم میں
تعارف وشہرت بالخصوص دنیائے حدیث میں آشکارا ہونے اور مدرسہ کے حق میں ترقیات و
فتوحات کا ایک جدید باب مفتوح ہونیکا ذریعہ یہ بنا کہ حضرت اقدس مولانا الحاج محمد زکریا صاحب کاندھلوی
مدرسہ کے شیخ الحدیث اور مشیر ناظم قرار دیئے گئے۔ قارئین کو گذشتہ اوراق کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوگیا ہوگا
کہ حضرت اقدس سہارنپوری ۱۳۴۴ھ میں حجاز تشریف لیگئے اور پھر بعد میں وہیں مستقل اقامت اختیار فرماکر
بذل المجہود کی تالیف میں مشغول ہو گئے۔ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ میں بذل کی تالیف سے فراغت پاکر جب حضرت
نور اللہ مرقدہٗ کے بقیہ رفقاء سفر (جن میں حضرت شیخ بھی شامل تھے) واپس لوٹے تو حضرت اقدس سہارنپوری نے

مولانا سید احمد صاحب[1] سے ایک طویل تحریر مورخہ ۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ کو مدرسہ کے انتظامی معاملات اور داخلی و خارجی حالات کے متعلق لکھوائی۔ اسمیں حضرت شیخ کے متعلق دو چیزوں کا بطور خاص تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا۔

مولوی محمد زکریا صاحب کاندھلوی واپس ہوتے ہیں۔ میری رائے میں ان کو باضافہ تنخواہ شیخ الحدیث مقرر کر دیا جائے۔ مدرسہ میں کوئی مدرس ایسا نہیں ہے کہ جس کو حدیث کے ساتھ مناسبت مولوی زکریا کے برابر ہو۔ علاوہ شیخ الحدیث ہونیکے ان کو مددگار یا مشیر بھی بنا دیا جائے، اور یہ لکھ دیا جائے کہ مولوی عبد اللطیف صاحب ناظم بلا مشورہ مولوی زکریا صاحب کاندھلوی کے کوئی امر متعلق انتظام مدرسہ وطلبہ نہ کریں۔ فتنہ کا زمانہ ہے، دو شخصوں کی رائے سے انتظام قرین احتیاط ہے۔ (۱۰۵، بلفظہ الشریف)

یہ تحریر یہاں جب سرپرستان مدرسہ کی خدمت میں پیش ہوئی، تو حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کو مدرسہ کی بعض مصالح کی بناء پر کچھ تردد ہوا کہ پرانے اور قدیم اساتذہ کہیں اس تفوق کا تحمل نہ کر سکیں، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نے حضرت اقدس سہارنپوری کو تحریر فرما کر رائے عالی دریافت کی تو حضرت نے وہاں سے جواب تحریر فرمایا۔

مولوی زکریا ماشاء اللہ اس خطاب کے اہل ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ حدیث میں ان کو کتنا تبحر حاصل ہے۔ لہٰذا اگر مدرسہ والوں کو اس خطاب کے دینے میں تامل ہے تو تم میری طرف سے یہ خطاب[2] دیدو اور مدرسہ کے انتظامات جزئی و کلی میں ان کی رائے کو دخیل بنا کر مشیر ناظم قرار دو۔ [3]

دوسرا منصب نیابت ناظم کا تھا جو حضرت شیخ کو مرحمت ہوا۔ اپنی طبیعت اور فطری عادت کیوجہ سے شیخ پر ان دونوں منصبوں کا بہت بوجھ اور غیر معمولی دباؤ پڑا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس لائن میں لگنے کے بعد علمی و تعلیمی سلسلہ اگر بالکل ختم نہ ہوا تو کم از کم اس کا حرج بہت ہوگا، اسی لئے بار بار وہ اپنے اکابر سے اس کی درخواست کرتے رہے کہ اس

---

[1] برادر اکبر حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ... اس خط کی نقل مصنف کے پاس محفوظ ہے۔

[2] یہ حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کی برکت ہے کہ دور دراز علاقوں اور ملکوں میں بھی یہ خطاب اصل نام پر سبقت لے گیا۔ ہندوستان کی تقسیم سے قبل تک جب خطوط اور تاروں پر صرف "حضرت شیخ مظاہر علوم سہارنپور" پتہ کی جگہ تحریر ہوتا وہ بھی بروقت ملجاتے تھے، لیکن اب ڈاک و تار کے سلسلہ میں موجودہ ترقیات کا تواتر نہ سابقہ فرسودہ نظام سے کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔

[3] تذکرۃ الخلیل صفحہ ۔

مصیبت سے مجھے نجات دلاؤ۔ آپ بیتی کا یہ اقتباس بھی پڑھنے کے لائق ہے کہ۔

(یہ دونوں عہدے ملنے پر) میرا دماغ چکرا گیا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ اس انتظامی جھگڑے میں پڑ کر پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ تو جاتا رہیگا، ناظم صاحب کے مزاج میں پھیلاؤ بہت ہے۔ یہ ساری مصیبت مجھے بھگتنی پڑے گی۔ یہ تحریر حضرت مولانا سید احمد صاحبؒ کے قلم کی تھی۔ میں نے حضرت مرحوم سے بہت ہی خوشامد، لجاجت سے عرض کیا کہ اس مصیبت کو میرے سے ہٹائیے، انھوں نے کہا حضرت کی تجویز ہے تمھیں خوش ہونا چاہیئے۔

حضرت مولانا سید احمد صاحب سے مایوس ہو کر میں نے حضرت مولانا عبد القادر صاحب کے پاؤں پکڑے اور عرض کیا کہ وہ تحریر آپ کو بحیثیت سرپرست ضرور دکھلائی جائیگی، اللہ کے واسطے اسے منظور نہ کریں۔ حضرت رائے پوری نے فرمایا بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت ایک تحریر لکھیں اور میں اسپر انکار کروں۔

حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحبؒ بھی چونکہ ۱۳۴۴ھ سے سرپرست مدرسہ مقرر ہوئے تھے اسلئے حضرت سہارنپوری نے یہ تحریر ان کو بھی دکھلائی اور کئی بار اصرار فرمایا کہ اسمیں کوئی خامی یا اشکال ہو تو اس سے مطلع کریں، حضرت رائے پوری نے عرض کیا کہ توبہ توبہ حضرت کے ارشاد میں کیا اصلاح کر سکتا ہوں، کئی مرتبہ کے اصرار و انکار کے بعد حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ جناب نے مولوی زکریا کے متعلق دو نمبر تحریر فرمائے ہیں۔

پہلے نمبر میں تو ان کی حدیث دانی کو اور علو شان کو ایسا بڑھا دیا کہ مدرسہ میں کوئی ان جیسا حدیث داں نہیں ہے اور دوسرے نمبر پر حضرت نے ان کو نائب لکھا"

یہ سن کر حضرت سہارنپوری نے "نائب" کے لفظ پر اپنے قلم سے خط کھینچ کر اسپر مشیر کا لفظ تحریر فرما دیا، مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب اور شیخ رشید احمد صاحب نے حضرت کے اس حکم کی تعمیل اور عام اطلاع کے لئے سرپرستانِ مدرسہ کو تحریر فرمایا کہ!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے آخری والانامہ میں جو تیرہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کا مدینہ طیبہ کا تحریر شدہ ہے مولوی زکریا کو اپنی طرف سے شیخ الحدیث کا خطاب تجویز فرماتے ہوئے ہم کو اسکے پہنچانے کا مامور کیا ہے۔ لہٰذا خدام حضرت والا تعمیلاً اس خطاب کو مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور اسپر مبارکباد دیتے ہیں۔ فقط، ۱۷ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ۔ [۱]

اور مشیر ناظم کی تشریح کرتے ہوئے شیخ رشید احمد صاحب نے اربابِ مدرسہ کو مطلع فرمایا کہ!

---

[۱] از رجسٹر احکام سرپرستانِ مدرسہ ص ۵۵

ناظم صاحب اپنی محدود اختیارات میں مولانا زکریا صاحب سے مشورہ کیا کریں۔ اگر دونوں کا اتفاق ہو جائے تو اس کا اجرا کیا کریں اور اختلاف[1] (ہونے کی صورت میں) سرپرستوں کے پاس جاوے اور جو طے ہو اس کا اجرا کیا جائے۔[2]

اس طرح سے گویا یہ دونوں مناصب جلیلہ اپنے سب اکابر کی تائید و توثیق کے ساتھ حضرت شیخ کو سونپ دیئے گئے۔

انہی کلیوں کو حق ہے لذت لطف بہاراں کا جو کلیاں ابتداء عمر سے کانٹوں میں پلتی ہیں

مدرسہ کے کتب خانہ (لائبریری) میں اب تک دو آدمی ایک محافظ، مولوی مسعود علی خاں راجوپوری، دوسرے نگراں مولوی مظہر علی خاں راجوپوری کام کرتے آئے تھے، لیکن اس سال چونکہ مولوی مسعود علی خاں مدرس فارسی بنا دیئے گئے، اسلئے انتظام کتب خانہ کے ذیل میں مولوی شجیع الحسن انصاری سہارنپوری کو بمشاہرہ ۱۵؍ مقرر کیا گیا۔ ایسے ہی مدرسہ کو تبلیغی اور دینی جلسوں کیلئے ایک واعظ و مقرر کی ضرورت تھی، اس لئے ۹؍ محرم ۱۳۴۶ھ کو مولانا نور محمد خاں صاحب مظاہری فیض آبادی کا ۲۰؍ مشاہرہ پر تقرر ہوا۔ تبلیغی مساعی بالخصوص فتنۂ ارتداد کے ہنگامہ میں مولانا کی قیمتی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، فجزاهم الله تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین۔

منشی خلیل احمد چونکہ ماہ ربیع الاول سے علیحدہ ہو گئے تھے اسلئے ان کی جگہ ۲؍ رجب ۱۳۴۶ھ کو مولانا اسمٰعیل صاحب کا انتظام مطبخ کے لئے بمشاہرہ ۱۲؍ روپے معہ طعام تقرر ہوا۔ اسی سال ۱۹؍ صفر کو منشی محمد حنیف صاحب سفیر مدرسہ اور منشی خلیل احمد صاحب محرر مدرسہ کی تنخواہوں میں علی الترتیب ۲؍ دو روپے اور ایک روپیہ کا اضافہ ہوا۔

فتاویٰ کی کثرت کی بنا پر ایک مددگار مفتی کی ضرورت تھی اسلئے یکم شوال سے مولوی عبدالقیوم صاحب ساکن پونچھ کا تقرر ہوا۔

جلسہ سالانہ مدرسہ کا چونسٹھواں (۶۴) جلسہ مورخہ ۲۱؍ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۰؍ جون ۱۹۲۸ء کو جامع مسجد سہارنپور میں منعقد ہوا۔ گرمی کی شدت کیوجہ سے مہمانوں کی راحت و سہولت کا بڑا اہتمام کیا گیا، فرش فروش اور ٹھنڈے پانی کا معقول انتظام ہوا اس حسن انتظام کی شرکاء جلسہ نے خاص طور پر مدح و تحسین کی، جلسہ کی صدارت مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب نے فرمائی۔ اپنے سالہا سال کے معمول

---

[1] الحمد للہ تمام عمر میں اسکا کبھی اتفاق نہیں ہوا کہ ان اکابر میں کوئی اختلاف ہوا ہو جس ایک کو... اپنی رائے پر اصرار ہوا دوسرے نے فوراً اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ [2] رجسٹر احکام سرپرستان مدرسہ ۵۵ (شاہد غفرلہ)

کے مطابق درجہ حفاظ کے طلبہ اور شعبۂ تجوید کے طلبہ کی تلاوت سے آغاز ہوا۔ ان کے بعد مولوی عبدالوافی بنارسی مولوی حافظ محمود حسن[۵] متعلمان مدرسہ نے پندرہ، پندرہ منٹ تقریریں کیں، تقاریر کے ختم ہونے پر حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب زید مجدہٗ نے مدرسہ کے حالات سنا کر پرمغز تقریر فرمائی، بعد ازاں مولانا نور محمد خاں صاحب اور مولانا اشفاق الرحمن صاحب کاندہلوی نے تقریر فرمائی۔ سب سے آخر میں مولانا الحاج ظفر احمد صاحب تھانوی کا وعظ ہوا جو انتہائی جامع اور مفید تر ہونے کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا، بعد نماز ظہر مدرسہ کے شعبۂ مناظرہ انجمن ہدایت الرشید کا جلسہ مدرسۂ قدیم میں منعقد ہوا جسمیں مختلف حضرات نے تقریریں کیں، اس دوسری نشست میں ایک مجلس مناظرہ بھی منعقد ہوئی جسمیں دو فریقوں نے مدمقابل بن کر پر زور تقریریں کیں، جلسہ میں تشریف لانے والے مخصوص حضرات یہ تھے، مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا اعزاز علی صاحب، علامہ ابراہیم صاحب اور عالی جناب شیخ رشید احمد صاحب، مولانا الحاج عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب سرپرست مظاہر، مولانا صبیح الدین صاحب، حافظ حنیف الدین صاحب صاحبزادگان جناب الحاج الحافظ فصیح الدین صاحب رئیس میرٹھ۔

سنہ ۶۵ بنائی مطابق سنہ ۱۳۴۷ھ

یہ سال بھی گذشتہ سال کی طرح قضا و قدر کی کارفرمائی اور حوادث زمانہ سے خالی نہیں رہا اور ایسے دینی اساطین اور گرانمایہ گوہر پیوند خاک ہوئے جن کی نظیر صدیوں میں پیدا ہونی مشکل ہے۔ ان پیش آمدہ حوادث میں سے ایک حادثہ حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب مہتمم مدرسہ کی وفات حسرت آیات کا ہے، حضرت مولانا کو مدرسہ سے جو تعلق اور لگاؤ تھا وہ عشق و شیفتگی کے درجہ کو پہنچا ہوا تھا، سال کے تمام ایام بلکہ لیل و نہار کی کوئی گردش ایسی نہ ہوتی تھی جس میں مولانا مدرسہ کیلئے کوئی فکری، علمی، عملی خدمت انجام نہ دیتے ہوں، بہت سے معاملات اور ضروریات کا انحصار ان کی ذات پر تھا وہ بیک وقت مدرسہ کے مہتمم بھی تھے سفیر مدرسہ بھی تھے، مفتی بھی تھے اور عدالت میں پیش آنیوالے امور کے ذمہ دار بھی تھے، بے ہمہ اسقدر تھے کہ گھریلو ضروریات پر مدرسہ کے مشاغل اور مصروفیات کو ہمیشہ ترجیح دی، مدرسہ کے اوقات میں کوئی کتنا بڑے سے بڑا ذی وجاہت شخص آیا تو اسکی طرف کبھی توجہ نہ فرمائی با ایں ہمہ اتنے تھے کہ جب محصل چندہ شہر آکر یہ کہتا کہ فلاں صاحب نے اپنا وعدہ پورا نہیں فرمایا، اور مدرسہ کی مالی امداد نہیں کی تو اپنے مکان پر آتے یا جاتے اس سے ملاقات کرتے، اس کو اپنا وعدہ یاد دلاتے اور عاجزی اور خوشامدانہ لب و لہجہ کے ساتھ فرماتے کہ ابھی تک تمہارا چندہ نہیں آیا، اس کو ادا کرو، ان کے اس

---

[۵] حال صدر مفتی دارالعلوم دیوبند و سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

اخلاص و تواضع کا اثر یہ ہوتا کہ معطی بلا بس وپیش رقم ان کے حوالہ کر دیتا یا موکد وعدہ کر لیتا ، مولانا مرحوم کی مدرسہ کے معاملات میں دلچسپی اور شغف کے متعلق روئداد مدرسہ میں تحریر ہے کہ!

حضرت مرحوم اپنی آخری عمر کے دور میں باوصف ضعف پیرانہ سالی کے کمر پٹکے سے باندھکر جس وقت مدرسہ کے کام میں مشغول ہوتے تھے تو ان کی جفاکشی اور انہماک کے مقابلہ میں بڑے بڑے نوجوان جفاکش عاجز اور حیران نظر آنے لگتے تھے ، حالانکہ حضرت مکان سے مدرسہ تک آنے میں (ضعف و نقاہت کی وجہ سے) دو تین جگہ بیٹھ کر تشریف لاتے تھے مگر ہمیشہ مدرسہ کے عدالتی مشاغل کی انجام دہی کیلئے کچہری کی طویل مسافت پیدل قطع فرماتے تھے ، اور کبھی شدت بیماری و ضعف میں ڈولی میں تشریف لاکر مدرسہ کی خدمات انجام فرماتے تھے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ بفضائل علمیہ کے علاوہ سادگی[1] ، کفایت شعاری اور دیانت کا ایسا بے نظیر مجسمہ تھے کہ اس دور قحط الرجال میں دوسری مثال ملنا مشکل ہے ۔ [2]

افسوس ہے کہ اس سراپا جاں نثار مدرسہ نے بیس[۲۰] جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ کو بمرض فالج انتقال فرمایا اور مدرسہ ہمیشہ کیلئے ایک مخلص کی مخلصانہ خدمات سے محروم ہو گیا ، [۵]

اکیلا کون کہتا ہے لحد میں نعش حاتم کو ہزاروں حسرتیں مدفون ہیں دریا کے بہ ہوبیں

(۲) دوسرا حادثہ جو مہتمم صاحب کے سانحہ سے چند روز قبل پیش آیا ، حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد احمد صاحب مہتمم اعلیٰ دار العلوم دیوبند کا واقعۂ ارتحال ہے ۔ تنہا دار العلوم دیوبند ہی کیلئے نہیں بلکہ مظاہر کیلئے بھی یہ حادثہ ہوش ربا تھا ، کیونکہ تکوینی نظام کے ماتحت ایک ادارہ کی مشکلات سے دوسرا ادارہ ضرور بالضرور دوچار ہوتا رہا ۔ ویسے بھی مظاہر علوم سہارنپور اور دار العلوم دیوبند ایک ہی سلسلہ کی دو کڑیاں اور ایک ہی مسلک کے دو علمبردار مانے جاتے ہیں ۔ دونوں کا سن تعمیر مشترک اور دونوں خدمات علمیہ و عملیہ میں ایک دوسرے کے رفیق کار اور شریک حال ہیں ۔ حضرت[۳] تین جمادی الاول ۱۳۴۷ھ پنجشنبہ بوقت ایک بجے انتقال فرما کر دار العلوم ہی کو نہیں بلکہ اسلامیان عالم کو داغ مفارقت دے گئے ۔

---

[1] روئداد مدرسہ [۲] تعزیتی مضمون ۔ [2] اسی سادگی اور بھولے پن کی وجہ سے مولانا مرحوم کو اس تعارف کے ساتھ پہچانتا کہ یہ " ناظم مدرسہ ہیں " بسا اوقات ایک عامی آدمی کے لئے بڑا مشکل ہو جاتا تھا ، ایکبار مدرسہ کے مقدمہ کے سلسلہ میں دہرہ دون تشریف لیگئے ، عدالت میں آواز لگائی گئی ، مہتمم مدرسہ مظاہر علوم ، مولانا آواز سن کر کمرے میں تشریف لیگئے ، حاکم نے ڈانٹ دیا کہ مدرسہ کے مہتمم کو بلایا جا رہا ہے کسی چپراسی کو نہیں ۔ واقفین نے بتلایا کہ یہی مدرسہ کے مہتمم ہیں ، حاکم کو آخر تک اسپر تعجب رہا کہ اتنے بڑے مدرسہ کا چلانیوالا اور اتنا سیدھا سادہ " (افادہ حضرت شیخ زید مجدہ)

حضرت مرحوم حیدر آباد سے واپس تشریف لارہے تھے کہ نظام آباد کے اسٹیشن پر انتقال ہوا۔ نعش مبارک حیدر آباد لیجائی گئی اور خطہ صالحین میں تدفین عمل میں آئی۔

(۳) تیسرا حادثہ حضرت مولانا الحاج مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا ہے جو سترہ (۱۷) جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ شب شنبہ میں دو بجے ہوا، حضرت مولانا الحاج شاہ رفیع الدین صاحب سے مجاز ہونے کے باوصف ورع و تقویٰ میں ممتاز اور انکسار میں مشہور معروف تھے۔

(۴) اسی سال بیس ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ چہارشنبہ کو حضرت اقدس سہارنپوری کی اہلیہ محترمہ نے سفر آخرت اختیار فرمایا۔ اور مہاجرہ مدینۃ الرسول کے شرف سے مشرف ہوکر اکیس ۲۱ ذی الحجہ یوم پنجشنبہ کو حضرت کے قدموں میں دفن ہوئیں۔ فرحمہا اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

سربراہ ریاست حیدر آباد کے ایماء پر اس سال ۱۵ محرم کو مولانا سید محی الدین صاحب ناظم تعلیمات اسلامیہ حیدر آباد اور مولانا سید عبد الباسط صاحب ناظم سررشتہ انجمن سلطنت آصفیہ نے مدرسہ میں تشریف لاکر مدرسہ کی ہر ایک جزئی حالت اور تعلیمی و انتظامی خاکہ کو ملاحظہ فرمایا اور "رجسٹر معائنہ مدرسہ" میں اپنے چشم دید حالات تحریر فرمائے۔ مولانا محی الدین صاحب نے جمعہ کی نماز کے بعد دار الحدیث میں ایک گھنٹہ تقریر فرمائی جس میں مظاہر کے شعبوں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

> میرا کام یہی ہے کہ میں ہندوستان کے مدارس کو دیکھ کر مفید طرز اپنے یہاں رائج کروں اسلئے میں نے ہر قوم و ملت کے مدارس دیکھے ہیں، ہندوستان بھر میں کفایت شعاری و ایثار کے نمبر اول پر میں نے ہندوؤں کے پونا کالج کو پایا۔ اور آج دوسرے نمبر پر مظاہر علوم سہارنپور کو پارہا ہوں، ضرورت ہے کہ ہم میں مولانا محمد زکریا صاحب جیسے صاحب ایثار لوگ پیدا ہوں۔

وقف اعمالِ اسلامیہ میں ایک ایسی چیز ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور جس کا نفع اجر اخروی کی شکل میں واقف کو اسکے انتقال کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔ عالی ہمم حضرات نے مدرسہ کیلئے ہمیشہ چھوٹی بڑی جاگیریں اور زمینیں وقف فرمائی ہیں جن کو ہم نے ان کی کثرت کی بناء پر اب تک کہیں ذکر نہیں کیا۔ لیکن اس سال بہت سے اوقاف میں سے ایک وقف عالیجناب راؤ عبد العزیز خاں کی طرف سے ہوا۔ اس کا ذکر اس حیثیت سے ضروری ہے کہ وہ بعد میں مدرسہ کی ایک شاخ اور تعلیم کیلئے ایک بڑی درسگاہ بنی۔

راؤ صاحب موصوف نے ایک وسیع و عریض عمارت جس کے ساتھ بہت سی دکانیں بھی ہیں تیئیس (۲۳) نومبر ۱۹۲۸ء کو وقف فرمائی اور اس کے ساتھ یہ شرط بھی لگائی کہ مظاہر علوم کی ایک شاخ اسمیں کھولی جائے تاکہ قرآن شریف اور تعلیم یہاں ہوا کرے اور شاخ کی آمدنی سے ہی اس کے مصارف پورے کئے جائیں چنانچہ

ان کی خواہش کے مطابق اسمیں قرآن شریف وغیرہ کی تعلیم کے لئے ایک شعبہ قائم کردیا

نقشۂ انضباطِ تعلیم | تعلیم کی نگہداشت کے لئے اس سال یہ طے پایا کہ ایسا نقشہ مرتب ہونا چاہیئے جس سے ہرماہ کی تعلیمی حالت کا اندازہ ہوسکے اور یہ پتہ چل سکے کہ ہر مدرس نے اپنی متعلقہ کتاب کا کتنا حصہ پڑھایا ہے۔ چنانچہ ماہ ذیقعدہ سے ماہانہ تعلیم کے انضباط کا نقشہ حضرت شیخ زید مجدہٗ اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب صدر مدرس کی رائے سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے دور مسعود کے پانچ سالانہ ماہانہ نقشوں کو سامنے رکھ کر منضبط کیا گیا۔ اس کی تنفیذ اور نگرانی کے ذمہ دار مولانا عبدالرحمٰن صاحب ٹھیرائے گئے جس کی اطلاع بایں الفاظ مولانا کو دی گئی کہ!

مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے مجوزہ نقشۂ نصاب کی سابقہ جلسہ میں منظوری دی جاچکی، اسکی تنفیذ فرمادیں اور آئندہ شعبۂ تعلیم کی نگرانی کے ذمہ دار اپنے آپ کو تصور فرمائیں اور اس شعبہ کی کہ اصل مغز اور خلاصہ تمام محنتوں کا ہے، خوبیوں کو مدنظر رکھ کر ہم خدام کو تحسین کا موقعہ دیں۔" عاشق الٰہی، رشید احمد، رحیم بخش۔

میں بھی مولانا عاشق الٰہی صاحب کی رائے سے متفق ہوں۔" اشرف علی۔ [۱]

طلبہ | اس سال طلبہ کی تعداد چھ سو اڑتیس (۶۳۸) تھی جن میں درجہ اعلیٰ اوسط عربی کے طلبہ دو سو انہتر (۲۶۹) تھے اور باقی دوسرے شعبوں سے وابستہ رہے۔ امتحان سالانہ پانچ شعبان سے شروع ہوکر سولہ شعبان تک ہوا۔ جس میں پانچسو اٹھاون (۵۵۸) طلبہ کامیاب ہوئے۔ باقی چند طلبہ اپنی بیماری اور رخصت وغیرہ کی وجہ سے امتحان میں شریک نہ ہوسکے۔ جو طلبہ اس سال دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔"

(مولانا الحاج) مولوی احتشام الحسن کاندھلوی (مولانا) مولوی امیر احمد (صاحب) کاندھلوی، (مولانا) مولوی جمیل الرحمٰن (صاحب) امروہوی (حال ناظم شاخ) مولوی محمد فاروق کوہاٹی، (مولانا الحاج) مولوی عبدالحلیم فیض آبادی، مولوی سید فیض الرحمٰن میمن سنگھی، مولوی رشید احمد چاٹگامی، مولوی لطف الرحمٰن چاٹگامی، مولوی محمد اسمٰعیل ارکانی، مولوی نذیر حسن ساکن روڑکی، مولوی بدر الدجیٰ چاٹگامی، مولوی اسمٰعیل جالندھری، مولوی حبیب الرحمٰن کاملپوری، مولوی عبدالعزیز فریدپوری، مولوی محمد قاسم کاملپوری، مولوی عبدالرب کملوی، مولوی رمیض الدین کملوی، مولوی عبدالمتین پشاوری، مولوی

---

[۱] منقول از بیاض حضرت شیخ زید مجدہٗ۔"

________، مولوی غلام سرور پشاوری، مولوی محمد اسمٰعیل میمن سنگھی، مولوی وحید الرحمٰن بریسالی، مولوی شمس تبریز اروی، مولوی علی اکبر گورداسپوری، مولوی حبیب اللہ لدھیانوی، مولوی سید احمد چاٹگامی، مولوی محمد ادریس سلہٹی، مولوی عبدالرحمٰن بہاولپوری، مولوی فضل محمد جالندھری، مولوی قدرت علی ڈھاکوی، مولوی محرم علی کمرلوی، مولوی فضل الرحمٰن کاملپوری، مولوی محمود الرحمٰن اسلام آبادی، مولوی محمد قاسم فریدپوری، مولوی عبدالقادر چاٹگامی، مولوی محمود حسن (ابن الشاہ منشی رحمت علی صاحب) جالندھری، مولوی تمیز الدین رنگپوری، مولوی عبدالغفور ہزاروی، مولوی امجد علی نواکھالی، مولوی نصیب علی کچھاڑوی، مولوی نور احمد ارکانی، مولوی احمد حسین فیض آبادی، مولوی حامد حسین فیض آبادی۔

ان بیالیس فارغین میں سے مولانا الحاج احتشام الحسن صاحبؒ ابن مولانا روف الحسن صاحب کاندھلوی نے سولہ کتب میں امتحان دیکر دوسو چوہتر (۲۷۴) نمبرات حاصل کئے اور پورے مدرسہ میں اول نمبر سے کامیاب ہوکر پانچ روپے نقد اور مندرجہ ذیل کتب انعام میں حاصل کیں۔ تبلیغ الحق، اقوال الصادقین، بذل المجہود، جلد رابع، تحقیق لاثانی، جواب ترکی بہ ترکی، سبیل الاقوم، نبوت کی ضرورت، نور الضحیٰ، الرشاد، متفرق بارہ عدد، تذکرہ ہر دو جلد، جہد المقل، سراجی، فصل الخطاب، عقیدۃ الاسلام، رسائل طغرا۔

مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی نے تیرہ کتب میں امتحان دیکر دوسو پینتیس (۲۳۵) نمبرات حاصل کئے اور دورۂ حدیث شریف میں امتیازی طور سے کامیاب ہوئے، مولانا موصوف نے دس روپے انعام کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل کتب انعام میں حاصل کیں۔

تبلیغ الحق، تحقیق لاثانی، دلیل الخیرات، تذکرہ جلد اول وثانی، اصلاح ترجمہ، مرزا حیرت، انتخاب قصائد عرفی، حجۃ الاسلام، انتخاب انوار سہیلی، سرگذشت وزیر خاں، بذل المجہود جلد رابع، آداب القرآن ثلاثیات بخاری، لطائف رشیدیہ، سراجی، موازنہ دبیر و انیس، نور الضحیٰ، خلافت اسلام۔

تغیرات حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب کی حیات ہی میں سرپرستان مدرسہ کو مولانا کے بڑھتے ہوئے ضعف و اعذار کی بنا پر مسئلۂ اہتمام کی طرف سے بڑا فکر و تردد تھا، اور کوئی ایسا موزوں اور لائق آدمی درکار تھا جو اس عہدۂ جلیلہ کو سنبھال سکے۔ اجتماعی اور انفرادی طور پر سارے ہی اکابر چاہتے تھے کہ یہ مسئلہ کسی کھٹائی میں پڑنے سے پہلے پہلے ہی نمٹ جائے۔ اور سچ پوچھئے تو اس بار گراں کو برداشت کرنے کیلئے مدرسہ میں دو ہی شخصیتیں طاقتور تھیں، ایک شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ کی ذات عالی، دوسرے مولانا الحاج عبداللطیف صاحب کی جامع ذات۔ لیکن اب تک کے تجربات اور مشاہدات کی بنا پر حضرت شیخ سے یہ امید وابستہ کرنا کہ وہ یہ عہدہ قبول کر لیتے ناممکن تھا، اسلئے مشیر ناظم اور مدرسہ کے ذمہ دار ہونے کی

حیثیت سے اس مسئلہ میں حضرت شیخ سے آزادانہ طور پر رائے لی گئی، اس موقعہ پر انتخاب مہتمم کے متعلق جو چند زرین اصول (بلکہ دستور العمل) حضرت شیخ نے تحریر فرماکر ارباب مدرسہ کو بھیجے وہ اس قابل ہیں کہ ہمارے مدارس عربیہ کے منتظمین اس جیسے معاملہ سے نبرد آزما ہوتے وقت ان کو ذہن میں رکھ لیا کریں کہ ماقل و مادل کی بہترین مثالیں ہیں۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں!

مخدومی حضرت الحاج مولانا عاشق الٰہی صاحب و جناب الحاج شیخ رشید احمد صاحب زاد مجدکم۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرٹھ اور دہلی سے واپسی پر وہ خط جو آپ ہر دو حضرات کا مشترکہ میرے نام کا عذرات مدرسہ کے ہمراہ آیا تھا ملا۔ اہتمام کا مسئلہ اول سے زیر بحث ہوتا چلا آرہا ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے اس کی ضرورت اور اسکی تجاویز زیر غور اور زیر فکر ہیں مگر اب تک بھی کوئی صورت قرار نہ پاسکی۔ اس کی بڑی وجہ حقیقت میں اس کی اہمیت اور متفرق صفات کی جامعیت ہے جس کی وجہ سے کبھی کسی مناسب شخص کی تجویز نہ ہوسکی، چونکہ ہمیشہ اس کے متعلق زبانی تذکرہ ہوتا رہا۔ اسلئے میں بھی وقتی رائے اپنے خیال کے موافق حضرت اقدس سے بھی اور آپ حضرات سے بھی عرض کرتا رہا۔ جناب والا اس مشترکہ گرامی نامہ میں جو میرے نام ہے مجھے تحریراً مخاطب بناکر جمعہ تک اس کے جواب کا مطالبہ فرمارہے ہیں اسلئے میں اپنے خیال کو عرض کرتا ہوں۔

جناب والا کے اس ارشاد کے بعد کہ مہتمم نہ نائب صاحب کو بنایا جاسکتا ہے نہ کسی ملازم مدرسہ کے رشتہ دار کو۔ اور نیز یہ کہ اگر مدرسہ سے کوئی شخص تجویز نہ کیا گیا تو کسی باہر کے شخص کا تقرر آپ حضرات تجویز فرمادیں گے، میرا خیال حسب ذیل ہے۔

(۱) باہر کا جو شخص بھی تجویز کیا جاوے اس کے لئے نہایت ہی اہم امر جس کو میں بیحد ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ سردست مہتمم کے عہدہ پر ہرگز تجویز نہ کیا جاوے بلکہ دفتر میں ایک کارکن عارضی چھ ماہ یا ایک سال کیلئے تجویز کیا جاوے کہ تجربہ کے بعد اس کو مہتمم بنانا مناسب ہوگا۔ ورنہ عہدۂ اہتمام چونکہ اہم ہے اسلئے بلا تجربہ اگر کسی وجہ سے ناموافقت ہوئی تو ان اختیارات کے بموجب جو بحیثیت اہتمام اس کو حاصل ہونگے بہت سی مضرات کا اندیشہ ہے۔

(۲) جو شخص بھی مہتمم تجویز کیا جائے داخلی یا خارجی اس کی تنخواہ موجودہ مہتمم کے برابر اسوقت تجویز کرنی میرے نزدیک سخت نامناسب ہے۔ کہ مہتمم صاحب کی یہ تنخواہ عرصہ کے تجربہ اور کام کی واقفیت پر ہے۔ اسلئے میرے خیال میں اس شخص کی تنخواہ سردست ۵۰ سے زائد ہرگز مناسب

نہیں۔ البتہ اس عارضی تقرر کے بعد اگر مناسب ہو تو کچھ اضافہ کیا جاوے اور موجودہ مہتمم کی تنخواہ کے برابر میرے خیال میں چار، پانچ سال سے کم میں نہیں ہونی چاہیئے۔

(۳) میرے اپنے خیال ناقص میں اس عہدہ کے لئے مولوی عبد المجید صاحب مدرس اول فارسی مناسب ہیں جن کا تذکرہ میں زبانی بھی کر چکا ہوں۔ میرے نزدیک یہ صورت مناسب ہے کہ ۲۵ تنخواہ کے ساتھ ان کو بلا نام اہتمام وغیرہ کے دفتر میں ملازم کیا جاوے اور یہ تقرر وقتی ایک سال کیلئے عارضی قرار دیا جائے۔ ایک سال تک کام کی جانچ کی جاوے۔ اگر کام چلتا نظر آوے اور ان کے قابو میں ہو تو ان کو مہتمم مال قرار دیا جائے۔ اور مہتمم تعلیم بدستور مولوی ظریف احمد صاحب کو تجویز کیا جائے۔

(۴) میری یہ تحریر حضرت ناظم صاحب سے تو مخفی نہیں مگر مدرسہ کے دفتر سے ضرور مخفی ہے۔ اسلئے کہ جب آپ حضرات نائب صاحب کو مہتمم بنانیکا قصد نہیں فرما رہے ہیں تو میرے خیال میں کوئی تحریر مدرسہ کے دفتر میں ایسی جانی مناسب نہیں جس سے وہ بددل ہو کر کام میں سستی فرماویں۔ مدرسہ کے اس رجسٹر میں جسمیں سرپرستان کے احکام نقل ہوتے ہیں وہ چونکہ دفتر ہی میں رہتا ہے۔ اسلئے اسمیں بھی اسکا اندراج افشار کا سبب سمجھتا ہوں اسلئے میرا یہ عریضہ بعد ملاحظہ اگر نامناسب ہو تب تو بطریق اولیٰ اور اگر اسکا کوئی جز پسند ہو تو اس کو آپ حضرات نوٹ فرما کر مجھے واپس فرمادیں۔" فقط والسلام۔ زکریا عفی عنہ"

مکرر آنکہ چونکہ حضرت مہتمم (مولانا عنایت الہٰی) صاحب کا آج وصال ہو گیا۔ اسلئے اس تحریر کی عجلت ہے۔ پہلے میرا خیال اجتماع (سرپرستان) کے موقعہ پر پیش کرنیکا تھا۔ مگر اب اس کو اس خیال سے ارسال کر رہا ہوں کہ شاید حسب تحریر حضرت حافظ صاحب جمعہ کے روز کچھ آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو جاوے اور حاضری ملتوی کرنی پڑے اتنا امر اور اسی وقت ضروری ہو گیا کہ حضرت مہتمم صاحب کے وصال سے کسی شخص کے نام پر اہتمام کا کام آنا ضروری ہے کہ مقدمات وغیرہ نیز ڈاکخانہ کی رجسٹری وغیرہ اشیاء کے وصول کے لئے جب کہ وہ مہتمم مدرسہ کے نام ہوں اسپر دستخط مہتمم کے نام سے ہونے ضروری ہیں۔ اسلئے میرے خیال میں اس کے عارضی نظم کے لئے حضرت حافظ (عبد اللطیف) صاحب کا نام مناسب ہے۔ ویسے تو بحیثیت ناظم مہتمم کے افسر ہونے کی حیثیت سے وہ بطریق اولیٰ کافی ہیں۔ مگر بعض ناواقف لوگ لفظ مہتمم ہی دیکھتے ہیں۔

(۵) میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نائب صاحب کو عارضی مہتمم بنایا جائے بلکہ یہ کام وہ حسب دستور کرتے رہیں جیسا کہ اب تک کر رہے تھے۔ اسلئے کہ حضرت مہتمم صاحب مرحوم کی علالت کیوجہ سے جملہ کام وہی کر رہے ہیں۔ لیکن مہتمم کا نام عارضی طور پر حضرت حافظ صاحب کے نام منتقل ہو جائے۔ اسلئے کہ نائب صاحب سے اہتمام کو واپس لینا آپ کو مشکل ہوگا اور ناظم صاحب سے کچھ بھی مشکل نہیں۔ اسلئے کہ عہدۂ نظامت بہرحال اہتمام سے اونچا ہے اور ایک شخص نائب مہتمم کو مہتمم بنانے کے بعد پھر تنزل ناموزوں اور مشکل ہوگا۔" فقط

زکریا کاندھلوی ۔ ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳۷۳ھ [۵]

حضرت شیخ کی پیش کردہ تجویز نیز سرپرستانِ مدرسہ کی اتفاقِ رائے سے طے ہوا کہ مدرسہ کے مہتمم اب حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ہی ہونگے، چنانچہ حضرت مہتمم صاحبؒ کی وفات کے بعد سرپرستان مدرسہ کی خدمت میں جب اہتمام کا مسئلہ دوبارہ پیش ہوا تو مجلس شوریٰ نے طے کر دیا کہ!

ناظم و مہتمم تقریباً ایک ہی چیز ہے۔ پہلے سے بھی وہی کام جو اہتمام کا تھا ناظم صاحب کر رہے تھے۔ بمصالح نام مرحوم پر باقی تھا۔ اب حافظ صاحب ناظم و مہتمم دونوں کے ساتھ موسوم ہوں تاکہ ڈاک وغیرہ جو مہتمم کے نام سے آتی ہے اسمیں دقت نہ ہو اور حسب قانون مطبوعہ جو اختیارات مہتمم کے ہیں وہی حافظ صاحب کے ہیں۔ البتہ دفتر میں مرحوم کی کمی پورا کرنے کیلئے ایک محاسب یا مددگار کا اضافہ ضروری ہے۔

چنانچہ مجلسِ شوریٰ کے فیصلہ کے بموجب مولانا الحاج عبداللطیف صاحب کو زمامِ اہتمام بھی سونپی گئی۔ اس طرح پر کہ دو نائب ایک مالیات کا دوسرا تعلیمات کا علیحدہ علیحدہ ہو۔ اور دونوں حضرت حافظ صاحب کی زیرِ نگرانی اپنے متعلقہ امور انجام دیں۔ چنانچہ مولانا ظریف احمد صاحب پورقاضوی نائب مہتمم شعبۂ تعلیمات بنائے گئے اور مولانا محمد زکریا نانوتوی نائب مہتمم شعبۂ مالیات جیسے کہ پہلے سے چلے آ رہے تھے، اپنی جگہ پر رہے۔ مولوی اخلاق احمد استاذ شعبۂ عربی شوال میں ایک سال کی رخصت لیکر حیدرآباد گئے۔ اور بعد میں مظاہر سے بعض ضروریات کی بنا پر اپنا تعلق ختم کر لیا، نیز ماہ ذیقعدہ میں خواجہ شجیع الحسن محافظ کتب خانہ نے استعفاء دیا۔ سو ۱۲ محرم ۱۳۷۴ھ کو مولانا عبدالرحمٰن صاحب سنسارپوری کا تقرر معہ ۱۶/۰ مشاہرہ پر درجہ فارسی کے مدرس دوم ہونے کی حیثیت سے ہوا۔

---

[۵] یہ مکتوب مرتب کے خزانہ عامرہ میں محفوظ ہے۔" (ش)

جلسہ سالانہ چوبیس (۲۴) ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ مطابق پانچ مئی ۱۹۲۹ء یکشنبہ کو جامع مسجد میں مدرسہ کا پینتیسواں (۶۵) سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ مخصوص آنیوالے مہمان بہ نسبت گذشتہ چند سالوں کے اس مرتبہ زیادہ تھے۔ جن میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا الحاج سید حسین احمد صاحب مدنی، مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب زید مجدہٗ، مولانا اعزاز علی صاحب، علامہ ابراہیم صاحب، مولانا رسول خانصاحب مولانا الحاج شاہ محمد الیاس صاحب دہلوی، مع کثیر جماعت میوات، مولانا ظفر احمد صاحب مفتی خانقاہ اشرفیہ جناب الحاج الحافظ فخر الدین صاحب، مولانا عاشق الٰہی صاحب، شیخ رشید احمد، مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب، مولانا الحاج حکیم جمیل الدین صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری، مولانا اللہ بخش کی علالت کیوجہ سے تشریف نہ لاسکے، اتفاق رائے سے جلسہ کا صدر مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب کو منتخب کیا گیا۔ آغاز جلسہ پر چند طلبہ نے قرآن پاک سنایا اور بعض دوسرے طلبہ نے دلچسپ اور ہلکی پھلکی تقریریں کیں۔ ان تقریروں کے ختم ہونے کے بعد مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب نے مدرسہ کی روئداد اور اس کے سالانہ حالات سنا کر تقریر فرمائی۔ اسکے بعد مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب کی تقریر ہو کر حضرت اقدس مدنی کا وعظ ہوا۔ اختتامی تقریر مولانا ظفر احمد صاحب کی ہوئی۔ ساری تقریر تصوف و سلوک کا رنگ اپنے اندر لئے ہوئی۔ باوجودیکہ جلسہ کی کارروائی مسلسل کئی گھنٹے تک ہوتی رہی لیکن سارا مجمع سراپا گوش بن کر سنتا رہا اور محظوظ ہوتا رہا۔ تقاریر کے نظام میں مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی کا بیان ہونا بھی قرار پایا تھا، اور اکثر واردین مولانا سے واقفیت کی بناء پر خود بھی اس کے متقاضی تھے، لیکن اکابر حضرات کی تشریف آوری کی بناء پر مولانا نے خود ہی اپنا وعظ ملتوی فرمادیا اور کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ باہر سے آنیوالے حضرات کی خاطر میں اپنا وقت حذف کرتا ہوں۔ نماز ظہر کے بعد شعبۂ مناظرہ و تقریر انجمن ہدایت الرشید کا جلسہ بصدارت مولانا اعزاز علی صاحب مدرسہ قدیم میں منعقد ہوا جسمیں مختلف موضوعات پر تقریریں ہوئیں۔ ایک مجلس مناظرہ بھی منعقد کرائی گئی جس میں مدعین اور منکرین کے درمیان پرزور گفتگو ہوئی۔

سنہ بنائی مطابق سنہ ۱۳۴۸ھ حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی بے نظیر تالیف بذل المجہود تکمیل کے بعد ارباب مدرسہ کے حوالہ فرمادی تھی۔ تاکہ مدرسہ بطور خود اس کو طبع کرائے اور اس سے حاصل شدہ منافع کا مالک ہے، اور اسطرح آمدنی مدرسہ کا ایک مستقل سلسلہ چلتا رہے۔ لیکن کام کی وسعت اور اس کے پھیلاؤ کی بناء پر مدرسہ اسکی فروختگی پر قابو نہ پاسکا۔ اسمیں شک نہیں کہ اس وقت کتاب کی نشر و اشاعت اس کی نکاسی اور فروختگی کے

متعلق ارباب مدرسہ نے بہت سی کوششیں اجتماعی اور انفرادی طور پر کیں۔ اس کے لئے مستقل ملازم، مستقل کمرے اور بیرونی تاجروں سے معاملات طے کرنے کے لئے مستقل آدمی رکھے۔ لیکن اسکے باوجود بکثرت ایسی چیزیں پیش آئیں جن سے نفع تو درکنار راس المال کے ہی ضائع ہونیکا اندیشہ ہو چلا تھا۔ اس صورت حال کو محسوس کرنیوالے اگرچہ تمام ہی حضرات تھے لیکن سب سے زیادہ محسوس کرنیوالے حضرت شیخ ہی تھے۔ ان کیلئے یہ چیز اس اعتبار سے بھی رنجیدہ تھی کہ ان کے شیخ و مرشد کی یہ تالیف اور برسوں کی محنت و عرق ریزی کا یہ نتیجہ کھٹائی میں پڑا ہوا تھا اور کوئی اسکا پرسان حال اور اپنا کام سمجھ کر اپنا نفع سمجھ کر اور اپنی غرض سمجھ کر اپنے مفوضہ امور کو پورا کر نیوالا نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ نے سرپرستان مدرسہ کے اجتماع میں اسپر غور کرنے کیلئے ایک مکتوب نائب مہتمم صاحب کو بایں مضمون تحریر فرمایا۔

بخدمت جناب نائب مہتمم صاحب۔ مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور۔ بعد سلام مسنون آنکہ حضرات سرپرستان مدرسہ کا اجتماع ہے۔ بذل المجہود کے متعلق میرا عرصہ سے خیال یہ ہے کہ اس کی اشاعت اور فروختگی کی کوئی صورت تجویز کی جائے کہ علاوہ مدرسہ کی رقم اس میں محبوس ہونے کے جس قدر تاخیر ہو رہی ہے کتاب کے رکنے کا احتمال ہے اور نقصان کا بھی۔ اسلئے آپ مدرسہ کے رجسٹر سے دیکھ کر اس کی فروختگی جس رفتار سے ہو رہی ہے اسکا تقریبی اوسط تحریر فرمادیں کہ آج کل ماہانہ بکری کا کیا اوسط ہے۔" فقط والسلام۔

زکریا کاندھلوی۔ ۲۷ محرم ۱۳۴۸ھ۔ [1]

اس مکتوب کے جواب میں نائب مہتمم مولانا زکریا نانوتوی نے تحریر فرمایا کہ!

حضرت والا! عشرہ اول رمضان شریف ۴۷ھ سے ستائیس ۲۷ محرم ۱۳۴۸ھ تک (گویا پانچ ماہ) میں اکسٹھ (۶۱) نسخے فروخت ہوئے ہیں۔

اس کے بعد مولانا اکسٹھ خریداروں کی تفصیل لکھی ہے۔

تجارت سے تعلق رکھنے والے حضرات بخوبی واقف ہیں کہ ہزاروں روپیہ کی مالیت کا سامان اگر اسی نوعیت سے فروخت ہوتا رہے تو اس کیلئے کتنی مدت اور کتنے سال درکار ہونگے اور اگر وہ تجارت قرض ہی کے بل بوتے پر چل رہی ہو تو پھر کیسی کیسی مشقتیں اس کیلئے برداشت کرنی پڑینگی۔ اسی طرح ایک دوسرے مکتوب میں ارباب مدرسہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ!

---

[1] یہ مکتوب مؤلف کے پاس محفوظ ہے۔

تعلیق کی فروختگی اس کی طرف عام رغبت ہونیکے باوجود اسقدر کم ہے کہ اس فروختگی کو کالعدم کہنا بیجا نہیں۔ گو ضابطہ کے لحاظ سے مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ لیکن حضرت (سہارنپوری) کو اس سے جسقدر تعلق ہے اور اسی کی وجہ سے میں ہمہ تن اس کی نظر ہوں اسوجہ سے اس کی سب سے زیادہ ذمہ داری مجھ پر ہونی چاہیئے تھی۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی مختلف نوع کی مشغولیتوں کی وجہ سے اس کے لئے ذرا بھی فارغ نہیں تھا۔ اور اسی وجہ سے اپنے کتب خانہ تجارتی کو خیرباد کہے بیٹھا ہوں۔ میرے علاوہ اور جسقدر لوگ ہیں بالخصوص آپ حضرات اہل دفتر جنکا یہ اصل کام ہے اور مدرسہ کا مال ہونے کیوجہ سے آپ لوگ اسکے ذمہ دار ہیں۔ بعض خریداروں کو کئی کئی مرتبہ اسوجہ سے لوٹنا پڑا کہ یہ مدرسہ کا وقت نہیں ہے یا یہ کہدیا گیا کہ مجھے فروختگی سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض خریداروں کو اسوجہ سے لوٹنا پڑا کہ وہ ضوابط کی وجہ سے کئی کئی رجسٹروں میں اندراج کرانے سے گھبراتے ہیں یہ کام آپ کا ہے کہ اپنے قواعد کی بنا پر چاہے دس جگہ اسکا اندراج کرائیے۔ مگر خریدار کا تو یہ کام نہیں کہ وہ ایک جگہ سے منظوری کا پرچہ لکھوائے، دوسری جگہ سے کتاب لے اور تیسری جگہ سے قیمت کی تحقیق کرے۔ یہ جملہ واقعات ہیں جو میرے دل پر جمے ہوئے ہیں اور اسوقت بھی صرف اہمیت کے خیال سے عرض کر رہا ہوں۔ مجھے ....

... اس کی فروختگی بالکل بند ہوجانیکا اغلب گمان ہے۔ اسلئے طبیعت سخت پریشان ہے اور اسی پریشانی میں یہ سب کچھ لکھ مارا۔ معاف فرمادیں۔

اس صورت حال کے بیش نظر سرپرستان مدرسہ (جو خود بھی کسی مفید صورت کے متلاشی تھے) نے حضرت شیخ کو توجہ دلائی کہ اگر وہ بذل کے تمام نسخے اصل لاگت پر خریدلیں تو مدرسہ زیر باری اور آئے دن کے طویل اخراجات (جو اس کو ملازمین کی تنخواہوں، اشتہارات کی طباعت محصول ڈاک وغیرہ کی صورت میں برداشت کرنے پڑ رہے ہیں) سے بچ جائے۔ اس پیشکش پر حضرت شیخ نے جو جواب مدرسہ والوں کو تحریر فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس کتاب کی خریداری کیلئے تجارتی نقطۂ نگاہ سے آخر وقت تک بھی راضی نہیں ہوئے تھے بلکہ انھوں نے صرف مدرسہ کی مالیات کو زیر باری سے محفوظ رکھنے اور اپنے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ غایت درجہ محبت وتعلق ہونیکی بنا پر اسے قبول فرمایا چنانچہ سرپرستان کے نام تحریر فرماتے ہیں۔

بعالی خدمت حضرات سرپرستان مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور، زادت مکارمکم۔

بعد ہدیہ سلام مسنون آنکہ اوائل صفر میں جب حضرات سرپرستان کا اجتماع ہوا تھا تو

زبانی گفتگو کے بعد یہ قرار پایا تھا کہ بذل کے موجودہ نسخے اصل لاگت پر بندہ کے ہاتھ فروخت کردیئے جائیں. مگر بعد چند ماہ کی تنقیح و تحقیق کے بعد تین امر معلوم ہوئے !

اوّل یہ کہ بذل کا حساب ہر ہر جلد کا علیحدہ درج شدہ نہیں ہے بلکہ اس کے متعلق تاریخ وار جو اخراجات ہوتے رہے انکا اندراج ہے. نیز اسی حساب کے ساتھ اس کی اشاعت کے جملہ اخراجات مثلاً طبع اشتہارات تنخواہ ملازم فروختگی وغیرہ سب شامل ہیں جس سے ہر جلد کی قیمت معلوم نہیں ہو سکتی.

دوم یہ کہ اس کے صفحات بھی نظر ثانی کئے ہوئے نہیں جس کی وجہ سے ان میں ناقص بھی ہیں اور ان امور کی تکمیل بلا کسی مستقل ملازم کے نہیں ہو سکتی اور مستقل ملازم کی صورت میں سو. سوا سو کا خرچ اسپر اور پڑیگا.

سوم یہ کہ جلد اول عمدہ کاغذ کی صرف ڈیڑھ سو باقی ہیں جسکے بعد اعلیٰ جلد گویا ناقص رہ جائے گی. اسکے علاوہ اور بھی بعض وجوہ ایسی ہیں جن کی وجہ سے بندہ تو اس کی خریداری سے معذور ہے." فقط

اس عذر کے باوجود بھی اکابر مدرسہ کے سامنے اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا کہ وہ یہ کتاب حضرت شیخ ہی کی طرف منتقل کردیں. کیونکہ انھیں اتنی بڑی رقم کی وصولیابی کیلئے جس ثقہ معتبر اور معتمد آدمی کی ضرورت تھی. اسکا ملنا اگر ناممکن نہیں تو کچھ سہل بھی نہیں تھا. چنانچہ آپس کی گفت و شنید اور اصرار کے بعد حضرت شیخ اس کی خریداری پر راضی ہوئے. مولانا سرحیم بخش صاحب. شیخ رشید احمد صاحب، مولانا عاشق الٰہی صاحب سرپرستان مدرسہ نے اس معاملہ کے مکمل ہوجانے کی اطلاع اراکین مدرسہ کو دیتے ہوئے تحریر فرمایا.

بذل المجہود کی نکاسی میں مدرسہ کو طرح طرح کی دشواریاں لاحق ہو رہی ہیں حفاظت پر خرچ روز افزوں ہے. ملازمین مدرسہ میں کوئی اسکا متحمل نہیں ہو سکتا کہ تجارتی اصول پر اس کی لاگت ہی وصول کر سکے. پانچ روپیہ ماہانہ ملازم اس مد میں جدا ہے کہ صرفہ لاگت بڑھتا جاتا ہے. اندیشہ قوی ہے کہ چند روز میں کاغذ گل کر نقصان زیادہ ہو شیخ الحدیث مولوی محمد زکریا صاحب کو تجارت کتب سے بھی تعلق ہے. اسلئے انسے درخواست کی گئی کہ ہمت فرمادیں تو لاگت پر تمام نسخے خرید فرمالیں. چنانچہ ممدوح نے قبول فرمالیا. لہٰذا تمام نسخے موجودہ ان کے حوالہ فرماکر مدرسہ کی جگہ خالی کرائی جائے اور کاغذات مدرسہ

سے جو رقم اصل لاگت نکلے اسکا رقعہ مولانا سے لکھوا لیا جاوے کہ اس رقم کو بحساب یکصد ماہوار ادا کرتا رہونگا۔ اور پھر حسب وعدہ ادا کرتے رہیں۔ اس کے بعد فوراً یا پانچ روپے کا ملازم علیحدہ کیا جائے۔ [1]

سرپرستان کی اس تحریر پر حضرت شیخ نے بذل المجہود کی پانچ ہزار جلدیں مبلغ سات ہزار روپے میں خرید کر ضابطہ کے مطابق اس مضمون کی رسید تحریر فرمائی کہ۔

مبلغ سو روپیہ ماہوار ہر ماہ کی انگریزی تاریخ کو بلا عذر عدم بکری یا اضاعت مال وغیرہ کے مہتمم صاحب مدرسہ مظاہر علوم کو دیتا رہونگا الخ۔ [2]

اپنی اس تحریر کے مطابق ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں بذل کی قیمت کے سلسلہ میں حضرت شیخ نے سات سو روپے مدرسہ میں داخل فرما دیئے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ۔

اس مقام پر یہ بات بھی سپرد قلم کرنے کو جی چاہتا ہے کہ اسوقت کے نائب مہتمم صاحب نے اس معاملہ کی تکمیل کے بعد سرپرستان کی خدمت میں لکھا کہ رقم بڑی ہے حضرت شیخ کے موجودہ حالات اس کی ادائیگی کے متحمل نہیں۔ اسلئے ضروری ہے کہ ان سے کوئی ضمانت اس رقم کی ادائیگی کے بارے میں لے لیجائے۔ اس پر اولاً مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب نے پر زور الفاظ میں ضمانت دی کہ میں ذمہ دار ہوں۔ اور ثانیاً شیخ رشید احمد صاحب مستقل ضامن بنے۔

ہم نے بذل المجہود کے متعلق یہ تمام تر تفصیلات ضرورت اور احتیاج کے پیش نظر تحریر کی ہیں کیونکہ ۱۳۸۲ھ کی ہونیوالی خون آشام اسٹرائک میں بعض آزاد منش اور ستم ظریف لوگوں نے علی الاعلان اخبارات اشتہارات اور مغلظات سے بھرپور گمنام خطوط کے ذریعہ اس بات کا رونا رویا تھا کہ حضرت شیخ نے اپنے اثر و رسوخ سے کام لیکر مظاہر کی مالیات کو (بذل المجہود کی شکل میں) ناقابل برداشت نقصان پہنچایا ہے [3]

اس زعم فاسد کا سب سے رنجدہ پہلو یہ ہے کہ اسمیں بعض ایسی شخصیتیں بھی ابھریں اور ابھر کر سامنے آئیں جو حضرت شیخ کے احسانات سے عمر بھر عہدہ برآ نہیں ہو سکتیں۔ کاش کہ یہ عالی قدر حضرات بھی

---

[1] رجسٹر احکامات سرپرستان مدرسہ ص ۵۵۹۔ [2] رسید محفوظ در خزانہ عامرہ۔ [3] یادش بخیر (نام نہاد) علیم اظہر صاحب سکریٹری انجمن خدام الدین سہارنپور اور انکے حواریین نے تو مسلمانان سہارنپور کیجانب سے ایک فرضی اشتہار میں اس آمدنی کی تصریح ان الفاظ کے ساتھ کر بھی دی " بذل المجہود کی قیمت سے جو آپنے ایک لاکھ روپے مدرسہ کی کتابوں سے ناجائز اور حرام طور سے کمایا ہے اسکو آپ مدرسہ میں کیوں نہیں داخل کرتے وہ آپ کیلئے کیسے حلال ہو گیا" (۱.ھ بلفظہ) " شاہد عفرلہ "

حضرت کی مسئولیت سے کچھ خائف ہو جاتے۔

سرپرستان کی ایک تجویز حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کے مشاغل اور روز افزوں ذمہ داریوں کی وجہ سے سرپرستان مدرسہ کی اس سال یہ رائے ہوئی کہ نظامت کے بھی اہتمام کی طرح دو شعبے کر دیئے جائیں کہ ایک شعبۂ تعلیم ہو، دوسرا شعبۂ مال۔ پہلے شعبہ کے ذمہ دار حضرت شیخ مدظلہ ہوں اور دوسرے کے مولانا عبداللطیف صاحب۔ اور ہر شخص اپنے اپنے شعبہ کا ذمہ دار ہوتے ہوئے ایکدوسرے سے مشورہ لیا کرے۔ سرپرستان نے یہ تجویز پاس کر کے رجسٹر احکام میں بھی درج کرالی اور بقیہ اراکین کے اس پر تائیدی دستخط بھی ہو گئے۔ الغرض تمام امور مکمل ہو گئے صرف نفاذ کی دیر تھی، حضرت شیخ کو جب اسکا علم ہوا تو سرپرست مدرسہ الحاج شیخ رشید احمد صاحب کو ایک مکتوب لکھا جسمیں اس رائے سے عدم اتفاق ظاہر کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ!

> میرے اور ناظم صاحب کے تعلقات اسقدر مضبوط اور بہتر ہیں کہ اگر ایک جان دو قالب کہا جاوے تو بے محل نہیں ہوگا۔ ناظم صاحب میرا اسقدر لحاظ فرماتے ہیں کہ گویا مجھے بڑا بنا رکھا ہے اور وہ تو میرے استاذ ہیں۔ اس تجویز کے بعد تعلقات میں وہ خوشگواری ہرگز نہیں رہ سکتی جو پہلے تھی۔ یا تو اس تجویز کو منسوخ فرما دیں ورنہ انشاء اللہ آپ حضرات تلاش کرتے پھریں گے کہ زکریا نامی بھی کوئی شخص مظاہر علوم میں کبھی تھا۔ [1]

شیخ رشید احمد صاحب نے اس مکتوب کے جواب میں حضرت شیخ کو تحریر فرمایا کہ، حکم نامہ پہنچا ہم تو یہ سمجھے کہ سرپرست بھی آپ ہی ہیں، ناظم بھی آپ ہی ہیں جس سے جو کام لینا ہو حکم نامہ لکھ دیا۔ آپ کے حکم کی تعمیل کر دی گئی۔ اس کے ساتھ ہی شیخ رشید احمد صاحبؒ نے مولانا عاشق الٰہی اور مولانا سر رحیم بخش صاحب کو تحریر فرمایا کہ!

> اس تجویز سے بندہ قطعاً متفق نہیں۔ شیخ الحدیث کو حضرتؒ مشیر ناظم قرار فرما گئے۔ میرے نزدیک مصالح مدرسہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکے سوا کوئی اور عہدہ مولانا کو دینا یا کوئی ذمہ داری بڑھانا مناسب نہیں۔ جہانتک مجھ کو علم ہے ناظم صاحب اور مشیر صاحب کے باہمی تعلقات اسوقت تک بیحد خوشگوار ہیں اور دل سے دعا ہے کہ یہ تعلقات حق تعالیٰ شانہٗ ہمیشہ خوشگوار رکھے کہ مدرسہ کی فلاح و بہبودی اسی میں مضمر ہے۔ مجھ کو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ

---

[1] آپ بیتی نمبر۲ صفحہ ۱۱۳ و صفحہ ۱۱۴

شیخ الحدیث اسوقت جو خدمت حسبۃ للہ کر رہے ہیں اگر ان کے کسی عہدہ میں کوئی تغیر کیا گیا خواہ وہ تغیر زیادتی اختیارات اور اضافہ ذمہ داری میں ہو خواہ حقیقت ہو یا برائے نام وہ کسی طرح اس بار کو اٹھانے کو تیار نہیں۔ اگر ان کو کسی درجہ میں مجبور کیا گیا یا امر کے درجہ میں ان سے تسلیم کرالیا گیا تو میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ مدرسہ ان کی خدمات سے کلیۃً محروم ہو جائیگا اور خدانخواستہ نقصان عظیم ہوگا۔ [1]

یہ تمام مناصب اور عہدہائے جلیلہ حضرت شیخ پر پیش کئے جاتے رہے اور حضرت شیخ ان سے بے تعلقی بلکہ نفرت کا اظہار کرتے رہے ان سب کے باوجود معاندین کیطرف سے بیجا تصرفات اور مدرسہ پر جابرانہ قبضہ کرنیکے الزامات لگائے گئے اور اب بھی گاہ بگاہ دل کی بھڑاس نکال لی جاتی ہے۔ پوری زندگی کھلی کتاب کی طرح سامنے ہے جس کا دل چاہے آئے اور مطالعہ کرلے اور اپنے موہوم اور مزعوم خیالات پر نظر ثانی کرلے۔ واللہ الموفق۔

جدید دار الطلبہ

مدرسہ کی روز افزوں ترقیات اور مقبولیت اور طلبا کی کثرت کی بنا پر مدرسہ کا تعمیر کردہ دار الاقامہ (دار الطلبہ قدیم) اب بالکل ناکافی ہوچکا تھا۔ ضرورت پوری ہونے کے درجہ میں طلبہ نے دار الاقامہ و مدرسہ قدیم کے تمام کمروں مطبخ اور شہر کی مساجد میں قیام کیا، شہر کی کوئی مسجد ایسی نہ تھی جہاں دو۔ دو اور تین، تین طلبہ مقیم نہ ہوں اس بنا پر ایک مرتبہ پھر کسی بڑے دار الاقامہ کی ضرورت کا شدت سے احساس ہوا اور ارباب مدرسہ کو کسی بڑی عمارت کی فکر دامن گیر ہوئی چنانچہ اللہ پر بھروسہ کرکے زمین کا ایک بڑا حصہ جو اسوقت آبادی سے بالکل باہر اور شہری حدود سے خارج تھا خریدا گیا، اور تعمیری کام شروع ہونے کیلئے اسباب و وسائل مہیا کرنے شروع کئے گئے۔

سال زیر بحث تک مدرسہ اپنی خدمات علمیہ و عملیہ کے چھیاسٹھ سال ختم کرچکا۔ اس مدت میں اس درسگاہ سے ساٹھ سو کے قریب علما اور فضلا تیار ہوکر نکلے جنھوں نے ہندوستان میں بنگال، بہار، مدراس حیدرآباد دکن، پنجاب، سندھ، گجرات اور ہندوستان سے باہر مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بلوچستان، افغانستان ایران میں نشر علوم دینیہ اور تبلیغ دین کی زریں خدمات انجام دیں اور اشاعت سنت میں سرگرم رہے۔ اس دور میں جن اکابر حضرات کا تعلق مدرسہ سے بحیثیت سرپرستانہ رہا وہ یہ تھے۔

(۱) حکیم الامت حضرت مولانا الحاج اشرف علی صاحب تھانوی۔

---

[1] رجسٹر احکامات سرپرستان مدرسہ ص ۵۶۲

(۲) حضرت الحاج مولانا الشاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری۔
(۳) حضرت الحاج مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی۔
(۴) حضرت الحاج شیخ رشید احمد صاحب تاجر اسلحہ دہلی۔
(۵) حضرت الحاج سر رحیم بخش صاحب بہاولپوری۔

اسکے علاوہ انتظامی معاملات میں مدرسہ کی کفالت فرمانے والے دو حضرات تھے، حضرت مولانا الحاج عبداللطیف صاحب جن کو حضرت اقدس سہارنپوری کی دور رس اور خداداد ذکاوت وفراست نے اپنے سفر حج کے موقعہ پر انتظام مدرسہ واہتمام مدرسہ کیلئے منتخب فرمایا تھا، دوسرے حضرت اقدس مولانا الحاج محمد زکریا صاحب زید مجدہٗ جنہیں حضرت اقدس سہارنپوری نے شیخ الحدیث اور مشیر ناظم کا عہدہ دیکر متعین فرمایا تھا اور جو آج تک مدرسہ کی تمام خدمات خواہ وہ اپنے زمانہ میں درس وتدریس سے متعلق رہی ہوں یا اب اہتمام وانتظام سے متعلق ہوں لوجہ اللہ انجام دے رہے ہیں۔

طلبہ طلبہ کی مجموعی تعداد اس سال چھ سو بارہ (۶۱۲) تھی جن میں درجہ اعلیٰ اوسط اور درجہ ابتدائی عربی کے کل طلبہ دوسو اکیاسی (۲۸۱) تھے، باقی دوسرے شعبوں سے متعلق رہے۔

معمول کے مطابق سالانہ امتحان تحریری وتقریری چھ شعبان سے شروع ہوکر انیس۱۹ شعبان تک رہا جسمیں پانچسو اکسٹھ طلبائے شعبۂ اعلیٰ واوسط نے چون (۵۴) کتب میں امتحان دیا، باقی طلبا غیر حاضری رخصت وغیرہ کی وجہ سے امتحان میں شریک نہیں ہوئے۔ علم ادب ونحو کی بعض اہم کتب کا امتحان مولانا ظفر احمد صاحب نے لیا اور کیفیت امتحان تحریر فرمائی۔ جو طلبہ اس سال دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولوی محمد اسمٰعیل ڈیرہ اسمٰعیل خاں، مولوی صدیق احمد چاٹگامی، مولوی عبدالستار اعظم گڈھی (حال شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو) مولانا اکبر علی سہارنپوری (جو اولاً مظاہر میں مدرس فارسی اور پھر شعبۂ عربی میں منتقل ہوئے) مولوی غلام حیدر جالندھری، مولوی خلیق احمد (پسر شیخ نذیر احمد صاحب) سہارنپوری مولوی سکندر علی کشمیری، مولوی رشید احمد سلہٹی، مولوی عبدالقیوم کٹکی، مولوی عبدالعزیز کھلنوی، مولوی عبدالعزیز جالندھری، مولوی کریم عبداللہ ہزاروی، مولوی محمد یحییٰ اعظم گڈھی، مولوی ابراہیم فیض آبادی، مولوی عبداللطیف سلہٹی، مولوی دین محمد جالندھری، مولوی غلام مقدس چاٹگامی، مولوی ولی محمد بٹالوی. (جو بعد میں حضرت تھانوی کیطرف سے مجاز بیعت ہوئے) مولوی محمد عیسیٰ مظفر پوری، مولوی عبدالمجید ہزاروی، مولوی عبدالغفور، رنگپوری، مولوی فیروز بخت چاٹگامی، مولوی ابوبکر اعظم گڈھی، مولوی سید اختر حسین

گنگوہی، مولوی عبدالغنی فیروزپوری، مولوی عبدالدین سلہٹی، مولوی عبدالحی پشاوری، مولوی عبدالعلی میمن سنگھی
مولوی محمد اسمٰعیل میمن سنگھی، مولوی عبدالملک نواکھالی۔ ان فارغین میں اول نمبروں سے کامیاب ہونیوالے
مولوی محمد اسمٰعیل پسر مولوی محمد ابراہیم ڈیرہ اسمٰعیل خان تھے۔ جنھوں نے تیرہ کتب میں امتحان دیکر دوسو
چھتیس (۲۳۶) نمبر حاصل کئے اور انعام میں پندرہ روپے نقد کے ساتھ ساتھ بذل المجہود جلد رابع، غنیۃ،
انوار سبحانی، موازنہ انیس و دبیر، علم الکلام، حقوق العلم، شعر العجم حصہ اول دوم و پنجم، خطبات توحید،
سبیل الاقوام، دعوات عبدیت، الدرالمنضود، الرشاد، سہ نثر ظہوری، مثنوی مولانا روم، دستہ گل،
مقالات شبلی، سیاست نامہ، مناجات، مقبول دروس التاریخ، پیام حق کتابیں انعام میں حاصل
کیں۔

تغیرات

حضرت مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب اہل رنگون بالخصوص حاجی سیٹھ داؤد ہاشم یوسف صاحب
کے اصرار پر ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ میں مدرسہ راندیر کی نظامت کیلئے رنگون (برما) تشریف
لیگئے۔ مدرسہ راندیریہ رنگون کے منتظمین کا اصرار تھا کہ مولانا یہاں عہدۂ نظامت قبول فرماکر یہیں مستقل
قیام فرمائیں لیکن مولانا نے مظاہر کے ساتھ اپنے تعلق اور اساتذہ کے ساتھ اپنی مؤدت و محبت کے پیش نظر
اسے منظور نہیں فرمایا اور شوال میں واپس تشریف لے آئے۔

شروع صفر ۱۳۴۸ھ میں مولوی مسعود علیخاں راجوپوری نے سفر حجاز کیلئے ڈیڑھ سال کی رخصت لی،
ماہ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ سے منشی ظفرالحق صاحب دیوبندی کا تقرر بعہدہ مددگار ناظر کتب خانہ ہوا۔ اور اسی
سال اواخر شعبان میں مولانا عبدالقیوم صاحب کشمیری معین مفتی نے استعفا دیا جو منظور کیا گیا۔ اس سال
تمامی مدرسین کے مشاہرات میں کچھ اضافے بھی ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

نمبر شمار	اسماء مدرسین	اضافہ	نمبر شمار	اسماء مدرسین	اضافہ
۱	مولانا الحاج عبداللطیف صاحب	۶/-	۸	مولانا سید ظہور الحق صاحب	۲/۰۰
۲	مولانا الحاج محمد زکریا صاحب	بلاتنخواہ	۹	مولانا محمد صدیق صاحب کشمیری	۲/-
۳	مولانا عبدالرحمٰن صاحب	۶/۰۰	۱۰	مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی	۳/-
۴	مولانا الحاج منظور خان صاحب	۵/۰۰	۱۱	مولانا نور محمد خاں صاحب سلطانپوری	۲/۰۰
۵	مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب	۵/-	۱۲	مولانا الحاج قاری عبدالعزیز صاحب	۳/-
۶	مولانا عبدالشکور صاحب	۳/۰۰	۱۳	مولانا قاری سعید احمد صاحب	۳/-
۷	مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی	۲/-		———	

جلسہ سالانہ

دستور قدیم کے مطابق ستائیس ۲۷ ذیقعدہ ۴۸ھ مطابق ستائیس ۲۷ اپریل ۱۹۳۰ء یکشنبہ کو جامع مسجد میں مدرسہ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جسمیں مشائخ وقت اور صلحائے زمانہ میں سے ایک بڑی تعداد نے شرکت فرماکر مدرسہ کو مفتخر فرمایا۔ صبح ساڑھے سات بجے جلسہ کا آغاز زیر صدارت حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب ہوا۔ اولاً شعبۂ حفظ و تجوید کے طلبہ نے مصری لہجہ میں قرآن پاک کی تلاوت کی بعد ازاں چند طلبہ نے علمی مضامین پر تقریریں کیں اور مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب نے مدرسہ کے حالات اور سالانہ رپورٹ پڑھکر سنائی جسمیں تمام سال کی آمدنی وخرچ پیش آمدہ حالات طلبہ کی مجموعی تعداد وغیرہ کو تفصیل سے بیان کیا، اسکے بعد مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب اور جناب مولانا ظفر احمد صاحب مفتی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون نے تقریریں فرمائیں۔ ایک بجے بخیر وخوبی جلسہ ختم ہوا بیرونی مہمانوں نے مدرسہ میں تشریف لاکر ماحضر تناول کیا بعد نماز ظہر جلسہ کی دوسری نشست (جو انجمن ہدایت الرشید کے متعلق تھی) مدرسہ قدیم میں منعقد ہوئی۔ یہاں بھی طلبہ نے علمی تقریریں کیں اور آخر میں مولانا ظفر احمد صاحب نے تبلیغ کی ضرورت اور اسکی افادیت پر ایک تقریر فرمائی۔ تین ہزار سے زائد افراد پر مشتمل یہ جلسہ عصر کے وقت بخیر وخوبی ختم ہوا۔ جلسہ میں شریک ہونیوالے ہر طبقہ اور ہر لائن کے لوگ تھے اور بقول مہتمم صاحب کے۔

> گوشہ نشیں اور پاک باطن بزرگوار علمی اداروں کے ذی علم فضلا بلند آہنگ مبلغ اور تحریر و قلم کے مالک مصنفین اخباروں کے ایڈیٹر اور رسالوں کے مدیر، تجارت کی گدیوں پر بیٹھنے والے مہندس اور صبح سے شام تک جنگل میں رہنے والے زمیندار، مدارس کے پروفیسر اور دفتروں کے ملازم بورڈوں کے معزز ممبر اور عدالتوں کے کرسی نشیں، دولتوں کے مالک اور محنت سے پیٹ بھرنیوالے مزدور سب ہی طرح کے حضرات اپنی ضرورتوں کو چھوڑکر اپنا نقصان برداشت کر کے اپنے قلبی تعلق اور باطنی محبت کیوجہ سے شریک جلسہ تھے۔

جن اکابر نے جلسہ میں شرکت فرمائی ان میں حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب، مولانا سر رحیم بخش صاحب، مولانا عاشق الٰہی صاحب، شیخ رشید احمد صاحب، مولانا ظفر احمد صاحب، مولانا الحاج مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا اکرام الحسن صاحب، حضرت مولانا شاہ محمد یٰسین صاحب بھی شامل ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ بنگال کے طویل دورہ پر تشریف لیجا چکے تھے، اور وہاں کی تاریخ جو کئی ماہ سے طے تھی مظاہر کے جلسہ کے ساتھ مزاحم ہوگئی تھی اسلئے تشریف نہ لاسکے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر صاحب اپنے امراض اور بعض اعذار کی بنا پر اور ایسے ہی مولانا سعید احمد صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ اپنے اعذار کی بنا پر تشریف نہ لاسکے۔

۶۷ سنہ بنائی مطابق ۱۳۴۹ھ

دار الطلبہ قدیم میں مسجد کلثومیہ کی تعمیر کے بعد سے اس چیز کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ ایک حوض نمازیوں اور طلبہ کی آسائش اور سہولت کیلئے بنوائی جائے اس کیلئے اول زمین کا خریدنا اور پھر حوض کی تعمیر تجویز ہوئی جس کا تخمینہ پانچ ہزار روپے کے قریب لگایا گیا۔ اس تعمیر کی تکمیل کیلئے سب سے اول سبقت کرنیوالے مولانا محمد صاحب سورتی (شاگرد رشید حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری) کے صاحبزادے مولانا عبدالستار صاحب تھے، کہ تمام صرفہ تعمیر اپنے پاس سے تن تنہا برداشت کرنے کو تیار ہو گئے اور ارباب مدرسہ کی طرف سے بلاکسی درخواست کے خود ہی اس بار گراں کی پیش کش فرمادی۔ اور ثانیاً عالیجناب سیٹھ محمد یوسف رنگون (برما) اور ان کے برادرزادہ عالی قدر سیٹھ حاجی داؤد ہاشم یوسف تھے جنھوں نے اجتماعی طور پر سات سو روپے مدرسہ کو مرحمت فرمائے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ"

طلبہ

اس سال طلبہ کی مجموعی تعداد پانچسو چار (۵۰۴) تھی جن میں دوسو اٹھارہ طلبہ نے درجہ اعلیٰ اوسط وابتدائی میں تعلیم حاصل کی اور باقی دوسرے شعبوں سے وابستہ رہے۔ امتحان سالانہ تحریری وتقریری آٹھ۸ شعبان سے شروع ہوکر اکیس (۲۱) شعبان تک ہوا۔ اس دوران میں شعبہ اعلیٰ واوسط کے طلبہ نے چون کتب میں تحریری امتحان دیا، درجہ ابتدائی عربی کے امتحانات تقریری ہوئے، امتحان میں شریک ہونیوالے طلبہ چارسو چوہتر (۴۷۴) تھے، باقی سترہ (۱۷) طلبہ ناکام ہوئے۔ اس سال جو طلبہ دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولوی عبدالوافی بنارسی، مولوی عبدالرشید سنبھلی، مولوی عبدالجبار اعظمی (حال شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد) مولوی نظام الدین اعظم گڈھی، مولوی محمد حسن سلہٹی، مولوی اسعد علی چاٹگامی، مولوی محمد مراد پسر نور محمد مدنی، مولوی نور محمد پٹیالوی، مولوی محمد حسن نواکھالی، مولوی عبدالمومن ہزاروی، مولوی عبدالرب نواکھالی، مولوی فیض محمد بخاری، مولوی مستجاب احمد سہارنپوری، مولوی ظہور الحسن مظفر نگری (حال مقیم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون) مولوی عبدالحق آروی، مولوی محمد یامین (ابن حافظ محمد یونس صاحب) کاندھلوی (مقیم حال مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ) مولوی غنی احمد چاٹگامی، مولوی امیر حسین چاٹگامی، مولوی محمد حسین بجنوری، مولوی عبدالحفیظ اعظم گڈھی، مولوی عبدالمنان بخاری، مولوی محمد ادریس کملوی، مولوی غلام مصطفےٰ چاند پوری، مولوی عبدالصمد چاٹگامی، مولوی عبدالرزاق فریدپوری، مولوی حبیب الرحمٰن کملوی، مولوی تفضل الرحمٰن نواکھالی"

ان ستائیس۲۷ فارغین دورہ میں سب سے زیادہ نمبرات حاصل کرنیوالے مولوی عبدالوافی پسر محمد شفیع بنارسی تھے، جنھوں نے چودہ۱۴ کتب میں امتحان دیکر دوسو بیالیس (۲۴۵) نمبرات حاصل کئے۔ انکو انعام میں

نقد پانچ روپے[۱] کے ساتھ ساتھ یہ کتب مدرسہ کی جانب سے دی گئیں ۔ بذل المجہود جلد پنجم، شعر العجم حصہ اول، دوم وسوم، مسائل السلوک اول و دوم، تذکرۃ الخلیل، عشرہ کاملہ، سہ نثر ظہوری، اوجز المسالک، کلام الملوک، اعلاء السنن، غنیہ، احسن القری، موازنہ الجواہر، طرۂ امیر، تصریح المعانی، شرح دیوان غالب خصائل نبوی "

تغیرات امسال مدرسہ کا نظام بدستور رہا، البتہ ہنگامی حالات کے سبب عموماً معاونین مدرسہ نے اپنی وقتی اعانتوں میں سالہائے ماضیہ کی بہ نسبت کمی فرمائی ۔ مندرجہ ذیل تغیرات اسی سال ہوئے

قاری عبدالعزیز صاحب مدرس اول شعبۂ تجوید کئی سال سے دماغی امراض کا شکار تھے، اس سال مرض کی شدت کیوجہ سے بلا اطلاع اول دہلی اور پھر مختلف مقامات پر چلے گئے، شعبان ۴۸ھ میں مولانا عبدالقیوم صاحب کے استعفاء دینے کی بنا پر ان کی جگہ مولوی رشید احمد سلہٹی اور مولوی ظہور الحسن کسولوی کو نقل فتاوی کیلئے تجویز کیا گیا، اور اسی سال مولانا امیر احمد صاحب کاندہلوی کا درجہ ابتدائی شاخ کے لئے بمشاہرہ ۱۵/- اور مولانا جمیل الرحمن صاحب امروہوی کا بمشاہرہ ۱۸/- روپے تقرر ہوا "

جلسہ سالانہ تیئیس (۲۳) ذیقعدہ ۴۹ھ مطابق بارہ (۱۲) اپریل ۱۹۳۱ء کو مدرسہ کا سرسٹھواں (۶۷) سالانہ جلسہ جامع مسجد میں منعقد ہوا، مجمع کی کثرت کیوجہ سے صبح کی نماز کے بعد ہی جلسہ گاہ غیر کافی محسوس ہونے لگی تھی، سب سے اول قرآن پاک کی تلاوت ہوئی، ابتداء جلسہ میں عالی جناب شیخ رشید احمد صاحب نے حضرت مولانا سر رحیم بخش صاحب کیلئے صدارت جلسہ کی تحریک فرمائی جو بالاتفاق منظور ہوئی، بعض طلبہ نے ابتداءً مختصر مختصر اوقات میں تقریریں کیں، اسکے بعد مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب نے مدرسہ کے حالات سنائے جس سے شرکاء جلسہ کو سال بھر کا آمد و خرچ اور مدرسہ کے متعلق بعض اہم امور کی معلومات حاصل ہوئیں، مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی کے بعد مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کا وعظ ہوا ۔ اس مرتبہ جلسہ میں شریک ہونے والے اکابر یہ تھے،

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب، حضرت منشی رحمت علی صاحب جالندھری، حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب، مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب، مولانا الحاج عاشق الٰہی صاحب، الحاج شیخ رشید احمد صاحب، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب، مولانا سید اصغر حسین معروف بہ میاں صاحب، مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت اقدس شاہ محمد یسین صاحب نگینوی، مولانا الحاج مفتی محمد شفیع صاحب

---

[۱] یہ پانچ روپے حضرت شیخ کی طرف سے عطیہ تھے "

وغیرہ وغیرہ۔ ان ایام میں چونکہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین صاحب مدنی حج کیلئے تشریف لیجا چکے تھے، اسلئے حضرت کی شرکت نہ ہوسکی۔ مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب کی طرف سے مولانا اسعد اللہ صاحب نے جلسہ کے دوران میں اعلان فرمایا کہ صدر جلسہ کی جانب سے مدرسہ کی امداد کیلئے چھ سو چونتیس (۶۳۴) روپے کی پیشکش ہوئی ہے جسے ارباب مدرسہ نے قبول فرمایا، یہ رقم ماہ ذی الحجہ میں مدرسہ کو وصول ہوئی، جلسہ کی یہ پہلی نشست بخیر و عافیت ایک بجے ختم ہوئی۔ بعد نماز ظہر دوسری نشست مدرسہ قدیم میں انجمن ہدایت الرشید کی طرف سے منعقد ہوئی جس میں طلبہ نے مفید اور عالمانہ تقریریں اور آخر میں مولانا ظفر احمد صاحب نے تبلیغی ضروریات اور اسکی اہمیت پر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی اور جلسہ ختم ہوگیا۔

۶۸ سنہ بنائی مطابق ۱۳۵۰ھ

مدرسہ میں ابتدا ہی سے طلبہ کو ان کی سالانہ امتحان کی کامیابی پر انعامات تقسیم ہوتے آئے ہیں۔ تقسیم کتب میں اگرچہ ان کے نمبرات کی رعایت رکھی جاتی تھی، لیکن اس سال بعض دشواریوں کیوجہ سے شوال ۴۹ھ کی تجویز سرپرستان میں یہ طے پایا کہ چونکہ مہتمم صاحب کے زمانے میں کتب کی تجویز حسب رائے موصوف ہوتی تھی کوئی مجوزہ قانون نہ تھا، بالعموم فی کتاب پاس شدہ پر ایک کتاب انعام میں ملتی تھی، بڑی کتب میں بڑی کتاب اور چھوٹی کتب میں چھوٹی کتاب، محنتی اور ذی استعداد کی رعایت ہوتی تھی اور بعض طلبا پردہ فرمادیا کرتے کہ بدمعاش ہے، عمدہ کتاب کی ضرورت نہیں مگر اب بمصالح قانون کی ضرورت پڑگئی، اسلئے امور ذیل طے ہوئے۔

(۱) پندرہ سے کم نمبر کیلئے کوئی انعام نہیں۔ اس سے زائد کیلئے شرکاء دورہ کو فی نمبر تین آنہ، مثلاً جس شخص کے بیس نمبر ہوں اس کو تین روپے بارہ آنے قیمت کی کتابیں ملیں گی۔

(۲) مشکوۃ، جلالین، ہدایہ اولین کی جماعت کیلئے فی نمبر دو آنہ اور یہ تینوں کتب چونکہ دو، دو گھنٹے ہوتی ہیں اسلئے فی نمبر چار آنہ اور اس سے نیچے کی جماعت کیلئے فی نمبر ڈیڑھ آنہ اور درجہ ابتدائی اور درجہ تجوید کیلئے فی نمبر ایک آنہ اور درجہ فارسی کیلئے ہر نمبر پر تین پیسے اور درجہ قرآن شریف کیلئے ہر نمبر پر دو پیسے، البتہ فارغ شدہ حفاظ کو قرآن پاک انعام میں دیا جائیگا۔ فقط۔ [۱]

اس سال حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ نے شرکاء ابوداؤد کیلئے ایک خصوصی انعام تجویز فرمایا، جس کا اعلان امتحان سے دو ماہ پہلے کردیا گیا تھا جسمیں طے کردیا گیا تھا کہ۔

(۱) ابوداؤد کے سہ ماہی امتحان میں پہلی مرتبہ پڑھنے والوں میں جو شخص اعلیٰ نمبر حاصل کریگا اسکو

---

[۱] بیاض حضرت شیخ زید مجدہ۔

ایک بذل المجہود مکمل (پانچ جلد) باداہی کاغذکی انعام میں ملیگی۔

(۲) دوبارہ پڑھنے والوں میں سے جو شخص اعلیٰ نمبر حاصل کریگا اس کو اوجز المسالک جلد اول یا جلد ثانی جو وہ پسند کرے اور ایک طیب الشذی انعام میں ملیگی۔

اعلیٰ نمبرات سے مراد یہ ہے کہ انیس یا اس سے زائد نمبروں میں جو فائق الاقران ہوگا وہ اس انعام کا مستحق ہوگا۔ اگر کوئی شخص مساوی نمبروں میں پاس ہو تو یہی انعام ان میں تقسیم کیا جائیگا"۔ [۱]

ایک مبارک انتخاب مدرسہ کے سرپرستان عددی اعتبار سے اور اتنے بڑے ادارہ کو چلانے کیلئے جتنے افراد کی ضرورت ہونی چاہیئے اس کے لحاظ سے بہت کم تھے بالخصوص ان حضرات میں سے کوئی اگر تشریف آوری سے معذرت کردیتا تو یہ تعداد اور بھی گھٹ جاتی۔ اسلئے شدت کے ساتھ اس چیز کو محسوس کیا جارہا تھا کہ اس موجودہ تعداد میں کچھ اور اضافہ ہونا چاہیئے تاکہ اس کمی کا احساس ختم ہوجائے چنانچہ شیخ رشید احمد صاحب نے (جو خود بھی مدرسہ کے سرپرست تھے) حضرت اقدس مولانا الحاج محمد الیاس صاحب دہلوی اور حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کو منتخب فرمانے کیلئے اراکینِ مدرسہ کو تحریر فرمایا کہ!

حضرت مولانا سرحیم بخش صاحب مدظلہ العالی سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا امسال پختہ قصد ہے کہ حج وزیارت حرمین شریفین کیواسطے جاویں، مدرسہ کے سرپرستان کی تعداد پہلے ہی سے کم ہے اور اس کیوجہ سے بعض کارہائے مدرسہ میں تاخیر ہوتی ہے۔ حضرت مولانا کے تشریف لیجانے پر تعداد سرپرستان بالکل ہی محدود رہ جائیگی، اسلئے میری تجویز یہ ہے کہ حضرت مولانا مولوی محمد الیاس صاحب کاندھلوی اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کو زمرہ سرپرستانِ مدرسہ ہذا میں شامل فرمایا جاوے کہ انشاء اللہ ہر دو حضرات مدرسہ کے واسطے ہر طرح باعثِ خیر و برکت ہونگے"۔ بندہ رشید احمد ۱۲ ستمبر ۳۲ء"

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب اور حضرت مولانا رحیم بخش صاحب (سرپرستانِ مدرسہ) نے اس تجویز کی تائید اور تصویب کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

(۱) حامداً ومصلیاً! نہایت مناسب ہے حضرت مولانا مدظلہم کی سرپرستی قائم رہتے ہوئے ہر دو حضرات مذکورین کا اضافہ مستقل ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے"۔ عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی، ۱۳ ستمبر ۳۲ء

---

[۱] اعلان متعلقہ امتحان سہ ماہی ۵۰ھ از بیاض حضرت شیخ زیدمجدہٗ"

(۲) تجویز بالا سے میرا بھی اتفاق ہے۔" خاکسار رحیم بخش ۱۶ ستمبر ۳۲ء

اپنے حق میں حضرت شیخ کو جب اس تجویز کا پاس ہوجانا معلوم ہوا تو ارباب مدرسہ کو تحریر فرمایا کہ!
مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں کہ ناشرین علم کی فہرست سے اپنے کو خارج کر کے منتظمین میں شمار کراؤں۔
بھلا ایسا شخص جس کا نظریہ یہ ہو وہ مظاہر کی سرپرستی کو جلدی سے کیسے قبول کر لیتا چنانچہ ایک
مکتوب میں اپنے اعذار اور اس عہدہ سرپرستی سے معذرت کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

حضرت شیخ (رشید احمد) صاحب نے بندہ ناچیز کے متعلق جو ارشاد فرمایا اسکے متعلق عاجزانہ
استدعا ہے کہ حضرات سرپرستان مدرسہ تقریبا دو سال سے تحریراً و تقریراً اس کو ارشاد
فرمارہے ہیں اور بندہ اپنی نا اہلیت سے اس منصب جلیلہ سے عجز کا اظہار کر رہا ہے۔ اگرچہ یہ
صورت چند روزہ ہے مگر جو اشکال بندہ کو مستقلا اس عہدہ میں ہے وہی عارضی میں بھی
ہے اسلئے نہایت ادب سے التجا ہے کہ تا دا بسی حضرات سرپرستان کارروائی اگر کوئی دوسری
تجویز فرمائی جاوے تو بندہ ممنون ہوگا۔

نیز جو اشکال بندہ سابقہ تحریر میں عرض کر چکا ہے وہ اب بھی بدستور ہے۔ اسلئے کہ
عارضی طور سے جناب والا جسکا بھی تقرر فرماد ینگے خود اس کی منظوری کیلئے بھی اکثر سرپرستان
کی منظوری کی ضرورت ہے۔ اسلئے ان تجاویز کے متعلق جو حضرات سرپرستان مستقل کی غیبت
میں پیش آویں غور فرما کر کسی دوسری صورت کو تجویز فرماویں۔" احقر زکریا عفی عنہ "

حضرت شیخ کے شدت سے معذرت کرنے پر ارباب مدرسہ کو اپنا یہ خیال ترک کرنا پڑا اور صرف حضرت مولانا
الحاج الحافظ محمد الیاس صاحب کاندہلوی جو اس سے قبل صرف درجہ ابتدائی عربی کی تعلیم کے سرپرست تھے،
مدرسہ کے تمام امور میں سرپرست منتخب کئے گئے۔

پچھلے صفحات میں یہ بات تحریر ہو چکی کہ مدرسہ میں ہمیشہ سے علماء و صلحاء، اور ذی وجاہت حضرات کی
تشریف آوری ہوتی رہی اور ان حضرات نے مدرسہ کے حالات ملاحظہ فرما کر معائنے بھی تحریر فرمائے جو مستقل
کتاب معائنہ جات "میں محفوظ ہیں اور اکثر ان میں سے طبع بھی ہو گئے، اس سال بھی اکثر حضرات اپنے
تعلق خاطر کی بنا پر مدرسہ میں تشریف لائے جن میں عالی جناب مولانا حبیب الرحمٰن خانصاحب شروانی، عالیجناب
سیٹھ داؤد ہاشم یوسف صاحب رنگون، مولانا محمد شفیق صاحب مہتمم مدرسہ سلیمانیہ بھوپال بطور خاص قابل
ذکر ہیں، ان حضرات نے مدرسہ کے معاملات نظم وضبط، سلیقہ صفائی اور دیگر بہت سے امور کے متعلق مسرت
اور خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ ہم یہاں پر مولانا محمد شفیق صاحب ایم، اے، بی، ٹی علیگ کے تحریری معائنہ کا

ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔

(۱) مدرسہ کے ہر شعبہ اور ہر گوشہ میں جو بات سب سے زیادہ نمایاں دیکھی گئی وہ انتظام کی باضابطگی اصول حفظانِ صحت کا لحاظ اور کارکنانِ مدرسہ کا خلوص اور للّٰہیت ہے۔ معلمین میں غایت درجہ محبت و شفقت اور متعلمین میں انتہائی ادب ولحاظ پایا گیا۔ یہی امر اس مدرسہ کی ترقی ودلکشی کا اصل راز ہے اس سلسلہ میں ہم اس حقیقت کے اظہار کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ حضرت مولانا مولوی محمد زکریا صاحب دام فیضہ خلف الصدق حضرت مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب مرحوم مثل اپنے والد بزرگوار کے خالصاً لوجہ اللّٰہ بلاکسی معاوضہ کے فرائض شیخ الحدیث انجام دے رہے ہیں۔ حالانکہ بلحاظ اہمیت کاروبار تبحر علم حضرت مولانا اس خدمت کا معاوضہ دوصد روپیہ ماہوار بھی طلب فرماتے تو ہرگز زیادہ نہ تھا۔

سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا اسی مدرسہ کے تعلیم یافتہ اور سب سے زیادہ صغیر السن معلم ہیں، اس عمر میں آپ کا شیخ الحدیث کے مرتبہ پر فائز ہونا آپ کے تبحر علمی کی روشن دلیل ہے۔

دار الطلبہ کے ملحقہ مطبخ کا انتظام اور صفائی قابل مثال ہے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے کالجوں کے بورڈنگ ہاؤس بھی اس بارے میں اس سے پیچھے پائے گئے ہیں۔ بالخصوص اس اعلیٰ اور خوشگوار طعام کے مقابلہ میں جب مصارف پر نظر جاتی ہے تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یقیناً حضرت ناظم صاحب مدظلہ اور دیگر کارکنان کی حسن نیت اور خلوص کا اثر ہے کہ نہایت قلیل صرفہ میں نہایت لذیذ کھانا طلبہ کو دیا جاتا ہے۔ کھانا میں نے خود کھاکر دیکھا بے شک نہایت لذیذ اور خوشگوار تھا۔" فقط۔ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ۔

طلبہ طلبہ کی تعداد اس مرتبہ چھ سو انیس (۶۱۹) تھی۔ جن میں درجہ اعلیٰ اوسط اور ابتدائی کے دو سو تینتالیس (۲۴۳) تھے اور باقی دوسرے شعبوں سے متعلق رہے۔ سالانہ امتحان چار شعبان سے شروع ہوکر سترہ شعبان کو ختم ہوا۔ طلبہ نے درجہ اعلیٰ واوسط میں انسٹھ (۵۹) کتابوں کا اور درجہ ابتدائی عربی میں سینتیس (۳۷) اور درجہ فارسی وریاضی میں چھپن (۵۶) اور تجوید میں چار کتابوں کا امتحان دیا۔ جن طلبہ نے امتحان دیا وہ پانچسو پچھتر (۵۷۵) تھے، باقی طلبہ رخصت، غیر حاضری بیماری وغیرہ کی وجہ سے شریک امتحان نہ ہوسکے۔ جو طلبہ اس سال دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولانا منور حسین صاحب بہاری (جو بعد میں مدرسہ میں استاذ حدیث ہوئے، اور ان سطور کی تحریر کے وقت

دارالعلوم لطیفی کٹھیار کے شیخ الحدیث ہیں) مولوی سید عمران مدنی (جو بعد میں مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ کے استاذ حدیث اور مسجد نبوی ؐ کے مراقب عام بنے) مولوی حافظ فرقان احمد سہارنپوری، مولوی عمر احمد (ابن عالی جناب مولانا ظفر احمد صاحب) تھانوی، مولوی عبدالوہاب بنوی، مولوی سلیم الدین سہسرامی، مولوی سمیع الحق پشاوری، مولوی محمد عمر اعظم گڈھی، مولوی غلام احمد ہزاروی، مولوی علیم الدین میمن سنگھی، مولوی عبدالسمیع اعظم گڈھی، مولوی مصباح الحسن کاندہلوی، مولوی عبدالقدوس نواکھالی، مولوی عبدالحکیم، مولوی ادریس احمد سہارنپوری، مولوی فضل احمد حصاروی، مولوی فضل الرحمٰن شاہ پوری، مولوی نصر اللہ فیض آبادی، مولوی خلیل الرحمٰن اعظم گڈھی، مولوی عبدالحق حصاروی، مولوی نور احمد فیروز پوری، مولوی عبدالمجید جالندھری، مولوی محمد احمد پسر حافظ ظریف احمد تھانوی۔ ان تیئیس[۲۳] فارغین میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہونے والے مولانا منور حسین صاحب ابن جناب منیر الدین صاحب بہاری تھے، کہ گیارہ[۱۱] کتب میں امتحان دیکر ایکسو ستانوے[۱۹۷] نمبرات حاصل کرکے پندرہ روپے نقد کے ساتھ ساتھ انعام میں مندرجہ ذیل کتب حاصل کیں۔

بذل المجہود جلد خامس، اوجز المسالک جلد اول، انوار سبحانی، غنیۃ، الرشاد، زین العلم، فیوض یزدانی، الفخری، کلام الملوک، مسائل السلوک ہر دو حصہ، احیاء السنن جلد اول، استدراک الحسن جلد اول، اتباع السنن، التبصیر، حقوق العلم، شیم الطیب، الدر المنضود، الاستدلال، اعلاء السنن جلد دو، تین، چار۔

تغیرات مولوی مسعود علی خاں راجپوری نے جو درجہ ابتدائی عربی کے مدرس تھے شوال ۱۳۵۰ھ میں استعفا دیا جو منظور کرلیا گیا، مولانا عبدالمجید صاحب بہیروی جو اب تک مدرس اول درجہ فارسی تھے کی تنخواہ میں دو روپے[۲/-] اضافہ ہوکر نائب مہتمم شعبۂ تعلیم مقرر کئے گئے، نیز اسی سال مولوی حافظ اکبر علی صاحب کو سولہ[۱۶] شوال سے مدرس فارسی اور اسی ماہ میں مولانا ظریف احمد صاحب پورقاضوی (جو پہلے سے مدرسہ کے دفتر میں تھے) کو مدرس عربی مقرر کیا گیا۔ سولہ[۱۶] ربیع الاول ۵۱ھ سے مولانا ولی محمد صاحب بٹالوی کا تقرر شعبۂ عربی و ریاضی میں بمشاہرہ ۱۵/- ہوا۔ مولانا موصوف کو تعلیم کے ختم ہونے پر ماہ شعبان میں فراہمی چندہ کیلئے رنگون بھی بھیجا گیا، ایسے ہی مولانا حافظ محمد حسین صاحب بجنوری مدرس قرآن شریف کا تقرر ماہ ربیع الاول ۵۰ھ سے ہوا۔

جلسہ سالانہ گیارہ[۱۱] ذیقعدہ ۵۰ھ مطابق بیس[۲۰] مارچ ۱۹۳۲ء یوم یکشنبہ کو جامع مسجد سہارنپور میں مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہوا۔ خاص مدعوین اور اکابر حضرات یہ تھے، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین صاحب مدنی، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب، حضرت مولانا الحاج محمد الیاس صاحب، حضرت مولانا سر رحیم بخش صاحب، عالی جناب الحاج شیخ رشید احمد صاحب، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب، حضرت الحاج الحافظ فخر الدین صاحب، مولانا محمد سعید صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ، مولانا عبدالحق صاحب مدنی،

حافظ یعقوب صاحب گنگوہی، مولانا حکیم عبدالرشید محمود صاحب، حضرت مولانا الحاج منشی رحمت علی صاحب، خلیفہ اعلیٰ حضرت رائے پوری۔ جلسہ کی صدارت مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب نے فرمائی۔ سب سے اول چند طلبہ نے مختصر تقریریں کیں۔ اسکے بعد مولانا محمد اسعد اللہ صاحب زید مجدہٗ نے مدرسہ کی روئداد کا ایک معظم حصہ پڑھکر سنایا، بعد ازاں دورۂ حدیث کے طلبہ کو انعام تقسیم کیا گیا۔ بقیہ طلبہ کو یہ انعام دوسرے وقت میں دیئے گئے۔

تقسیم انعامات کے بعد اولاً مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی اور ثانیاً مولانا زکریا صاحب قدوسی نے ایک مدلل اور مبسوط تقریر فرمائی، سب سے آخر میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے دلپذیر اور جامع تقریر فرمائی، جلسہ کی یہ پہلی نشست ایک بجے ختم ہوئی۔ بعد نماز ظہر اپنے معمول کے مطابق مدرسہ قدیم میں انجمن ہدایت الرشید کا سالانہ جلسہ ہوا جس کی صدارت مولانا عبدالحق صاحب مدنی نے فرمائی، اولاً طلبہ کی تقریریں ہوئیں پھر مولانا کی تقریر پر جلسہ ختم ہوا۔

۶۹ سنہ بنائی مطابق سنہ ۱۳۵۱ھ

دو تین سال قبل مسجد کلثومیہ کی حوض کیلئے ارباب مدرسہ نے جو تحریک چلائی تھی اسمیں اس سال تک سولہ سو اکیس (۱۶۲۱) روپیہ فراہم ہوچکا تھا۔ کارکنان مدرسہ تخمینی لاگت فراہم نہ ہونے کی بنا پر تعمیری کام شروع کرنے میں متامل تھے لیکن اب تک کے معطیان کے اصرار پر چھبیس رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ کو حوض کی تعمیر کا کام شروع کرادیا گیا۔ افتتاح تعمیر کے فوراً بعد بمبئی سے جناب مولوی عبدالستار صاحب نے مبلغ ایکہزار روپیہ اور خان بناب شیخ رشید احمد صاحب اور حاجی داؤد ہاشم صاحب نے پانچسو پانچسو روپے مرحمت فرمائے۔

اس سال مدرسہ کو چند حوادث کا سامنا کرنا پڑا، ان میں سب سے پہلا دیہ حضرت مولانا الحاج مسعود احمد صاحب گنگوہی خلف الصدق قطب عالم حضرت اقدس گنگوہی کا ارتحال ہے مولانا ممدوح کا انتقال اٹھائیس محرم ۱۳۵۱ھ بروز شنبہ کو سہارنپور کے ہسپتال میں ہوا مرض کی ابتداء ناک کے قریب ایک معمولی سی پھنسی ہوئی۔ حکیم صاحب نے اس کو معمولی سمجھ کر خود ہی شگاف دیا اور اسکا علاج شروع فرمادیا۔ لیکن وہ بڑھتے بڑھتے جان لیوا ثابت ہوا۔ جنازہ گنگوہ لیجایا گیا اور اپنے والد ماجد امام ربانی قطب عالم گنگوہی کے برابر مشرقی جانب — تدفین عمل میں آئی۔

(۲) مدرسہ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب کی اہلیہ محترمہ (والدہ مولوی عبدالرؤف صاحب) نے اٹھارہ رجب ۱۳۵۱ھ مطابق اٹھارہ نومبر ۱۹۳۲ء یوم جمعہ کو انتقال فرمایا۔ بڑی صالحہ، عابدہ، متواضع ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا سید عبدالحق صاحب ممبر دارالعلوم دیوبند کی صاحبزادی بھی تھیں۔

(۳) اسی سال راؤ عبدالعزیز خاں (جنھوں نے ۱۳۴۷ھ میں اپنا مکان وقف فرماکر اسمیں مدرسہ کی

شاخ قائم کرائی تھی) کا انتقال ہوا حق تعالیٰ شانہ اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

(۴) اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے خلیفۂ ارشد حضرت منشی رحمت علی صاحب جالندہری بھی اسی سال ۲۷ جمادی الثانی شب یکشنبہ میں بمرض فالج عالم جاودانی کو تشریف لیگئے۔ حضرت منشی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو حق تعالیٰ نے علم رویا اور مکاشفہ سے خاص مناسبت عطا فرمائی تھی، اولاً حضرت امام ربانی سے بیعت ہوئے۔ حضرت کے انتقال کے بعد اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سے بیعت ہوئے، حضرت منشی صاحب کی شدت علالت کی خبر پر حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحبؒ مع حضرت شیخ زید مجدہٗ عیادت کیلئے تشریف لیگئے۔ حضرت شیخ کا ارادہ وہاں ایک روز قیام کا تھا مگر شدت علالت کیوجہ سے وہاں قیام فرمایا۔ اسی دوران میں حضرت منشی صاحب نے وفات پائی۔ حضرت رائے پوری کی تعمیل ارشاد میں حضرت شیخ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

طلبہ طلبہ کی تعداد اس سال چھ سو پچاسی (۶۸۵) تھی جن میں صرف عربی کی تعلیم حاصل کرنیوالے دو سو پچانوے (۲۹۵) تھے اور باقی دوسرے شعبوں سے منسلک رہے۔

سالانہ امتحان ۸ شعبان سے شروع ہوکر ۱۹ شعبان کو ختم ہوا جو طلبہ امتحان میں شریک ہوئے وہ چھ سو چودہ (۶۱۴) تھے اور کامیابی حاصل کرنیوالے پانچسو پچھتر (۵۷۵)۔ مدرسہ میں ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ درجہ ابتدائی عربی کا ہرماہ اور درجہ اعلیٰ و اوسط عربی فارسی اور قرآن کے درجات کا امتحان ہر تین ماہ کے بعد ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اونچی کتب کا امتحان سال میں تین مرتبہ اور درجہ ابتدائی کا آٹھ، نو مرتبہ ہوتا ہے۔ جو طلبا اس سال دورہ سے فارغ ہوئے ان کے اسما یہ ہیں۔

مولانا الحاج مفتی محمود الحسن (صاحب) گنگوہی (حال صدر مفتی دارالعلوم دیوبند و سرپرست مدرسہ مظاہر علوم) مولوی صدیق احمد چاٹگامی، مولوی محمد شفیع ہوشیارپوری، مولوی منیر اللہ ارکانی، مولوی عبدالرزاق پورنوی، مولوی عبدالرحیم میمن سنگھی، مولوی خلیل احمد بستوی، مولوی نور محمد کالپیوری، مولوی محمد محسن بستوی مولوی سید حسین رنگونی، مولوی مبارک کریم کمرلوی، مولوی عبدالحنان گورکھپوری، مولوی امجد علی چاٹگامی. مولوی ابوالقاسم چاٹگامی، مولوی ظہور الحسن فیض آبادی، مولوی حبیب اللہ کشمیری، مولوی عبدالرحیم سلہٹی، مولوی محمد عیسیٰ نانوتوی، مولوی محمد علی بھاولپوری، مولوی عبدالمجید کمرلوی، مولوی نور احمد رنگونی، مولوی عبدالعزیز فیض آبادی، مولوی حبیب الرحمٰن نوا کھالی، مولوی نور الحق میمن سنگھی، مولوی محمد ابراہیم میمن سنگھی۔

تغیرات مولانا ضیاء احمد صاحب مفتی مدرسہ نے امسال تین ماہ کیلئے طویل رخصت لی، اس کے بعد مزید رخصت کی درخواست اہل مدرسہ کو بھیجدی، ادھر نائب مفتی مدرسہ مولانا سعید احمد صاحب اجراڑوی پہلی مرتبہ حج کو تشریف لیگئے جس کی بنا پر ایک جدید نائب مفتی کی ضرورت ہوئی حضرات سرپرستان سے استصواب رائے کے بعد اس عہدہ کیلئے مولانا (الحاج مفتی) محمود حسن صاحب گنگوہی کا (جو اسی سال مدرسہ سے فارغ ہوئے تھے) بمشاہرہ ۲۵؍ روپے تقرر ہوا۔ نیز شعبۂ تجوید کیلئے قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی کا تقرر ۲۰؍ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ سے عمل میں آیا، اور مولانا منور حسین صاحب بہاری (حال شیخ الحدیث دار العلوم لطیفی کٹھیار) اسی سال شوال سے شاخ مدرسہ (راؤبلڈنگ) میں بمشاہرہ پانچ روپیہ معین مدرس عربی مقرر کئے گئے۔

جلسۂ سالانہ اس سال مدرسہ کا سالانہ جلسہ بائیس ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ مطابق انیس ۱۹ مارچ ۱۹۳۳ء کو جامع مسجد میں زیر صدارت حضرت مولانا الحاج عاشق الٰہی صاحب ہوا۔ جلسہ کی کارروائی اسی طرح انجام پائی جس طرح ہر سال کا دستور رہا ہے، طلبہ کی قرأت سے جلسہ شروع ہوا، اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی مؤثر تقریر پر جلسہ ختم ہوا۔ جلسہ کی دوسری نشست بعد نماز ظہر مدرسہ قدیم میں منعقد ہوئی جس میں انجمن کے طلبہ نے تقریریں کیں۔ شریک جلسہ ہونیوالے خاص حضرات یہ تھے، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب، حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب، شیخ رشید احمد صاحب، حضرت حافظ فخر الدین صاحب، مولانا عبد العزیز صاحب شیخ گمتھلوی، حاجی عبد المجید صاحب موتی والے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندہلوی اور مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب سفر حج کی وجہ سے شریک جلسہ نہ ہو سکے۔

سنہ بنائی مطابق ۱۳۵۲ھ اس سال کے اہم حوادث میں سے ایک حادثہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کو تمامی علوم وفنون میں بالخصوص حدیث شریف میں جو دستگاہ اور مہارت حاصل تھی اس کے پیش نظر اگر ان کو فن حدیث کا امام کہا جائے تو بالکل صحیح ہوگا حق تعالیٰ شانہٗ نے جو بے نظیر ذہانت عطا فرمائی تھی اس کی مثال اس زمانہ میں ملنی یقیناً مشکل ہے۔ حضرت مولانا کا وصال تین ۳ صفر ۱۳۵۲ھ کو شب میں ڈھائی بجے ہوا اور دن میں بعد نماز ظہر نماز جنازہ بامامت مولانا الحاج سید اصغر حسین صاحب پڑھی گئی۔

(۲) حضرت مولانا اللہ بخش صاحب بھاولنگری خلیفۂ ارشد اعلیٰ حضرت رائے پوری کا انتقال بھی

اسی سال دس۱۰ رجب شب سہ شنبہ — مطابق اکتیس۳۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو بعارضہ بخار و درد پسلی ہوا۔ اپنے حضرت نور اللہ مرقدہ کے اتباع میں مدرسہ کے ساتھ جو تعلق تھا وہ اس دور مسعود کے دیکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں رائے پور کی ہر مرتبہ کی حاضری میں مدرسہ کو ضرور نوازتے اور جب مدرسہ کے سفراء نواح بھاولپور میں جاتے تو بڑی توجہ اور ہمت سے مدرسہ کی اعانت فرماتے اور دوسرے مخیر حضرات کو بھی متوجہ فرماتے۔

(۳) اسی سال مدرسہ کے محسن اور معاون خاص الحاج شیخ شبیر علی صاحب رئیس محلہ شیخ صاحبان نے تیئس۲۳ شوال ۱۳۵۲ھ مطابق سولہ۱۶ فروری ۱۹۳۴ء پنجشنبہ کو انتقال کیا، مرحوم کی ذات سے مدرسہ اور اہل مدرسہ کو بڑا اطمینان تھا، مشکل مسائل میں جب بھی مرحوم کی طرف رجوع کیا گیا بڑی خندہ پیشانی اور فراخدلی سے اپنا تعاون پیش کیا۔

(۴) اسی طرح ارباب مدرسہ کو مولانا عبد اللہ جان صاحب وکیل کا حادثۂ انتقال بھی برداشت کرنا پڑا جو تین۳ شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق بائیس۲۲ نومبر ۱۹۳۳ء شب چہارشنبہ میں عشاء کے وقت پیش آیا، انکی گوناگوں خصوصیات میں سے اہم خصوصیت مدرسہ کے ساتھ تعلق اور لگاؤ تھا، اعذار کثیرہ کے باوجود ہمیشہ نماز جمعہ مدرسہ میں اکثر ادا کرتے اور اپنے ساتھ وکلاء عمائد شہر وغیرہ کو بکثرت لاتے، اس دور میں یہ جدید طبقہ جتنا مدرسہ کے قریب ہوا وہ سب مولانا مرحوم کی سعی اور کوششوں کا ثمرہ تھا۔ مدرسہ کے ہر قسم کے معاملات خواہ وہ عدالت سے تعلق رکھتے ہوں یا حکام سے مولانا مرحوم کے ذمہ تھے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ سے والہانہ عاشقانہ تعلق تھا، حضرت کے یکسالہ قیام مدینہ میں ان کا ہر ہفتے ایک مفصل خط بہت طویل جو چھبیس۲۶، بیس۲۰ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا پہنچتا جس میں تاریخوار مدرسہ کے حالات درج ہوتے تھے، حکام رس ہونے کی وجہ سے مدرسہ کی قانونی کارروائیوں کو بہت ذمہ داری سے انجام دیا کرتے تھے،

حضرت شیخ سے بارہا ان کے متعلق ایک پُر لطف قصہ سننے میں آیا کہ مسجد قدیم کے دروازہ پر جو تاج بنا ہوا ہے اس کی تعمیر پر بعض حاسدین مدرسہ نے کلکٹر سے جاکر شکایت کردی کہ وہ حدود سڑک پر بنوایا گیا ہے کلکٹر کی طرف سے اگلے روز آٹھ بجے کا وقت معائنہ کیلئے مقرر ہوا، حاسدین نے اس معائنہ کو خوب ہوا دی، وقت مقررہ پر ہزاروں کا مجمع اکٹھا ہوگیا، اس تمام واقعہ کے دوران حضرت اقدس سہارنپوری اپنی جگہ ساکت و صامت تشریف فرما رہے، کلکٹر کی آمد پر مہتمم صاحب جواب دہی کیلئے تشریف لائے، مجمع کی کثرت اور نظرتی کم گوئی کی بناء پر قریب تھا کہ وہ کوئی بات ایسی فرمادیتے جسکا سنبھلنا مشکل ہوتا کہ دفعۃً یہی مولانا عبد اللہ جان مجمع کو چیرتے ہوئے کلکٹر کے پاس پہنچے۔ ایکدوسرے کو دیکھ کر دونوں نے اپنی ہیٹ سر سے اتار دی جو صاحب سلامت کے ہم معنیٰ تھی، اسکے بعد دونوں نے ایک، دو منٹ ... گٹ پٹ (یعنی انگریزی میں گفتگو) کی، کلکٹر فورًا

سلام کرکے چلدیا۔ بعد میں حضرت شیخ نے مولانا عبداللہ جان سے گفتگو کا ماحصل دریافت کرتے ہوئے پوچھا کہ یہ آپ نے ایک منٹ میں اسے کیا پلادیا؟ فرمایا تمھارے مہتمم صاحب نے تو آج دروازہ گروانے کا ارادہ ہی کرلیا تھا اور قریب تھا کہ کلکٹر اسکے انہدام کا حکم دیدیتا وہ تو میں نے بیچ میں آکر پوری قوت سے یہ بات کہدی کہ یہاں کا دستور یہ ہے کہ جب دروازہ بنایا جاتا ہے تو اس کے ساتھ اسکا تاج بھی تعمیر کرایا جاتا ہے اور اس کیلئے مستقل اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی، یہ بتلاکر میں نے اس کو دو تین مکانات دکھلائے (ان میں ایک مکان خود حضرت شیخ کا اور دوسرا گاڑہ بورڈنگ ہاؤس تھا) اسپر وہ سلام کرکے چلاگیا۔

اراکینِ مدرسہ نے ماہانہ تعلیم کی مقدار و نصاب کے لئے جو نقشہ حضرت شیخ زیدمجدہٗ اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری کے تعاون سے ۱۳۷۰ھ میں تیار کرایا تھا اس کے متعلق بمشورہ سرپرستانِ مدرسہ یہ طے ہوا کہ وہ نقشہ مع نقشہائے تعلیم مدرسین حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کی خدمت میں ملاحظہ کیلئے بھیجا جاوے، چنانچہ اس سال انتیس (۲۹) جمادی الاول کو تمامی مدرسین کے نقشہ جات مولانا کی خدمت میں میرٹھ بھیجے گئے۔

مولانا نے اکثر نقشے ملاحظہ فرمانیکے بعد چند امور پر اربابِ مدرسہ کو متنبہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا!

(۱) بالاجمال تعلیمی شعبہ میں ضعف محسوس ہوتا ہے اور نصاب مجوزہ کی رعایت بجز شیخ الحدیث کے اور کسی نقشہ میں پوری نہیں۔ بعض میں تو بہت زیادہ کمی ہے۔ حضرت صدر المدرسین مدظلہٗ ملاحظہ کے بعد گرفت فرمائیں۔ اور وجہ نقص بھی دریافت فرمالیں تو شاید توجہ بڑھ جائے۔

(۲) نقشہ تعلیم کے ساتھ نتیجۂ امتحان بھی منضم ہو تو پتہ چلے کہ کمیت کے ساتھ کیفیت کا کیا حال ہے، وغیرہ وغیرہ، اس قسم کے اور دیگر امور تحریر فرمانیکے بعد مولانا نے مدرسہ کی ایک باوجاہت ہستی کے نقشہ پر تحریر فرمایا! ....

حسب نقشہ مجوزہ کتاب ایک سو پندرہ صفحات تک ہونی چاہیئے تھی (جبکہ صرف پینتالیس (۴۵) صفحات ہوئے) وجہ تحریر فرمادیں کہ ستر (۷۰) صفحات کی کمی کیوں رہی، ہر مہینہ مسلسل کمی ہونا جس کی تلافی اخیر سال میں اوراق گردانی سے کیجائے بہت مضر ہے۔" عاشق الٰہی۔

بحیثیت مدرسہ کے ایک استاذ ہونیکے حضرت شیخ کا تعلیمی نقشہ بھی تحقیق کیلئے بھیجا گیا، نصاب کی پابندی (جو اوقاتِ درس کے تحفظ ہی کا نتیجہ ہے) اور مقررہ مقام کی تکمیل سے مسرور ہوکر مولانا نے حضرت شیخ کے نقشہ پر تحریر فرمایا۔

ماشاء اللہ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ نصاب مجوزہ کی پوری تکمیل، باوجود ضروریات ذاتیہ و خارجیہ و مشاغل تصنیف و مہمانداری و عوارض امراض و حوادث حضرت ممدوح میں دیکھی، طرہ برآں

کہ محض لوجہ اللہ اور بلا تنخواہ ۔ کاش میرے مخدوم و محترم دیگر حضرات مدرسین اسکو اسوۂ حسنہ قرار دیکر صرف ضبط اوقات و تکمیل نصاب ہی میں اتباع فرمالیں ؛؛ عاشق الٰہی

طلبہ طلبہ کی مجموعی تعداد اس سال سات سو سترہ (۷۱۷) تھی جن میں شعبۂ عربی سے متعلق دو سو ستانوے (۲۹۷) تھے اور باقی تجوید قرآن شریف فارسی و ریاضی پڑھنے والے تھے ۔

اپنے قدیمی دستور کے مطابق سالانہ امتحان چھ شعبان سے شروع ہوکر اٹھارہ شعبان کو ختم ہوا ، جسمیں سات سو ایک (۷۰۱) طلبہ نے شرکت کرکے چھ سو سینتالیس (۶۴۷) طلبہ نے کامیابی حاصل کی ، گویا اکیانوے فیصد طلبہ کامیاب ہوئے ۔ امتحان سالانہ کے سوالات کے متعلق اب تک یہ معمول چلا آرہا تھا کہ ممتحن پرچے (سوالنامے) بناکر ایک یوم پیشتر حضرت ناظم صاحب کے پاس بھیجدیا کرتے تھے اور اگلے روز ان کو امتحان گاہ میں واپس دیدیئے جاتے ، لیکن اسمیں درمیان میں وسائط واقع ہوجانے کی بنا پر سوالات کے ظاہر ہونے کا احتمال رہتا تھا ، اسلئے اس سال امتحان سہ ماہی کے موقعہ پر یہ معمول منسوخ کردیا گیا اور ممتحن حضرات کو اطلاع کردیگئی کہ وہ سوالنامے بطور خود صبح کے وقت اپنے ہمراہ امتحان گاہ میں لے آیا کریں ۔ اس سال کے فارغین دورۂ حدیث شریف یہ ہیں ۔

مولوی محمد یعقوب سرگودھوی ، مولوی حبیب الرحمٰن ارکانی ، مولوی حق نواز مظفر گڈہی ، مولوی محمد یوسف گورداسپوری ، مولوی محمد اکبر اعظم گڈھی ، مولوی صواب علی سلہٹی ، مولوی بشیر احمد اعظمی ، مولوی حافظ محمد احمد تھانوی ، مولوی بشیر احمد فیض آبادی ، مولوی عبد القیوم بستوی ، مولوی بشیر اللہ رنگونی ، مولوی محمد اسلم نواکھالی ، مولوی عبد الرحمٰن بخاری ، مولوی غلام حبیب کالپوری ، مولوی غلام احمد بھاولپوری ، مولوی شمس الہدیٰ فیض آبادی ، مولوی محمد صدیق مرزاپوری ، مولوی فضل احمد ہوشیارپوری ، مولوی رشید احمد جیلپوری ، مولوی محمود الحسن بستوی ، مولوی محمد اسمٰعیل بستوی ، مولوی ظہیر الدین اعظمی ، مولوی حافظ الرحمٰن چاٹگامی ، مولوی عبد الرحمٰن ہوشیارپوری ، مولوی عبد الحلیم بیکانیری ، مولوی مکرم گنگوہی ۔ مولوی قطب عالم فیض آبادی ، مولوی فضل الرحمٰن سلہٹی ، مولوی دولت علی میمن سنگھی ، مولوی اظہار الدین فیض آبادی ، مولوی اللہ دین بھاولپوری ، مولوی مقبول احمد دربھنگوی ، مولوی ولی محمد منٹگمری ، مولوی عبد اللہ سندھی مولوی عبد العزیز منٹگمری ، مولوی مفیض الرحمٰن چاٹگامی ؛؛

ان فارغین میں سے مولوی محمد یعقوب ابن بہادل خان صاحب سرگودھا اول نمبر آئے ، کہ دس کتابوں میں امتحان دیکر ایکسو پچھتر (۱۷۵) نمبرات حاصل کئے اور پندرہ روپے انعام کے ساتھ ساتھ یہ کتب مدرسہ سے ملیں ۔ تشکیل سنن البخاری ، بذل المجہود جلد پنجم ، طیب النشر ، اعلاء السنن حصہ دوم و

سوم وچہارم، احیاء السنن حصہ اول، استدراک الحسن حصہ اول، انہاء السکن حصہ اول، احسن القری، الرشاد، تبلیغ الحق، صیحۂ رنگون، تجارت آخرت، دلیل الخیرات، بیان الکافی، قرۃ العینین، شرح قصائد طہیر، سیاحت ہوا۔"

تغیرات مولانا ضیاء احمد صاحب مفتی مدرسہ نے دوسری جگہ اختیار کر لینے کی وجہ سے ماہ جمادی الثانی ۵۲ھ میں استعفا دیا، اسلئے ان کے قائم مقام مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی مفتی مدرسہ مقرر ہوئے، اس سال چند مدرسین کے مشاہرات میں اضافہ ہوا جن کے اسماء مع اضافہ درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	اسماء مدرسین	اضافہ	نمبر شمار	اسماء مدرسین	اضافہ
۱	مولانا منور حسین صاحب بہاری	۵/۰۰	۳	مولانا اکبر علی صاحب مدرس فارسی	۲/۰۰
۲	مولوی عبد المجید صاحب مہسروی	۲/۰۰	۴	قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی	۳/۰۰

جلسہ سالانہ تیئیس ذی الحجہ ۵۲ھ مطابق آٹھ اپریل ۳۴ء یکشنبہ کو مدرسہ کا ستروآں سالانہ جلسہ جامع مسجد میں منعقد ہوا جس میں اپنے وقت کے بہت سے اکابر نے شرکت فرمائی، مثلاً حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری، مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب، حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب، حضرت مولانا عاشق الہی صاحب، حضرت الحاج شیخ رشید احمد صاحب، الحاج شیخ وجیہہ الدین صاحب، حکیم الاسلام مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب، مولانا الحاج سید اصغر حسین صاحب، الحاج متولی جلیل احمد صاحب والحاج متولی ریاض الاسلام صاحب ومتولی طفیل احمد صاحب، مولانا اکرام الحسن صاحب۔

جلسہ کی کارروائی کا آغاز زیر صدارت خان بہادر الحاج وجیہہ الدین صاحب، جناب قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی کی قرأت سے ہوا، اس کے بعد چند طلبہ نے اردو میں اور ایک طالب علم نے عربی میں تقریر کی، اسی دوران میں درجہ فارسی کے ایک طالب علم نے فارسی میں ایک نظم پڑھکر سنائی، اسکے بعد مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب نے مدرسہ کے سالانہ حالات وکوائف پڑھکر سنائے اور اسی دوران میں مولانا موصوف نے خان بہادر حافظ ہدایت حسین کانپوری کے مسودہ قانون وقف کے متعلق جو انھوں نے کونسل میں پیش کیا تھا، ایک تقریر فرمائی جس میں دلائل نقلیہ وعقلیہ سے یہ ثابت فرمایا کہ یہ مسودہ اپنی اس موجودہ حالت میں ناقابل اطمینان ہے۔ اور قلم زد کردیئے جانیکے قابل ہے، اسکے بعد طلبائے دورۂ حدیث کو انعام تقسیم ہوا۔ تقسیم انعام کے بعد اولاً مولانا احمد الدین صاحب گوجرانوالہ نے اور ثانیاً حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب نے تقریر فرمائی اور مولانا ہی

کی تقریر پر جلسہ ختم ہوا۔ اہل مدرسہ کو اس کا بڑا افسوس رہا کہ حضرت اقدس شیخ الاسلام مدنی جلسہ میں شرکت نہ فرما سکے کہ حضرت ان ایام میں طویل دورہ پر تھے جلسہ کی شرکت کی غرض سے دورہ مختصر فرما کر تشریف لائے اور راستہ میں اپنے پہنچنے کے متعدد تار بھی بھیجے مگر ریلوے کی بدنظمی کی وجہ سے جلسہ کے بعد پہنچ سکے۔

سنہ بنائی مطابق ۱۳۵۳ھ

مدرسہ کے اس اکہتر سالہ دور میں ہندوستان کے تمام صوبوں اور ریاستوں کے سینکڑوں طلبہ اور مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کابل، ایران، ترکی کے بہت سے طالبانِ علوم دینیہ نے یہاں آکر اپنی علمی پیاس کو بجھایا اور پھر باہر جا کر مدرسہ کیلئے مستقل تعارف اور شہرت کا سبب بنے جس کی بناء پر بہت بڑی تعداد (جو مختلف سالوں میں متفاوت رہی) میں طلبہ یہاں جمع ہونے شروع ہوئے جو حسب گنجائش داخل کئے جاتے رہے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اچھی خاصی جماعت قیام کے بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے واپس لوٹتی رہی اس بناء پر عرصہ سے ایک جدید دار الطلبہ (دار الاقامہ) کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی، اس سال جدید تعمیر کیلئے مزید ایک وسیع زمین خاص اسی مقصد کیلئے خریدی گئی اور طے پایا کہ درسگاہوں اور کمروں کی تعمیرات سے قبل مسجد کی تعمیر سے افتتاح کیا جائے۔

طلبہ

طلبہ کی مجموعی تعداد اس سال سات سو بارہ (۷۱۲) تھی جن میں عربی کی تحصیل میں مشغول ہونے والے طلبہ تین سو سولہ (۳۱۶) تھے اور باقی دوسرے شعبوں سے متعلق رہے، سالانہ امتحان آٹھ شعبان سے شروع ہو کر اٹھارہ ۱۸ شعبان تک رہا جسمیں چھ سو چوہتر (۶۷۴) طلبہ شریک ہوئے، اڑتیس ۳۸ طلبہ اپنی غیر حاضری رخصت، بیماری کی وجہ سے شریکِ امتحان نہ ہوئے۔ جو طلبہ اس سال دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولوی محمد صالح حصاروی، مولوی محمد حسن کاملپوری، مولوی عبد الرحمٰن ہزاروی، مولوی احمد افضل گڈہی، مولوی سید الشاہدین پشاوری (جو بعد میں ایک طویل عرصہ تک مدرسہ میں استاذ بھی رہے) مولوی جلال الدین بھاولپوری، مولوی انعام الحق چاٹگامی، مولوی ولی احمد چاٹگامی، مولوی محمد علی کمرلوی، مولوی محمد ادریس ہزاروی، مولوی محمد لقمان ڈھاکوی، مولوی محمد عقیل حصاروی، مولوی دوست محمد چاٹگامی، مولوی عبد الغفار چاٹگامی، مولوی عبد الرحمٰن ڈیرہ اسمٰعیل خاں، مولوی عبد الغنی سلہٹی، مولوی فضل حق کمرلوی، مولوی محمد احمد فیض آبادی، مولوی حبیب احمد پشاوری، مولوی فضل حق چاٹگامی، مولوی عبد الغنی کرنالوی، مولوی شمس الحسن تھانوی، مولوی عبد المالک بریسالی، مولوی مختار احمد فیض آبادی، مولوی مسعود حسن گنگوہی، مولوی محمد یونس فیض آبادی مولوی مختار احمد شیخ پوری، مولوی مسعود احمد فیض آبادی، مولوی سمیع الدین فیض آبادی، مولوی محمد حنیف مظفر نگری۔ ان تیس فارغین میں اول نمبرات سے کامیاب ہونے والے مولوی محمد صالح ابن جناب عبد اللہ

بہاروی تھے جنھیں انعام میں بذل المجہود جلد پنجم، انہار السکن، احیاء السنن، استدراک الحسن، اعلاء السنن، جلد تین وچار تفسیر مظہری، سیاحت نامہ، اردو انٹرمیڈیٹ کورس و اودھ ۳۵ء شرح انٹرمیڈیٹ کورس اردو الہ آباد، البیان الکافی، الرشاد، البشریٰ، اتباع سنن، سیدالانام قصیدہ بانت سعاد تشکیل سندات البخاری، ان کتب کے علاوہ مولانا موصوف کو ایک عمامہ[۵] بھاگلپوری اور نقد دس روپے بھی انعام میں دیئے گئے۔

تغیرات مدرسہ کا انتظام بغیر کسی خاص تغیر کے اسی طرح رہا، البتہ چند تغیرات پیش آئے، اول یہ کہ مولوی ولی محمد صاحب ماہ شوال میں حج کے لئے تشریف لیگئے اور حج سے فارغ ہوکر طویل قیام کی نیت سے رنگون گئے، مولانا کا یہ سفر رنگون مدرسہ کی مالیات کے سلسلہ میں ہوا تھا، ایسے ہی مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب مفتی مدرسہ ماہ ذیقعدہ میں دوبارہ حج کے لئے تشریف لیگئے، مولانا الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی اور حافظ عبد اللہ صاحب مدرس قرآن مجید کے مشاہرہ میں علی الترتیب پانچ روپے اور تین روپے کا اضافہ ہوا۔
نیز مولانا جمیل الرحمٰن صاحب، مولانا منور حسین صاحب بہاری کے مشاہرہ میں دو، دو روپے اور مولانا محمد حنیف صاحب انبالوی کے مشاہرہ میں ایک روپیہ ماہانہ کا اضافہ ہوا۔

جلسہ سالانہ ۱۳۵۳ھ کا سالانہ جلسہ چونکہ تین محرم ۵۴ھ مطابق سات اپریل ۱۹۳۵ء کو منعقد ہوا۔ اسلئے اس سال کے جلسہ کے حالات آنیوالے سنہ میں تحریر کئے جائیں گے۔"

سنہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۶-۱۹۳۵ء

حضرت مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب سرپرست مدرسہ جن کا ذکر ان صفحات میں داد و دہش اور جود و سخاوت کے نمایاں تذکرہ کے ساتھ بارہا آیا، افسوس ہے کہ اس سال تیس محرم مطابق چار مئی ۳۵ء یوم شنبہ کو صبح چار بجے بعمر چہتر سال انتقال فرماگئے۔ مولانا مرحوم کو مدرسہ سے جو دلی لگاؤ تھا اور جتنا تعلق تھا اس کو تحریر میں لانا واقعی مشکل ہے اپنی ریاست کے کسی ضروری کام کی وجہ سے اگر کوئی عذر پیش آجاتا جب تو مجبوری تھی لیکن اس کے علاوہ کبھی بھی ارباب مدرسہ کی درخواست پر تشریف آوری سے انکار نہ فرمایا۔ بڑی خندہ پیشانی سے تشریف لاکر مشوروں میں شریک ہوتے، باوجودیکہ ایک بہت بڑی ریاست کے مختار کل تھے اور اس دور کے رؤسا کے مزاج کے مطابق وہ اپنی اس رئیسانہ شان و شوکت سے اگر کچھ حاصل کرنا چاہتے تو بہت کچھ حاصل کرسکتے تھے، لیکن واقعہ اسکے خلاف تھا۔ مزاج میں انتہائی سادگی اور انکسار، طبیعت میں انتہائی انکساری اور فروتنی تھی۔ سہارنپور آمد کے موقعہ پر بارہا دیکھا گیا کہ حضرت مولانا اپنے ملازم (خادم) کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک فرماتے، موٹا جھوٹا لباس بہت کم

---

[۵] یہ عمامہ عالی جناب شاہ زاہد حسین صاحب رئیس ہٹ کی طرف سے دورہ حدیث شریف میں اول نمبر آنیوالے کیلئے تھا۔"

قیمت سامانِ زندگی، کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ یہ بھی کسی ریاست کے رئیس ہیں، مولانا مرحوم کی زاہدانہ طرز زندگی کے متعلق حضرت شیخ ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔

کسی وائسرائے کے دربار میں مولانا مرحوم تشریف لیگئے، لباس بہت سادہ اور معمولی زیب تن فرما رکھا تھا، لیکن ان کے ملازم کا لباس بڑا رئیسانہ اور زرق برق کا تھا، مولانا آگے آگے تشریف لیجا رہے تھے پیچھے ان کا خادم تھا، لیکن دیکھنے والے یہ محسوس کر رہے تھے کہ یہ آگے جانیوالا شخص چپراسی ہے جو راستہ کی دیکھ بھال کیلئے آگے آگے چل رہا ہے۔ دربار میں پہونچکر مولانا جب کرسی پر بیٹھے اور خادم نے چونری (پنکھا) سے ہوا کرنی شروع کی جب سب کو معلوم ہوا کہ یہ اصل ہیں اور یہ خادم۔

(۲) حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ محدث سہارنپوری کے صاحبزادہ جناب مولانا خلیل الرحمٰن صاحب صدر جمعیۃ علماء سہارنپور کا انتقال بھی اسی سال ۲۸؍ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ شب سہ شنبہ تین بجے ہوا۔ اور ڈیڑھ بجے بوقت ظہر تدفین عمل میں آئی۔ مولانا احمد علی صاحب کے پاس دفن ہوئے، مولانا مرحوم کا تعلق آخر زمانہ میں مدرسہ سے بہت بڑھ گیا تھا، شہری معاملات میں جب کوئی مشورہ درپیش ہوتا تو قاضی ظفر احمد صاحب (قاضی شہر) اور مولانا فضل الرحمٰن کو ہمراہ لیکر مدرسہ میں تشریف لاتے اور دیر تک مشوروں میں شریک رہتے۔ انتقال کے بعد مولانا کا ذاتی کتب خانہ مظاہر علوم میں منتقل ہوا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے جوار میں جگہ عطا فرمائے۔"

توسیع کتب خانہ

مدرسہ کے کتب خانہ میں توسیع کی ضرورت تو بہت مدت سے محسوس ہو رہی تھی لیکن گذشتہ چند سالوں سے کتابوں کی تعداد میں جو بیش از بیش اضافے ہوئے انکی بنا پر کتب خانہ کی عمارت نہ صرف یہ کہ بالکل تنگ ہو گئی تھی بلکہ اگر مزید بار اسپر ڈالا جاتا تو ڈاٹ کے پھٹ جانے کا احتمال تھا اس وقت کے پیش نظر یقیناً کسی ایسی مناسب جگہ کی ضرورت تھی جہاں کتابیں احتیاط سے رکھدی جائیں اسلئے اہل مدرسہ نے حق تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے توسیع کتب خانہ کا منصوبہ تیار کیا جس کی منظوری حضرات سرپرستان سے یکم صفر ۱۳۵۴ھ مطابق پانچ مئی ۱۹۳۵ء یکشنبہ کو اجتماع سرپرستان میں لیگئی، اس جدید اضافہ کا تخمینہ ماہرینِ فن نے تقریباً دو ہزار روپے بتلایا، چنانچہ ایک بڑا کمرہ جو طولاً چالیس فٹ اور عرضاً ۱۶ فٹ تھا مدرسہ نے تعمیر کرایا۔ یہ تعمیر ۲۲ جمادی الاول چہارشنبہ کو شروع ہوئی اور سولہ سو چوراسی (۱۶۸۴) روپیہ اسپر خرچ ہوا۔ اس مد میں مدرسہ کے پاس تعمیر شروع کرتے وقت صرف چار سو روپیہ تھا، لیکن چونکہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مظاہر ہمیشہ موردِ عنایاتِ خاصہ بنا رہا اسلئے نہ ہی تعمیری کام موقوف ہوا اور نہ ہی کسی کو اس کی فکر و پریشانی لاحق ہوئی، بس ایک طرف سے آمد ہوتی رہی، دوسری طرف سے خرچ ہوتا رہا۔" وَکَفٰی بِہٖ وَکِیْلاً۔

طلبہ اس سال طلبہ کی کل تعداد سات سو ساٹھ (۷۶۰) تھی جن میں درجہ ابتدائی عربی اور اعلیٰ عربی کے طلبہ تین سو سینتیس (۳۳۷) تھے، باقی شعبہ تجوید قرأت فارسی و ریاضی سے وابستہ رہے۔

درجہ ابتدائی عربی کا سالانہ تقریری امتحان اپنے قدیمی طرز کے موافق پانچ شعبان سے لیکر آٹھ شعبان تک ہوا جو مدرسہ کے اساتذہ کے پاس ہوا۔ اسکے بعد دس شعبان سے بیس شعبان تک درجہ اعلیٰ و اوسط کا تحریری امتحان ہوا۔ ان ایام میں طلبہ نے سرسٹھ (۶۷) کتب کا امتحان دیا، الحمدللہ نوے فیصد طلبہ کامیاب ہوئے۔ سینتالیس (۴۷) طلبہ بیماری، غیر حاضری، رخصت کی بنا پر شریک امتحان نہ ہوسکے، تینتیس طلبہ اس سال دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔

مولوی علی احمد بہاولپوری، مولوی لقمان احمد میمن سنگھی، مولوی احمدالدین لاہوری، مولوی امجد علی کمرالوی، مولوی عبدالحمید بنارسی، مولوی محمود احمد (حال مفتی برما) (ابن حاجی داؤد ہاشم یوسف صاحب) رنگونی مولوی فاروق بستوی، مولوی سراج الدین ملتانی، مولوی غلام رسول کمرالائی، مولوی عبدالشکور پشاوری، مولوی عبیدالرحمٰن اعظمی، مولوی امیر احمد میرٹھی، مولوی سعیدالدین الہ آبادی، مولوی بشیر حسین گنگوہی، مولوی مقبول احمد سہارنپوری، مولوی محمد رحیم بنوی، مولوی محمود علی بجنوری، مولوی عبدالعلیم بارہ بنکوی، مولوی محمد شعیب بارہ بنکوی، مولوی عبدالستار پشاوری، مولوی حافظ مسعود الٰہی (ابن حضرت مولانا الحاج عاشق الٰہی صاحب سرپرست مدرسہ) مولوی محمد ادریس چاٹگامی، مولوی داؤد احمد فیض آبادی، مولوی احمد حسین چاٹگامی، مولوی عبدالغفار سہارنپوری، مولوی عبدالجبار ترکستانی، مولوی احمد الرحمٰن چاٹگامی، مولوی محمد یونس پشاوری، مولوی عبدالجلیل لکھیم پوری، مولوی عمران ہزاروی، مولوی نذیر احمد ارکانی، مولوی محمد فائق فیض آبادی، مولوی رشید احمد سہارنپوری۔" ان فارغین میں اول نمبروں سے کامیاب ہونے والے مولوی علی احمد پسر جمال الدین بہاولپوری تھے، جنھیں مندرجہ ذیل کتب انعام میں ملیں۔ بذل المجہود جلد خامس، جمع الفوائد اشاعت اسلام، احسن القری، مسلسلات شاہ ولی اللہ، البتامی، انتصار الاسلام، الرشاد، انبساط، تحفۃ الاسلام، خیر الحیوٰۃ، رپورٹ انجمن خدام کعبہ، اصلاح ترجمہ، نذیریہ تشکیل سندات بخاری، اس کے علاوہ ایک صافہ اور پانچ گز کپڑا اچکن کیلئے دس روپے نقد کے ساتھ ساتھ مدرسہ کی طرف سے مزید انعام ملا۔

تغیرات امسال ماہ صفر میں حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب استاذ مدرسہ ایک سال کی رخصت لیکر مدرسہ محمدیہ راندیریہ کے ناظم ہونے کی حیثیت سے رنگون تشریف لیگئے اور ماہ ذیقعدہ ۵۸ھ میں حج کیلئے روانہ ہوئے۔ نیز اسی سال مورخہ ۱۶ ذیقعدہ ۵۸ھ میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب محرر مطبخ بھی حج کیلئے تشریف لیگئے، اسلئے ان کی واپسی تک اسی مذکورہ تاریخ سے منشی ظفرالحق صاحب دیوبندی نے مطبخ میں کام کیا، اور چونکہ

منشی ظفر الحق صاحب خود پہلے سے کتب خانہ مدرسہ کے نگراں تھے، اسلئے ان کے بجائے ان ایام میں مولانا مقبول احمد صاحب معین مدرس کتب خانہ کے نگراں بنائے گئے۔ متفرق کارکنوں کی طرف سے اس سال اضافہ مشاہرات کی درخواست اہتمام کو ملی، لیکن مالیات میں گنجائش نہ ہونے کی بنا پر یہ درخواست نامنظور ہوئی۔"

جلسہ سالانہ امسال جلسہ سالانہ مورخہ تین محرم ۵۴ھ مطابق سات اپریل ۳۵ء یکشنبہ کو منعقد ہوا۔ مخصوص شرکت فرمانیوالے اکابر یہ تھے، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری، حضرت مولانا الشاہ محمد الیاس صاحب دہلوی، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، الحاج شیخ رشید احمد صاحب، (علامہ) محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت الحاج فخر الدین صاحب وغیرہ وغیرہ، مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب اپنے سفر حج کی بنا پر اور حضرت شاہ محمد یٰسین صاحب نگینوی اپنی علالت کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے۔

جلسہ کا آغاز الحاج سر رحیم بخش صاحب کی صدارت میں قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی مدرس تجوید کی خوش آواز قرأت سے ہوا۔ بعض طلبہ نے اردو میں اور ایک طالب علم نے عربی میں تقریر کی۔ بعد ازاں مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب نے مدرسہ کے حالات و کوائف سنائے، اسکے بعد تنگی وقت کی وجہ سے جلسہ گاہ میں صرف دورۂ حدیث کے طلبہ کو انعام تقسیم کیا گیا، ڈیڑھ بجے جلسہ بخیر و عافیت حضرت اقدس مدنی کی تقریر پر ختم ہوا۔ بعد نماز ظہر جلسہ کی دوسری نشست حسب دستور قدیم بصدارت مولانا عبد الحق صاحب مدنی مدرسہ قدیم میں منعقد ہوئی۔ جسمیں چھ طلبہ نے متفرق موضوعات پر تقریریں کیں، آخر میں مولانا زکریا صاحب قدوسی نے انجمن کی اغراض و مقاصد اور اس کی خدمات کو تفصیل سے بتلایا۔ اسی جلسہ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب زید مجدہٗ کا نکاح حضرت اقدس مدنی نے پڑھایا، حضرت نے اس موقعہ پر اتباع سنت اور بیاہ شادی میں سادگی پر کئی گھنٹہ تقریر فرمائی، بہت پُر تاثیر وعظ تھا۔"

سنگ بنائی مطابق ۱۳۵۵ھ مدرسہ نے جدید تعمیر کیلئے ۵۳ھ میں جو ایک وسیع زمین لب نالہ (جواب دار الطلبہ جدید کے نام سے معروف ہے) خریدی تھی۔ اس سال وہاں تعمیری کام شروع ہوا اور مورخہ بارہ محرم ۵۵ھ یکشنبہ کو جلسہ سالانہ سے فارغ ہو کر دوپہر کے وقت مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا، بنیادی اینٹ رکھنے والوں میں حضرت اقدس مولانا الحاج الشاہ محمد الیاس صاحب، حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ، حکیم الاسلام مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب، شیخ رشید احمد صاحب، مولانا اصغر حسین صاحب وغیرہ حضرات تھے۔ جس وقت تعمیر کا کام شروع ہوا ارباب مدرسہ کے پاس اس مد میں دو ہزار چار سو اکہتر (۲۴۷۱) روپیہ تھا جسمیں سے نوسو اڑسٹھ (۹۶۸) روپیہ خرچ ہو کر مسجد کی

بنیادی تعمیر تیار ہوئی۔ مسجد کی پیمائش شمالاً جنوباً تینتالیس (۴۳) فٹ اور شرقاً غرباً مسقف حصہ تینتیس (۳۳) فٹ ہے اور اسکا خوشنما فرش شرقاً غرباً تینتیس فٹ ہے۔ لہ

اعلان برائے انعام حضرت اقدس شیخ الحدیث زیدمجدہ السامی نے امسال طلبائے دورۂ حدیث شریف کیلئے مخصوص نمبرات متعین فرماکر چند انعامی کتب تجویز فرمائیں جو حضرت شیخ کی طرف سے ان کے متعینہ نمبرات حاصل کرنیوالے کیلئے بطور تحفہ کے تھیں، طلبائے دورۂ حدیث کی اطلاع کیلئے اس مضمون کا ایک اعلان فرمایا کہ!

جو شخص ابو داؤد میں سب سے زیادہ نمبر بلاشرکت غیرے حاصل کریگا اس کو بذل کامل بادامی انعام بندہ کی طرف سے موعود ہے اور بشرکت غیرے جتنے بھی ستر کا ہوں سب کو ایک ایک کوکب دری موعود ہے" زکریا، تاریخ اعلان ۲۵ محرم ۵۵ھ۔ ٢ه

چنانچہ اس اعلان کے بموجب کوکب دری کامل چار طلبہ کو تقسیم ہوئی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب، حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی، مولوی منظور احمد بہاولپوری، کہ ان سب کے نمبرات اٹھارہ، اٹھارہ تھے اور امتحان ششماہی میں بذل کامل بادامی مولانا ابرار الحق صاحب کو ملی کہ ان کے نمبرات سب سے زیادہ تھے۔

چند حوادث امسال مدرسہ کے مخلصین اور بہی خواہوں میں سے چند ایسے حضرات نے انتقال کیا جو مدرسہ کیلئے درد وفکر سے کام کرنیوالے تھے اور اکابر کا زمانہ پائے ہوئے تھے چنانچہ بائیس ۲۲ صفر ۵۵ھ مطابق چودہ ۱۴ مئی ۳۶ء کو مولانا حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی کا دہلی میں انتقال ہوا۔ مولانا مرحوم قطب الارشاد حضرت اقدس گنگوہی کے مخصوص خدام میں ہونے کے ساتھ ساتھ امام ربانی کے شاگرد بھی تھے، اسی کا اثر تھا کہ مظاہر علوم کے ساتھ بھی زبردست تعلق تھا اور دارالعلوم دیوبند کے مستقل ممبر رہے۔ فن طب میں حذاقت ومہارت اتنی بڑھی

لہ۔ اب مسلسل کئی سال سے یہ مسجد ماہ رمضان المبارک میں حضرت شیخ دام مجدہ اور انکے سینکڑوں مہمانوں کا معتکف بنتی چلی آرہی ہے۔ جگہ کی قلت، مہمانوں کی کثرت کی بناء پر ۔۔۔ میں مسجد کے صحن میں مزید اضافہ کیا گیا جو اپنے طول وعرض کے اعتبار سے ہے۔ خوبصورت ٹائل کا فرش اسکے سامنے مسقف حوض اور دائیں بائیں جانب کی سہ دریوں کی تعمیر نے بلندو بالا مسجد کے حسن میں غیر معمولی اضافہ کردیا۔ اگرچہ یہ بات قبل از وقت ہے لیکن پھر بھی بے تکلف تحریر کیجاتی ہے کہ دارالطلبہ جدید کی موجودہ عمارات اسکی پرشکوہ دومنزلہ دارالحدیث اور اسکے بازوؤں میں کشادہ درسگاہیں مولانا الحاج حکیم سید محمد ایوب صاحب سرپرست مدرسہ کی مخلصانہ کوششوں اور بے لوث خدمات اور تعمیری امور سے لگاؤ کا ثبوت ہے" ٢ه۔ تاریخ کبیر بابتہ ۱۳۵۵ھ "

ہوئی تھی کہ حکیم اجمل خاں جیسے نامور طبیب نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

(۲) جناب مولانا احمد شاہ صاحب حسن پوری جو حضرت قطب عالم گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے خاص شاگرد اور عاشق زار لوگوں میں تھے امسال مورخہ اٹھائیس ۲۸ صفر مطابق بیس ۲۰ مئی بوقت عشاء انتقال فرمایا۔

دربار رشیدی سے تعلق رکھنے والے کو مظاہر کے ساتھ جو شغف ہونا چاہیے تھا وہ مرحوم میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ حضرت شاہ صاحب کو تبلیغی جماعت کے ساتھ آخر میں بہت تعلق ہوگیا تھا۔ امراض کثیرہ کے باوجود حضرت دہلوی کے ہمراہ میوات کے مشکل ترین اور دشوار گذار مواضع میں تشریف لیجاتے تھے۔

(۳) حضرت الحاج مقبول احمد صاحب مہاجر مدنی، حضرت اقدس سہارنپوری کے خادم خاص ہونیکے ساتھ ساتھ حضرت کی اہلیہ کے حقیقی بھائی تھے، آخری سفر حج ۱۳۴۴ھ میں حضرت کے ہمراہ گئے اور حضرت کے وصال کے بعد وہیں مقیم رہے، امسال مورخہ چودہ ۱۴ رجب کو انتقال فرماکر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

(۴) مدرسہ کے قدیم ممبر حافظ محمد حسین صاحب متولی مسجد فرخ نے بھی اسی سال تیئیس ۲۳ شعبان مطابق نو ۹ نومبر ۱۹۳۶ء کو انتقال فرمایا۔

(۵) اسی سال حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا الحاج محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی کی پہلی اہلیہ محترمہ کا پانچ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ شب چہارشنبہ میں مغرب وعشاء کے مابین انتقال ہوا، حضرت اقدس رائے پوری نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی رات۔ تدفین عمل میں آئی۔ غفر اللہ لہا۔

طلبہ طلبہ کی تعداد اس سال آٹھ سو ایک (۸۰۱) تھی جن میں درجہ اعلیٰ و اوسط و ابتدائی عربی کے کل طلباء تین سو ساٹھ (۳۶۰) تھے باقی فارسی وریاضی، تجوید، قرآن شریف کی تعلیم میں مشغول رہے۔

اپنے قدیمی دستور کے مطابق اس سال بھی درجہ ابتدائی عربی کا امتحان ہرماہ اور درجہ اعلیٰ کا امتحان ہر سہ ماہی پر ہوا۔ درجہ ابتدائی عربی و درجات قرآن شریف و تجوید، فارسی کا امتحان سالانہ انتیس ۲۹ رجب سے شروع ہوکر پانچ ۵ شعبان تک گویا چھ یوم متواتر رہا اور درجہ اعلیٰ کی چھ سو باون (۶۵۲) کتب کا تحریری امتحان سات شعبان سے شروع ہوکر سترہ ۱۷ شعبان تک، دس ۱۰ دن۔ مسلسل باستثناء یوم جمعہ ہوا۔

امتحان میں سات سو بیالیس (۷۴۲)، طلبہ شریک ہوئے باقی طلبہ اپنے متفرق اعذار کی وجہ سے شرکت نہ کرسکے جن میں مولانا یوسف صاحب، مولانا انعام الحسن صاحب قابل ذکر ہیں، کہ مولانا یوسف صاحب شدید بیماری کی بناء پر حضرت دہلوی کے تعمیل ارشاد میں مولانا انعام صاحب کے ہمراہ دہلی تشریف لیگئے اور امتحان میں شریک نہ ہوسکے، جو طلبہ اس سال فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولوی محمد یعقوب رسولپوری، مولوی منظور احمد بہاولپوری، مولوی محمد الرحمٰن مولوی محمد حامد بخاری،

مولوی نظام الدین اعظمی ، مولوی مسیح الدین الہ آبادی ، مولوی محمد ہادی ہزاروی ، مولوی خلیل الرحمٰن (نعمانی حال مقیم دارالعلوم کراچی) کلیانوی ، مولوی خلیل الرحمٰن بہاری ، مولوی خواجہ محمد علی سہارنپوری ، مولوی محمد یٰسین سنبھلی ، مولوی محمد اصغر اعظمی ، مولوی محمد عمر پشاوری ، مولوی رفیع الدین لدھیانوی ، مولوی بارک اللہ حصاروی ، مولوی محمد الدین حصاروی ، مولوی حافظ محمد ادریس انبہٹوی ، مولوی عبدالرحمٰن نواکھالی ، مولوی محمد میاں سرحدی ، مولوی اللہ بخش ڈیرہ غازی خان ، مولوی سید قطب الاسلام مونگیری ، مولوی (قاضی) مظہر الدین بلگرامی (حال پروفیسر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) مولوی ولی اللہ تھانوی ؛ مولوی ...... شفیق الرحمٰن چاٹگامی ، مولوی حافظ سعید احمد (ابن جناب حکیم خلیل احمد صاحب دیوبندی) سہارنپوری ، مولوی برہان الدین ترکستانی ، مولوی اصغر علی خاں گیاوی ، مولوی شفاعت احمد بستوی ، مولوی غلام محمد بیکانیری ، مولوی فضل الرحیم پشاوری ، مولوی ولی الرحمٰن پشاوری ، مولوی صدیق احمد چاٹگامی ، مولوی احمد فضل چاٹگامی مولوی شبیر علی ریواڑی ، مولوی طفیل احمد میمن سنگھی ، مولوی حافظ رفیق احمد میرٹھی ، مولوی محمد الدین گورداسپوری ، مولوی میر محمد پشاوری ۔" ان اڑتیس ۳۸ فضلاء میں سے دورۂ حدیث میں اول نمبرات سے کامیاب ہونے والے مولوی محمد یعقوب ابن حافظ محمد ابراہیم رسولپوری تھے ، جنھوں نے دس ۱۰ کتب کا امتحان دیکر مجموعی طور سے ایک سو تہتر (۱۷۳) نمبرات حاصل کئے اور دس روپے[1] نقد انعام کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل کتب انعام میں حاصل کیں ۔ بذل المجہود جلد رابع ، انوار العارفین ، استدراک الحسن ، احیاء السنن ، انہار السکن تفسیر ربانی (پارہ سیقول) وصل حبیب ، شرح سیاست نامہ ، الرشاد ، تشکیل سند بخاری ۔"

تغیرات

اس سال نو ذیقعدہ (۵۵ھ) مطابق تیئس ۲۳ جنوری ۳۷ء شب شنبہ میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری صدر المدرسین اور مولانا عبدالوہاب صاحب سفر حج کیلئے تشریف لیگئے اور بخیر و عافیت بائیس ۲۲ محرم ۵۶ھ دوشنبہ کو تشریف لائے اور شریک جلسہ ہوئے ۔ نیز اسی سال مولانا اسمٰعیل صاحب محرر مطبخ اور ملا حاجی اللہ بندہ بھی سولہ ۱۶ ذیقعدہ کو حج کیلئے روانہ ہوئے ، مولانا اسمٰعیل صاحب کی جگہ منشی ظفر الحق صاحب دیوبندی عارضی طور پر محرر مطبخ بنائے گئے اور ملا اللہ بندہ کی جگہ مستقل ایک آدمی کا تقرر ہوا ۔

حضرت مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب گذشتہ سال ایک سال کی رخصت لیکر اہل رنگون کے اصرار پر مدرسہ راندیریہ کی نظامت کیلئے تشریف لیگئے اور اختتام سال پر حج کیلئے تشریف لیگئے ، حجاز سے واپسی پر رنگون کے

---

[1] دس روپے کا یہ انعام عالی جناب شیخ رشید احمد صاحب کی طرف سے تھا ، طلبہ کو جو قیمتی کتب انعام میں ملیں ان کا بڑا حصہ اپنے سالہا سال کے مطابق مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار المطابع لکھنؤ کی طرف سے مدرسہ کو عطیہ تھا ۔"

احباب کے شدید اصرار پر دوبارہ ایک سال کیلئے بغرض نظامت تشریف لیگئے اور ۵۵ھ کے بالکل آخر میں تشریف لاکر آغاز ۵۶ھ سے پھر مدرسہ کو اپنے فیض سے متمتع فرمانا شروع کردیا۔

مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی جو اب تک شاخ مدرسہ میں درجہ ابتدائی عربی کے مدرس تھے اس سال مورخہ چھبیس[۲۶] شوال کو شاخ سے منتقل ہوکر مدرسہ میں آئے ”دفتر شعبۂ تعلیم کیلئے مدرسہ کو ایک معین کی ضرورت تھی اسلئے چودہ[۱۴] رمضان ۵۵ھ سے چھ[۶] روپے ماہانہ پر مولوی عبد الغفار سہارنپوری مظاہری کا تقرر ہوا“

جلسہ سالانہ

بارہ[۱۲] محرم الحرام ۱۳۵۵ھ مطابق پانچ اپریل ۱۹۳۶ء یکشنبہ کو مظاہر کا تہتر[۷۳]واں سالانہ جلسہ جامع مسجد میں منعقد ہوا جسمیں اکابر ذیل نے شرکت فرمائی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین صاحب مدنی، حضرت شاہ یٰسین صاحب نگینوی، حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب، حضرت مولانا الحاج شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، حضرت الحاج شیخ رشید احمد صاحب، سرپرستانِ مدرسہ، حکیم الاسلام مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب، مولانا اصغر حسین صاحب، مولانا الحاج اعزاز علی صاحب، حضرت حافظ فخر الدین صاحب خلیفہ حضرت اقدس سہارنپوری، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، (حال شیخ الاسلام پاکستان) مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب مع متولیان کاندھلہ۔

جلسہ کا افتتاح بزیر صدارت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا جو مدرسہ کے طلبائے تجوید نے سنایا، سب سے اخیر میں جناب قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی نے عربی و مصری لہجہ میں .... قرآن شریف سنایا، چند طلبہ نے اردو میں اور ایک لڑکے نے عربی میں تقریر کی، اسکے بعد مولانا انور محمد خان صاحب نے مدرسہ کے احوال وکوائف کا ضروری اور اہم حصہ سنایا جسمیں تمام سال کا آمد وخرچ، تعلیمی نتائج امتحانات، جدید تعمیرات، اور ان پر اخراجات کی تفصیل تھی۔ چونکہ وقت کم تھا اسلئے صرف طلبائے دورہ حدیث کو انعامات تقسیم ہوسکے، باقی دوسرے درجے کے طلبہ کو دوسرے موقعہ پر انعامات تقسیم ہوئے۔ تقسیم انعام کے بعد اولاً حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے اور ثانیاً مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب زاد مجدہ نے وعظ فرمایا۔ ڈیڑھ بجے جلسہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے وعظ پر ختم ہوا۔ ظہر کی نماز سے فراغ پر مسجد دار الطلبہ کا سنگ بنیاد رکھاگیا۔ اسکے بعد حسب معمول جلسہ کی دوسری نشست مولانا ظفر احمد صاحب کی صدارت میں مدرسہ قدیم میں منعقد ہوئی جسمیں مختلف طلبہ نے تقریریں کیں مقالے پڑھے گئے اور مکالمے ہوئے“

۱۳۵۶ھ مطابق ۳۷ء

دار الطلبہ جدید کی نوتعمیر مسجد کا اندرونی حصہ چونکہ اس سال مکمل ہوگیا تھا اور اسکا اندرونی فرش بھی جناب چودھری مشتاق احمد صاحب سہارنپوری سوداگر چونہ کی مساعی جمیلہ سے تیار ہوگیا تھا، اسلئے پہلی مرتبہ عید الاضحیٰ کی

نماز اسی مسجد میں ادا کی گئی۔ اسکے علاوہ کمروں کی تعمیر بھی جاری رہی۔

اس سال کے اہم حوادث میں سے ایک حادثہ جناب شاہ زاہد حسین صاحب رئیس بہٹ کا سانحۂ ارتحال ہے جو پانچ جمادی الثانی ۵۶ھ مطابق تیرہ ۱۳ اگست یوم جمعہ کو پیش آیا۔ شاہ صاحب مرحوم اعلیٰ حضرت رائے پوری کے جاں نثار خادموں میں سے تھے اور مظاہر میں عرصہ تک تعلیم پائی، اس کی بنا پر حضرت اقدس سہارنپوری کی عنایات خاصہ اپر آخر تک رہیں۔ انتہائی متبع شریعت اور سنجیدہ اور حسن انتظام میں اپنی نظیر آپ تھے۔ نیز اسی سال تیئیس ۲۳ شوال کو مدرسہ کے ایک سابق ممبر جناب حافظ شیخ عزیز علی صاحب کا انتقال ہوا۔ حق تعالیٰ شانہ مراتب میں ترقی عطا فرمائے۔

انتیس ۲۹ شوال کو مدرسہ ایک مزید حادثہ سے دوچار ہوا کہ جناب الحاج ڈپٹی عبدالرحیم صاحب انتقال فرما گئے، انتہائی مخلص تھے جن لوگوں نے ڈپٹی صاحب کو دیکھا ہے وہ ہی ان کے اخلاص و مکرمت اخلاق شرافت نجابت کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں، مہتمم صاحب اپنے اس فرمانے میں بالکل بجا ہیں کہ!

گویا اللہ تعالیٰ نے کسی مقرب فرشتہ کی روح کو قالب انسانی میں محبوس فرما دیا تھا۔

ملازمت سے ریٹائرڈ ہونیکے بعد بیشتر حصّہ مدرسہ کے امور میں صرف فرماتے اور مطبخ کے تمام حسابات کی نگرانی بلا معاوضہ ڈپٹی صاحب کے ذمہ تھی جس کو بہت تندہی سے انجام دیتے ہر ماہ اپنے سامنے اجناس کا وزن کراتے۔

ایک مدنی طالب علم نے (جو مظاہر میں تعلیم حاصل کرتے تھے) خواب میں دیکھا کہ میں ایک تاریک راہ میں جارہا ہوں، سید الکونین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہاں جارہے ہو؟ عرض کیا جنت کی تلاش میں! فرمایا دیکھو وہ بوڑھے آدمی آرہے ہیں ان کے پیچھے پیچھے چلے جاؤ وہ سیدھے جنت میں جارہے ہیں۔ خواب دیکھنے والے نے بیان کیا کہ میں نے آگے بڑھکر دیکھا تو وہ بوڑھے میاں ڈپٹی عبدالرحیم صاحب تھے، ہاتھ میں لاٹھی تھی۔"

طلبہ

اس سال طلبہ کی مجموعی میزان سات سو ستاسی (۷۸۷) تھی جن میں ایکسو اٹھاسی ۱۸۸ خاص شہر کے تھے اور باقی چھ سو (۶۰۰) طلبہ سرحد، پنجاب، ہندوستان، بنگال، ترکستان کے تھے، جن طلبہ نے درجہ اعلیٰ و اوسط و ابتدائی میں داخلہ لیا وہ دو سو چالیس (۲۴۰) تھے باقی دوسرے شعبوں سے متعلق رہے جو طلبہ اس سال فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولانا (الحافظ الحاج) ابرارالحق صاحب ہردوئی، مولوی سید شمس الرحمٰن. مولوی محمد سلیمان راندیری. مولوی محمد علی چاٹگامی، مولوی عبدالغفور بستوی، مولوی نورالدین میمن سنگھی، مولوی عبدالباری سلہٹی، مولوی عبدالحق پشاوری، مولوی طیب الدین میمن سنگھی، مولوی حبیب اللہ ارکانی، مولوی فخرالدین غازی پوری، مولوی

عبدالحق ہزاروی، مولوی فقیر محمد پشاوری، مولوی عبدالحق ڈیرہ اسمٰعیل خاں، مولوی قمرالحسن تھانوی، مولوی فضل الرحمٰن پشاوری، مولوی حکمت اللہ میمن سنگھی، مولوی خورشید علی میمن سنگھی، مولوی عبدالعزیز چاٹگامی، مولوی عبدالرحیم لدھیانوی، مولوی نذیر حسین شاہ پورنجبی، مولوی محی الدین مونگیری، مولوی عبدالرحمٰن بیکانیری، مولوی عمرالدین راولپنڈی، مولوی عبدالحنان ہزاروی، مولوی عبداللطیف گاڈوی، مولوی محمد اقبال گورکھپوری، مولوی محمد میاں کاملپوری، مولوی عبیدالرحمٰن کابلی، مولوی محمد عثمان چاٹگامی، مولوی محمد ابراہیم گیاوی، مولوی فضل قدیم پشاوری، مولوی محمد یونس سلہٹی، مولوی خواجہ عظیم ترکستانی، مولوی محمد ظفر منگلوری، مولوی احسان اللہ گونڈوی، مولوی طیب حسین سہارنپوری، مولوی عبدالقادر بھاولپوری، مولوی علی احمد بھاولپوری، مولوی جماعت اللہ بستوی، مولوی محمد ابراہیم چاٹگامی، مولوی محمد یامین چلگانوی ۔"

ان بیالیس[۴۲] طلبہ میں سے مولانا سید ابرارالحق صاحب ابن مولانا محمودالحق صاحب ہردوئی اول نمبر آئے اور دس[۱۰] کتب میں امتحان دیکر ایکسو پچھتر (۱۷۵) نمبرات حاصل کئے، مولانا کو انعام میں نقد دس[۱۰] روپے کیساتھ ساتھ یہ کتابیں بھی ملیں۔ انہار السکن، احیاء السنن، استدراک الحسن، اعلاء السنن جلد سوم، اشرف السوانح تشکیل سندات بخاری، ملفوظات مرزا، ایجاز القواعد، ساماں عاجز،

مدرسہ کا سالانہ تقریری امتحان اس سال تین[۳] شعبان سے شروع ہو کر آٹھ شعبان تک رہا۔ اور درجہ اعلیٰ و اوسطٰی کی سرسٹھ (۶۷) کتب کا دس[۱۰] شعبان سے بیس[۲۰] شعبان تک ہوا۔ اتنی بڑی تعداد میں صرف پچھتر طلبہ ایسے رہے جو ناکام ہوئے، گویا نوے[۹۰] فیصد طلبہ اپنے اپنے امتحانات میں کامیاب ہوئے۔"

تغیرات

ستائیس[۲۷] محرم ۵۶ھ کو منشی ظفرالحق صاحب محافظ کتب خانہ کا انتقال ہوا، اسلئے ان کی جگہ مولوی ادریس صاحب جو مظاہر کے ہی فارغین میں سے تھے بمشاہرہ تین[۳] ماہانہ محافظ مقرر ہوئے۔

مولانا ولی محمد صاحب بٹالوی استاذ مدرسہ ستائیس[۲۷] صفر ۵۶ھ کو رنگون کے مخلصین کے اصرار پر مدرسہ محمدیہ رانڈیریہ کی نظامت کی غرض سے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی جگہ تشریف لیگئے، ایسے ہی مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی مدرس عربی پندرہ[۱۵] ذیقعدہ سے طویل رخصت لیکر حج کے لئے تشریف لیگئے، مولوی محمد حسین صاحب بجنوری مدرس شعبۂ قرآن شریف یکم شوال سے طویل رخصت لیکر تشریف لیگئے، اسلئے ان کی جگہ قاری ضیاء الدین صاحب بجنوری گیارہ[۱۱] روپے مشاہرہ پر تجویز ہوئے۔ نیز دس[۱۰] شوال سے مولوی سید اشا ہدین پشاوری بمشاہرہ پانچ روپیہ ماہانہ معین مدرس فارسی اور مولوی غلام احمد بھاول نگری بمشاہرہ چار روپیہ معین مدرس بنائے گئے، اسی سال مولانا نور محمد خاں مبلغ مدرسہ نے بیس[۲۰] شعبان سے طویل رخصت لیکر کلکتہ ملازمت اختیار کی، نیز مولانا منور حسین صاحب بہاری اسی سال اپنا تعلق مدرسہ سے ختم فرماکر تشریف

بیگئے۔ امسال مدرسہ کے اساتذہ کی مجموعی تعداد انیس ۱۹ تھی جن میں حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا الحاج عبدالوہاب صاحب، مولوی فرقان احمد صاحب نے لوجہ اللہ خدمات مدرسہ انجام دیں، بقیہ سولہ ۱۶ حضرات نے اقل قلیل تنخواہوں پر کام کیا۔ چند مدرسین کے مشاہرات میں اضافہ بھی ہوا چنانچہ گیارہ (۱۱) جمادی الثانی سے مولوی مقبول احمد صاحب معین مدرس کی دو ۲ روپیہ ماہانہ ترقی ہوئی اور مولانا امیر احمد صاحب کاندہلوی کے مشاہرہ میں یکم رجب سے تین روپیہ ترقی ہوکر بتیس ۳۲ روپیہ ماہانہ تنخواہ قرار پائی۔ امسال حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب سرپرست مدرسہ نے سفر حجاز فرمایا اور خدمات تبلیغیہ انجام دینے کی غرض سے وہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا۔"

جلسہ سالانہ اٹھائیس ۲۸ محرم ۱۳۵۶ھ مطابق گیارہ اپریل ۱۹۳۷ء یکشنبہ کو جامع مسجد میں مدرسہ کا چوہتر واں سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نے جلسہ کی صدارت فرمائی۔ اپنے دستور کے مطابق طلبائے مدرسہ بھر قاری سلیمان صاحب نے عربی و مصری لہجہ میں تلاوت کی، چند طلبہ نے اردو اور عربی میں بھی تقریریں کیں۔ اسکے بعد حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب نے مدرسہ کے کوائف کا ایک معتد بہ حصہ حاضرین مجلس کو پڑھکر سنایا۔ ساڑھے بارہ بجے حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب کی تقریر پر جلسہ ختم ہوا۔ دوران جلسہ میں طلبائے حدیث کو انعامات تقسیم ہوئے، باقی دیگر جملہ طلبہ کے انعامات دوسرے وقت میں دیئے گئے۔ بعد نماز ظہر انجمن کا جلسہ مدرسہ قدیم میں منعقد ہوا جسمیں طلبہ کی تقریریں ہوئیں اور چند بچوں کے اردو فارسی میں مکالمے ہوئے، اخیر میں حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب کی تقریر پر یہ دوسری نشست بھی ختم ہوئی۔ جلسہ میں تشریف لانیوالے مخصوص حضرات یہ تھے۔

حضرت مولانا الحاج الشاہ عبدالقادر صاحب، حضرت مولانا الحاج محمد الیاس صاحب کاندہلوی، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، حضرت الحاج شیخ رشید احمد صاحب سرپرستان مدرسہ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب، مولانا محمد اشفاق صاحب، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی صدر مجلس احرار، مولانا اکرام الحسن صاحب۔

حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی، حضرت الحاج فخرالدین صاحب، حضرت مولانا الحاج میاں اصغر حسین صاحب اپنے اپنے اعذار کی بناء پر جلسہ میں شرکت نہ فرما سکے۔"

۱۳۵۷ھ بنائی مطابق ۱۳۵۷ھ یہ سال مدرسہ کے لئے داخلی اور خارجی تفکرات اور پریشانیوں کا مجموعہ بنا رہا۔ ایک طرف تو عام کساد بازاری اور گرانی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اخراجات کی فراوانی اور آمدنی کی قلت نے ارباب مدرسہ کو امید و بیم میں ڈال رکھا

۱۳۷۵ھ دوسری طرف متفرق الانواع اور مختلف الالوان تحریکات نے طلبہ (مدارس دینیہ) کے ذہنی سکون کو معطل اور مفلوج بنا رکھا تھا اور وہ ان تحریکات کے زیر اثر ہو کر آزاد ماحول میں زندگی گذارنے کے خوگر ہوتے چلے جا رہے تھے۔ خود مظاہر میں آئے دن اس نوع کے واقعات پیش آرہے تھے کہ ذرا سی انتظامی امور پر سختی طلبہ کو ناگوار گذرتی بھی اور وہ اسکے تدارک کے لئے دوسرا راستہ اختیار کرنیکی دھمکیاں علی الاعلان دیتے تھے، اور عوام کے سامنے بیجا شکایات کرتے تھے، اسلئے ارباب مدرسہ نے مظاہر میں داخلہ لینے کیلئے چند شرائط اور قوانین مقرر کئے تاکہ ان کی خلاف ورزی کرنے پر کسی کو بھی اپنے حق میں (اخراج وغیرہ ہونے پر) ظلم و زیادتی کا احساس نہ ہو، چنانچہ شعبان ۱۳۷۵ھ میں یہ اقرار نامہ مرتب کیا گیا اور ۴ شعبان کو اجتماع سرپرستان میں منظور ہو کر ۱۰ شوال ۱۳۷۵ھ میں جاری ہوا۔

شرائط نامہ

تاریخ نام ولد قوم پیشہ عمر

موضع ڈاکخانہ تھانہ ضلع صوبہ و ملک

(۱) تم پہلے کس مدرسہ میں پڑھتے تھے،

(۲) کیا پڑھتے تھے

(۳) سابق مدرسہ کیوں چھوڑا۔

(۴) کیا سابق مدرسہ کی کوئی تصدیق، سند، یا سرٹیفکٹ پیش کر سکتے ہو؟

(۵) کیا اس سے پہلے کبھی مظاہر علوم میں پڑھ چکے ہو؟

(۶) اگر پڑھ چکے ہو تو کتنے دنوں اور یہاں سے جانیکا سبب کیا ہوا تھا

(۷) کیا تمہارا کبھی کسی مدرسہ سے اخراج ہوا ہے اگر ہوا ہے تو کتنی مرتبہ اور کس کس مرتبہ اور کس کس جرم میں اور پھر تم نے اسکا تدارک کیا یا نہیں۔

(۸) اب کیا پڑھنا چاہتے ہو؟

(۹) اپنے اخراجات کے خود کفیل ہو گے یا مدرسہ سے امداد لینا چاہتے ہو۔

(۱۰) کیا کوئی امداد مستقل، نقد یا کھانے کی شکل میں کسی جگہ سے ہے اگر فی الحال نہیں تو جب ایسی صورت پیش

لہ۔ چنانچہ اس سال کی کل آمدنی ۴۸۴، ۱۸ روپیہ ہوئی جب کہ کل اخراجات ۳۶۱، ۲ روپیہ تھے، گویا امسال جملہ مدات کی آمدنی جملہ اخراجات کے مقابلہ میں ۸۶۱۳ روپیہ کم رہی۔

آئے تم پر لازم ہوگا کہ فوراً اہل مدرسہ کو مطلع کرو۔

(۱۱) تم قیام مدرسہ کے زمانے میں کسی انجمن، یا جماعت بنانے یا اسمیں شریک ہونے اور کسی قسم کا رسالہ وغیرہ نکالنے کے ہرگز مجاز نہ ہوگے۔

(۱۲) بلا اجازت ناظم مدرسہ تمہارے پاس مہمانوں کا قیام نہ ہوسکے گا۔

(۱۳) شب کو بلا اجازت ناظم مدرسہ اپنی قیام گاہ سے علیحدہ نہ ہوسکوگے۔

(۱۴) اسباق سے بلا اجازت غیر حاضر نہ ہوسکو گے۔

(۱۵) بلا اجازت زمانۂ تعلیم میں دوسرے مقامات پر نہ جاسکو گے۔

(۱۶) بیڑی سگریٹ وغیرہ نہ پی سکو گے۔

(۱۷) اساتذہ و ملازمین مدرسہ کا اور علم وعلماء کا احترام مناسب تم پر ضروری ہوگا۔

(۱۸) اگر تم کسی سے جنگ وجدال کرو گے تو تمھارا قیام مدرسہ میں ناممکن ہوجائیگا۔

(۱۹) تم کو مدرسہ کے تمام قواعد کی پابندی اور ارباب حل وعقد کی وقتی ہدایات کے ماتحت رہنا ہوگا۔

(۲۰) ظاہراً وباطناً ہمیشہ کیلئے اور مدت قیام مدرسہ میں خصوصاً اپنی وضع وہیئت کو بالخصوص داڑھی اور لباس کو موافق شرع شریف رکھنا ہوگا۔

(۲۱) پنج وقتہ بلا ناغہ انتہائی پابندی سے نماز باجماعت اداکرنا ہوگی الا بعذر شرعی۔

(۲۲) جہاں مدرسہ قیام تجویز کرے وہاں رہنا ہوگا۔

(۲۳) تمہارا سرپرست کون ہے اسکا مکمل پتہ لکھو تاکہ وقت ضرورت تمہارے متعلق اس سے مکاتبت ہوسکے۔

(۲۴) کیا تم حلفاً کہہ سکتے ہو کہ تمھارا مذکورہ بالا کل بیان صحیح ہے۔

(۲۵) اگر تمھارے مذکورہ بالا بیان میں سے ایک بات بھی غلط ثابت ہوئی تو تم مدرسہ سے علیحدگی کے مستحق ہوجاؤگے۔

(۲۶) دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اور نیز ہمیں حلاوت ایمان اور استقامت بخشے۔"

دستخط درخواست دہندہ

اس قسم کے مضبوط اصول اور ٹھوس قوانین کی ہی یہ برکت ہے کہ مظاہر اس گئے گذرے دور میں بھی اپنے سے نسبت وتعلق رکھنے والوں میں دینی شعائر کا احترام نمایاں طور پر محسوس کرتا ہے۔ اگرچہ یہ مبارک نقوش بہت تیزی سے مٹتے جارہے ہیں۔ قدیم وضع اور سادگی کی جگہ زیب وزینت اور روشن خیالی جگہ پکڑ رہی ہے۔ لیکن من حیث المجموع جو کچھ باقی رہ گیا وہ بھی غنیمت ہے، حق تعالیٰ شانہ اس کی حفاظت فرمائے۔

تجدد پسند لوگوں کے نزدیک تو اس اقرار نامہ کے بعض نمبرات بلکہ سب کچھ ہی فضول اور "پرانے زمانے

کی باتیں ہیں۔ مگر جن — (طلبا) کو نیابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم فرائض انجام دینے ہوں ان کیلئے یقیناً علم و علماء کا احترام جنگ و جدال سے احتراز، ظاہر و باطن کی یکسانیت اور ان کی شریعت غرا کیساتھ مطابقت از بس ضروری ہے۔

ایک بے بنیاد الزام

امسال اخبار مدینہ کے ایڈیٹر ابوسعید صاحب بزمی کی طرف سے اخبار، مدینہ بجنور میں یک طرفہ شکایات سننے کے بعد جو تنقیدی مضمون نظام مدرسہ بالخصوص حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب زیدمجدہ السامی کے متعلق طبع ہوا۔ اور اسمیں جو رکیک حملے کئے گئے ان کی وجہ سے اکابر مدرسہ بہت بددل اور ناشاد ہیں۔ اور ایک غیر تحقیقی بیان شائع ہوجانے پر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ واقعہ کی اجمالی تاریخ لکھنے سے قبل ہمیں چند واقعات ایسے تحریر کرنے ہیں جن کا تعلق تمام حضرت شیخ اور مدرسہ کی نظامت سے ہے۔

یہ امر مسلمات میں سے ہے کہ کسی بھی ادارہ اور تعلیمی مدرسہ کے نظم ونسق کو حسن وخوبی کے ساتھ چلانے کیلئے کوئی نہ کوئی فرد ایسا ہونا بھی ضروری ہے جو اپنی سخت گیری اصول وقوانین کی پابندی خود کرنے میں اور دوسروں سے کرانے میں ممتاز ومنفرد ہو۔ اسکا ذاتی رعب ودبدبہ، فتنہ وفساد کے سدباب کیلئے معین ومددگار ہو حق تعالیٰ شانہٗ نے مدرسہ کو ان صفات سے مملو ہستی حضرت شیخ زیدمجدہٗ کی صورت میں عطا فرما رکھی ہے۔ جنہوں نے اپنی خداداد تدبیر سے مدرسہ کو بہت سے نازک مواقع پر سنبھالا اور صائب مشوروں سے نواز کر آئندہ آنے والے خطرات سے پہلے ہی مطلع فرما دیا۔ اور اس سلسلہ میں بغیر کسی رورعایت کے (بالخصوص ایسے لوگوں کے متعلق جن سے اہل مدرسہ براہ راست کچھ کہنے سننے کی ہمت نہ رکھتے ہوں) اپنا نظریہ علی الاعلان ظاہر فرما دیا اور شخصی رعایت پر مدرسہ کے مفاد کو ترجیح دی،، آپ بیتی کے ان چند اقتباسات سے ہماری اس تحریر کی خودبخود تائید ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں۔

(۱) مدرسہ میں خواص اور صاحبزادوں کے خلاف میرا ہاتھ زیادہ چلتا تھا اور اسمیں بھی حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب، قاری سعید احمد صاحب مرحوم مجھ کو زیادہ ابھارتے تھے بلکہ تقریباً مجبور کرتے تھے، ایک مرتبہ بڑے خاص بلکہ اخص الخواص نے مدرسہ میں ایک درخواست دی کہ مجھے فلاں حجرہ تنہا کو دیدیا جائے۔ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے ان کی خصوصیات کی بنا پر اس پر سفارش بھی لکھدی، لیکن میرے پاس فوراً خود ہی آئے اور فرمایا کہ فلاں نے حجرہ کی درخواست دی ہے اور میں نے سفارش بھی کردی مگر تنہا حجرہ مانگنے والے کیلئے نہایت مضر ہے ہی مدرسہ کیلئے بھی مضر ہے، میں نے کہا پھر آپ نے مضر سمجھنے کے باوجود

سفارش کیوں کی؟ فرمایا کہ مجبوری تھی۔ مگر آخری منظوری تو تمھاری ہی ہوگی، اسلئے جلدی اطلاع کرنے کے لئے تمھارے پاس آیا ہوں۔ حضرت ناظم صاحب کی خدمت میں جب وہ درخواست مع صدر مدرس کی سفارش کے پہنچی تو انھوں نے لکھدیا کہ اگر شیخ الحدیث صاحب منظور کرلیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ میں نے انکار لکھدیا، درخواست دینے والے کو اس ناکارہ پر جتنا بھی غصہ آئے وہ معذور ہے کہ صدر مدرس صاحب نے سفارش لکھدی ناظم صاحب نے منظوری دیدی اور میں نے انکار لکھدیا۔ اس قسم کے قصے تقریباً روز آنہ ہی پیش آتے تھے، اس وجہ سے خواص اکثر مجھ سے خفا رہتے اور ان کی خفگی بالکل برمحل تھی۔ [1]

(۲) دارالعلوم کی ایک اسٹرائک میں میرے ایک عزیز بہت قریبی شریک تھے میں نے مظاہر علوم میں شدت سے یہ اعلان کردیا تھا کہ دارالعلوم کا کوئی اسٹرائیکی مظاہر میں داخل نہیں ہوگا۔ میرے اس عزیز کے والد مرحوم جو میرے بھی بزرگ اور میرے بڑوں کے بھی بزرگ اور حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے بھی اخص الخواص (تھے) وہ اپنے بچے کو (مدرسہ میں داخل کرانے کی غرض سے) لیکر آئے ہمارے حضرت ناظم صاحب ایسے موقعوں پر بلکہ بسا اوقات اس کی نوبت آتی تھی کہ یہ کہہ کر الگ ہوجاتے تھے کہ زکریا سے بات کر لیجئے۔ میرے مرحوم بزرگ یہ سن کر کہ "زکریا" سے بات کر لیجئے۔ بہت خوش ہوئے کہ اب تو گھر کی بات ہوگئی۔ مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ اسے مظاہر میں داخلہ کے واسطے لایا ہوں ناظم صاحب نے تیرے حوالہ کردیا۔ میں نے عرض کیا کہ مدرسہ نے یہ طے کردیا ہے کہ دارالعلوم کا کوئی اسٹرائیکی مظاہر میں داخل نہیں ہوگا۔ میں نے کہا یہ میری ذات کا قصہ نہیں مدرسہ کا قصہ ہے۔ اور مدرسہ کی مصالح ہمیشہ ذاتی تعلقات پر مقدم ہونی چاہئیں۔ مرحوم نے فرمایا اگر میں حضرت تھانوی کی سفارش لکھوا کر لاؤں تو تو کیا کریگا۔ اگرچہ حضرت تھانوی کے یہاں سفارش کا مسئلہ بہت مشکل تھا، مگر مرحوم کے تعلقات پر مجھے یہ اندیشہ ضرور ہوا کہ اگر مرحوم نے درخواست کی تو حضرت قانونی اور آئینی الفاظ میں کچھ ضرور تحریر فرمادینگے۔ (اسلئے) میں نے مرحوم سے عرض کیا کہ اگر حضرت قدس سرہٗ نے سفارش فرمائی۔ تب تو میں حضرت سے عرض کرونگا کہ حضرت مدرسہ کا قصہ ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش حضرت بریرہ نے قبول کرنے سے معذرت کردی تھی۔ اور اگر حضرت نے بحیثیت سرپرست حکم دیا اور یہ تحریر فرمایا کہ میں بحیثیت سرپرست ہونے کے حکم دیتا ہوں تو پھر مجھے کوئی عذر نہ رہیگا اور نہ صرف عزیز موصوف کو بلکہ جتنوں کیلئے حضرت فرمائیں گے داخل کرلیا جائیگا۔ یہ خود میں بھی سمجھتا تھا اور وہ بھی سمجھتے تھے کہ حضرت ایسا کیسے تحریر فرماسکتے ہیں۔ [2]

(۳) ایک مرتبہ مدرسہ کے ایک طالب علم کا اخراج حضرت اقدس (مولانا خلیل احمد) قدس سرہٗ نے طے کیا

---

[1] آپ بیتی نمبر ۲ صفحہ ۱۱۴ [2] آپ بیتی نمبر ۲ صفحہ ۴۴

میں نے مخالفت کی اور عرض کیا کہ حضرت اسکے اندر یہ اندیشہ ہے۔ حضرت ناظم صاحبؒ نے اس کی تردید فرما دی کہ نہیں حضرت کوئی اندیشہ نہیں، حضرت نے اخراج فرما دیا۔ معاً وہی اندیشہ سامنے آگیا، حضرت قدس سرہ کو اسکا بڑا فکر ہوا اور حضرت ناظم صاحب کو بھی ندامت ہوئی۔ میرے حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارے قلندر نے تو پہلے ہی مخالفت کی تھی ہم نے ہی نہ مانی، میں نے عرض کیا کہ حضرت فکر نہ فرمائیں، دعا و توجہ فرمائیں انشاء اللہ یہ اندیشہ جاتا رہیگا۔ حضرت کو اس جواب سے اتنی مسرت ہوئی کہ اس کی لذت اب تک مجھے معلوم ہوتی ہے اور حضرت کی دعا و توجہ سے فوری خطرہ جو پیش آیا تھا وہ اسی طرح فوراً دور ہوگیا۔ ؎۵

(۴) ایک مرتبہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے مدرسہ کے ایک ملازم کے متعلق جو حضرت ناظم صاحب کے عزیز بھی تھے، مجھے رازمیں خط لکھا اور یہ قصہ چونکہ ان کے عزیز کا تھا اسلئے یہ بھی لکھدیا کہ مولوی عبداللطیف کو اس خط کی خبر نہ ہو تو زیادہ اچھا ہے، مبادا ان کو تکلیف ہو بشرطیکہ یہ تغیر آپ اپنی رائے سے کر سکتے ہوں، میں اُس زمانے میں نظامت اور مدرسہ پر جتنا حاوی تھا وہ تو اس زمانے کے سب ہی آدمیوں کو معلوم ہے، میں اپنی تجویز سے بالکل بے تردد کر سکتا تھا اور اسپر ناظم صاحب کو کوئی گرانی بھی نہ ہوتی۔ مگر میں نے ناظم صاحب سے عرض کیا کہ آپ سے راز میں ایک خط ہے۔ میرے پاس جو آپ کو دکھلانا ہے اور عمل مجھے کرنا ہے، حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ملاحظہ کرنے کے بعد فرمایا، ضرور یہ تغیر کر دو اس کو تو میرا بھی دل چاہتا تھا مگر تم سے مشورہ کو سوچ رہا تھا موقع نہیں ہوا تھا اب تو موکد ہوگیا۔ میں نے ایک حکم نامہ لکھدیا کہ فلاں صاحب کو فلاں جگہ منتقل کر دیا جائے، حضرت ناظم صاحب نے اس پر دستخط فرما کر لکھدیا کہ ضرور کر دیا جائے، حضرات سرپرستان سے منظوری لے لیجائیگی، صاحب قصہ بیچارے ہمیشہ ہی مجھ سے ناراض رہے اور ان کی ناراضی بجا ہے کہ وہ تفصیل سے ناواقف اور میرے پاس وہ راز ہے میں کیسے ظاہر کرتا۔ ؎۲

ان سب اقتباسات سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہی ہے کہ ارباب مدرسہ کو حضرت شیخ پر اپنے دور میں جو اعتبار اور اعتماد تھا وہ اور کسی کو حاصل نہیں تھا، یہی چیز شروع سے آخر تک ناقدین کو کھٹکتی رہی اور برانگیختہ کرتی رہی اور اعتراضات کے تیر کبھی آمریت کی صورت میں برستے رہے اور کبھی کنبہ پروری، خویش نوازی کا چولہ بدلکر سامنے آتے رہے اور اقربا نوازی کا تو پوچھنا ہی کیا ؟

اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ اس سال مدیر صاحب اخبار مدینہ نے ۹ جون ۴۸ء میں ایک مضمون مدرسہ کے حالات کے متعلق لکھدیا اور اپنے زعم میں نو الزامات قائم کر دیئے مضمون سب کا ایک ہی تھا کہ حضرت شیخ نے مدرسہ کی نظامت معطل کر کے اسپر قبضہ کر رہا ہے۔

؎۵ ، آپ بیتی نمبر ۴ صہ ۱۶ ؎۲ آپ بیتی نمبر ۴ صہ ۴۷

ان الزامات کی بنیاد وہ چند خطوط تھے جو مدیر صاحب کے کسی عزیز قریب نے (جو مظاہر میں پڑھتے تھے) مدرسہ کے طلبہ اور ان خواص کو برانگیختہ کر کے لکھوائے تھے جن کی ناراضگی حضرت شیخ سے بعض انتظامی امور کے سلسلہ میں تھی۔ یہ مضمون جب حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے ملاحظہ فرمایا تو فوراً انھیں تحریر فرمایا کہ!

شیخ الحدیث صاحب کے خلاف آپ نے جو مضمون لکھا ہے میں ان سے اس وقت سے واقف ہوں جب کہ ان کی عمر بارہ ۱۲ سال کی تھی[1] اور اسمیں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ ان کے خلاف جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ بالکل غلط ہیں۔

اسکے علاوہ مولانا الحاج مفتی کفایت اللہ صاحب، حضرت شاہ یٰسین صاحب نگینوی، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رئیس الاحرار نے اور بہت سے اکابر نے ایڈیٹر "مدینہ" کو اس مضمون کی تردید میں خطوط لکھے، مدیر صاحب نے حضرت مدنی کو لکھا کہ میرے پاس بکثرت شکایات پہنچی ہوئیں ہیں، جب آپ فرمائیں میں ان خطوط کو لے کر آجاؤں، حضرت نے جواباً تحریر فرمایا کہ میری فلاں تاریخ خالی ہے آپ اور مولانا مجید حسن صاحب مالک اخبار مدینہ اس تاریخ میں سہارنپور پہنچ جائیں، میں بھی سہارنپور آجاؤں گا۔ چنانچہ سترہ ۱۷ جولائی ۱۹۳۸ء مطابق اٹھارہ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ کو یہ سب حضرات سہارنپور آگئے، مظاہر کے سرپرستان میں سے شیخ رشید احمد صاحب بھی پہنچ گئے، کھانے سے فراغ پر تمام شکایات کرنے والوں سے سب کے روبرو تحقیقات کی گئیں، ان کے بیانات قلمبند ہوئے مدرسہ کے کاغذات رجسٹر وغیرہ دیکھ کر اہل مدرسہ کے بیانات لئے اور خوب معاملات واقعات پر بحث کی، رات کے تین بجے تک یہ کارروائی جاری رہی۔ لیکن کوئی بھی شکایت ایسی نہ مل سکی جس کا اصلیت سے کچھ تعلق اور حقیقت سے کوئی جوڑ ہوتا، خود مدیر صاحب حیران تھے کہ یا تو وہ شور اشوری ہو رہی تھی یا یہ بے نکلی کہ کوئی بھی بات صحیح نہیں۔

چونکہ ان الزامات میں سب سے گھناؤنا الزام نظامت پر قبضہ کرنے کا تھا، اسلئے حضرت اقدس مدنی نے اس کو علی الاشتہاد بڑے زور سے مہتمم صاحب کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ!

یہ آپ کے شاگرد یہ کہتے ہیں کہ مولوی زکریا نے آپ کو بالکل مفلوج کر رکھا ہے آپ کو عضو معطل بنا دیا ہے۔

حضرت ناظم صاحب نے فرمایا بالکل غلط بے بنیاد یہ شیخ الحدیث صاحب میرے دست راست انکے مشورے اور رہنمائی سے مجھے بڑی سہولتیں ہیں اگر یہ نہ ہوں تو مجھے بڑی دقت ہو اور اگر یہ نظامت قبول کر لیں تو میں بڑی خوشی سے ان کے حق میں دست بردار ہوں، حضرت مدنی نے فرمایا اسے کہیں، مدعی سست گواہ چست۔

---

[1] ۱۳۲۷ھ میں حضرت اقدس مدنی کا قیام مسلسل دو ماہ گنگوہ رہا، وہیں حضرت شیخ سے ابتدائی تعارف ہوا۔ ان سطور میں اسی تعارف کی طرف اشارہ ہے۔ (ش ت)

واردین نے ہر طرح کے اطمینان کے بعد اخیر شب میں تین بجے اپنا جو فیصلہ تحریر کیا اس کو ارباب مدرسہ نے اسی وقت. مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی تحقیقاتی کمیٹی کا متفقہ فیصلہ، کے نام سے اشتہارات کے طور پر طبع کرادیا. جو بڑی مقدار میں مختلف بڑے چھوٹے سائزوں پر طبع ہوا. اسمیں تحریر تھا.

مدینہ. مورخہ نو جون ۳۸ء میں مدرسہ مظاہر علوم کے متعلق شکایات و نقائص کی جو تفصیل شائع ہوئی تھی ان کی ہم نے آج تحقیقات کی اور ہم اس امر کا اعتراف کرنے میں مسرت محسوس کرتے ہیں کہ یہ شکایتیں بے اصل اور بے بنیاد ہیں، مدرسہ کے ارباب اہتمام کے تمام کاموں میں نیک نیتی اور دیانتداری بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے. ہم امید کرتے ہیں کہ یہ حضرات مدرسہ کی اصلاح اور درستگی کے کاموں کی طرف ہمیشہ متوجہ رہیں گے اور جو چیزیں اصلاح طلب ہوں گی ان کی اصلاح میں کامل انہماک اور شفقت کا ثبوت دینگے "

ننگ اسلاف، حسین احمد غفرلہٗ — ابو سعید بزمی، ایڈیٹر مدینہ

حبیب الرحمٰن لدھیانوی (صدر الاحرار) — محمد مجید حسن مالک اخبار مدینہ

(خان بہادر) رشید احمد عفی عنہ سرپرست مدرسہ، ۱۷ جولائی ۱۹۳۸ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ

المعلن، العبد الضعیف عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور "

اس خلفشار کے ختم ہونے پر اکابر مدرسہ کی یہ رائے ہوئی کہ اس واقعہ کے پس پردہ جو لوگ کام کر رہے تھے وہ اب ظاہر ہو گئے ہیں اسلئے ان کا اخراج کر دیا جائے. مدرسہ کی بہت سی مصالح کے پیش نظر حضرت شیخ نے اس کی سختی سے مخالفت کی، کیونکہ ان محرجین کی فہرست میں ایسے طلبہ بھی سر فہرست آتے تھے جن کے اکابر مدرسہ سے تعلقات تھے، قرابتیں تھیں مگر اکابر مدرسہ نے اسے رد کرتے ہوئے بہت سے طلبہ کا اخراج کر دیا. اور پھر جن مشکلات کا حضرت شیخ نے اظہار فرمایا تھا وہ ایک ایک کر کے سامنے آئیں.

اس سال مورخہ بیس اگست ۳۸ء مطابق اٹھارہ جمادی الثانی کو ایک رنجیدہ واقعہ طلباء مدرسہ کے ساتھ یہ پیش آیا کہ شہر میں ہونے والے ایک سیاسی جلسہ میں جو کہ مسلم لیگ کا تھا ان کو زدو کوب کیا گیا اور بعض سیاسی لوگوں نے اپنی بددینی، ناعاقبت اندیشی کی بنا پر ظلم و تشدد سے کام لیا، مدرسہ کے طلباء میں اس ـــــ ناپسندیدہ واقعہ سے اضطراب پیدا ہونا ایک فطری امر تھا جو خوب ہوا. بعض طلبا نے ارباب مدرسہ کو گمنام خطوط لکھے اور علی الاعلان اشتہارات میں انصاف نہ ملنے پر نظام کو معطل کرنے کی دھمکیاں دیں.

حضرت شیخ زید مجدہ السامی نے ۵۶ھ میں بذل المجہود کی پانچ ہزار جلدیں جو مدرسہ سے بقیمت سات ہزار روپے خرید فرمائی تھی، امسال ۵۷ھ کے ختم تک اس کی یہ رقم تمامہ اپنے وعدہ کے مطابق مدرسہ میں داخل

فرمادی۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

گمنام خطوط کے متعلق ایک فیصلہ

مدرسہ کے انتظامی اور تعلیمی شعبہ جات کے متعلق مختلف شکایات متفرق احباب ہمیشہ سے گمنام خطوط کے ذریعہ کرتے رہے ہیں۔ ان خطوط کو بنیاد بناکر ارباب مدرسہ نے تحقیقات بھی کیں اور جائز شکایات کا ازالہ بھی کیا، لیکن ایسی صورت میں کہ نہ کاتب معلوم ہے اور نہ یہ کہ خط کہاں کا ہے شکایات کے متعلق پوری تحقیق نہیں ہو سکتی تھی۔ اسلئے اس سال حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب والحاج شیخ رشید احمد صاحب نے مشترکہ طور پر ایسے خطوط کے متعلق ایک مشترکہ تجویز کا اعلان بایں الفاظ فرمایا کہ!

جب کسی کو کسی امر میں شکایت ہو اس کی تفصیل اور کافی ثبوت مع اپنے نام و پتہ کے ارسال فرمادیں، تاکہ ہم لوگ خود شاکی سے بلا واسطہ گفتگو کر کے شکایت کی حقیقت سمجھ سکیں، شاکی حضرات اگر چاہیں گے تو ان کی مکاتبت اور مخاطبت کو راز میں رکھا جائیگا۔"

بامر (مولانا) عاشق الٰہی، و (شیخ) رشید احمد ۳ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ "

یہ اعلان رجسٹر تجاویز سرپرستان میں اب بھی موجود ہے اور آج بھی اسپر عمل درآمد ہو سکتا ہے۔

گمنام خطوط کے متعلق ہمارے اکابر کے دو نظریے رہے ہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا مسلک یہ تھا کہ ایسے خطوط پر کوئی توجہ ہی نہ دی جائے اور بغیر پڑھے چاک کر دیئے جائیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک گمنام خط حضرت کی خدمت میں آیا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جوابی تو ہے نہیں، جس کے جواب کی ضرورت ہو اس کو علیحدہ رکھیے۔ پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں، ایک تو اس نے لایعنی حرکت کی اور ایک میں لایعنی حرکت کروں کہ اسکو سنوں اور خواہ مخواہ اپنا جی خراب کروں، چنانچہ بلا سنے ردی میں رکھوا دیا۔ [1]

ایک مرتبہ فرمایا کہ مئو ضلع اعظم گڑھ میں دوران وعظ میں ایک شخص نے ایک پرچہ لاکر مجھے دیا اور دیتے ہی چلا گیا۔ میں نے بعد وعظ وہیں پر چراغ میں بلا پڑھے اس کو جلا دیا۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ بلا پڑھے جلا دینے کو آپ کا جی کیسے مانا ہم کو تو بے پڑھے کبھی صبر نہ آتا۔ میں نے کہا کہ جی عقل کی بات تو یہی ہے۔ کیونکہ اگر جواب کی ضرورت ہوتی تو وہ بلا جواب کیسے چلا جاتا۔ پھر میرے پڑھنے کی کیا ضرورت تھی، کیونکہ نہ معلوم اسمیں گالیاں لکھی تھیں یا نہ جانے کیا بلا لکھی ہو۔ [2]

اور حضرت شیخ دام مجدہ العالی کا مسلک یہ ہے کہ ایسے خطوط کو ضرور پڑھا جائے اور بار بار پڑھا جائے اگر شاکی نے صحیح اور سچی بات لکھی ہے تو اس کا انسداد کیا جائے اور اگر اپنی ذات کے متعلق کچھ لکھا ہے تو اس کا

---

[1] و [2]۔ اعتراضات و جوابات صفحہ ۱۴۸ "

احسانمند ہو اور اپنے غلط رویہ میں تبدیلی کرے۔ کیونکہ اپنے عیوب انسان کو خود جلدی سے محسوس نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ یہ دونوں نظریئے اپنی اپنی جگہ پر صحیح اور درست ہیں کہ اول میں تحفظ وقت اور ذہنی خلش وانتشار سے بچاؤ ہے اور دوسرے میں تحفظ مکائد نفس ہے۔

اس معاملہ میں حضرت شیخ کا رویہ (اپنی ذات کی حد تک) اتنا سخت ہے کہ اگر خدام میں سے کسی نے مغلظات سے بھرپور خط کو لاشیئ اور مہمل سمجھ کر نظر انداز کر دیا اور حضرت والا میں پیش نہیں کیا تو اطلاع پا جانے پر سخت ناراضگی اور عتاب کا اظہار فرمایا۔

۱۳۹۰ھ میں حجاز مقدس کی روانگی سے صرف دو یوم قبل ایک سابق کرم فرمانے سب وشتم سے بھرپور لفافہ بھیجا، راقم سطور نے یہ سوچکر کہ طویل سفر کا اہم سوال ہے وہ خط نہ خدمت والا میں پیش کیا اور نہ ہی اسکا کوئی تذکرہ کیا۔ حجاز مقدس پہونچکر نہ معلوم کس طرح اس کی اطلاع حضرت والا کو ہوگئی تو سخت ناراضگی کا اظہار فرما کر تحریر فرمایا!

پیارے! میں واقعی کہتا ہوں کہ تنقید سے میرا جی بالکل برا نہیں ہوتا، اگر کہنے والا اخلاص سے کہے۔"

طلبہ طلبہ کی مجموعی تعداد اس سال سات سو اٹھاسی (۷۸۸) تھی۔ جن میں درجہ اعلیٰ واوسط اور درجہ ابتدائی عربی کے کل طلبہ تین سو چرا سی (۳۸۴) تھے بقیہ شعبہ قرآن شریف اور فارسی وریاضی میں شامل ہوئے۔ درجہ ابتدائی عربی کی ستائیس ۲۷ کتب کا سالانہ امتحان یکم شعبان سے شروع ہوکر سات ۷ شعبان تک ہوا۔ یہ امتحان تقریری تھا۔ درجہ اعلیٰ واوسط کا امتحان آٹھ شعبان سے شروع ہوکر اٹھارہ ۱۸ شعبان تک ہوا۔ تحریری امتحان کی کل کتب تریسٹھ (۶۳) تھیں۔ شعبہ فارسی وریاضی کا امتحان مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب (حال صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) کے پاس ہوا۔ اور درجہ تجوید وقرأت کا امتحان مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب کے پاس اور درجہ قرآن شریف کا قاری محمد سلیمان صاحب کے یہاں ہوا۔ اس مرتبہ امتحان میں نوے ۹۰ فیصد طلبہ کامیاب ہوئے۔ جو طلبہ اس سال دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولوی حافظ سجاد احمد جونپوری (حال صدر مدرس مدرسہ بیت العلوم سرائے میر) مولوی غلام احمد گجراتی، مولوی حافظ شاہ محمد جالندھری، مولوی عبدالرؤف بستوی، مولوی عبدالمجید مرزاپوری، مولوی عبدالمجید بجنوری، مولوی محمد امین بخاری، مولوی مصنف شاہ پشاوری، مولوی محمد ادریس بہٹوی، مولوی عبدالقادر کاشغری، (بخارا) مولوی خواجہ میرخان بنوی، مولوی حبیب اللہ نواکھالی، مولوی عبدالحمید مرزاپوری، مولوی شبیر احمد بھاولپوری، مولوی حمید اللہ بنوی، مولوی عبدالباقی بخاری، مولوی محمد صدیق نظامپوری، مولوی ذلیل الرحمٰن نواکھالی،

ان اٹھارہ ۱۸ فارغین میں امتیازی نمبروں سے کامیاب ہونے والے مولوی سجاد احمد صاحب ابن جناب

واجد علی صاحب جونپوری تھے کہ دس کتب میں امتحان دیکر مجموعی طور سے اکیسو چوہتر (۲۱۷۴) نمبرات حاصل کئے اور انعام میں یہ کتب حاصل کیں۔ بذل المجہود جلد ثانی، تذکرۃ الخلیل، محدث اعظم، نمکدان ظرافت، اشرف التنبیہ، قرۃ العینین، فیوض رحمانی، تکمیل سندات بخاری، اسکے علاوہ دس۱۰ روپے بھی انعام میں دیئے گئے:

تغیرات سات۷ محرم ۵۷ھ سے مولوی ادریس صاحب محافظ کتب خانہ نے اپنا تعلق مدرسہ سے منقطع فرماکر کسی دوسری جگہ ملازمت اختیار کی، اسلئے ان کی جگہ سترہ محرم سے مولوی عبدالغفار صاحب معین دفتر کو بمشاہرہ دس۱۰ روپے رکھا گیا۔ گیارہ۱۱ رجب ۵۷ھ سے مہمان خانہ کی نگہداشت کی بنا پر دو روپیہ ماہوار کا اضافہ ان کی تنخواہ میں مزید ہوا۔

رمضان ۵۷ھ سے مولانا اکبر علی صاحب مدرس فارسی نے طویل رخصت لی اسلئے ان کی جگہ سترہ۱۷ شوال کو مولوی مقبول احمد صاحب معین مدرس فارسی کا دو۲ روپے تنخواہ پر عارضی تقرر کیا گیا۔ یکم ذی الحجہ کو مولانا عبدالوہاب صاحب سہارنپوری کا تقرر بعہدہ معین دفتر شعبۂ مالیات بمشاہرہ بیس۲۰ روپیہ ہوا۔ قاری ضیاء الدین صاحب مدرس شاخ چھبیس (۲۶) ربیع الاول سے مستعفی ہوکر کسی دوسری جگہ چلے گئے، ایسے ہی مولوی محمد حسین صاحب بجنوری مدرس شاخ بھی رخصت لیکر مکان گئے لیکن پھر واپس نہ آسکے، اسلئے ان ہر دو کی جگہ حافظ محمد شفیع صاحب پورقاضوی کا تقرر بمشاہرہ دس۱۰ روپے ماہانہ انیس۱۹ جمادی الاول ۵۷ھ سے کیا گیا، نیز اسی سال حافظ محمد یٰسین صاحب کاندھلوی بارہ۱۲ ربیع الثانی سے ملازم دفتر بمشاہرہ تین۳ روپے مقرر کئے گئے۔

امسال مولوی غلام احمد معین مدرس عربی، ملا اللہ بندہ کاندھلوی اور ملا حافظ محمد عمر کیلاشپوری، ہرسہ ملازمین ماہ ذیقعدہ میں حج کو گئے۔

جلسہ سالانہ یکم صفر المظفر ۵۷ھ مطابق تیرہ۱۳ اپریل ۳۸ء یکشنبہ کو سالانہ جلسہ جامع مسجد میں منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد حضرت مولانا الحاج عاشق الٰہی صاحب کی زیر صدارت جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ طلبا نے اردو عربی میں تقریریں کیں۔ اسکے بعد حضرت مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب نے مدرسہ کے سالانہ حالات سنائے، پھر طلبا دورہ حدیث کو انعامات تقسیم ہوئے اسکے بعد حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی اور حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ نے تقریر فرمائی، ڈیڑھ بجے جلسہ بخیر وخوبی ختم ہوا۔ بعد نماز ظہر انجمن ہدایۃ الرشید کا جلسہ دارالطلبہ جدید کی مسجد میں منعقد ہوا جسمیں طلباء کی تقاریر ہوئیں اور آخر میں حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب نے انجمن کے اغراض ومقاصد بیان فرماکر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ عصر کے وقت یہ دوسری نشست بھی ختم ہوئی۔

اس مرتبہ جلسہ سالانہ میں شریک ہونیوالے مخصوص حضرات یہ تھے، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد

صاحب مدنی، حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری، حضرت الحاج مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، الحاج شیخ رشید احمد صاحب سرپرستانِ مدرسہ، مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب، شاہ محمد یسین صاحب نگینوی خلیفہ حضرت اقدس گنگوہی، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب (حال شیخ الاسلام پاکستان) مولانا حافظ عبد العزیز صاحب گمتھلوی، مولانا محمد اکرام الحسن صاحب کاندھلوی، حافظ محمد یعقوب صاحب گنگوہی:

۷۶ ــــہ بنائی مطابق ۱۳۵۸ھ

یہ سال بھی مدرسہ کے لئے مالی اعتبار سے بہت دشوار رہا۔ جس کا مختصر سا اندازہ اس میزانیہ سے ہو سکتا ہے کہ ہر قسم کی آمدنی اکیس ہزار پانچسو (۲۱۵۰۰) ہوئی اور تمام اخراجات چوبیس ہزار پانچسو اسی (۲۴۵۸۰) روپیہ ہوئے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے تین ہزار اٹھاسی (۳۰۸۸) روپیہ خزانہ سے نکالا گیا۔ اسلئے ان مشکلات کا مقابلہ کرنے کے واسطے مدرسہ کے مدرسین رمضان شریف کی تعطیل میں تحصیل چندہ کے لئے گئے۔ چنانچہ مولانا الحاج مفتی محمود صاحب گنگوہی اور مولانا الحاج منظور خاں صاحب نے بمبئی اور گجرات کا سفر کیا، مولانا جمیل الرحمٰن صاحب مولانا امیر احمد صاحب کلکتہ اور رنگون تشریف لیگئے۔ اسکے علاوہ دیگر مدرسین نے آگرہ، علی گڑھ اور بھوپال حیدر آباد دکن اور اضلاع پنجاب و سرحد وغیرہ کے طویل طویل دورے کئے۔ مگر ان اسفار کا جو نتیجہ خاطر خواہ ہونا چاہیئے تھا اور جتنے پُر امید ہو کر یہ حضرات گئے تھے وہ خشک سالی اور کساد بازاری کیوجہ سے حاصل نہ ہو سکا۔

طلبہ طلبہ کی مجموعی تعداد اس سال چھ سو انسٹھ (۶۵۹) تھی جن میں درجہ ابتدائی کے کل طلبہ ایکسو چار تھے اور درجہ اعلیٰ واوسط میں دوسو دو (۲۰۲) تھے باقی متفرق شعبوں سے منسلک ہوئے۔

درجہ اعلیٰ واوسط کا امتحان آٹھ شعبان سے بیس شعبان تک ہوا۔ جسمیں اس درجہ کے دوسو دو طلبہ نے باسٹھ (۶۲) کتب میں امتحان دیا۔ اور درجات ابتدائیہ عربی وقرآن شریف وتجوید فارسی کا امتحان یکم شعبان سے شروع ہو کر چھ شعبان تک ہوا۔ سالانہ امتحان کے وقت طلبہ کی تعداد چھ سو انسٹھ (۶۵۹) تھی جن میں ایکسو اناسی (۱۷۹) طلبہ خاص شہر سہارنپور کے تھے اور چار سو اسی (۴۸۰) طلباء بیرونجات کے تھے۔

تریسٹھ (۶۳) طلبہ اپنی بیماری، غیر حاضری کیوجہ سے امتحان میں شرکت نہ کر سکے، بقیہ پانچسو چھیانوے (۵۹۶) طلبہ میں سے پانچسو اکسٹھ (۵۶۱) طلبہ کامیاب ہوئے۔ جو طلبہ اس سال فارغ ہوئے انکے اسماء درج ذیل ہیں۔

مولوی حافظ محمد اظہار الحسن پسر مولانا رؤف الحسن صاحب کاندھلوی، (حال استاذ حدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی)، مولوی محمد شفیع الٰہ آبادی، مولوی شبیر احمد شاہ پوری، مولوی احتشام علی لکھنوی، مولوی نور اللہ نگینوی، مولوی مظاہر حسین مظفر نگری، مولوی احمد خاں میانوالی، مولوی مظہر الحق ارکانی، مولوی عبید اللہ بنوی، مولوی اکبر علی بستوی، مولوی عطاء اللہ ڈیرہ غازی خاں، مولوی عباس احمد اجراڑوی، مولوی آفاق احمد

بستوی، مولوی عین الحسن (پسر مولانا نجم الحسن) کاندھلوی، مولوی عبد الجلیل بستوی، مولوی محمد ابراہیم رنگونی، مولوی عبد اللہ میانوالی، مولوی مقبول علی سلہٹی، مولوی رشید احمد جالندھری، مولوی نور الحسن سہسرامی، مولوی جہان زیب پشاوری، مولوی محمود حسن (نومسلم) سہارنپوری، مولوی غلام یحییٰ میانوالی، مولوی عبد المجید بھٹا پوری، مولوی اظہار الحسن تھانوی، مولوی محمد حسین چاٹگامی، مولوی عبد القادر ہراتی، مولوی علیم اللہ بستوی (حال ناظر کتب خانہ مدرسہ مظاہر علوم) مولوی عبد الوہاب پشاوری، مولوی عبد الحمید چاٹگامی۔ ان تیس فضلاء میں سے مولانا اظہار الحسن صاحب نے دس کتابوں میں امتحان دیکر ایکسو پچانوے (۱۹۵) نمبرات حاصل کئے، دورۂ حدیث شریف میں اول نمبر آنے کی بناء پر نقد دس روپے انعام کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل کتب بھی مولانا کو ملیں۔ جمع الفوائد، درمکنون، تذکرۃ الخلیل، یادگار غالب شرح دیوان غالب، حفظ الایمان، ترجمان القرآن، تشکیل سندات البخاری، تنویر البصائر۔"

تغیرات امسال کوئی قابل تحریر تغیر نہیں ہوا۔ تاہم بعض ملازمین مدرسہ کے مشاہرات میں اضافے ضرور ہوئے چنانچہ مولوی سید اشہد مدرس فارسی شاخ کی تنخواہ میں ماہ ذیقعدہ سے ایک روپیہ کا اضافہ ہوا ا یسے ہی مولوی محمد حنیف صاحب مدرس شاخ کے مشاہرہ میں بھی ماہ جمادی الثانی سے ایک روپیہ کا اضافہ ہوا۔ نیز اسی سال مدرسہ کے سفیر حاجی اللہ بخش صاحب کا طویل بیماری کے بعد پندرہ ۱۵ ربیع الاول کو انتقال ہوا۔ غفر اللہ لہ۔"

جلسہ سالانہ اس مرتبہ مدرسہ کا سالانہ جلسہ گیارہ ۱۱ صفر المظفر ۵۸ھ مطابق دو ۲ اپریل ۳۹ء یوم یکشنبہ کو جامع مسجد میں ہوا۔ اول چند طلبہ نے بعد ازیں جناب قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی مدرس تجوید نے قرآن پاک پڑھا۔ جلسہ کی صدارت اس سال حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب کے سپرد ہوئی۔ اسکے بعد مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب نے مدرسہ کے حالات و کوائف سنائے، تنگیٔ وقت کی بناء پر صرف دورۂ حدیث کے طلباء کو انعامات تقسیم ہوئے، تقسیم انعامات کے بعد مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی دعاجو نے تقریر فرمائی۔ اور دو ماہ کیلئے مدرسہ کو اپنی خدمات پیش کیں، پھر مولانا الحاج قاری محمود داؤد صاحب رنگونی مظاہری مفتی اعظم برما نے وعظ فرمایا۔ مولانا صرف جلسہ سالانہ میں شرکت کی غرض سے رنگون سے تشریف لائے تھے۔ آخر میں صدر جلسہ حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب نے توحید و رسالت کے موضوع پر تقریر فرمائی، ساڑھے بارہ بجے جلسہ ختم ہوا۔

بعد نماز ظہر انجمن کا جلسہ دار الطلبہ جدید کی مسجد میں زیر صدارت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی ہوا جسمیں چند طلبہ نے اور آخر میں مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب نے تقریر فرمائی، ضابطہ کے اعتبار سے جلسہ ہو تو گیا

لیکن اس سال بہت بدمزگی پیدا ہوئی کہ مدرسہ کے معاندین اور مفسدین شہر نے عین جلسہ کے دوران یہ ہنگامہ کھڑا کر دیا کہ اس موقعہ پر مدح صحابہ اور حادثہ فلسطین کے متعلق ضرور کچھ کہا جائے، صدر جلسہ کی خدمت میں باربار مختلف انداز سے اس نوع کے پرچے پہنچائے گئے، حالانکہ ظاہری بات ہے کہ ایک دینی ادارہ کے سالانہ جلسہ میں جس کا مقصد صرف مدرسہ کے حالات سے اپنے کرم فرماؤں کو خبردار کرنا تھا، سیاسیات کی پیوندکاری کس قدر غیر مناسب ہے۔

جلسہ میں شرکت فرمانیوالے مخصوص اکابر یہ تھے، حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد الیاس صاحب حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب خان بہادر الحاج شیخ رشید احمد صاحب سرپرستان مدرسہ۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دعاجو، حضرت حافظ فخرالدین صاحب، حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب حال امیر التبلیغ دہلی، حضرت حافظ مقبول حسن صاحب، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب، مولانا احتشام الحسن صاحب، مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب، مولانا اعزاز علی صاحب، شاہ محمد یٰسین صاحب نگینوی، حافظ محمد یعقوب صاحب گنگوہی، خان بہادر حاجی محمد نسیم صاحب دہلوی، حضرت مولانا الحاج سید حسین احمد صاحب تحریک مدح صحابہ کی وجہ سے چونکہ لکھنؤ میں مقیم تھے اسلئے تشریف آوری نہ ہوسکی،

نیز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائےپوری سفر پنجاب کی بنا پر اور ———— مولانا ظفر احمد صاحب مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندی بھی اپنے اعذار کی بنا پر شریک جلسہ نہ ہوسکے۔

۶۷ھ بنائی مطابق ۱۳۵۹ھ مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب مدرسہ کے سرپرستان میں تھے ان کے انتقال کے بعد سے ایک جدید سرپرست کے انتخاب کا مسئلہ ارباب مدرسہ کے سامنے تھا جو اب تک کسی موزوں شخصیت کے نہ ملنے کی وجہ سے تکمیل کو نہیں پہنچا تھا، اس سال بیس[۲۰] جمادی الثانی ۵۹ھ مطابق ستائیس[۲۷] جولائی ۴۰ء کے اجتماع سرپرستان میں مولانا الحاج الحافظ عبدالعزیز صاحب گمتھلوی کی سرپرستی طے ہوئی جن الفاظ کے ساتھ یہ قرارداد منظور کی گئی وہ حضرت شیخ کی بیاض سے یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔!

چونکہ مولانا رحیم بخش صاحبؒ کی وفات کے بعد سے ایک جگہ سرپرستی کی خالی ہے اسلئے قرار پایا کہ مولانا مرحوم کی جگہ حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز گمتھلوی جو مدرسہ کے فارغ التحصیل ہیں اور نیز صاحب دیانت و امانت و اہل الرائے میں سے ہیں سرپرست مدرسہ مقرر کیا جائے اور حضرت مولانا کو اس کی اطلاع کردی جائے۔

اشرف علی تھانوی، محمد الیاس، عاشق الٰہی، عبدالقادر رائےپوری، رشید احمد دہلوی۔"

مجلس شوریٰ کی تجویز کے مطابق حضرت حافظ عبدالعزیز صاحب کو تحریری اطلاع دی گئی کہ تشریف لاکر کا غذات اوقاف کا معائنہ فرمائیں چنانچہ مولانا نے بارہ رجب کو آکر سترہ رجب تک معائنہ کیا۔

طلبہ اس سال طلبہ کی مجموعی تعداد چھ سو نوے (۶۹۰) تھی جن میں درجہ ابتدائی کے کل طلبا پچانوے (۹۵) اور درجہ اعلیٰ و اوسط کے دو سو گیارہ (۲۱۱) تھے، باقی دوسرے شعبوں سے متعلق رہے۔

جو طلبہ اس سال فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولوی جمیل احمد فیض آبادی، مولوی علی محمد جالندھری، مولوی حبیب احمد الہ آبادی، مولوی عبدالکریم سنسارپوری، مولوی خان محمد بہاول نگری، مولوی نور محمد رنگونی، مولوی محمد صدیق میرٹھی، مولوی نور احمد کشمیری، مولوی عبدالمنان گوجرانوالی (خادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ) مولوی محمد ہاشم رنگونی، مولوی عبدالرب ریواڑی، مولوی سعد اللہ سلہٹی، مولوی عبدالمجید جلالوی، (خادم خاص حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ) مولوی محمد اسمٰعیل بخاری، مولوی نجم الحسن تھانوی، مولوی منصور علی کملائی، مولوی حافظ ممتاز احمد تھانوی، مولوی زکی الدین پشاوری، مولوی فضل احمد چاٹگامی، مولوی عبدالرشید بھاگلپوری، مولوی عبدالقدیم کالپوری، مولوی محمد شعیب فیض آبادی، مولوی نورالدین حصاروی، مولوی اناصف الدین ڈھاکوی، مولوی ابوالحسن چاٹگامی، مولوی عبدالغفار آروی، مولوی نفیر اللہ چاٹگامی، مولوی محمد حسن بستوی، مولوی محمد حسین متھراوی، مولوی ولی محمد نانوتوی، مولوی محمد عثمان کاشغری، مولوی محمد امین ارکانی، مولوی رفیق احمد سرحدی، مولوی سعید احمد پرتاپگڈھی، مولوی حافظ انعام الحق سہارنپوری، مولوی محمد اسمٰعیل ترکستانی، مولوی عبدالصمد کھنجاوری، مولوی عبدالسلام چاٹگامی، مولوی ریاست علی بستوی، مولوی نورالدین چاٹگامی۔

ان چالیس فارغین میں اول نمبرات سے کامیاب ہونے والے مولوی جمیل احمد پسر رحیم اللہ فیض آبادی تھے، جنہوں نے دس کتابوں میں امتحان دیکر ایکسو چہتر (۱۷۶) نمبر حاصل کئے اور ان کو انعام میں یہ کتب ملیں، تشکیل سندات البخاری، ملا علی قاری، شرح شاطبی، قصیدہ مدحیہ، حیات ادریس، بلاغ مبین، مناظر قدرت، جمع الفوائد، اسکے علاوہ پندرہ روپے نقد دیئے گئے۔

مدرسہ کا تقریری سالانہ امتحان تین شعبان سے شروع ہوکر آٹھ شعبان تک ہوا۔ درجہ ابتدائی عربی کے کتب امتحان کی تعداد چھبیس (۲۶) تھی۔ درجہ اعلیٰ و اوسط کا تحریری امتحان دس شعبان شنبہ سے شروع ہوکر بیس شعبان تک مسلسل ہوا، تحریری امتحان میں کتابوں کی تعداد اکسٹھ (۶۱) تھی، جن طلبہ نے امتحان میں شرکت کی وہ چھ سو اڑتیس (۶۳۸) تھے ان میں پچاس طلبا ناکام ہوئے باقی پانچسو اٹھاسی

طلبہ نے کامیابی حاصل کی۔

تغیرات حاجی اللہ بخش صاحب سفیر مدرسہ کے انتقال کے بعد دو جمادی الاول ۵۹ھ سے راؤ عبدالشکور خاں کگری ضلع انبالہ بمشاہرہ ۱۵ ان کے قائم مقام بنائے گئے، تین ربیع الثانی کو حافظ عبداللہ صاحب مدرس قرآن شریف کا انتقال ہوا، ان کی جگہ حافظ بشارت اللہ صاحب چار ربیع الثانی سے بمشاہرہ ۵ مقرر کئے گئے، نیز اسی سال مولوی مظہر علی خاں ناظر کتب خانہ ونگراں مطبخ اپنی بعض مصالح کی بنا پر گیارہ ذی الحجہ کو مدرسہ سے مستعفی ہو گئے۔

جلسہ سالانہ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں چند سال سے معاندین کی جانب سے متواتر شورشیں ہو رہی تھیں اور نئے نئے قسم کے فتنے سر ابھار رہے تھے، اسلئے بعض ذمہ داران مدرسہ بالخصوص حضرت شیخ زید مجدہٗ کی رائے یہ ہوئی۔ کہ اب سے سالانہ جلسہ عمومی نہ کیا جائے بلکہ مخصوص اکابر اور سرپرستان کی مجتمعہ شرکت ہوا کرے عام لوگوں کو دعوت نہ دی جائے کہ مبادا کوئی ایسا فتنہ اٹھ کھڑا ہو جو ناقابل تحمل ہو، چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت شیخ نے اکابر مدرسہ کو تحریر فرمایا۔

از زکریا۔ بندہ کئی سال سے اس امر پر توجہ مبذول کرا رہا ہے کہ جلسہ جن منافع کیلئے تجویز ہوا تھا دینی یا دنیوی، مالی یا روحانی، بندہ کے خیال میں وہ اب اس سے حاصل نہیں ہوتے بندہ کے نزدیک اب اس کو بجائے عمومی کے خصوصی کر دینا زیادہ مناسب ہے۔" ۳ محرم ۵۹ھ۔

خود حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب بھی اس تجویز کے سراہنے والوں میں تھے لیکن اکابر کی اکثریت نے اس کو منظور نہیں فرمایا، شیخ رشید احمد صاحب کا ارشاد یہ تھا کہ، میری ہمت اس اجتماع کے ترک کی نہیں ہوتی، اور حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب کی رائے یہ تھی کہ جلسہ حسب روایات قدیمہ ضرور کیا جائے کہ جلسہ سے مالی منفعت مقصد نہیں بلکہ اکابر کا اجتماع برکات وغیرہ مقصود ہیں، رہ گئے خطرات ان کا پر امن مردانہ وار مقابلہ کیا جائے" مفتی مدرسہ مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب بھی حامیان جلسہ میں تھے، ان سب حضرات کی رائے کے احترام میں حضرت شیخ نے اپنی رائے پر اصرار نہیں فرمایا (حالانکہ وہ اپنی اس رائے میں بالکل حق بجانب تھے جیسا کہ چند صفحات کے بعد معلوم ہوگا) اسلئے جلسہ ہونا طے ہو گیا اور اس کے لئے پندرہ ربیع الاول ۵۹ھ مطابق چودہ اپریل ۱۹۴۰ء یوم یکشنبہ کی تاریخ مقرر ہوئی اور اپنی سالہا سال کی روایات کے مطابق سب سے اول طلبہ نے قرآن پاک سنایا، پھر جناب قاری سلیمان صاحب نے عربی اور مصری لہجہ میں قرآن پاک کی تلاوت کی، اس سال صدر جلسہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب تھے، چند طلبہ کی عربی اور اردو میں تقاریر کے بعد مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب نے مدرسہ کے حالات وکوائف سنا کر طلبائے

دورۂ حدیث شریف کو انعامات تقسیم کئے۔ اس کے بعد حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے تقریر فرمائی ۔ اختتامی تقریر حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب کی ہوئی۔ جلسہ کی یہ پہلی نشست بخیر و خوبی تمام ہوئی ۔ بعد نماز ظہر انجمن ہدایت الرشید کا سالانہ جلسہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الادب کی زیر صدارت دارالطلبہ جدید (لب نالہ) میں منعقد ہوا۔ جسمیں مختلف طلبا کی تقاریر چند بچوں کے مکالمے ہوئے اور مولانا موصوف کی تقریر پر جلسہ ختم ہوا۔

شریک جلسہ ہونے والے خواص اکابر یہ تھے، شیخ الاسلام مولانا مدنی، مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، حضرت مولانا الحاج شاہ محمد الیاس صاحب دہلوی، خان بہادر الحاج شیخ رشید احمد صاحب، مولانا سید اصغر حسین صاحب، مولانا اعزاز علی صاحب، مولانا الحاج مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب، حاجی محمد نسیم صاحب، حضرت الحاج شاہ محمد یٰسین صاحب نگینوی، حافظ عبدالعزیز صاحب گمتھلوی سرپرست مدرسہ، مولانا حافظ مقبول حسن صاحب گنگوہی، حافظ فخرالدین صاحب، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دعاجو وغیرہ، وغیرہ۔

حضرت الحاج حکیم محمد یعقوب صاحب گنگوہی نواسہ حضرت اقدس گنگوہی کامل تیس (۳۰) سال سے مدرسہ کے جلسہ میں شرکت فرماتے چلے آرہے تھے اور غایت اہتمام کی وجہ سے دو روز قبل تشریف لایا کرتے تھے، لیکن امسال اپنی اہلیہ محترمہ کی بیماری کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے جس کا اکابر مدرسہ کو بہت ہی قلق رہا۔

سنہ ۸۷ بنائی مطابق سنہ ۱۳۶۰ھ

مدت دراز سے سہولت کار کیلئے مدرسہ میں دو شعبے ہیں، ایک شعبۂ مال، دوسرا شعبۂ تعلیم، مالیات کی لائن کی ساری چیزیں شعبۂ مال سے متعلق ہیں اور تعلیم کا بندوبست و انتظام شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہے۔ ان دونوں شعبوں میں سے ہر ایک کو بڑی اہمیت حاصل ہے، بالخصوص شعبۂ مال کیلئے جتنے دیانتدار اور امین آدمی کی ضرورت ہے وہ ظاہر ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں مدرسہ نے ہمیشہ احتیاط سے کام لیا اور متدین و ثقہ لوگوں کا انتخاب کیا، لیکن اس سال نوشتۂ تقدیر سے یہ حادثہ پیش آیا کہ مدرسہ کی ایک خطیر رقم خورد برد کرلی گئی۔

اس تلخ و ترش واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ منشی محمد زکریا صاحب نانوتوی (جن کا تقرر ۱۳۴۲ھ میں بطور نائب مہتمم کے ہوا اور پھر ۱۳۴۸ھ سے کلی طور پر ناظم مالیات بنادیئے گئے تھے) مدرسہ کی مالیات اور دفتر کے جملہ حساب کتاب، آمد و رفت کے ذمہ دار تھے، جب تک ڈپٹی عبدالرحیم صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی مجسٹریٹ سہارنپور حیات رہے وہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد مدرسہ کے جملہ حسابات کی جانچ فرمالیا کرتے تھے لیکن ان کے انتقال کے بعد مدرسہ کو کوئی ایسا مخلص محاسب نہ مل سکا جو دینی کام سمجھ کر یہ خدمت بجالاتا، اسکے بعد جب کبھی بھی حسابات کی جانچ

پڑتال کی گئی تو رجسٹر غیر مکمل پائے گئے اور روز نامچہ کی میزانیں نا تمام و ناقص ملیں ۔ مدرسہ کے سرپرستان چونکہ باہر سے تشریف لاتے تھے اسلئے ان کو بہت تھوڑا وقت معائنہ کا ملتا تھا، لیکن یہ حضرات سخت تنبیہات اور ہدایات دیکر چلے جاتے اور حسابات مکمل کرنے کی تاکید فرمادیا کرتے تھے۔ کام کی رفتار دیکھنے میں چونکہ صحیح تھی اسلئے کسی کا ذہن دوسری طرف منتقل بھی نہ ہوتا تھا، اسی کے ساتھ ساتھ نائب مہتمم کا طرز بھی ایسا تھا کہ سرسری جانچ سے کسی غبن کا علم بھی نہیں ہوسکتا تھا، آخر کار ایک مرتبہ حضرات سرپرستان میں سے شیخ رشید احمد صاحب اور مولانا عبد العزیز صاحب مستقل معائنہ کے لئے تشریف لائے، حسابات دیکھ کر محسوس فرمالیا کہ کئی سو روپے کی رقم ایسی ہے جس کا حساب صاف نہیں، چنانچہ شیخ رشید احمد صاحب نے بقیہ سرپرستان کے نام ایک طویل تحریر لکھی جسمیں تحریر تھا کہ!

چھ فروری ۱۹۱۲ء جمعرات کو میں اور حافظ عبد العزیز خدام مدرسہ نے ڈھائی بجے شام سے بارہ بجے شب تک معائنہ رجسٹران کیا، روز نامچہ اس مرتبہ مکمل پایا، البتہ اخیر کی میزانیں کم ہیں اور بعض دیگر رجسٹروں کی ناقص ہیں، نائب صاحب اسکی وجہ اپنے بچہ کی علالت بتاتے ہیں۔ نقد بقایا کا حساب اسقدر مخلوط ہے کہ اسکا مقابلہ بغیر پورا حساب دیکھے ممکن نہیں۔ بقایا کی پڑتال کی، ایک حساب سے سولہ سو ساٹھ (۱۶۶۰) روپے کا فرق ہے۔ دوسرے حساب سے صرف چار سو چونتیس (۴۳۴) روپے کا اور تیسرے حساب سے بقایا اصل سے بڑھی ہوئی ہے۔ اب ضروری ہے کہ نائب صاحب ۱۳۲۴ھ سے جملہ حسابات سالوار آمد و خرچ کا گوشوارہ مرتب کریں۔ یہ (چیز) دیر طلب ہے لہٰذا نائب صاحب اور مولوی عبد الوہاب صاحب ایک ماہ کے اندر اس کو پورا کرلیں" فقط ۔ رشید احمد، عبد العزیز، ۹ محرم ۱۳۳۰ھ"

حضرت شیخ اس واقعہ کی وضاحت اپنی بیاض میں اس طرح کرتے ہیں!

متعدد مرتبہ بعد صفائی حساب و تحویل شیخ صاحب کی آمد تجویز ہوئی اور ملتوی ہوئی متعدد تقاضوں پر چھ جون ۱۹۱۲ء مطابق نو جمادی الاول ۱۳۳۰ھ جمعہ کی شام کو دس بجے شیخ جی کی آمد ہوئی۔ تجویز بعد ظہر واپسی کی تھی۔ مگر میزانیں محرم ۱۳۳۰ھ سے ندارد تھیں، تقاضہ کرنے پر نائب صاحب نے پینسل سے لکھ کر دی مگر خود ہی کہا کہ قابل اطمینان نہیں کہ جلدی کی لکھی ہوئی ہیں، حالانکہ آمد پہلے سے متعین تھی۔ شیخ رشید احمد صاحب نے (مندرجہ ذیل) ایک تحریر جو وہ پہلے سے لکھ کر لائے مدرسہ کو دی۔

بخدمت حضرات سرپرستان مدرسہ مظاہر علوم ۔ عرصہ سے حسابات مدرسہ اور تحویل نقد میں

کچھ فرق چلا آرہا ہے۔ کئی مرتبہ میں نے حاضر ہو کر جانچ کی اور میرے علاوہ جناب راؤ عبدالعزیز صاحب سرپرست مدرسہ نے بھی جانچ کی، مگر ابھی تک فرق نہیں نکلا۔ بڑی وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت مہتمم سابق رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے نقود اور حسابات خزانہ کلاں متوسط اور وادنی سب مخلوط رہے ہیں اور اسی طرح ان کی آمد و خرچ مخلوط لکھی جاتی رہی۔ ضرورت اسکی ہے کہ جس وقت سے مدرسہ یا کلاں خزانہ بنا ہے اس وقت سے ابتک کے حسابات کی دیکھ بھال کی جائے۔ اسکے علاوہ اسکی بھی ضرورت ہے کہ جملہ بہی کھاتے رجسٹران اور جائداد کی تفصیلات کی جانچ ہو کر ایک مفصل رپورٹ سرپرستان کی خدمت میں پیش ہو۔ اس وقت حسن اتفاق سے ایک موقعہ نکل آیا کہ حافظ فخرالدین صاحب کی پینشن ہوگئی میں نے ان سے دریافت کیا کہ عارضی سہارنپور قیام فرماکر مدرسہ کے حسابات کی پڑتال کریں تو انھوں نے حسبۃً للہ (بغیر تنخواہ) کرنے پر کچھ آمادگی ظاہر فرمائی ہے۔ میری تجویز ہے کہ اگر حافظ صاحب کم از کم تین ہفتہ قیام فرماکر جملہ رجسٹران بہیات رسیدات وغیرہ وغیرہ کی جانچ فرماکر ایک رپورٹ پیش کریں تو انشاء اللہ جو فرق ہے اسکے نکل آنے کی امید ہے اور جانچ بھی ہو جائے گی۔ میں انشاء اللہ ایک دو روز ساتھ رہکر حافظ صاحب کو طریقہ بتلا دونگا اور وہ خود بھی ماشاء اللہ ماہر ہیں۔ حافظ صاحب کسی معاوضہ حتیٰ کہ خوراک تک بھی مدرسہ سے لینے کو تیار نہیں۔

لہٰذا اگر حضرات سرپرستان منظور فرمائیں تو حافظ صاحب سے استدعا کی جائے۔

یہ تحریر بوساطت ناظم صاحب اور شیخ الحدیث صاحب حضرات سرپرستان کی خدمت میں پیش کی جائے۔

رشید احمد ۶ جون

شیخ رشید احمد صاحب کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نے تحریر فرمایا!

بہت مناسب نہایت ضروری ہے بشرطیکہ حافظ صاحب حسابی مدرسے مناسبت رکھتے ہوں۔ اور میں حافظ صاحب کی خدمت میں سفارش کرتا ہوں کہ اس خدمت کے انجام دینے میں انکساری یا اعتذار کو دخل نہ دیں اور جلدی کریں کہ اس مسئلہ کی اہمیت مسلم ہے۔"

عاشق الٰہی میرٹھی، ۱۰ جون ۱۳۶۱ھ

اور حضرت شیخ نے تحریر فرمایا۔

اسمیں شک نہیں یہ مسئلہ نہایت اہم ہے اور بلا اندازہ جس قدر تاخیر ہو رہی ہے بہت سی وجوہ سے نہایت خطرناک ہے۔ اگر حافظ صاحب اسکو حل فرما سکتے ہوں تو بندہ کے نزدیک مناسب ہے۔" زکریا ۱۲ جون ۱۳۶۱ھ

اپنی بیاض میں حافظ صاحب کی آمد کے متعلق حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں۔

کئی مرتبہ تعیین تاریخ والتوار کے بعد چوبیس رجب کی شام کو حافظ فخر الدین صاحب اور پچیس رجب کی شب میں تین بجے شیخ صاحب آئے اور پچیس کو بعد ظہر تک رجسٹروں کا معائنہ اور جانچ کی صورت حافظ صاحب کو بتا کر شام کو شیخ صاحب واپس چلے گئے۔

حسابات میں چونکہ پھیلاؤ بہت ہو گیا تھا اور قصداً اسمیں الجھاؤ پیدا کر دیا گیا تھا، اسلئے حضرت حافظ فخر الدین صاحب باوجود اپنی بہت سی مختلف کوششوں کے اس رقم کی گتھی سلجھانے میں کامیاب نہ ہو سکے، اسلئے مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب اور مولانا حافظ عبد العزیز صاحب گمتھلوی کو خاص اسی مقصد کیلئے مقرر کیا گیا۔ ان دونوں حضرات نے ڈیڑھ ماہ کی مسلسل جدوجہد کے بعد سرپرستان کو صورت حال سے مطلع کیا اور بتلایا کہ مولغ ۱۷ سترہ ہزار کی گڑبڑ ہے۔ جسپر سرپرستان نے اٹھارہ ۱۸ شعبان ۶۱ھ کو یہ طے کیا کہ نائب مہتمم مذکور پر غبن اور خیانت مجرمانہ کا استغاثہ فوجداری زیر دفعات ۴۰۹/۴۰۸ الف تعزیرات ہند دائر کیا جائے۔ اس کارروائی کی اطلاع جب موصوف کو ہوئی تو وہ روپوش ہو گئے اسلئے ان کے خلاف حسب دفعہ ۸۸ ضابطہ فوجداری عمل میں آئی۔ اور تھانہ بھون میں ان کا مکان نیلام کر دیا گیا۔

تقرر حضرت مولانا اکرام الحسن صاحب

اسی سال اٹھارہ ۱۸ شعبان کو حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب دہلوی کی زیر صدارت سالانہ اجتماع سرپرستان ہوا۔ جس میں تجویز ہوا کہ مدرسہ کی مالیات کا تحفظ بجز اس کے نہیں ہو سکتا کہ ایک سرپرست مستقل طور پر مدرسہ میں قیام کریں۔ اس کے لئے سردست تین ماہ کے لئے مولانا اکرام الحسن صاحب تجویز کئے گئے اور ان کے لئے یہ طے ہوا کہ وہ ماہ رمضان المبارک سے لیکر ذیقعدہ ۶۱ھ تک مدرسہ میں قیام فرما کر پورے طور پر مالیات کی نگرانی کریں۔ اور اس نگرانی کی رپورٹ آئندہ اجتماع سرپرستان میں پیش فرمائیں۔ چنانچہ مولانا کی تیار کردہ یہ رپورٹ دس محرم ۶۲ھ کے اجتماع سرپرستان میں پیش ہوئی۔ [1]

حادثۂ انتقال حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب

اسی سال یکم شعبان ۶۰ھ مطابق پچیس ۲۵ اگست ۱۹۴۱ء دوشنبہ صبح چھ بجے

---

[1] مقدرات کی یہ بھی عجیب کارفرمائی ہے کہ مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب کے اُس تابناک اور روشن عہد کی یہ ابتدائی تاریخ ایسے وقت میں قلمبند کی جا رہی ہے جب کہ انھیں اس دنیا سے کوچ کئے ہوئے ٹھیک ایک سال کا عرصہ گذر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۱۲

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کا وصال ہوا ۔ حضرت مولانا مدرسہ کے قدیمی سرپرستوں میں سے تھے ۔
تصنیفی و تالیفی مشاغل کے باوجود اپنے حضرت نور اللہ مرقدہ کی محبت میں مدرسہ کی ایسی سرپرستی فرمائی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے ۔ بار بار تشریف لاکر حسابات کی جانچ فرماتے ، خزانہ کو ملاحظہ فرماتے ، مدرسین کے اسباق میں شرکت فرماتے غرض امکانی حد تک مدرسہ کی تربیت فرمائی ۔
مدرسہ کے ساتھ تعلق اور لگاؤ اور ان کے بلند مقام کا اندازہ ان چند سطور سے ہو سکتا ہے جو مولانا مرحوم نے حضرت اقدس سہارنپوری کے انتقال کے بعد حضرت شیخ کو تحریر فرمائیں ۔ چنانچہ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں ۔ !

اسمیں نہ واہمہ کی ضرورت اور نہ اشتباہ کی گنجائش ، حضرت دنیا سے تشریف لیگئے اور بحمداللہ علمی و عملی دونوں سلسلہ کی جانشینی و استخلاف کا حق ادا فرماگئے کہ کوئی شعبہ اور کوئی جز باقی نہیں چھوڑا ۔ اب ضرورت صرف اسکی ہے کہ جو ذمہ داری جس پر رکھی گئی ہے وہ اس کو امانت خداوندی سمجھ کر اللہ جل جلالہ کو مرئی قرار دیکر راہ آخرت کے سفر کو مستحضر سمجھ کر حضرت اور جد امجد اعلیٰ حضرت ؒ و ہلم جرا سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اخرویہ کا دالہ و شیدا بن کر ایک ایک قدم احتیاط سے اٹھائے اور تمسک بالسنۃ و اظہار حق بغیر خوف لومۃ لائم کو شعار بنا کر اس متبع سنت سنیہ کی خادمیت کا ثبوت دے جس کی روح اس جادہ پر چلتے ہوئے دیکھ کر ہی خدام سے خوش ہوگی ۔
علمی نخلستان کا سارا بوجھ بار آپ دو حضرات کی گردن پر ہے جس کا اظہار آخری خط تک میں بوضاحت ہے ۔
میں بصد ادب اتنا عرض کرونگا کہ اگر اس طرز میں جو آج سے دو سال قبل تھا کچھ بھی فرق آیا تو آپ حضرت ہی کے نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کے بھی مسئول ہونگے ۔

حضرت مولانا سب سے اول اعلیٰ حضرت گنگوہی سے بیعت ہوئے ۔ بیعت کیلئے یہ کوئی مستقل سفر نہیں تھا بلکہ مولوی فاضل کے امتحان میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہونے کے بعد چار محرم ۱۳۱۶ھ کو بغرض حصول انعام لاہور روانہ ہوئے تو راستہ میں بیعت کا داعیہ دل میں ہوا چنانچہ گنگوہ پہونچکر ایک شب قیام کیا اور بیعت سے مشرف ہوئے ، اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد حضرت اقدس سہارنپوری سے مراجعت فرمائی ، اور اسی دربار خلیلی سے خلافت اور اجازت حاصل کی ۔ یہ اجازت بذریعہ مکتوب بھیجی گئی جسمیں تحریر تھا ۔
کئی روز سے خط لکھنے کا ارادہ تھا ۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو اصل

نسبت مشائخ کے ساتھ نوازا۔ بندہ کے نزدیک اور نیز دیگر حضرات کے نزدیک آپ میں نسبت جو معتبر یہ یادداشت ہے اور شرط اجازت پیدا ہوگئی۔ لہٰذا اگرچہ ناکارہ ہوں پر جس طرح مجھ کو میرے مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اجازت دی ہیں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ جو طالب حق خدمت میں آوے اسے بیعت کر کے داخل سلسلۂ اربعہ علیہ فرماویں اور اذکار مناسبہ تلقین فرماویں۔"　خلیل احمد[1]

حضرت سہارنپوری کا یہ خط مولانا کے نام چوبیس[۲۴] رمضان ۱۳۴۶ھ کو تحریر کیا گیا تھا۔

انتخاب سرپرستان

مورخہ اٹھارہ[۱۸] شوال ۱۳۶۰ھ کو اجتماع سرپرستان ہوا جس میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی، حضرت شیخ، شیخ رشید احمد صاحب، مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب گمتھلوی شریک تھے، اس اجتماع میں مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب اور میر آل علی صاحب رئیس محلہ شاہ مدار کی سرپرستی منتخب ہوئی اور طے ہوا کہ!

حضرت میرٹھی کے وصال کے بعد سے ایک جگہ سرپرستی کی خالی ہے۔ نیز عرصہ سے بوجہ کثرت کار اور حساب کی جانچ کے ضرورت ہے کہ تعداد سرپرستان میں اضافہ کیا جائے، لہٰذا تجویز ہوا کہ میر آل علی صاحب اور مولانا اکرام الحسن صاحب کاندھلوی کو سرپرستان میں لیا جائے۔[2]

طلبہ

اس سال طلبہ کی مجموعی تعداد چھ سو اکیاون (۶۵۱) تھی جن میں درجہ اعلیٰ و اوسط و ابتدائی کے کل طلبا دو سو اڑتیس (۲۳۸) تھے، باقی شعبہ تجوید و قرأت قرآن شریف و فارسی ریاضی میں مشغول رہے۔ تقریری امتحان سالانہ شعبان کے پہلے ہفتہ میں اور تحریری امتحان شعبان کے دوسرے ہفتہ سے شروع ہو کر بیس[۲۰] شعبان تک ہوا۔ جو طلبہ اس سال فارغ ہوئے انکے اسماء یہ ہیں۔

مولوی نذیر احمد سیالکوٹی، مولوی ثناء اللہ اعظمی، مولوی عتیق احمد (پسر مولانا ظریف احمد صاحب) پورقاضوی، مولوی انیس الرحمٰن (ابن رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب) لدھیانوی، مولوی احمد میانوالی، (مولانا الحاج) مولوی عبید اللہ بلیاوی، مولوی عبدالجلیل شاہپوری، مولوی یٰسین خاں گجراتی، مولوی محمد سعید خاں کھیڑوی (حال امیر تبلیغی جماعت سعودی عرب) مولوی محمد نعیم بخاری، مولوی ولی محمد پشاوری، مولوی حمید اللہ پشاوری، مولوی محمد یعقوب جالندھری، مولوی محمد صالح رنگونی،

---

[1] بیاض حضرت شیخ زید مجدہ۔　[2] رجسٹر احکامات سرپرستان بابتہ ۱۳۶۰ھ۔

مولوی عزیز الحق مروانی، مولوی غلام محمد لائل پوری، مولوی محمد حسین ارکانی۔ مولوی محمد حنیف بھاول نگری، مولوی ابوالکلام میمن سنگھی، مولوی عظیم الدین میمن سنگھی، مولوی عبداللہ نیفس آبادی، مولوی عبدالحکیم رنگونی، مولوی محمد صادق میمن سنگھی۔ مولوی محمد اسحٰق بھاول نگری، مولوی محمد ابراہیم کجوزی، مولوی زین الدین سلہٹی، مولوی عبدالمجید میمن سنگھی، (مولانا الحاج قاری) مولوی امیر حسن چھپروی، مولوی عبداللطیف ہزاروی، مولوی محمد شفیع بستوی، مولوی ضیاء الدین بخاری، مولوی ظہیر الدین سرحدی، مولوی عبدالوہاب چاٹگامی، مولوی رشید احمد کسلائی، مولوی محمد یامین بہٹوی، مولوی عبدالغفار بنوی، مولوی علی اکبر نواکھالی، مولوی محمد مصطفےٰ چاٹگامی، مولوی عبدالکریم چاٹگامی، مولوی رشید احمد چاٹگامی، مولوی ساجد علی چاٹگامی، مولوی محمد ابراہیم سلہٹی، مولوی محمد صالح بریسالی، مولوی عبدالودود مردانی، مولوی ولی اللہ ارکانی۔"

ان پینتالیس ۴۵ فضلاء میں مولوی نذیر احمد پسر محمد علی سیالکوٹی اول نمبر آئے کہ گیارہ ۱۱ کتب میں امتحان دیکر ایکسو بانوے (۱۹۲) نمبرات حاصل کئے اور انعام میں نقد دس ۱۰ روپے کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل کتب حاصل کیں۔ جمع الفوائد، بعض الناس، ملا علی قاری، تذکرۃ الخلیل، احیاء السنن، القول الصواب، قرۃ العینین، فیوض رحمانی، تشکیل سادات بخاری۔"

تغیرات مولوی مظہر علی خاں راجوپوری محافظ کتب خانہ کے چلے جانیکے بعد انتظام کتب خانہ کے ذیل میں ایک شخص کی کمی محسوس کیجارہی تھی اسلئے امسال بائیسویں ۲۲ صفر کو مولوی حافظ یعقوب صاحب رسولپوری کا بمشاہرہ دس ۱۰ روپیہ ماہانہ تقرر ہوا۔ اسکے علاوہ اور کوئی جدید تقرر اس سال نہیں ہوا۔ البتہ چند مدرسین وملازمین کے مشاہرات میں معمولی سے اضافے ہوئے جو اس نقشہ سے معلوم ہوسکتے ہیں۔"

مولانا جمیل الرحمٰن صاحب مدرس شاخ	۲/۰۰	حافظ محمد یسین صاحب کاندھلوی	۱/۰۰
مولانا عبدالوہاب صاحب	۳/۰۰	مولوی عبدالغفار صاحب	۳/۰۰

نیز اس سال مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی مدرس عربی اور مولانا ولی محمد صاحب بٹالوی تمام سال رخصت پر رہے۔

جلسہ سالانہ آٹھ ۸ ربیع الاول ۶۰ھ مطابق چھ ۶ اپریل ۱۹۴۱ء یکشنبہ کو جامع مسجد میں یہ جلسہ منعقد ہوا۔ قرآن پاک کی تلاوت کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی صدارت میں جلسہ کا افتتاح ہوا۔ طلباء کی تقاریر کے بعد حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب دام مجدہ نے مدرسہ کے حالات اور آمد وخرچ کا تفصیلی حساب پڑھکر سنایا۔ اسکے بعد حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے تقریر فرمائی، ساڑھے

بارہ بجے یہ تقریر ختم ہوئی، اسی مجلس میں مولوی عبدالرحمٰن نو مسلم کا عقد نکاح ملا عبدالکریم صاحب نو مسلم کی صاحبزادی سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے پڑھایا۔ نکاح سے فراغت پر حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نے ایک تحریری مضمون پڑھکر سنایا جسمیں سادہ نکاح کرنے پر زور اور نکاحوں میں ہونیوالی رسوم کا مفصل رد تھا۔ [1]

بعد نماز ظہر انجمن کا جلسہ بصدارت مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب ہوا جو عصر تک ہوا، اس دوران مختلف طلبہ نے تقریریں کیں۔ مولانا کی تقریر پر یہ جلسہ ختم ہوا، جلسہ میں شرکت فرمانیوالے خواص اکابر یہ تھے۔

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب، حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالقادر صاحب، خان بہادر شیخ رشید احمد صاحب، مولانا عبدالعزیز صاحب گمتھلوی سرپرستان مدرسہ، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، مولانا محمد ادریس صاحب کاندہلوی، الحاج محمد نسیم صاحب، مولانا الحافظ الحاج شاہ فخرالدین صاحب، مولانا محمد سلیم صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، مولانا الحاج شاہ محمد یٰسین صاحب نگینوی، منشی رحمت علی صاحب لدھیانوی، حضرت الحافظ الحاج محمد یعقوب صاحب گنگوہی، وغیرہ، وغیرہ۔"

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اپنے سفر سندھ کی وجہ سے اور حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب اپنے سفر حیدرآباد کی بنا پر شریک جلسہ نہ ہو سکے، مولانا الحاج ظفر احمد صاحب تھانوی کا قیام بھی ان ایام میں بنگال رہا جس کی بنا پر مولانا بھی شریک نہ ہو سکے۔" مخالفین مدرسہ کی جانب سے شور وغوغا اس مرتبہ بھی کافی رہا۔ لیکن الحمدللہ وہ اپنی جولانیوں کے باوجود کچھ نہ کر سکے۔"

۷۹ سنہ بنائی مطابق ۱۳۶۱ھ

طباعت کی دشواری اور کاغذ وغیرہ کی نایابی کی بنا پر ارباب مدرسہ سال بہ سال کی روداد پیش نہ کر سکے، حتیٰ کہ پورے پانچ سال اسی انداز سے گذر گئے کہ مدرسہ کی جانب سے اسکے ہمدردوں اور اس سے تعلق رکھنے والوں کو کسی بھی قسم کی معلومات بہم نہ پہنچائی جا سکیں، امسال کچھ موانعر تفع ہونے کی بنا پر ۶۰ھ و ۶۱ھ کی روداد ایک جا شائع ہوئی۔

حضرت شاہ یٰسین صاحب نگینوی حضرت گنگوہی کے مجازین میں تھے اور مدرسہ کے سچے بہی خواہ اور ہمدرد تھے، مدرسہ کے سالانہ جلسوں میں بکثرت تشریف لاتے تھے، امسال مورخہ تیس ۳۰ شوال ۶۱ھ شب پنجشنبہ میں وصال فرمایا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رَحْمَةً وَاسِعَةً۔"

طلبہ اس سال طلبہ کی کل تعداد چھ سو بارہ ۶۱۲ تھی جن میں درجہ ابتدائی اوسط و اعلیٰ کے کل طلبہ تین سو دو ۳۰۲ تھے، باقی دوسرے شعبوں سے منسلک رہے، سالانہ امتحان اوائل شعبان میں ہوا۔ جو طلبہ اس

---

[1] یاد رہے کہ یہ مضمون بعد میں، بہترین جہیز، کے نام سے کتابی شکل میں طبع ہوا۔"

سال دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولوی شمس الدین بہاری، مولوی عبدالرحمٰن ملتانی، مولوی عبدالمجید چاٹگامی، مولوی عبدالجلیل بخاری، مولوی مصدر علی سلہٹی، مولوی احمد حسین مونگیری، مولوی نور احمد فیروز پوری، مولوی محمد سعید صواتی، مولوی احسان علی کلکتوی، مولوی برکت علی سہارنپوری، مولوی مجیب الرحمٰن میمن سنگھی، مولوی عبدالسبحان گیاوی، مولوی زین العابدین ڈھاکوی، مولوی محمد علی رنگونی، مولوی محمد یعقوب حصاروی، مولوی رفیق احمد نوگانوی، مولوی عبدالواحد میمن سنگھی، مولوی زین العابدین پابنوی، مولوی محمد صادق بنوی، مولوی محمد یونس ملتانی، مولوی حبیش محمد بستوی، مولوی محمد یوسف کاندھلوی، مولوی مسعود احمد گورکھپوری، مولوی احمد دین بہاولنگری، مولوی محمد یعقوب ارکانی، مولوی عبدالغفار پورنوی، مولوی عبدالہادی کاملپوری، مولوی منظور الحق میمن سنگھی، مولوی عبداللطیف جالندھری، مولوی حجۃ اللہ کھلنوی، مولوی غلام محمد جھنگوی، مولوی محمد اسمٰعیل شیخوپوری، مولوی حافظ فتح محمد لائل پوری، مولوی محمد ابراہیم بستوی، مولوی سعید احمد چاٹگامی، مولوی فضل الرحمٰن پشاوری، مولوی خلیل احمد بہاولنگری، مولوی خلیل الرحمٰن ارکانی، مولوی عبدالستار اعظمی، مولوی محمد قاسم میمن سنگھی، مولوی شبیر احمد بستوی۔"

ان اکتالیس [۴۱] فارغین میں مولوی شمس الدین ابن حافظ محمد طاہر بہاری اول نمبر آئے، جنھیں انعام میں دس [۱۰] روپے نقد کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل کتب بھی ملیں، تشکیل سندات بخاری، جمع الفوائد، اعلاء السنن، حیات اویس، درمکنون، تذکرۃ الخلیل، بلاغ مبین، مغلطات مرزا، ماتم شیعہ، الشماس۔"

تغیرات پچیس [۲۵] جمادی الاول ۱۳۶۱ھ کو حافظ بشارت اللہ صاحب مدرس قرآن شریف کا انتقال ہوا۔ ان کی جگہ اسی عہدہ پر ستائیس [۲۷] جمادی الاول سے حافظ منظور احمد صاحب کا تقرر ہوا۔ اسکے علاوہ اور کوئی تغیر اور جدید تقرر اس سال نہیں ہوا۔

جلسہ سالانہ اٹھارہ [۱۸] ربیع الاول ۱۳۶۱ھ مطابق پانچ اپریل ۱۹۴۲ء کو مدرسہ کا سالانہ جلسہ جامع مسجد میں منعقد ہوا، انعقاد جلسہ سے پہلے ہی اطراف وجوانب میں اشتہارات، خطوط، وفود، کے ذریعہ جلسہ کی شہرت کرادی گئی تھی۔ یکشنبہ کو بعد نماز فجر طلبا کی قرأت سے جلسہ کا افتتاح ہوا۔ طلبا کی قرأت کے بعد حافظ قاری سلیمان صاحب استاذ شعبۂ تجوید نے عربی ومصری لہجہ میں قرآن پاک پڑھا۔ جلسہ کی صدارت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب دیوبندی نے فرمائی، اسکے بعد چند طلبا کی عربی اردو میں تقریریں ہوئیں۔

بعد ازاں مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب نے آمدنی واخراجات کے متعلق تفصیلی حساب سنایا، حسن اتفاق سے مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی لکھنوی بھی جلسہ میں تشریف لائے، مولانا کا بیان ہوا جسمیں مولانا نے مدارس

دینیہ اور مذہبی تعلیم کی برتری اور تفوق کو دیگر تعلیمات کے مقابلہ میں روشن دلائل سے ثابت فرمایا۔ اسکے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے تقریر فرماتے ہوئے اس مضمون کی پرزور تائید فرمائی۔ آخر میں حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے ڈھائی گھنٹہ تقریر فرمائی اور حضرت ہی کی تقریر پر جلسہ ختم ہوا۔

بعد نماز ظہر انجمن کا جلسہ دارالطلبہ جدید کی وسیع مسجد میں بصدارت حضرت مولانا ظفر احمد صاحب شروع ہوا جسمیں طلبا نے تقریریں کیں مولانا نے آخر میں حالات حاضرہ پر ایک عالمانہ تقریر فرمائی۔ جس کا سلسلہ عصر تک رہا۔ شرکاء کے اصرار پر یہی مضمون بعد نماز عصر بھی بیان فرمایا اور مغرب کی اذان پر جلسہ ختم ہوا۔

سرپرستان مدرسہ کے علاوہ جن حضرات نے شرکت فرمائی وہ یہ تھے، حضرت اقدس مدنی، مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب، حضرت حافظ فخرالدین صاحب، حافظ مقبول حسن صاحب گنگوہی۔ حضرت مولانا الحاج محمد یوسف صاحب کاندہلوی، حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب کاندہلوی، مولانا الحاج احتشام الحسن صاحب، الحاج محمد شفیع صاحب قریشی، الحاج حافظ محمد یعقوب صاحب گنگوہی"!

سالہائے گذشتہ سے کہیں زیادہ اس سال مدرسہ کے خلاف شورشوں اور ہنگاموں کا خوف تھا۔ سرپرستان کی اکثریت اس مرتبہ سالانہ جلسہ ہونیکے بالکل خلاف تھی، مگر اکابر کے زمانہ سے چلی ہوئی چیز جب تک جاری رہ سکتی تھی اسے جاری رکھنے کی کوشش کی جارہی تھی اسلئے اس مرتبہ بھی یہ جلسہ ہوا۔

قدیم بیاضوں اور تاریخی دستاویزوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں یہ حضرات اپنے یہاں کے سالانہ جلسوں سے کثرت فتن کی وجہ سے اتنے خائف تھے جیسے جلسہ نہیں بلکہ کوئی بہت بڑا قانونی جرم کرنے جارہے ہوں، چنانچہ حضرت شیخ اپنی بیاض میں اس مرتبہ کے جلسہ کا آنکھوں دیکھا حال تحریر کرنے کے بعد تشکر و امتنان کے طور پر تحریر فرماتے ہیں!

"الحمد للہ کہ جلسہ کے متعلق جو اہم خطرات درپیش تھے اسمیں اللہ کے فضل اور اہل اللہ کی توجہ خصوصی سے کوئی بات پیش نہیں آئی، اس کے باوجود بندہ کی رائے کئی سال سے یہ ہے کہ انعامی جلسہ مخصوص مدعوئین کے ساتھ علیحدہ ہو جسمیں انعام اور روئداد مدرسہ اہتمام سے سنائی جائے اور عمومی نفع کیلئے تبلیغی جلسہ اہل شہر کی معیت کے ساتھ علیحدہ ہو۔" زکریا۔ [1]

۸۰ سنہ بنائی مطابق سنہ ۱۳۶۲ھ

اس سال یہ حادثہ فاجعہ پیش آیا کہ ۱۸ شوال رجب سنہ ۶۲ھ سہ شنبہ مطابق انیس ۱۹ جون جولائی سنہ ۴۳ء کی درمیانی

---

[1] بیاض حضرت شیخ زید مجدہٗ بابتہ احوال جلسہ سنہ ۱۳۶۱ھ "

شب میں دس بجکر چالیس منٹ پر حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سرپرست مدرسہ کا وصال ہوا. مدرسہ کے ساتھ تعلق ومحبت اور اہل مدرسہ پر جو خصوصی توجہات تھیں اسکے دیکھنے والے اب بھی بہت سے لوگ موجود ہیں. حق تعالیٰ شانہ نے صحیح معنی میں اکابر کے علوم کا وارث اور ان کا جانشین حقیقی بنایا تھا۔ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے ارشد خلفا میں ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس نانوتوی حضرت اقدس گنگوہی کی یادگار تھے، آٹھ سو سے زائد تصانیف، ایکسو انسٹھ (۱۵۹) خلفاء اور ہزاروں تلامذہ ومستفدین آپ کی یاد کو دلوں میں باقی رکھنے والے ہیں۔ کل عمر مبارک بیاسی ۸۲ سال تین ماہ دس یوم ہوئی۔

پندرہ ۱۵ محرم الحرام کو مولانا محمد ایوب صاحب وکیل کوئٹہ داماد حضرت اقدس سہارنپوری اور یکم ربیع الاول کو مولانا اکبر علی صاحب مدرس فارسی کی اہلیہ کا انتقال ہوا. حق تعالیٰ شانہ سب کی مغفرت فرماکر درجاتِ عالیہ سے ہمکنار فرمائے۔

طلبہ طلبہ کی مجموعی تعداد اس سال پانچسو اٹھتر (۵۷۸) تھی جن میں دوسو تینتالیس (۲۴۳) طلبہ درجہ اعلیٰ واوسط اور ابتدائی کے تھے، باقی دوسرے شعبہ جات مثلاً شعبۂ تجوید، شعبۂ قرآن پاک حفظ و ناظرہ، شعبۂ فارسی سے متعلق رہے. جو طلبہ امسال دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولوی حافظ محمد اقبال میانوالی، (مولانا الحاج) مولوی افتخار الحسن کاندھلوی (خلیفہ ومجاز حضرت اقدس رائے پوری) مولوی عبد اللہ صواتی، مولوی فضل ربی صواتی، مولوی عبد اللطیف حصاروی، مولوی عبد الرحمٰن الہ آبادی، مولوی علی محمد میانوالی، مولوی عبد الجلیل (مجاز حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ) کامل پوری، مولوی نصیر الدین الہ آبادی، مولوی عبد الرشید سلہٹی، مولوی عبد القدوس ارکانی، مولوی عبد المجید کسلائی، مولوی حبیب الرحمٰن چاٹگامی، مولوی عبد الحمید لدھیانوی، مولوی عبد الودود ارکانی، مولوی عبد الحفیظ چاٹگامی، مولوی امام الدین بنگالی، مولوی عبد الغفار صواتی، مولوی راحت علی بلیٹوی، مولوی محمد حسین میمن سنگھی، مولوی عبد الولی رنگونی، مولوی جمیل احمد چمپارنی، مولوی غلام احمد صواتی، مولوی امیر چمن صواتی، مولوی عبد الرحمٰن حصاروی، مولوی عبد اللہ بستوی، مولوی عبد العلی (جو بعد میں استاذ مدرسہ ہوئے) تیتروی، مولوی ظہور احمد بھاولنگری، مولوی فضل محمد جالندھری، مولوی محمد یوسف بھاولنگری، مولوی محمد صدیق گوالیاری، مولوی ضیاء الحق فیض آبادی، مولوی عبد المجید ڈھاکوی، مولوی محمد صدیق دہلوی، مولوی خدابخش افغانستانی، مولوی عبد الرحمٰن نواکھالی، مولوی فضل الرحمٰن چاٹگامی، مولوی علیم الدین صواتی، مولوی رحیم بخش بھاولپوری، مولوی محمد صدیق لدھیانوی، مولوی نور الرحمٰن پشاوری، مولوی جمال الدین رنگونی، مولوی گلشیر احمد جہلمی، مولوی محمد لقمان (ابن حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب خلیفہ حضرت تھانوی)

مولوی صفی اللہ نواکھالی۔"

ان پینتالیس (۴۵) فارغین میں اعلیٰ نمبرات سے مولوی حافظ محمد اقبال ابن حافظ صالح محمد میانوالی کامیاب ہوئے جن کو انعام میں نقد دس روپے دیئے گئے اور یہ کتابیں دی گئیں، تشکیل بخاری جمع الفوائد، تفسیر مظہری، غنیۃ الناسک، اشرف التنبیہ، مغلظات مرزا، اشرف السوانح، بذل المجہود جلد خامس۔"

تغیرات گذشتہ اوراق میں مدرسہ کی مالیات میں بے عنوانی کا تذکرہ کافی طویل آچکا، وہیں پر یہ بھی تحریر کیا جاچکا کہ حسابات کی نگرانی کیلئے مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب خاص طور سے متعین کیئے گئے اور ارباب مدرسہ نے ان سے درخواست کی کہ حسابات کے متعلق ایک تفصیلی رپورٹ پیش کریں۔ چنانچہ امسال دس محرم کو مولانا موصوف نے ایک مفصل رپورٹ مع اپنے نقد و تبصرہ کے پیش فرمائی اور ساتھ ہی چند مفید تجاویز بھی تحریر فرمائیں۔ غور و خوض کے بعد ارباب مدرسہ نے باتفاق رائے یہ طے فرمایا کہ ان تجاویز کو صحیح طور سے بروئے کار لانے کیلئے مولانا کم از کم ایک سال مدرسہ میں قیام فرمائیں۔ اور اس طویل مدت میں مدرسہ سے باقاعدہ تنخواہ لیں۔ اپنی کثیر صحرائی و سکنائی جائداد کے تحفظ و انتظام کی وجہ سے اتنا قیام مشکل تھا، لیکن مدرسہ کے ارباب شوریٰ (جو خود بھی مولانا کی نگاہ میں محترم اور معزز تھے اور مولانا کا ان سے عقیدتمندانہ و نیازمندانہ تعلق تھا) کی یہ پیشکش مولانا نے منظور فرمائی اور پچھتر (۷۵) روپے مشاہرہ پر قیام فرماکر مدرسہ کو شدید مالی بحران سے بچایا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

اس ایک سالہ مدت کے گذر جانیکے بعد مزید آخر ربیع الثانی ۶۴ھ تک مولانا کی خدمات مدرسہ کیلئے طلب کی گئیں۔ مولانا ممدوح کے علاوہ اس سال چند تغیرات مزید ہوئے۔ ستائیس ۲۷ شوال سے مولوی عبدالغفار صاحب ناظر کتب خانہ اپنی خدمات سے سبکدوش ہوئے، چونکہ اس شعبہ میں پہلے ہی دو آدمی متعین تھے اسلئے کسی جدید تقرر کی فوری ضرورت محسوس نہیں ہوئی، ایسے ہی ماہ رجب سے حافظ محمد یٰسین کاندھلوی معین دفتر اور ستائیس ۲۷ ذی الحجہ سے منشی عبدالقدیر صاحب معتمد مستعفی ہوئے۔ نیز اسی سال انتیس ۲۹ جمادی الثانی سے مولوی محمد مکرم صاحب گنگوہی کا تقرر بعہدہ معین نائب مہتمم بمشاہرہ ۱۰ماہانہ ہوا۔

جلسہ سالانہ اس مرتبہ سالانہ جلسہ اٹھائیس ۲۸ ربیع الاول ۶۲ھ مطابق چار اپریل ۴۳ء کو ہوا جلسہ کی تاریخ کا تعین تو بہت پہلے ہوچکا تھا مگر ملکی حالات کے پیش نظر اشتہارات کی طباعت اور ان کی تقسیم وغیرہ تاریخ جلسہ سے چند روز قبل ہوئی، مدرسہ کے بہت سے متعلقین کے پاس تنگی وقت کی بناء پر اشتہارات بھی نہ پہنچ سکے جس کا ان کو شکوہ رہا مگر اہل مدرسہ بھی اپنی حزم و احتیاط میں

حق بجانب تھے جلسہ کی ابتدا صبح سات بجے سے ہوئی، صدارت شیخ رشید احمد صاحب کی تھی۔ اولاً چند طلبہ نے قرآن پاک سنایا، پھر عربی اردو میں تقریریں کیں، اسکے بعد مدرسہ کے حالات واقعات سنا کر کامیاب شدہ طلبہ کو انعامات تقسیم ہوئے پھر علی الترتیب مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب اور مولانا الحاج ظفر احمد صاحب حال شیخ الاسلام پاکستان کی تقاریر پر جلسہ بارہ بجے ختم ہوا۔

انجمن ہدایت الرشید کا جلسہ امسال نہیں ہوا، البتہ شب یکشنبہ میں طلبہ کی تقاریر ہوئیں جن میں اکابر مدرسین میں سے مولانا عبد الشکور صاحبؒ، مولانا امیر احمد صاحب نے شرکت فرمائی۔ جلسہ میں مخصوص شرکت فرمانیوالے حضرات یہ تھے، حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری، مولانا الحاج ظفر احمد صاحب، مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب، حضرت حافظ فخر الدین صاحب، شیخ رشید احمد صاحب، الحاج محمد نسیم خاں بٹ والے، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب رامپوری، حضرت حافظ یعقوب صاحب گنگوہی، مولانا فخر الحسن صاحب دیوبندی، مولانا عبد العزیز صاحب دعاجو، مولانا محمد منظور صاحب نعمانی۔ حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ بوجہ اسارت کے تشریف نہ لاسکے، مولانا الحاج شاہ محمد الیاس صاحب اپنی طویل علالت کی بناء پر رونق افروز جلسہ نہ ہوسکے۔"[1]

۸۱ سنہ بنائی مطابق ۱۳۶۳ھ

امسال سرپرستان میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی کا اضافہ بحیثیت سرپرست ہونیکے تیئیس (۲۳) ربیع الثانی ۶۳ھ مطابق اٹھارہ ۱۸ اپریل ۴۴ء کو ہوا۔ سات۷ سال کے قریب سرپرست رہے، شوال ۶۹ھ میں عازم سفر حج ہونے کی بناء پر استعفاء دیا۔ اسکے بعد پاکستان تشریف لیگئے اور طویل عرصہ حیات رہنے کے بعد اٹھائیس۲۸ رجب ۱۳۸۸ھ کو کراچی میں وفات پائی۔

ملت اسلامیہ کے بطل جلیل حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے حادثۂ انتقال کا زخم ابھی مندمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ایک دوسرا سانحہ امسال پیش آیا کہ اکیس۲۱ رجب ۶۳ھ یوم پنجشنبہ مطابق تیرہ (۱۳) جولائی ۱۹۴۴ء کو اذان فجر سے قبل داعی الی اللہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب سرپرست مدرسہ نے انتقال فرمایا۔ حضرت مولانا کا تعلق مدرسہ کے ساتھ بہت قدیم تھا جو مختلف دوروں میں مختلف حیثیتیں اختیار کرتا گیا۔ وہ سب سے اول شوال ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ کے مدرس بنائے گئے جسکا سلسلہ ۱۳۳۶ھ میں حضرت مولانا کے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد صاحب کے انتقال پر ختم ہوا۔ بڑے بھائی

---

[1] جلسہ سالانہ کی یہ رپورٹ حضرت شیخ زید مجدہٗ کی بیاض سے ترتیب دی گئی ہے۔ کیونکہ ارباب مدرسہ نے اس سال کی روداد میں جلسہ سالانہ کے حالات تحریر نہیں کئے تھے۔" (ش)

کے حادثۂ انتقال پر حضرت مولانا اولاً یکسالہ قیام کی غرض سے نظام الدین تشریف لیگئے اسکے بعد میں دعوت دین اور تبلیغ کا عظیم الشان کام شروع فرمایا جس کی بناء پر مظاہر سے خدمت تدریس کا تعلق ختم ہو گیا تھا، اسکے بعد اولاً درجہ ابتدائی عربی کی تعلیم کے سرپرست ہوئے پھر ۱۳۵۰ھ سے مستقل سرپرست بنائے گئے۔ غفر اللہ لہ ورفع درجاتہ۔

حادثۂ انتقال سے متاثر ہو کر مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب سرپرست مدرسہ نے تعزیتی مضمون پر مشتمل ایک مرثیہ کہا تھا جس میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے اوصافِ جلیلہ، عاداتِ شریفہ کے ساتھ ساتھ انکی دینی جمعیت و مرکزیت اور دعوت و تبلیغ کو تفصیل سے نظم کیا ہے جو موقعہ کی مناسبت سے یہاں تحریر کیا جاتا ہے۔

قصیدۂ مرثیہ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ

غم ابھی استاذ حضرت تھانوی کا تازہ تھا
منتشر اپنے شکیب و صبر کا شیرازہ تھا

ہوش میں لانے نہ پائے تھے حواسوں کو ابھی
جمع بھی کرنے نہ پائے تھے خیالوں کو ابھی

قطرۂ خونِ جگر آنکھوں سے اشک تھے رواں
گھٹ رہا تھا آج تک سینوں میں اپنے اک دھواں

بھولنے پائے نہ تھے اس قصۂ جانکاہ کو
ضبط بھی کرنے نہ پائے تھے فغان و آہ کو

اضطرابِ قلب میں ہونے نہ پائی تھی کمی
بخیہ گر پر آرہی تھی چاک داماں کو ہنسی

خشک آنکھوں سے نہ ہونے پائے تھے آنسو ابھی
دفعتہً ہم پر یہ اور اک دوسری بجلی گری

رکھدیا جس نے جلا کر خرمنِ صبر و قرار
دامنِ امید کو جس نے کیا اُف تار تار

اُمتِ مرحوم بے سر ہوگئی افسوس آج
لٹ گیا اسلامیانِ ہند کا ناموس آج

مسلمِ خوابیدہ اب تو تو بھی کروٹ لے ذرا
پردۂ غفلت کو اپنے دل کی آنکھوں سے ہٹا

دیکھ تو کیسی قیامت تجھ پہ یہ گذری ہے آج
دیکھ تو تقدیر تیری کس طرح بگڑی ہے آج

سال بھر سے دل کو تھا جس بات کا کھٹکا لگا
سن لیا کانوں سے اپنے آج آخر سن لیا

یعنی وہ شیخِ طریقت، عاشقِ ربِ جلیل
نخلِ گلزارِ رشید و میوۂ باغِ خلیل

واقفِ اسرارِ فقر و عالمِ دینِ ھدیٰ
باغبانِ گلشنِ شرعِ محمد مصطفےٰ

وہ رگِ باطل کا نشتر زن حکیمِ بے نظیر
وہ طبیبِ حاذقِ امراضِ درماں ناپذیر

آج سنتے ہیں کہ اس دنیا سے رخصت ہوگیا — رہنمائے گمرہاں حضرت الیاس ما
حضرت الیاس وہ نور نگاہ عاشقاں — حضرت الیاس وہ روح روان سالکاں
حضرت الیاس وہ غواص بحر معرفت — حضرت الیاس وہ رمز آشنائے عبدیت
حضرت الیاس وہ پروانۂ خیر الانام — حضرت الیاس وہ راہ ہدایت کا امام
حضرت الیاس وہ جرعہ دہ لب تشنگاں — حضرت الیاس وہ تسکین دہ دل بستگاں
حضرت الیاس وہ اللہ کا سچا ولی — حضرت الیاس وہ محو تولائے نبی
حضرت الیاس وہ ولیوں کا منظور نظر — حضرت الیاس وہ دلدادۂ خیر البشر
حضرت الیاس وہ رونق دہ بزم ہدیٰ — حضرت الیاس وہ سرتاج جملہ اولیاء
حضرت الیاس وہ ملک ولایت کا امیر — حضرت الیاس وہ جس کی نہ تھی کوئی نظیر
ہاں وہی جو بیچتا تھا دل کے دردوں کی دوا — ہاں وہی ملتی تھی جسکے ہاتھ پر سب کو شفاء
لٹ رہی تھی دولت اسلام جس دربار میں — بٹ رہی تھی جنت الفردوس جس سرکار میں
تھے بیگانہ اور یگانہ سبھی جس پر فدا — فیض اس سے پارہے تھے آشنا ناآشنا
اب یقیں آئے نہ آئے پر حقیقت ہے یہی — دل اسے مانے نہ مانے پر حقیقت ہے یہی
آج دنیا سے وہ سوئے عالم بالا گیا — جنت الفردوس کو وہ حق کا متوالا گیا
دستگیری جو کیا کرتا تھا وہ رخصت ہوا — جو غریبوں کی سنا کرتا تھا وہ رخصت ہوا
رہ گئے دنیا میں ہم جینے کو با حال تباہ — جان کو مشکل ہوا اب جسم سے کرنا نباہ
ہے زمانہ میں کچھ ایسا آج کل قحط الرجال — جو چلا جاتا ہے پھر ملتی نہیں اسکی مثال
چھان ڈالیں اب اگر اہل جہاں روئے زمیں — حضرت الیاس جیسا اب نہ پائینگے کہیں
آج کوئی خوشہ ایسا اور خرمن میں نہیں — آج کوئی پھول ایسا اور گلشن میں نہیں
لائیں وہ آخر کہاں سے ڈھونڈ کر ماحول اب — ہوگیا خواب خیال اک دم میں وہ قصہ ہی سب
اب سنیں گے ہم کہاں دنیا میں وہ حسن کلام — ایک گردش میں بدل ڈالا فلک نے سب نظام
چھوٹے چھوٹے اس کے فقرے میٹھی میٹھی گفتگو — دل نشیں باتیں وہ اسکی پیاری پیاری گفتگو
اپنے دو لفظوں میں کردیتا تھا وہ سب بیاں — جو کتابوں میں نہاں تھیں دین کی باریکیاں
اب کہاں پائیں گے ہم دنیا میں ایسا خیر خواہ — دوسرے کیواسطے اپنے کو جو کرلے تباہ
شدت سوز دروں سے جان و تن افروختہ — دیدۂ گریاں، سینہ بریاں دل سراپا سوختہ

حال بے حال مسلماناں ستاتا تھا اسے — امت مرحوم کا غم کھائے جاتا تھا اسے
زندگی جب تک رہی بیٹھا نہ اک دن چین سے — ایکدم بھی وہ ہٹا اپنے نہ نصب العین سے
رات دن تبلیغ ہی تبلیغ کا تھا مشغلہ — فکر تھی تبلیغ کی، تبلیغ ہی کا تذکرہ
اب حقیقت بن گئی پہلے جو تھی ضرب المثل — یوں کیا ایک گیر محکم گیر پر اس نے عمل
خلوت وجلوت میں دیکھا ہم نے اسکو بارہا — غم نہ تھا اس کو کوئی تبلیغ کے غم کے سوا
طعن بھی اس نے سنے اور طنز بھی اسنے سہے — اپنے مطلب سے تھا مطلب اسکو کوئی کچھ کہے
ہم سے نافہموں کو بھی دلسوزی سے سمجھاتا تھا — ہم سے نااہلوں پہ بھی ابر کرم برساتا تھا
ہم نہ آتے وہ زبردستی بلاتا تھا ہمیں — جبر کرکے راہ حق پر وہ لگاتا تھا ہمیں
ہم کو سمجھانے میں اسنے دن کبھی دیکھا نہ رات — پر سمجھ کر ہی نہ دی ہم نے کبھی بھی اسکی بات
غرق ہونے پر ہمیں اصرار تھا حد سے سوا — وہ ہمارے غرق ہونے پر مگر راضی نہ تھا
نار دوزخ میں کھلی آنکھوں گرے جاتے تھے ہم — راہ حق تھی سامنے لیکن ہٹے جاتے تھے ہم
چاہتا تھا وہ کہ دوزخ سے ہر اک کو روکدے — چاہتا تھا وہ کہ جنت میں ہر اک کو لے چلے
راہ دوزخ سے ہمیں ہر دم ہٹاتا ہی رہا — سوئے راہ خلد وہ ہم کو بلاتا ہی رہا
رہ گئیں آنکھیں کھلی اہل نظر کی دیکھ کر — اس نے کی احیاء سنت میں وہ کوشش عمر بھر
جتنی کوشش ہمیں اس اللہ کے بندہ نے کی — چاہیئے ہم سب کو اتنی کیلئے پوری صدی
پھر وہی اگلا سماں دنیا کو وہ دکھلا گیا — پھر صحابہؓ کا زمانہ یاد سب کو آگیا
اس جہاں سے اک الگ دنیا بسائی تھی یہاں — تھا نظام الدین میں پیدا مدینہ کا سماں
تھا وہی نقشہ وہی حالت وہی سب رنگ ڈھنگ — اہل باطل سے وہی حق کیلئے ہر وقت جنگ
دید اصحاب نبی کی جس کو ہوئی آرزو — وہ نظام الدین آکر دیکھ لیتا ہو بہو
حضرت الیاس کی شکل و شباہت دیکھ کر — شکل اصحاب پیمبرؐ سب کو آتی تھی نظر
تھی وہی صورت وہی سیرت وہی طرز کلام — تھا وہی تبلیغ دین مصطفےٰ کا اہتمام
صدق نیت بھی وہی تھی، دین کی غیرت وہی — تھا وہی اخلاص اور اخلاق کی وسعت وہی
آتش سوزاں وہی دل میں بھری تھی بیحساب — امت مرحوم کے غم میں جگر اور دل کباب
آتش الفت وہی سینہ میں اسکے تھی لگی — عشق پیغمبر نے رکھدی تھی بدلکر زندگی
دولت دنیا رہی اسکے اشاروں پر فدا — وہ مگر دنیا میں لذت گیر درویشی رہا

اسکی درویشی بھی تھی اک شان استغنا لئے / وہ فقیری میں لیا کرتا تھا شاہی کے مزے
فقر میں شاہی تھی اور شاہی میں اسکے فقر تھا / فقر و شاہی کو سمو کر اس نے یکجا کر دیا
باوجود کثرت جلوا و شیر و انگبیں / ہم نے کھائے اسکے دسترخوان پر نان جویں
آہ وہ منظر کہاں سے آئیگا اب لوٹ کر / تا قیامت ہم رہیں گے منتظر با چشم تر
پھر اسی کے واسطے آنکھیں ہیں سرگرم تلاش / رکھ دیئے باطل کے حربے جس نے سارے کر کے پاش
جس نے دی اسلام کو پہلی سی آب و تاب پھر / جس نے اس اجڑے چمن کو کر دیا شاداب پھر
جسنے اس ظلمتکدے کو ہٹ کے روشن کر دیا / خارزار ہند کو پھر رشک گلشن کر دیا
جس نے بتلایا ہمیں منزل رسی کا قاعدہ / جس نے دکھلایا ہمیں خلد بریں کا راستہ
جسنے سکھلائے ہمیں آداب عشق لم یزل / جس نے دکھلائی ہمیں راہ خدائے عز و جل
جس نے دلمیں کر دیا جذبات کا محشر بپا / از سر نو جس نے ہم کو پھر مسلماں کر دیا
ہم نمازیں پڑھتے تھے پر بادل ناخواستہ / کلمہ گو تھے پر نہ تھا کلمہ سے ہم کو واسطہ
جس سبق کو بھول بیٹھے تھے دیا ہم کو پڑھا / نخل دیں جس کی بدولت پھر ہوا اپنا ہرا
جسنے ہم غفلت کے ماروں کو جگایا خواب سے / ڈوبتوں کو جس نے باہر کر دیا گرداب سے
جسنے دکھلادی ہر اک بے راہ کو راہ صواب / جس نے روشن کر دیا ظلمات میں یہ آفتاب
جسنے ہم گم کردہ راہوں کو دکھائی راہ حق / جس نے ہم ناکردہ کاروں کو دکھائی راہ حق
جسنے باطل کو زمانہ سے مٹا کر رکھ دیا / جس نے پھر بیدار ہم کو خواب غفلت سے کیا
جس نے اونچا کر دیا اللہ کے پھر نام کو / جس نے زندہ کر دیا دنیا میں پھر اسلام کو
جس نے ساحل پر لگائیں کیسی کیسی کشتیاں / غرق ہونے سے بچائیں کیسی کیسی بستیاں
جسنے روشن کر دیا شہروں کو اور دیہات کو / جس نے زندہ کر دیا کل خطۂ میوات کو
دل کو دل سمجھا نہ جس نے جان سمجھا جان کو / رکھ دیا جس نے ہلا کر سارے ہندوستان کو
فکر جس کو آخری دم تک ہماری ہی رہی / نزع میں بھی جسنے کچھ پروائے بیماری نہ کی
قابل برداشت کو اس کو یہ نظارہ ہی نہ تھا / ہم غلط رستہ چلیں اس کو گوارا ہی نہ تھا
تھیں غلط راہی پہ ملت کی وہ آنکھیں اشکریز / اپنے بیگانوں سے وہ یکساں رہا گرم ستیز
یاد ہیں غصہ کے وہ تیور بھی ہم کو یاد ہیں / تلخ گفتاری کے وہ منظر بھی ہم کو یاد ہیں
جب نہ ہوتا تھا محبت کے تقاضوں کا اثر / جب نہ ہوتی تھی وہ سب شیریں کلامی کارگر

دیکھتا تھا جب کہ انکے دل پگھلتے ہی نہیں ٹھوکریں کھاتے ہیں لیکن یہ سنبھلتے ہی نہیں
ان کو سمجھانے کی کوئی اور صورت ہی نہیں راہ پر لانے کی کوئی اور صورت ہی نہیں
بادل ناخواستہ تیور بدل لیتا تھا وہ گفتگو کا طرز ہی اپنی بدل لیتا تھا وہ
تھام کر ہاتھوں سے دل کو ہم یہ ہوتا تھا خفا جس طرح سے نا سمجھ بچوں کو دیتے ہیں دوا
یہ طریقِ گفتگو تھا اس کے دل پر گو گراں ذوقِ ایمانی کا لیتا تھا وہ سب کی امتحاں
وہ پرکھتا تھا ہماری قوتِ ایمان کو جانچتا تھا وہ ہماری لذتِ ایمان کو
جس سے تھا جتنا تعلق اس پہ تھا اتنا عتاب جس سے تھا جتنا تکلف اس سے اتنا اجتناب
حسبِ استعداد تھی سب کیلئے اسکی روش ملنے والوں کی بقدرِ اہلیت تھی سرزنش
اسکا غصہ اسکی دلسوزی کو کرتا تھا عیاں اسکا غصہ اسکی ہمدردی کا دیتا تھا نشاں
وہ نگاہ واپسیں لے شاد مجھ کو یاد ہے چوٹ سے جس کی دلِ ناشاد اب تک شاد ہے
طنز کی آمیزش اُن الفت بھری آنکھوں میں آہ چبھ رہی ہے آج تک سینہ میں میرے وہ نگاہ
پرسشِ احوال پر وہ شکوہ سنجی کی ادا چند لمحے وہ سکوت اس کا محبت آزما
پھر یہ کہنا میری بیماری کا ہے باعث تو ہی تیری بے راہی نے یہ حالت بنا ڈالی میری
راہ پر تو اب بھی آجائے اگر اے چارہ گر ہو میرے امراض کا مفقود ابھی سارا اثر
مجھ کو ہے جو کچھ مرض وہ سب ہے آزردہ تیرا اپنے پر کرتا نہیں تو رحم کر مجھ پر ذرا
یاد میں اس زندۂ جاوید کی روتے ہیں ہم عمر جو تھوڑی بہت باقی ہے وہ کھوتے ہیں ہم
بات ہم نے لیکن اسکے جیتے جی سن کر نہ دی دل ہی دل میں ہو رہی ہے آج کیا شرمندگی
کاش اتنا سوچ لیتے اپنے دل میں ہم ذرا فائدہ اس کا تھا اس میں یا ہمارا فائدہ
کام جو کہتا تھا وہ ایسا کوئی مشکل نہ تھا تھا بدلنا بس نگہ کا ہم کو اپنی زاویہ
چاہتا تھا وہ کہ جتنے کام ہیں یونہی رہیں ہوں وہ سب لیکن خدا کے حکم کی تعمیل میں
اک ذرا اصلاحِ عمل ہوں اک ذرا نیت درست ہو طبیعت اک اوامر کے ادا کرنے میں چست
اور اک بچ کر چلو اس کے نواہی سے ذرا مدعا اتنا تھا بس تبلیغ سے اتنا ہی تھا
لیکے نام اللہ کا ہو جاؤ اسپر کاربند بس یہی اک راستہ ہے حق تعالیٰ کو پسند

تھی مگر تھوڑی سی اس اجمال کی تفصیل بھی
گوشِ بشنوا کیلئے کچھ مختصر تشکیل بھی: ؎

طلبہ طلبار کی تعداد اس سال چھ سو ایک (۶۰۱) تھی جس کی تفصیل اس طرح پر ہے۔ درجہ اعلیٰ و اوسط عربی دوسو بیالیس (۲۴۲) درجہ ابتدائی عربی اکسٹھ (۶۱) اس طور پر عربی کے کل طلبہ تین سو تین (۳۰۳) ہوئے۔ باقی قرآن شریف تجوید فارسی وریاضی کے شعبوں میں داخل ہوئے۔

سالانہ امتحان ابتدار شعبان میں شروع ہوا اسمیں پانچسوستر (۵۷۰) طلبا نے حصہ لیا۔ اکتیس طلبہ اپنی بیماری وغیرہ کی وجہ سے شریک امتحان نہ ہوسکے۔ جو طلبہ دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے ان کے اسمار درج ذیل ہیں ان کے علاوہ چھ طلبہ نے درجہ تجوید اور بندرہ[۱۵] نے تمام قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔

اسمار فارغین مولوی محمد وجیہہ ٹانڈوی، مولوی عاشق (الہٰی) بلند شہری، مولوی امداد اللہ (پسر جناب حافظ مقبول احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ) مولوی ابراہیم گجراتی، مولوی عبدالوہاب ریواڑوی، مولوی محمد تقی بستوی، مولوی سید محمد آفاق فتحپوری، مولوی سید محمد معین الاسلام فتحپوری، مولوی عبدالعزیز میانوالی، مولوی سید جلال شاہ خوستی، مولوی عبدالغفور سلہٹی، مولوی عبدالکریم بٹنوی، مولوی محمود مردانی، مولوی غلام محمد بہرائچی، مولوی سید محمد ثانی (ہمشیرہ زادہ مولانا ابوالحسن علی میاں زادمجدہٗ) لکھنوی، مولوی احمد حسین ارکانی، مولوی محمد حبیب پرتاب گڈھی، مولوی نذر محمد لکھیم پوری، مولوی محمد ہارون (پسر حکیم محمد یٰسین صاحب) سہارنپوری، مولوی نیاز احمد بھاونگری، مولوی محی الدین مردانی، مولوی عاشق علی بارہ بنکوی، مولوی نصیر احمد راولپنڈی، مولوی فتح محمد فیروزپوری، مولوی سعید احمد بستوی، مولوی عبدالستار بستوی، مولوی سید محمد مرتضیٰ بستوی، مولوی عبدالودود صوانی، مولوی عبدالستار بنارسی، مولوی فیاض علی سلہٹی، مولوی عبدالجبار میمن سنگھی، مولوی محمد سکندر ارکانی، مولوی سراج احمد ارکانی، مولوی عبدالکافی مردانی، مولوی عبدالرشید وزیرآبادی، مولوی شبیر حمید پشاوری، مولوی ضیار الاسلام کمرلائی۔ مولوی سید محمود شاہ ہشیارپوری، مولوی لقمان سہارنپوری، مولوی حمید اللہ بستوی، مولوی عبدالقدوس چاٹگامی، مولوی بشیر احمد گورداسپوری، مولوی محمد صالح چاٹگامی،

حاشیہ صفحہ (۱۵۴)

۵۔ مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب کو حق تعالیٰ شانہ نے بڑا پاکیزہ ادبی ذوق عطا فرمایا تھا بلامبالغہ اردو فارسی کے ہزاروں اشعار یاد تھے جو برجستہ اپنے موقعہ ومقام کے اعتبار سے پڑھا کرتے تھے، شاد تخلص رکھتے تھے ان کی سینکڑوں صفحات پر پھیلی ہوئی نظمیں اور مختلف انداز کی غزلیں سب ان کے غیر مطبوعہ دیوان میں محفوظ ہیں۔ بزرگوں کے ساتھ تعلق و محبت بالخصوص اپنے اکابر کے ساتھ عظمت و احترام اور ان کے انتقال پر غیر معمولی تاثر اور وارفتگی کا اندازہ مذکورہ نظم سے بہت کافی حد تک ہوتا ہے معلوم نہیں یہ مرثیہ نہیں ختم ہوگیا یا ادھوری ہے تاہم ہمیں اتنا ہی دستیاب ہوسکا۔ (شاہد غفرلہ)

مولوی دلدار احمد خاں راولپنڈی، مولوی سراج الاسلام چاٹگامی، مولوی مختار احمد چاٹگامی، مولوی منیر الزماں چاٹگامی، مولوی محمد سلیمان کرنالی، مولوی عبدالغنی کمرلائی، مولوی محمد امین بھاولنگری، مولوی فضل خالق صواتی، مولوی عبدالرحمٰن میمن سنگھی، مولوی عبدالرحمٰن بگوڑوی، مولوی منیر احمد چاٹگامی، مولوی محمد گل بنوی، مولوی فضل احمد چاٹگامی۔

ان پچپن (۵۵) فارغین میں سے مولوی محمد وجیہہ ابن مولانا محمد نبیہ صاحب ٹانڈوی اول نمبر سے کامیاب ہوئے اور صحاح ستہ کا بشمول موطا امام مالک وامام محمد وشمائل ترمذی میں امتحان دیکر مجموعی طور سے ایکسو ستاسی (۱۸۷) نمبرات حاصل کئے اور انعام میں دس (۱۰) روپے نقد کے ساتھ ساتھ تکمیل بخاری، تفسیر مظہری عربی حصہ، قول المنصور، تبریز حصہ اول ودوم، عقائد علمائے دیوبند، اشرف التنبیہ انعام میں حاصل کیں۔

تغیرات کئی سال بعد امسال ہندوستانی مسلمانوں کو حج کی اجازت ملی اسلئے بکثرت لوگ حج کو گئے، مدرسہ کے ذمہ داروں میں سے مولانا الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نائب مفتی اور مولانا زکریا قدوسی بھی حج وزیارت کیلئے تشریف لیگئے، اس کے علاوہ چند تغیرات اور ہوئے جو درج ذیل ہیں۔

مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی، ہمارے مدرسہ میں ۱۳۴۸ھ سے نقل فتاویٰ کی خدمات انجام دیرہے تھے امسال ماہ شعبان سے سبکدوش ہوئے۔ مولوی حافظ عبدالرحمٰن سنسارپوری جو کئی سال سے مدرس دوم فارسی تھے امسال ماہ شعبان سے مدرسہ کے کتب خانہ میں منتقل کئے گئے، اسکے علاوہ تین جدید تقررات بھی ہوئے، اول مولوی عبدالمجید خاں صاحب کا بعہدہ معین نائب مہتمم بمشاہرہ ۱۵۰ پچیس ۲۵ ذیقعدہ سے اور مولوی حافظ عبدالسبحان صاحب کوسانوی کا بعہدہ مدرس دوم فارسی اٹھارہ شوال ۱۳۹۳ھ سے اور منشی رفیق احمد صاحب کا بائیس ۲۲ محرم ۱۳۹۳ھ سے بعہدہ منتظم جائداد تقرر ہوا۔

جلسہ سالانہ اکیس ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ مطابق سولہ (۱۶) اپریل ۱۹۷۳ء کو مدرسہ کا ترسٹھواں ۶۳ سالانہ جلسہ زیر صدارت شیخ رشید احمد صاحب ہوا۔ اس مرتبہ جلسہ کا نظام اسطرح ترتیب دیاگیا تھا کہ آٹھ بجے سے ساڑھے نو بجے تک متفرق طلبہ کی قرأت قرآن اور ان کی تقاریر، ساڑھے دس بجے تک مدرسہ کے احوال واقعات ساڑھے گیارہ بجے تک مولانا زکریا قدوسی کا وعظ اور اختتامی تقریر مولانا ظفر احمد صاحب کی، چنانچہ مولانا کی تقریر کا سلسلہ ڈھائی بجے تک رہا۔

محسنین مدرسہ کا کئی سال سے مسلسل اصرار تھا کہ جلسہ کے موقعہ پر ہجوم بکثرت ہونے کی بناء پر لاؤڈ اسپیکر کا انتظام بہت ضروری ہے امسال اس اصرار میں شدت پیدا ہوگئی مگر چونکہ حکام سے اجازت لینا مشکل تھا بلکہ سرے سے اسکا ہی اندیشہ تھا کہ وہ جلسہ کی ہی اجازت نہ دیں اسلئے مدرسہ نے یہ طے کیا کہ وہ

خود ذاتی طور پر اس معاملہ کو نہیں اٹھائیں گے اور اگر کوئی انتظام کرنا چاہے تو مدرسہ مزاحمت نہ کریگا حضرت شیخ زید مجدہٗ اپنی بیاض میں تحریر فرماتے ہیں۔

کئی سال کی گفت وشنید کے بعد امسال طے ہوا کہ لاؤڈ اسپیکر مدرسہ نہیں لگائیگا، کوئی لگائے تو مزاحمت نہیں کیجائیگی۔ حافظ اسحٰق صاحب بساطی کی سعی سے شنبہ (۲۰ ربیع الثانی) کے دن بڑی سعی سے اجازت ملی اور امسال اس کی بھی ابتدا ہوگئی۔ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نے اپنی مجلس میں اس پر نقد کیا کہ زمانہ کیساتھ علماء بھی چلتے ہیں آئندہ ریڈیو بھی آجائیگا" اھ[1]۔

باوجودیکہ ان ایام میں محکمہ ریلوے کی جانب سے بعض موانع کی بناء پر کئی لائنیں بند تھیں اور جو کھلی ہوئی تھیں ان کے لئے بھی یہ حکم تھا کہ ٹکٹ معمول سے کم دئیے جائیں۔ لیکن جلسہ میں امسال اندازہ سے زیادہ ہجوم ہوا۔ حضرت شیخ زید مجدہٗ اس جلسہ کے حالات قلمبند کرتے ہوئے اپنی خصوصی بیاض میں تحریر فرماتے ہیں

باوجود بندشوں کے مجمع ہمیشہ سے بہت زیادہ تھا، جامع مسجد تمام پُر ہوگئی تھی۔ شامیانے کم رہ گئے لوگ دھوپ میں بیٹھے رہے۔ مکانات کی بھی بہت قلت رہی۔ مولوی امداد اللہ نے اپنے مکان میں رہائش والوں کیلئے بہت کافی اعانت کی۔ اوپر کا کمرہ قریشی صاحب کیلئے خالی کرالیا۔ اور اس کو بہت سجایا۔ چندہ بھی ہمیشہ سے کہیں زائد ہوا جو تین ہزار روپیہ سے بھی زائد تھا۔

معلوم ہوا ہے کہ انبالہ کے ایک بابو نے خاص طور سے جلسہ میں آنیوالوں کو ٹکٹ دیئے" (بیاض خاص)

شریک جلسہ ہونیوالے مخصوص حضرات یہ تھے، حضرت مولانا الحاج محمد یوسف صاحب، حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب، الحاج محمد نسیم خاں صاحب بٹن والے مع تبلیغی جماعت سولہ نفر، قاضی زین العابدین،

اس مرتبہ حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ اپنی اسارت کی وجہ سے حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب اپنی علالت کی بناء پر اور حضرت الحاج قاری محمد طیب صاحب جمعیۃ علماء سرحد کے جلسہ میں شمولیت کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے"

۸۲ ۔ سنہ بنائی مطابق ۱۳۶۴ھ

تاریخ مظاہر کی تالیف میں دو چیزیں شروع ہی سے مشعل راہ اور معاون ہی رہیں۔ ان میں سرِ فہرست حضرت شیخ زید شرفہ کی وہ قدیم بیاضیں اور تاریخی روزنامچے ہیں جن کے اقتباسات جلد اول اور زیر نظر جلد ثانی میں جابجا نقل ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ کتاب کا یہ ڈھانچہ ان ہی بیاضوں اور روزنامچوں کا مرہون منت ہے تو کچھ غلط بھی نہیں، دوسرے درجہ میں مدرسہ کے وہ سالانہ حالات ہیں جو روئداد کے نام سے

---

[1] بیاض حضرت شیخ زید مجدہ متعلقہ احوال جلسہ سالانہ بابت ۱۳۶۳ھ"

طبع ہوتے آئے ہیں۔ لیکن اس مقام پر پہونچکر پتہ چلا کہ سنہ ۱۳۶۴ھ سے لیکر سنہ ۱۳۷۳ھ تک کے حالات مدرسہ کی طرف سے مختلف عوارض اور گونا گوں موانع پیش آجانے کی بنا پر طبع نہیں ہو سکے اسلئے بڑی جستجو کاوش اور وقت کا بڑا حصہ اوراق گردانی کی نظر کر کے یہ دس سالہ حالات مجموعی طور سے پیش کئے جارہے ہیں اور اسکے بعد فارغین لکھدیئے جائیں گے۔ آپ یہ مت سوچیئے کہ دس سال کی تاریخ چند صفحات میں لکھ کر تذکرہ ختم کردیا گیا، بلکہ اس طویل ذہنی خلش کو سامنے رکھیں جو یہ چند صفحات قلمبند کرتے ہوئے پیش آئی۔

سنہ ۱۳۶۴ھ نو جمادی الاول سنہ ۶۴ھ مطابق بائیس ۲۲ اپریل سنہ ۴۵ء کو مدرسہ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مدنی، شیخ رشید احمد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب وغیرہ اکابر نے شرکت فرمائی، مجمع سابقہ جلسوں کے مقابلہ میں کہیں زائد تھا۔

سنہ ۱۳۶۵ھ اسسال مورخہ یکم صفر سے حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب مدرسہ کے نائب ناظم منتخب ہوئے۔

سنہ ۱۳۶۶ھ اس سال مورخہ اٹھارہ ذیقعدہ یوم جمعہ کو سہارنپور میں فرقہ وارانہ فساد پھوٹ پڑا جسکا سلسلہ اخیر ذی الحجہ تک رہا۔ اس فساد کی وجہ سے اسباق کا بڑا حرج ہوا۔ سہ ماہی امتحانات بھی ملتوی کرنے پڑے۔ ششماہی کو بھی ایک ماہ مقدم کر کے آخر ربیع الاول میں کرایا گیا۔ اس امتحان (ششماہی) سے قبل کوئی امتحان نہ ہو سکا نہ درجہ اعلیٰ کا نہ درجہ اوسط کا۔ اور چونکہ فساد کی ابتداء رمضان میں ہوئی تھی اور بعد رمضان اسمیں شدت پیدا ہو چلی تھی۔ اسلئے طلبہ کی آمد اور داخلہ بہت کم رہا۔ سرحد پنجاب سے تو کوئی طالب علم آ بھی نہ سکا۔ باقی ماندہ طلبان حالات سے کافی متاثر تھے، چنانچہ اکیسواسی (۱۸۰) طلبہ اس انتشار اور بد امنی کیوجہ سے مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری، مولانا عبدالشکور صاحب مولانا سید الشاہدین جو تعطیلات کے ایام میں اپنے گھروں کو گئے ہوئے تھے ایسے مجبوس اور مقید ہوئے کہ پھر آ نہ سکے، خود حضرت شیخ دام مجدہ العالی آمد و رفت کے تمام راستے مسدود ہو جانے کی وجہ سے ان ایام میں دہلی ٹھیرے ہوئے تھے اسلئے ان کی آمد تک ابو داؤد شریف کا سبق .... مولانا منظور احمد خاں صاحب کے یہاں ہوتا رہا۔

اس سال کا جلسہ سالانہ بیس ۲۰ جمادی الثانی سنہ ۶۶ھ مطابق تیرہ ۱۳ اپریل سنہ ۴۷ء کو منعقد ہوا۔ حالات حاضرہ اور سیاسی تحریکات کی وجہ سے پیدا شدہ اختلافات کے پیش نظر حضرت شیخ اور دوسرے ذمہ داران مدرسہ کا خیال التواء کا تھا۔ مگر اکثریت کی رعایت کرتے ہوئے جلسہ کئے جانے کی تجویز پاس ہوئی، جسمیں اکابر حضرات میں سے حضرت اقدس مدنی، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی۔ مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب وغیرہ نے

شرکت فرمائی۔ اس سال مدرسہ میں ہونے والا یہ سالانہ جلسہ آخری مرتبہ ہوا کہ پھر اس کے بعد بہت سے مفاسد اور فتن کی وجہ سے اس نوعیت کا اجتماع بند ہو گیا۔ اسلئے اب اس کو اپنے مقررہ عنوانات سے خارج کیا جاتا ہے۔"

سنہ ۱۳۶۷ھ عالی جناب شیخ رشید احمد صاحب سرپرست کے انتقال کے بعد جناب الحاج محمد نسیم صاحب دہلوی کو اس سال مدرسہ کا سرپرست منتخب کیا گیا۔

سنہ ۱۳۶۸ھ اساتذۂ مدرسہ میں سے اس سال مولانا ظریف احمد صاحب ماہ شوال میں حج کے لئے گئے اور ماہ صفر میں بخیر مراجعت کی۔"

سنہ ۱۳۷۰ھ مولانا زکریا صاحب قدوسی (جو مظاہر کے قدیم اساتذہ میں سے تھے) تحریک جماعت اسلامی (مودودی) میں شمولیت کی وجہ سے اس سال ماہ رمضان میں سبکدوش ہوئے، موصوف کا ذیقعدہ سنہ ۷۰ھ میں انتقال ہوا عفر اللہ لہٗ۔

نیز اسی سال مولانا الحاج مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی اولاً دو ماہ کی رخصت لیکر پاکستان تشریف لیگئے پھر واپسی پر دو سال کی رخصت مزید طلب کی، چونکہ اتنی طویل رخصت دینے کا قانون مدرسہ میں نہیں ہے۔ اسلئے ان کے بجائے مولانا اکبر علی صاحب کو درجۂ فارسی سے درجۂ عربی میں منتقل کر کے اس کمی کو پورا کر دیا گیا۔"

سنہ ۱۳۷۱ھ حضرت حافظ عبد العزیز صاحب کی پاکستان تشریف بری کے بعد ارکان مجلس میں امسال ماہ ذیقعدہ سے مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب کا اضافہ عمل میں آیا چنانچہ موصوف نے دس ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۷۱ھ مطابق آٹھ دسمبر سنہ ۱۹۵۱ء بدھ کے روز سے مدرسہ کے دفتر میں حاضری اور رجسٹروں کا معائنہ شروع کیا۔ نیز اسی سال مولانا شبیر علی صاحب تھانوی کی جگہ جناب شاہ مسعود صاحب بھی سرپرست مدرسہ بنائے گئے۔ نیز اسی سال مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب کا تقرر ابتدائی مدرسین اور مولانا محمد یامین صاحب سہارنپوری کا تقرر شعبۂ فارسی شاخ میں ہوا۔"

سنہ ۱۳۷۲ھ امسال مورخہ بائیس ۲۲ صفر کو حضرت مولانا الحاج عبد اللطیف صاحب، مولانا امیر احمد صاحب، الحاج قاری مظفر حسین صاحب مدرسہ کے معاونین اور مخلصین کے اصرار پر رنگون تشریف لیگئے، چند ماہ قیام کے بعد بیس ۲۰ جمادی الثانی کو یہ حضرات واپس تشریف لائے۔

سنہ ۱۳۷۳ھ سرپرستان مدرسہ میں امسال حضرت شیخ زید مجدہ السامی کا گرانقدر اضافہ حضرات سرپرستان کے پیہم اصرار اور مسلسل درخواستوں پر عمل میں آیا۔

مدرسہ کے سابق ناظم حضرت مولانا الحاج عبد اللطیف صاحب کا حادثۂ انتقال امسال مورخہ دو (۲) ذی الحجہ مطابق دو ۲ اگست سنہ ۱۹۵۴ء یوم دوشنبہ کو پیش آیا، مرض و علالت کی نوعیت کے متعلق حضرت شیخ آپ بیتی

میں تحریر فرماتے ہیں۔!
بائیس صفر ۱۳۶۸ھ کو بضرورت مدرسہ رنگون تشریف لیگئے اور وہاں طبیعت ناساز ہوئی۔ بیس جمادی الثانی کو واپسی ہوئی۔ اور واپسی کے بعد مرض کی شدت بڑھتی ہی چلی گئی، بالآخر دو ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ دوشنبہ کی صبح کو دس بجے وصال ہوگیا اور ڈھائی بجے شام کو حاجی شاہ میں (اپنے چچا مولانا ثابت علی صاحب اور مولانا عنایت الٰہی صاحب کے جوار میں) اس مجسمۂ اخلاق کو سپرد خاک کر دیا گیا"

حضرت شیخ کی ایک دوسری تحریر کے مطابق تیرہ صفر ۱۳۴۸ھ میں حضرت مولانا پر دفعۃً ہیضہ کا حملہ بھی ہوا تھا۔ اس زمانہ میں مولانا مدرسہ کے کسی ضروری مسئلہ کے سلسلہ میں دہلی گئے ہوئے تھے، اس وقت بالکل یاس کی حالت ہو چلی تھی۔ مگر حیات مستعار باقی تھی اسلئے طبیعت رفتہ رفتہ سنبھل گئی تھی۔ تاہم ضعف و نقاہت کئی ماہ تک اثر انداز رہا تھا"

اسماء فارغین دورہ بابت ۱۳۶۴ھ

اس سال طلباء کی مجموعی تعداد چھ سو چودہ (۶۱۴) تھی، جن میں درجہ اعلیٰ و اوسط کے طلبہ دو سو بائیس (۲۲۲) تھے، باقی دوسرے شعبہ جات، ابتداء عربی، درجہ تجوید، درجہ قرآن شریف، درجہ فارسی سے منسلک رہے۔ جو طلباء اس سال فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں:"

مولوی عبادت حسین بستوی، (مولانا) محمد یحییٰ (ابن عالی جناب حکیم محمد ایوب صاحب) سہارنپوری، مولوی ظہور احمد کٹکی، مولوی نعیم الدین بستوی، مولوی حشمت علی ٹانڈوی، مولوی محمد کامل بہاری، مولوی ابراہیم بہاری، مولوی عبد العزیز انبالوی، مولوی شاہ محمد جالندہری، مولوی رحمت علی جالندھری، مولوی مختار احمد جالندھری، مولوی عتیق اللہ میواتی، مولوی محمد یوسف مرداتی، مولوی عبد الواسع پشاوری، مولوی غلام یزدانی کاملپوری، مولوی فتح محمد بنوی، مولوی نذیر احمد بریسالی، مولوی عبد الواحد راج شاہی، مولوی زینت علی میمن سنگھی، مولوی سراج الدین سلہٹی، مولوی ولی احمد ارکانی، مولوی عبد الحق ارکانی، مولوی عباس علی میمن سنگھی، مولوی بدیع الزماں ارکانی، مولوی عبد المتین ارکانی، مولوی محمد ظاہر ہزاروی، مولوی وحید الحق چاٹگامی، مولوی وصی احمد گورکھپوری، مولوی شمس الحق آروی، مولوی اسرائیل ہزاروی، مولوی نور الاسلام چاٹگامی، مولوی محمد طیب چاٹگامی، مولوی احمد حسن چاٹگامی، مولوی ابو سعید چاٹگامی، مولوی عبد العزیز اکیابی، مولوی عبد الہادی چاٹگامی، مولوی عبد الوہاب بریسالی، مولوی احمد مصطفےٰ ہشیارپوری، مولوی نصر اللہ مردانی، مولوی محمد صادق پٹیالوی، مولوی رفیق احمد سہارنپوری، مولوی محمد اصغر بھاولنگری

مولوی نور محمد کاملپوری، مولوی سعید الحق چاٹگامی، مولوی ہدایت اللہ منٹگمری، مولوی نذیر احمد چاٹگامی، مولوی عبد الرحیم فیض پوری، مولوی ابو الکلام چاٹگامی، مولوی فتح محمد بستوی، مولوی محمد صادق کوہاٹی، مولوی ابو الحسن، مولوی عبد القدوس رومی۔ الہ آبادی۔ ان باون ۵۲ فارغین میں اول نمبرات سے کامیاب ہونے والے مولوی حشمت علی ابن محمد علی ٹانڈوی تھے جنھوں نے مجموعی طور سے دس کتابوں میں امتحان دیکر ایکسو چوراسی (۱۸۴) نمبرات حاصل کئے، مولانا کو پندرہ ۱۵ روپے نقد اور مندرجہ ذیل کتب انعام میں ملیں جمع الفوائد، تفسیر مظہری، اعلاء السنن حصہ یازدہم، القول المنصور، الحبیب، کشف المغالطات، نعمۃ فردوس، جذبات لطیف، تشکیل سندات البخاری۔

بابتہ ۱۳۶۵ھ

مولوی محی الدین غازی پوری، مولوی یوسف پشاوری، مولوی عبد الوحید غازی پوری، مولوی عبد الواحد بردوانی، مولوی شریف احمد سہارنپوری، مولوی محمد اکرم بخاری، مولوی ابو الخیر بگوڑوی، مولوی نذیر احمد دربھنگوی، مولوی محمد یوسف بستوی، مولوی احمد علی بستوی، مولوی صدر الدین عامر (پسر مولانا حکیم محمد طیب صاحب) رامپوری، مولوی امام الدین پوربوری، مولوی دوست محمد مردانی، مولوی محمد زماں آفریدی، مولوی محمد زمان کشمیری، مولوی عبد الصمد میمن سنگھی، مولوی حمد اللہ مردانی، مولوی محمد علی صواتی، مولوی عبد العزیز مردانی، مولوی سلامت اللہ پشاوری، مولوی عبد المالک (حال نائب مہتمم مالیات مدرسہ) سہارنپوری، مولوی محمد حنیف ملکپوری، مولوی علی احمد چاٹگامی، مولوی صغیر احمد بیٹھڑوی، مولوی عبد العزیز کھلنوی، مولوی محمد زماں ہزاروی، مولوی ضیاء الحق بریسالی، مولوی سراج الحق کمسلائی، مولوی محمد یونس سہارنپوری، مولوی طیب علی سلہٹی، مولوی محمد قاسم سورتی، مولوی خلیل احمد سورتی، مولوی محمد ذاکر باغونوالی، مولوی عبد المالک ہزاروی، مولوی انوار الدین میمن سنگھی، مولوی محمد رمضان انبالوی، مولوی عبد الکریم میانوالی، مولوی عبد اللہ مردانی، مولوی محمد ابراہیم سجاد نگری، مولوی یعقوب میمن سنگھی، مولوی غلام ربانی ہزاروی، مولوی گلزار سرگودھوی، مولوی غلام محمد سرگودھا، مولوی عبد الکریم سرگودھوی، مولوی عبد العظیم اعظمی، مولوی عبد القیوم آروی، مولوی محمد رادت سورتی، مولوی الطاف الرحمن بریسالی، مولوی غلام مولی بریسالوی، مولوی قمر احمد (ابن حضرت مولانا ظفر احمد صاحب) تھانوی، مولوی حسین علی میمن سنگھی، مولوی ابو البشر چاٹگامی، مولوی حبیب اللہ چاٹگامی، مولوی عبد القیوم چاٹگامی، مولوی مختار احمد چاٹگامی، مولوی محمد تقی چاٹگامی، مولوی محمد فاروق الہ آبادی، مولوی عبد الجبار چاٹگامی، مولوی مقبول احمد گنگوہی، مولوی صالح چاٹگامی، مولوی علی احمد ارکانی، مولوی غلام محمد سرگودھوی۔

ان اکسٹھ (۶۱) فارغین میں مولوی عبدالوحید ابن محمد سعید غازی پوری اول نمبر آئے، جنھیں بطور انعام یہ کتب ملیں تشکیل سندات بخاری، اعلاء السنن جلد یازدہم، تفسیر مظہری، درر فرائد، بلاغ مبین، الحبیب، بہترین جہیز"۔

طلباء کی مجموعی تعداد امسال چھ سو تیئس (۶۲۳) تھی"۔

بابت سنہ ۱۳۶۶ھ طلبہ کی مجموعی تعداد امسال چھ سو چھ (۶۰۶) تھی۔ فارغین دورہ یہ ہیں۔ مولوی وصی احمد پٹنوی، مولوی عبدالرحیم کشمیری، مولوی الطاف احمد ابن جناب اشفاق احمد صاحب) سہارنپوری، مولوی سرفراز احمد تھانوی، مولوی عبدالحفیظ کھجناوری، مولوی عبدالحفیظ مردانی، مولوی فروغ احمد تھانوی، مولوی رشید احمد ارکانی، مولوی نذیر احمد ارکانی، مولوی ہدایت اللہ کمسلائی، مولوی الٰہی بخش ڈھاکوی، مولوی محمود الرحمٰن چاٹگامی، مولوی اسحٰق ارکانی، مولوی یار محمد صواتی، مولوی خلیق الرحمٰن کاندہلوی، مولوی اظہار احمد تھانوی، مولوی شجاعت علی کمسلائی، مولوی محمد شریف لدھیانوی، مولوی مجیب اللہ بستوی، مولوی اسمٰعیل کمسلائی، مولوی حسنین احمد کاندہلوی، مولوی محمد سلیمان کاملپوری، مولوی نجیب احمد پورنوی، مولوی جمال احمد پورنوی، مولوی محمد حیات مردانی، مولوی میاں احمد سورتی، مولوی شمس الدین بھاگلپوری، مولوی سید معین الدین پورنوی، مولوی عباس ارکانی، مولوی مختار احمد فیض آبادی، مولوی امین احمد چاٹگامی، مولوی ضیاء الدین شاہی پوری، مولوی نور خاں کاملپوری، مولوی اقبال بھاولپوری، مولوی سلطان محمد مردانی، مولوی عبداللہ نومسلم لدھیانوی، مولوی محمد یوسف نواکھالی، مولوی مرزا خاں میانوالی، مولوی عبدالستار میانوالی، مولوی ابوبکر چاٹگامی، مولوی عبدالرشید چاٹگامی، مولوی قدرت اللہ بستوی، مولوی دلیل الرحمٰن چاٹگامی"۔

ان تینتالیس (۴۳) فارغین میں مولوی نجیب احمد پسر نور احمد بنوی اول نمبر آئے، جن کو نقد دس روپے انعام کے ساتھ یہ کتب بھی دی گئیں، تفسیر مظہری پارہ اول، درر فرائد جلد چہارم، اشرف البیان، حیات اویس، تحقیق الحدیث، الوعظ، جمع الفوائد"۔

بابت سنہ ۱۳۶۷ھ طلبہ کی مجموعی تعداد اس سال تین سو بہتر (۳۷۲) تھی، فارغین دورہ یہ ہیں۔ مولوی محب الرحمٰن سلہٹی، مولوی دین محمد نومسلم اجمیری، مولوی عطاء محمد لاہوری، مولوی عبدالمجید سلہٹی، مولوی امان الدین سلہٹی، مولوی محمد یونس پورنوی، مولوی محمد یحییٰ کمسلائی، مولوی شرافت اللہ کمسلائی، مولوی محی الدین بگوڑوی، مولوی مظاہر حق کمسلائی، مولوی فضل الرحمٰن کمسلائی، مولوی الٰہی بخش چاٹگامی، مولوی نثار احمد دیوبندی، مولوی محمد شفیع ارکانی، مولوی عبدالودود

مردانی. مولوی سیف الدین میمن سنگھی ، مولوی عبدالرحمٰن کمسلائی، مولوی انعام الرحمٰن (حال ناظم شعبۂ نشر و اشاعت مدرسہ) تھانوی، مولوی نوراللہ کمسلائی، مولوی محمد ہاشم سورتی، مولوی عبداللطیف بہیڑوی، مولوی محمد رفیق بہاری، مولوی عبدالرحمٰن کھلنوی، مولوی محمد رضا فتحپوری، مولوی محمد ادریس فیض آبادی، مولوی قمرالاسلام چاٹگامی، مولوی عبیدالحق کمسلائی، مولوی سراج الاسلام بریسالی، مولوی ارشاد اللہ چاٹگامی، مولوی عبدالمجید چاٹگامی، مولوی محمد طیب اعظمی، مولوی عبدالوحید نوگانوی، مولوی ادریس رنگونی، مولوی عبدالمالک چاٹگامی، مولوی حفیظ الرحمٰن بجنوری، مولوی نورالاسلام چاٹگامی، مولوی ابوالقاسم اکیابی، مولوی مفیض الدین میمن سنگھی، مولوی عبدالرشید فیض آبادی، مولوی عبدالقدوس پشاوری، مولوی عبدالصمد چاٹگامی، مولوی محمد اسلام گورکھپوری، مولوی عبدالنور سلہٹی، مولوی عبدالواحد چاٹگامی "

ان چوالیس (۴۴) فارغین میں مولوی محب الرحمٰن پسر بشیر علی سلہٹی اول نمبر آئے، ان کو پندرہ روپے ۱۵/۰۰ نقد انعام کے ساتھ یہ کتب دی گئیں۔ درر فرائد جلد چہارم، تفسیر مظہری سورۂ انفال، اشرف التنبیہ، فرائد نجیبہ اردو معلیٰ ہر دو حصہ، درمکنون، ارشاد التلقین، نوشتہ جات ایرانیاں مشرقی کا اسلام تشکیل سندات بخاری۔

بابت ۱۳۶۸ھ طلبہ کی مجموعی تعداد امسال چار سو چھیاسی (۴۸۶) تھی۔ فارغین دورہ یہ ہیں۔ مولوی خانم احمد بریسالی. مولوی زین العابدین مردانی، مولوی عبدالستار سلہٹی، مولوی غلام الرحمٰن فریدپوری، مولوی عبدالواحد مردانی، (مولانا الحاج) مولوی محمد یامین (حال استاذ مدرسہ) سہارنپوری، مولوی عبدالودود ارکانی، مولوی عبدالخالق کمسلائی، مولوی ابوالہاشم کمسلائی، مولوی شفیق الرحمٰن کمسلائی، مولوی ابوالقاسم چاٹگامی، مولوی سلامت علی چاٹگامی، مولوی محمد اللہ (حال مدرس مدرسہ، ابن حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ) مولوی فضل مالک مردانی، مولوی سید عبدالغفور صورتی، مولوی حافظ عبدالرؤف (ابن حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ) مولوی حافظ بشیر احمد سنساپوری، مولوی عبدالکریم بجنوری، مولوی عبدالستار سلہٹی، مولوی سعید احمد (ابن عالی جناب حافظ عبدالعزیز صاحب) گنگوہی، مولوی منصور احمد بریسالی، مولوی عبدالوحید نوگانوی، مولوی محمد رفیق بہاری، مولوی صدیق احمد چاٹگامی، مولوی عبدالحق فیض آبادی، مولوی ایوب علی کمسلائی، مولوی زبیر احمد چاٹگامی، مولوی کبیر احمد چاٹگامی، مولوی ولی اللہ اکیابی، مولوی محمد شریف رنگونی، مولوی عبدالرحمٰن بجنوری، مولوی احمد چاٹگامی "

ان بتیس (۳۲) فارغین میں مولانا محمد یامین صاحب ابن جناب محمد صدیق صاحب سہارنپوری اول نمبر سے کامیاب ہوئے، مولانا کو پندرہ روپے نقد انعام کے ساتھ یہ کتب بھی دی گئیں۔ درر فرائد، تفسیر مظہری،

احیا السنن، جلد اول، بت شکن، پرچہ امتحان عالم بتغنیہ وارک، اشرف التنبیہ، فرائد بحنیبہ، اردو شاعری، مشرقی کا اسلام، خیالات زریں:

بابت ۱۳۶۹ھ امسال طلبہ کی مجموعی تعداد چار سو ترانوے (۴۹۳) تھی، فارغین دورہ یہ ہیں۔ مولوی عبدالوحید لبسردی، مولوی محمد اسلام صواتی، مولوی فضل شاہ خوستی، مولوی حافظ فضل الرحمن (حال استاذ مدرسہ) کلیانوی، مولوی منظور احمد جبل پوری، مولوی عبدالمتین بنگلوری، مولوی خیر الرحمن مردانی، مولوی عبدالباری سلہٹی، مولوی عبدالقدوس ارکانی، مولوی محمد حنیف جلہوری، مولوی سراج الدین سلہٹی، مولوی مقبول احمد ارکانی، مولوی عبدالعزیز چاٹگامی، مولوی راشد علی سلہٹی، (مولانا الحاج) مولوی حافظ مظفر حسین (حال نائب ناظم مدرسہ) (ابن الحاج قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی) مولوی محمد ادریس میرٹھی، مولوی معین الدین زنگونی، مولوی عبدالغنی زنگونی، مولوی یعقوب زنگونی، مولوی نور الدین زنگونی، مولوی یونس زنگونی، مولوی محمد صابر کسلائی، مولوی حافظ حسین احمد نگینوی، مولوی محبوب احمد حیدرآبادی، مولوی محمد ہاشم گورکھپوری، مولوی ممتاز علی دربھنگوی، مولوی عبدالغنی سوائی، مولوی سراج الحق کسلائی، مولوی حافظ محمد اختر فتحپوری، مولوی ولی محمد بارہ بنکوی، مولوی عبدالمنان بستوی، مولوی عبدالسلام بستوی، مولوی ذبیح الحق بریسالی، مولوی عبدالرؤف بستوی، مولوی محمد ابراہیم سورتی، مولوی سعید اللہ ارکانی، مولوی عبدالوہاب مظفرپوری، مولوی محمد ظفر مظفر نگری۔

ان انتالیس (۳۹) فارغین میں اول نمبرات سے کامیاب ہونیوالے مولوی حافظ حسین احمد ابن قاری احمد حسن صاحب نگینوی تھے، جنہیں پندرہ روپیے نقد اور مندرجہ ذیل کتب انعام میں ملیں۔ درر فرائد، کشف الغطاء ترجمہ ازالۃ الخفاء جلد اول، درمکنون، یادگار غالب، انوار المنتخبہ فرہنگ انوار المنتخبہ، مشرقی کا اسلام، قصیدۂ مدحیہ۔

بابت ۱۳۷۰ھ امسال طلبہ کی مجموعی تعداد چار سو تراسی (۴۸۳) تھی۔ فارغین دورہ یہ ہیں۔ مولوی سعید احمد ارکانی، مولوی محمد خطاب ہزاروی، مولوی احمد علی میمن سنگھی، مولوی عبدالخالق سلہٹی، مولوی محمد مرغوب (ابن حکیم محمد یسین صاحب) سہارنپوری، مولوی مبارک علی سلہٹی، مولوی محمد الیاس (کاتب حضرت شیخ زید مجدہ) بیرانوی، مولوی احمد علی میمن سنگھی، مولوی عبدالرقیب سلہٹی، مولوی جمال الدین کچھاڑی، مولوی محمد علی میمن سنگھی، مولوی علی اصغر کمرلوی، مولوی یعقوب علی کامرو پی، مولوی نور الحسین چاٹگامی، مولوی اختر الزماں کمرلوی، مولوی عبدالرحمن نواکھالی، مولوی اکبر علی بہرائچی، مولوی محمد حنیف فتحپوری، مولوی عبدالحی سورتی، مولوی احمد حسین جسری، مولوی نظام الدین پورنوی، مولوی عبدالمعبود ارکانی،

مولوی مظفر حسین اعظمی، مولوی عبداللہ۔ مولوی نذیر احمد ارکانی، مولوی عثمان احمد دیناجپوری، مولوی محمد حسین دیناجپوری، مولوی ابراہیم چاٹگامی، مولوی کبیر احمد ارکانی، مولوی محمد یوسف آسامی، مولوی سعید الدین سلطانپوری، مولوی مزمل سلہٹی، مولوی مضیفر الدین نواکھالی، مولوی عبدالغفار حیدرآبادی، مولوی محمد طیب مدراسی، مولوی معتصم باللہ سلہٹی، مولوی ابراہیم حیدرآبادی، ۔

ان اڑتیس (۳۸) فارغین میں اول نمبرات سے کامیاب ہونے والے مولوی محمد الیاس ابن منشی محمد عمر صاحب نیرانوی تھے، جن کو دس روپے نقد اور یہ کتب انعام میں دی گئیں۔ درر فرائد، اعلاء السنن، الرشاد، تفسیر مظہری، شعر العجم، مناجات مقبول، طرۂ امیر، مشرقی کا اسلام، اردو شاعری ۔

بابت ۱۳۷۱ھ طلبہ کی مجموعی تعداد اختتام سال پر چھ سو اکتیس (۶۳۱) تھی۔ جو طلبہ دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے وہ یہ ہیں۔" مولوی عبدالحکیم چاٹگامی۔ مولوی ظہور الحسن سالیری، مولوی ایوب علی کمرلائی، مولوی زیارت گل صواتی، مولوی عبدالباری کچھاڑی، مولوی محمد ابراہیم میمن سنگھی، مولوی عبدالحی کچھاڑی، مولوی فیروز چاٹگامی، مولوی عبدالخالق سلہٹی، مولوی روشن علی میمن سنگھی، مولوی عبدالستار کمرلائی، مولوی مستفیض الرحمٰن کمرلائی، مولوی محمد مستقیم بستوی، مولوی محمد حسین ارکانی، مولوی علی حسین کمرلائی، مولوی شعیب الدین میمن سنگھی، مولوی الطاف الرحمٰن سلہٹی، مولوی ابو سعید سلہٹی، مولوی ممتاز الدین میمن سنگھی، مولوی ظریف احمد مردانی، مولوی فضل احمد ہزاروی۔ مولوی نذیر الدین سلہٹی، مولوی حیات منیر مردانی، مولوی فضل حق بریسالی، مولوی محمد واصل سلہٹی، مولوی سراج الدین ڈھاکوی، مولوی عبدالوہاب بریسالی، مولوی علیم الدین آسامی، مولوی معین الدین مردانی، مولوی عبدالخالق چاٹگامی، مولوی محمد الیاس (ابن عالی جناب حکیم محمد ایوب صاحب) سہارنپوری، مولوی عباس علی بستوی، مولوی اظہر بستوی، مولوی عبدالرحیم نومسلم تلہیڑوی، مولوی حاتم علی میمن سنگھی، مولوی عبدالمنان کمرلائی، مولوی مکرم حسین سنسارپوری، مولوی مظفر حسین سنسارپوری، مولوی حافظ الدین میمن سنگھی، مولوی صدیق الرحمٰن کمرلائی، مولوی ولی محمد بمبوی، مولوی ابوالہاشم میمن سنگھی، مولوی نور الحق چاٹگامی، مولوی کتاب اللہ بستوی۔ مولوی شوکت علی کھلنوی، مولوی احمد علی منی پوری، مولوی عطاء الرحمٰن دربھنگوی، مولوی حبیب اللہ اکیابی، مولوی محمد فاروق بستوی، مولوی محمد عمر چھپروی، مولوی حبیب الرحمٰن کامروپی، مولوی صدر الدین کمسلائی، مولوی محمد علی سلہٹی، مولوی سنور علی سلہٹی، مولوی محمد اسمٰعیل مدراسی، مولوی سید غلام نبی مونگیری، مولوی عبدالحق جونپوری، مولوی عبدالحکیم اکیابی، مولوی عبدالرشید پورنوی ۔

ان ساٹھ (۶۰) فارغین میں مولوی مستقیم اللہ ابن جناب نبیہ اللہ صاحب بستوی اول نمبرات سے

کامیاب ہوئے ۔ موصوف کو دس روپے نقد انعام کے ساتھ یہ کتب بھی دی گئیں ۔ درر فرائد، یادگار غالب، تسہیل الترکیب، نقد الشعر، دیوان حالی، غزلیات نظیری، شعر العجم، شرح چغمینی، عبر نامہ قاسمی ۔

بابت سنہ ۱۳۷۲ھ طلبہ کی مجموعی تعداد امسال پانچسو بارہ (۵۱۲) تھی، فارغین دورہ یہ ہیں :
مولوی عبد المجید کمسلائی، مولوی کبیر احمد سلہٹی، مولوی حسین علی میمن سنگھی، مولوی عبد الرزاق مردانی، مولوی عبد المنان چاٹگامی، مولوی اظہر علی سلہٹی، مولوی عبد الحی سلہٹی، مولوی محمد رشید خورجوی، مولوی مفضل الرحمن ارکانی، مولوی محمد یونس پشاوری، مولوی عبد الجلیل چاٹگامی، مولوی طاہر الدین سلہٹی، مولوی محمد یعقوب رنگونی، مولوی محمد سلطان ارکانی، مولوی حبیب الدین رنگونی، مولوی آفتاب الدین دیناجپوری، مولوی شمس الحسن فتحپوری، مولوی ناظم الدین میمن سنگھی، مولوی ضیاء الدین گیاوی، مولوی محمد سلیمان ٹونکی، مولوی حبیب الرحمن رنگپوری، مولوی محمد اسلام اعظمی، مولوی شکر اللہ اعظمی، مولوی ولی اللہ اعظمی، مولوی عباس علی بستوی، مولوی نذیر احمد ارکانی، مولوی ابو القاسم ارکانی، مولوی محی الدین بہاری، مولوی فضل احمد اکیابی، مولوی محفوظ الرحمن اعظمی، مولوی یوسف رنگونی، مولوی محمد علی کمسلائی، مولوی سلطان احمد چاٹگامی، مولوی کبیر احمد چاٹگامی، مولوی جمال الدین بھاگلپوری، مولوی عبد الغفور دیناجپوری، "

ان چھتیس (۳۶) فارغین میں اول نمبرات سے کامیاب ہونے والے مولوی ولی اللہ ابن جناب عبد القیوم صاحب اعظمی تھے جن کو دس روپے نقد انعام کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل کتب دی گئیں ۔ درر فرائد جلد چہارم، اجتہاد، شعر العجم، تسہیل الترکیب، اصول حدیث، اصلاح معیشت، شرح تہذیب "

بابت سنہ ۱۳۷۳ھ طلبہ کی مجموعی تعداد اس سال چھ سو چونتیس (۶۳۴) تھی، فارغین دورہ یہ تھے ۔
مولوی عتیق احمد (ابن مولانا الحاج ظریف احمد صاحب) پورقاضوی، مولوی عبد المجید کمرلائی، مولوی امام الدین میمن سنگھی، مولوی توحید علی سلہٹی، مولوی فضل احمد اکیابی، مولوی مشتاق احمد چاٹگامی، مولوی عبد القیوم سلہٹی، مولوی عزیز الرحمن سلہٹی، مولوی احمد حسین چاٹگامی، مولوی نصیر الدین میمن سنگھی، مولوی محمد علی رنگپوری، مولوی ابو الحسین چاٹگامی، مولوی محمد یوسف جنبری، مولوی محمد موسیٰ رنگونی، مولوی محمد یوسف رنگونی، مولوی احتشام الحق بستوی، مولانا عبد العزیز (حال استاذ مدرسہ) رائے پوری، مولوی اطہر حسین (حال مدرس مدرسہ، ابن جناب مولانا قاری سعید احمد صاحب) اجراڑوی، مولوی عبد الوہاب کمرلائی، مولوی محمد اسحق میمن سنگھی، مولوی شیخ احمد پورنوی، مولوی علی اکبر کمرلائی، مولوی محمد الیاس بجنوری، مولوی منظور احمد جونپوری، (حال نائب مہتمم مدرسہ جامع العلوم کانپور) مولوی محمد زبیر منصور پوری، مولوی محمد میاں سہارنپوری، مولوی عثمان غنی رنگپوری، مولوی سراج الدین کچھاڑی، مولوی ابو الحسن گورکھپوری، مولوی قطب اللہ

بستوی، مولوی ابوالخیر رنگونی، مولوی حبیب الرحمٰن اعظمی، مولوی ابوبکر فتحپوری، مولوی محمد یوسف کچھاڑی، مولوی محمد مصطفےٰ بستوی، مولوی ابراہیم علی کچھاڑی، مولوی اکبر حسین مرادآبادی، مولوی عبدالغفار بیگ کٹکی، مولوی محمد اسمٰعیل چاٹگامی، مولوی عبدالرؤف کچھاڑی، مولوی رئیس الدین کچھاڑی، مولوی محمد مسلم اعظمی "

ان بیالیس (۴۲) فارغین میں اول نمبرات سے کامیاب ہونے والے مولانا منظور احمد بن جناب حکیم عبدالسلام صاحب جونپوری تھے جن کو دس۱۰ روپے نقد اور یہ کتب انعام میں ملیں " درر فرائد، فرامین سلاطین، انشار شبیر، اشرف السفر، فارسی آموز، سیاحت زمین، انوار "

۹۲ سنہ بنائی مطابق سنہ ۱۳۷۴ھ

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کا تقرر حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہ نے سنہ ۱۳۴۵ھ میں اپنے سفر حج کے موقعہ پر بحیثیت مہتمم ہونے کے فرمایا تھا۔ حضرت کی فراست اور حسن انتخاب کے مطابق مدرسہ کے عہدۂ نظامت کی ذمہ داریوں کو جس بہتر طریقہ پر انتیس (۲۹) سال تک نبھایا وہ مدرسہ کی تاریخ کا ایک تابناک دور ہے۔ مولانا کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرات سرپرستان مدرسہ نے یکم محرم الحرام سنہ ۱۳۷۴ھ مطابق سنہ ۱۹۵۵ء میں حضرت اقدس مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحبؒ خلیفہ و مجاز حضرت اقدس تھانوی کو منصب نظامت سپرد فرما دیا۔ ویسے بھی حضرت موصوف سابق ناظم صاحب کے زمانۂ علالت سے کارہائے نظامت انجام دے رہے تھے اور یکم صفر سنہ ۱۳۶۵ھ سے نائب ناظم بنا دیئے گئے تھے "

مظاہر کی ایک خصوصیت ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ اسکا سارا عملہ (ایک دو افراد کو مستثنیٰ کرکے) وہی رہا ہے جو اس کا خوشہ چیں اور اسکے دامن فیض کا تربیت یافتہ ہو۔ خود مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحبؒ (حال ناظم مدرسہ) سنہ ۱۳۴۶ھ میں مظاہر سے فارغ ہوکر سنہ ۳۸ میں یہیں مدرس بنائے گئے، اور پھر سنہ ۷۳ میں ناظم مدرسہ،

مدرسہ میں ملک و بیرون ملک کی مقتدر ہستیاں آئے دن رونق افروز ہوتی رہتی ہیں، یہ حضرات مدرسہ میں آکر طویل معائنے بھی تحریر فرماتے رہے ہیں جو معائنہ کی کتاب میں درج ہوتے ہیں۔ گاہ بگاہ ارباب مدرسہ کسی بڑی قومی و ملی شخصیت کا معائنہ روئداد میں طبع بھی کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اس سال روئداد مدرسہ میں عالی جناب ڈاکٹر سید محمود صاحبؒ (وزیر وزارت خارجہ ہند) کا ایک معائنہ بھی درج ہے جس کا ایک اقتباس یہاں بھی پیش کیا جاتا ہے۔

میں نے کل اور آج کتب خانہ مظاہر علوم کا معائنہ کیا۔ یوں تو اس مدرسہ کی شہرت سے ایک عرصہ سے واقف تھا۔ لیکن کبھی مدرسہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اس مدرسہ نے بڑے مبلغ، شیخ العصر حضرت مولانا الیاس صاحبؒ جیسے باکمال اور باعمل بزرگ پیدا کئے ہیں۔ اس سے زیادہ اس مدرسہ کی اور کیا تعریف کیجا سکتی ہے "

یہ ایک عجیب بات ہے اور خدا کی بے نیاز ذات کی فیاضیاں کہ ان نوادر دین وسادات کے اکثر و بیشتر معائنہ جات میں ایک چیز بطور قدر مشترک کے ضرور ملتی ہے یعنی خانوادۂ شیخ کی بے لوث خدمات ان کا علمی تبحر اور مدرسہ کیلئے ان کی اولو العزمیاں۔" ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔"

طلبہ امسال طلبہ کی کل تعداد چھ سو بچپن تھی۔ جن میں دو سو چھیالیس (۲۴۶) طلبہ عربی کی تعلیم حاصل کرنے والے تھے، باقی طلبہ دوسرے شعبوں سے متعلق رہے۔ سالانہ امتحان کے موقع پر چھ سو گیارہ (۶۱۱) طلبہ باقی رہے جو شریک امتحان ہوئے، سنین سابقہ کی طرح اس سال بھی مدرسہ کے اساتذہ نے ہی مختلف درجات کی پینسٹھ (۶۵) کتب میں طلبہ کا امتحان لیا جس میں پانچسو اٹھانوے (۵۹۸) طلبہ کامیاب ہوئے، جو طلبہ امسال دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں :۔

مولوی فیض الاسلام اکیابی، مولوی عبد القیوم بستوی، مولوی حافظ غنیمت حسین بستوی، مولوی عبد الستار بستوی، مولوی عبد الرب کمرلائی، مولوی فیاض احمد تاجپوری، مولوی جمیل احمد مجاہد پوری، مولوی اشرف علی فرید پوری، مولوی عبد القیوم بارہ بنکوی، مولوی صغیر احمد آروی، مولوی مقبول احمد دیور یادی، مولوی محمد ذاکر برمی، مولوی عبد الرحمٰن برمی، مولوی مشتاق احمد گورکھپوری، مولوی محمد انیس بھاگلپوری، مولوی کمال الدین کچھاڑی، مولوی عبد الستار بارہ بنکوی، مولوی محمد ایوب اعظمی، مولوی عبد الحمید رنگونی، مولوی عبد الشکور برمی، مولوی عبد الوہاب برمی، مولوی انیس الرحمٰن الہ آبادی، مولوی نور محمد ارکانی، مولوی عبد اللطیف برمی، مولوی عبد الحمید کمرلائی، مولوی عبد العزیز چاٹگامی، مولوی خلیل الرحمٰن پورنوی، مولوی محمد یونس برمی، مولوی ابو الفضل برمی، مولوی جنید الہ آبادی، مولوی محمد اسرائیل (ابن مولانا الحاج حکیم سید محمد ایوب صاحب) سہارنپوری، مولوی مشتاق احمد اعظمی، مولوی عبد الصمد بریسالی، مولوی عبید اللہ برمی، مولوی عبد الرحیم کمرلائی، مولوی معین الدین کچھاڑی، مولوی محمد فاروق بارہ بنکوی، مولوی امیر کچھاڑی، مولوی نور الحق کمرلائی، مولوی شرف الدین رامپوری، مولوی صوفی عبد الاحد (خادم خاص حضرت شیخ زاد شرفہ) مظفر پوری، مولوی ابو الحسنات گیاوی، مولوی عبد الستار بریسالی، مولوی رشید احمد ارکانی، مولوی محمود برمی، مولوی کبیر احمد برمی، مولوی عبد المنان کچھاڑوی، مولوی عبد الواحد سلہٹی، مولوی سراج الدین بھاگلپوری، مولوی توحید حسین پورنوی، مولوی طیب الرحمٰن سلہٹی، مولوی عبد الرحمٰن چاٹگامی، مولوی نذیر الرحمٰن ارکانی، مولوی محمد یوسف اعظمی، مولوی فیض الکبیر ارکانی، مولوی عبد المجید اکیابی، مولوی نور محمد برمی، مولوی ضیاء الدین کچھاڑوی، مولوی عبید اللہ بستوی۔"

ان انسٹھ (۵۹) فارغین میں سے مولوی فیض الاسلام پسر حاجی سعید الرحمٰن اکیابی اول نمبر آئے

جن کو انعام میں نقد پندرہ ۱۵ روپے کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل کتابیں بھی دی گئیں، درر فرائد، مدارک، مشکوٰۃ شریف، مسلسلات، عصائے پیری، عقائد علمائے دیوبند۔"

تغیرات مدرسین وملازمین کے درمیان امسال چند جدید تقررات ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) انیس (۱۹) شعبان ۱۳۷۴ھ سے مولوی شرف الدین مظاہری رامپوری کا تقرر عہدۂ سفارت پر تیس ۳۰/ روپے ماہانہ پر ہوا۔ (۲) اٹھائیس ۲۸ شوال سے مولوی احمد حسین چاٹگامی کو شاخ مدرسہ کیلئے عربی مدرس بنایا گیا، (۳) درجہ فارسی کیلئے مولوی عبد الحفیظ صاحب کھجناوری اٹھارہ ۱۸ ذیقعدہ کو بمشاہرہ بیس ۲۰ روپے مقرر ہوئے۔ نیز مدرسہ سے وابستہ افراد کی ایک بڑی جماعت اس سال حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوئی، جن میں اساتذہ میں سے مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی، مولانا محمد یحییٰ صاحب، حافظ مطیع الحق صاحب، سرپرستان مدرسہ میں سے مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب، الحاج محمد نسیم صاحب دہلوی، اور ملازمین شعبۂ انتظام میں سے مولانا عبد المالک صاحب، حاجی محمد عمر مؤذن مسجد بھی شامل ہیں۔"

سنہ ۹۳ بنائی مطابق سنہ ۱۳۷۵ھ

شاہ منظور احمد صاحب گنگوہی کا اس سال مورخہ بارہ (۱۲) شعبان کو گنگوہ میں انتقال ہوا۔ نیز اسی سال پچیس ۲۵ شوال کو حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کا وصال ہوا۔ دونوں ہی حضرات مدرسہ کے خیر خواہوں اور ہمدردوں میں سے تھے، رحمہما اللہ تعالیٰ۔"

طلبہ معمول کے مطابق اس سال بھی طلبا کی کثرت ابتدا سال میں خوب تھی مگر مختلف عوارض واعذار کی وجہ سے امتحان سالانہ کے موقعہ پر صرف چھ سو چون (۶۵۴) رہ گئے تھے جن میں سے چون (۵۴) طلبہ دورۂ حدیث شریف میں شامل تھے۔ درجہ ابتدائی عربی میں جن طلبہ نے داخلہ لیا وہ چھپن (۵۶) تھے، جو طلباء اس سال فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولانا سید وقار علی صاحب بجنوری (حال مدرس مدرسہ) مولوی بنیاد علی بجنوری، مولوی عتیق احمد گنگوہی، مولوی عبد الوہاب بستوی، مولوی نور الاسلام بریسالی، مولوی فضل علیم مردانی، مولوی شمس الضحیٰ، کلکتوی، مولوی حلیم اللہ بستوی، مولوی انوار الحق دربھنگوی، مولوی عبد الماجد سلطانپوری، مولوی عبد الحفیظ برمی، مولوی عبد الرحمٰن آروی، مولوی سکندر حسین بریسالی، مولوی امین الحق کمرلائی، مولوی نور محمد بہاری، مولوی عبد المنان چاٹگامی، مولوی طیب الرحمٰن فریدپوری، مولوی فیض احمد برمی، مولوی شرف الدین بلرنوی، مولوی محمد مسلم کمرلائی، مولوی کلیم اللہ ارکانی، مولوی عبد الخالق ارکانی، مولوی تہیر علی منی پوری، مولوی شرف الدین بریسالی، مولوی ضیاء الحکیم ارکانی، مولوی ابو القاسم آسامی، مولوی عبد العزیز ارکانی،

مولوی عبدالرشید آسامی، مولوی بدرالزماں برمی، مولوی عبدالرحمن برمی، مولوی ابوالبشر ارکانی، مولوی امام الدین بردوانی، مولوی امام الدین چمپارنی، مولوی محمد طاہر ارکانی، مولوی محمد ہاشم برمی، مولوی سکندر علی ارکانی، مولوی عبدالرقیب مالدہی، مولوی احمداللہ بربسیالی، مولوی عبدالخالق کمرلائی، مولوی عبدالصبور کاموپنی مولوی مفیض الرحمن جلپائی گوڑی، مولوی مظاہر حق ارکانی، مولوی عبدالعزیز برمی، مولوی شرف الدین منی پوری، مولوی سمیع الرحمن سلہٹی، مولوی فیض الاسلام برمی، مولوی عبدالحمید کمرلائی، مولوی عبدالمجید کمرلائی، مولوی ابوالہاشم بربسیالی، مولوی محمد یحییٰ برمی، مولوی عبدالغفور رنگ پوری، مولوی محمد شیرین سواتی، مولوی عبدالمالک اکیابی، مولوی محمد امین دربھنگوی۔"

ان چون (۴۵) فارغین میں مولانا سید وقار علی صاحب ابن جناب انظار علی صاحب بجنوری، دورۂ حدیث کے تمام طلبہ میں فائق تھے، جس کی بنا پر مدرسہ کی طرف سے حسب ضابطہ مندرجہ ذیل کتب مع دس روپے بطور انعام کے دی گئیں، درر فرائد، رسالہ مصر عربی، رسالہ النور مکمل ایک سال کی فائل، وزارۃ الشئون الاجتماعیۃ، مسلسلات، عقائد علمائے دیوبند، سرمایہ زبان اردو، گلبن ادب، سیاحت زمین۔"

تغیرات

یکم شوال ۱۳۷۵ھ سے مولانا الحاج محمد یحییٰ (ابن مولانا الحاج محمد ایوب صاحب) کا تقرر معین مفتی کے عہدہ پر ہوا۔ حافظ مطیع الحق صاحب مدرس قرآن شریف شاخ نے شوال میں استعفا دیا۔ نیز اسی سال شوال میں سفیر مدرسہ منشی شفیق حسن صاحب ملازمت ختم کر کے پاکستان منتقل ہو گئے۔"

از ۹۴ تا ۹۷ سنہ بنائی مطابق ۱۳۷۶ تا ۱۳۷۹ھ

مفتی ضیاء احمد صاحب جن کا تقرر ۱۳۴۲ھ میں مظاہر میں افتاء کے عہدہ پر ہوا تھا، اور پھر ۱۳۷۵ھ میں ملازمت سے سبکدوش ہو گئے تھے، امسال انتیس ۲۹ شوال کو گنگوہ میں انتقال کر گئے۔

مولانا عبدالرحیم صاحب (برادر حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی) مدرسہ کے فضلاء میں سے تھے، انھوں نے اپنی تعلیم کا بیشتر حصہ یہیں پڑھ کر مکمل کیا تھا وہ بھی اس سال بائیس ۲۲ جمادی الاول کی شب میں انتقال کر گئے۔

مظاہر کا کتب خانہ ویسے تو صدہا بیش قیمت کتب پر مشتمل ہے اور بڑے قدیم نوادرات و مخطوطات سے مزین ہے جس ——————— بہت سی کتب ایسی بھی ہیں جو اپنی قدامت اور ندرت کے اعتبار سے بڑی اہم ہیں۔ ہم یہاں پر ان میں سے صرف ایک کتاب کا تذکرہ اسکی اجمالی تاریخ کے ساتھ کئے دیتے ہیں، کیونکہ وہ ارباب مدرسہ نے اسی سال (۱۳۷۶ھ میں) خریدی ہے۔

(۱) نخب الافکار فی شرح معانی الآثار۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی سعی و کوشش اور مولانا

صدر الدین عامر انصاری ... کے توسط سے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تالیف مدرسہ کو حاصل ہوئی۔ یہ شرح خود مصنف کے قلم سے لکھی ہوئی ہے اور مصر کے دار الکتب المصریہ میں محفوظ تھی۔ وہاں سے اسکی فلم منگاکر مدرسہ نے اپنے اہتمام سے اس کو کتابی شکل میں منتقل کرایا۔ آٹھ جلدوں میں یہ بیش بہا شرح تقریبا ڈیڑھ ہزار روپیہ خرچ کرنے کے بعد مدرسہ کے کتب خانہ میں داخل ہوئی۔ چونکہ اس کی تحریر بڑی قدیم اور شکستہ ہے اسلئے مدرسہ اپنے اہتمام سے اس کو صاف اور شستہ طور پر نقل کرا رہا ہے۔

۱۳۷۷ھ مورخہ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ مطابق انتیس اگست ۱۹۵۷ء پنجشنبہ کی صبح کو حضرت مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی مفتی اعظم کا طویل بیماری کے بعد انتقال ہوا۔ مولانا موصوف کا تعلق مدرسہ کے ساتھ ۱۳۳۶ھ سے شروع ہوا تھا جو بعد میں مختلف حیثیتیں اختیار کرتا گیا، ۱۳۳۶ھ میں وہ ایک شان طالب علمی کے ساتھ مدرسہ میں داخل ہوئے اور فراغت کے بعد ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۵۱ھ تک تجوید و قرأت و تدریس افتار کی خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر ۱۳۵۲ھ میں مفتی اعظم کا جلیل القدر عہدہ ان کو سونپا گیا۔ جید الاستعداد علمار میں ہونے کے باوصف فقہ و فتاوی میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ۔

شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا الحاج سید حسین احمد صاحب مدنی رح نے بھی اسی سال بارہ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ مطابق پانچ دسمبر ۱۹۵۷ء کو وصال فرمایا۔

حضرت شیخ زید مجدہٗ کی ذات گرامی سے تعلق اور محبت ہونے کی بنار پر حضرت کو مظاہر سے جتنا تعلق تھا وہ اب بھی بہت سے لوگوں کے علم میں ہے۔ جب حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے بعض اعذار کی وجہ سے جلسہ سالانہ میں شمولیت سے انکار فرمادیا تھا تو حضرت اقدس سہارنپوری کے فرمان کی بنار پر مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں بطور خاص تشریف آوری شروع فرمائی۔ اور جب تک یہ جلسہ سالانہ ہوتا رہا اس میں حضرت نے بڑے اہتمام سے شرکت فرمائی۔

مفتی مدرسہ مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی (جن کا تقرر ۱۳۳۳ھ میں بلا تنخواہ عہدۂ تدریس پر ہوا تھا) نے بھی اسی سال بیس ۲۰ جمادی الثانی کو پاکستان میں انتقال فرمایا۔

۱۳۷۸ھ بارہ ۱۲ شوال ۱۳۷۸ھ کو مولانا بابو ولی محمد صاحب بٹالوی مجاز حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے پاکستان میں انتقال فرمایا۔ مرحوم مظاہر کے ممتاز فضلار میں سے تھے۔ ۱۳۵۰ھ سے لیکر ۱۳۶۱ھ کی طویل مدت تک مظاہر میں خدمات تدریس انجام دیں۔ ۔۔۔ میں جب پاکستان منتقل ہوئے تو احیائے سنت اور دینی علوم کی ترویج کی غرض سے راولپنڈی میں مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس کا نام

مدرسہ بہت ناروا رکھا۔
نیز اسی سال اکیس ذی الحجہ کو مدرسہ کے ایک قدیم ملازم حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے خادم خاص ملا حاجی نذیر احمد نے انتقال کیا مرحوم کی حضرت اقدس سہارنپوری کے ساتھ کئی مرتبہ سفر حج میں معیت رہی۔
حضرت مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم ۱۳۷۷ھ تک مظاہر کے قائم مقام صدر مدرس رہے ان کے انتقال کے بعد یہ عہدہ زریں خالی تھا جس کے لئے حضرت مولانا الحاج امیر احمد صاحب کاندھلوی سے زیادہ کوئی موزوں اور مناسب آدمی مدرسہ میں موجود نہیں تھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے بسطۃ فی العلم والجسم کا مصداق بنایا تھا۔ اسلئے ارباب مدرسہ نے چھ شوال ۱۳۷۸ھ میں ان کیلئے منصب صدارت تجویز کیا لہٰذا ضابطہ کے مطابق مولانا کو یہ مضمون اطلاع کی گئی کہ!

حضرت صدر مدرس صاحب کی خدمت میں ماہانہ تعلیم کے نقشے ملاحظہ کیلئے ارسال ہیں مجلس شوریٰ نے گذشتہ سال حکم دیا تھا کہ ماہ شوال اور ماہ ذیقعدہ سے مولانا ملاحظہ فرمائیں اسلئے مولانا سے درخواست ہے کہ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب و حضرت مفتی (سعید) صاحب مرحوم کی طرح ملاحظہ فرما کر واپس فرمادیں۔ فقط۔ اسعد ۵ ۱۲/۷۸ھ

اس پر مولانا امیر احمد صاحب نے نقشہ جات کے کثیر ہونیکا عذر فرمادیا اور تحریر فرمایا کہ یہ خدمت کسی اور کے سپرد کردی جائے۔ جس پر حضرت شیخ نے مولانا کو لکھا!

یہ (تعلیمی نقشہ جات کی جانچ پڑتال) تو صدر مدرسی کے لوازمات میں سے ہے اس کی علیحدگی منظوری سرپرستان ہی ہو سکتی ہے۔ یہ اہل شوریٰ کے اختیار کی چیز نہیں ہے۔ قدیم سے حضرت اقدس (سہارنپوری) پھر مولانا عبد اللطیف صاحب، پھر مولانا عبد الرحمن صاحب، پھر قاری سعید احمد صاحب کرتے چلے آئے ہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایکدن اسباق اس کے لئے بند کئے جاسکتے ہیں۔ زکریا ۲ ذی الحجہ ۷۸ھ [ا]

۱۳۷۹ھ

حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب مدرسہ کی ضروریات کی بنا پر ۱۳۷۳ھ میں رنگون تشریف لیگئے تھے۔ وہاں پر مقیم مدرسہ کے فضلاء اور محبین نے ایک گرانقدر رقم مدرسہ کی مسجد اور درسگاہوں میں برقی پنکھے آویزاں کرنے کیلئے دی تھی۔ لیکن یہ رقم کئی سال تک اپنے مصرف میں حضرت شیخ زاد مجدہ کے اختلاف رائے کیوجہ سے خرچ نہ کی جاسکی۔ امسال ۱۳۷۹ھ میں رنگون کے احباب اور خود دہندگان کے اصرار پر محرم سے درسگاہوں اور مسجد میں فٹنگ کا کام شروع ہوا۔ جس کا حضرت شیخ پر کافی اثر

[ا] رجسٹر اطلاعات احکام برائے اساتذہ بابتہ ۱۳۷۸ھ

ہوا جس سے وہ مغموم ومحزون ہوئے کیونکہ وہ طلبا کیلئے ان چیزوں کو مضر سمجھتے تھے۔

حضرت شیخ زید مجدہ السامی بہت سے امور میں مستقل رائے رکھتے ہیں۔ مثلاً

(۱) وہ طلبا کیلئے اخبار بینی، پارٹی بازی، انجمن سازی کے شدید مخالف ہیں کیونکہ مدارس عربیہ میں ہونے والی اسٹرائیکوں میں زیادہ تر دخل انہی چیزوں کو ہے۔ اخبارات ورسائل کے ذریعہ یہ دینی طلبا اسکول اور کالجوں میں ہونے والے شر وفسادات پر مطلع ہوتے ہیں، وہاں پر اساتذہ اور ملازمین کے ساتھ جو ذلت آمیز حقارت سے بھرپور رویہ اختیار کیا جاتا ہے اس سے یہ دینی طلبہ متاثر ہوتے ہیں اور پھر موقعہ ملنے پر وہی سب کچھ کر گذرتے ہیں، جو ان کے دل ودماغ کو پہلے سے متاثر کئے ہوئے ہوتا ہے۔ ۱۳۸۲ھ میں ہونے والی مظاہر کی اسٹرائیک میں ان کے اس نظریہ کو سو فیصد تائید حاصل ہو چکی ہے۔

(۲) اسی طرح وہ دینی مدارس میں انگریزی اور ہندی پڑھائے جانیکے موافق نہیں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ انگریزی اور ہندی کے حصول کیلئے قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں اسکول کھلے ہوئے ہیں۔ حکومت کی طرف سے ان کے لئے بڑی مراعات ہیں اور دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے لاکھوں افراد میں سے دو چار طلبا جو مدارس میں آجاتے ہیں ان کو بھی اسی کی تحصیل میں لگا دیا جائے۔ یہ بات بے محل بھی ہے اور فہم وانصاف کے خلاف بھی۔

(۳) ایسے ہی وہ دینی مدارس میں تعلیم کے ساتھ ساتھ صنعت وحرفت سکھانے اور اس کیلئے مستقل شعبہ کے قیام کو تحصیل علم کیلئے مضر سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارے اکابر ذکر وشغل، اصلاح وتربیت جیسی اہم چیز کو بھی طالب علم کے حق میں اسلئے مؤخر کر دیا کرتے تھے کہ ایک وقت میں دونوں کاموں کا اجتماع تشتت کا سبب بنے گا پھر بھلا دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ صنعت وحرفت کی پیوندکاری کیسے صحیح ہو جائے گی، یہی وہ خیالات تھے جن کی بنا پر انھوں نے ہر اس چیز پر تنقید کی جو طلبہ کیلئے مضر سمجھا اور انکے مستقبل کیلئے تنگ وتاریک۔

طلبہ ۱۳۷۶ھ میں طلبہ کی تعداد چھ سو ستاون (۶۵۷) تھی۔ سالانہ امتحان انتیس ۲۹ رجب سے شروع ہو کر چار شعبان تک رہا۔ ان ایام میں جن کتب کا تحریری امتحان ہوا وہ چھپن (۵۶) تھیں اور جن کتابوں کا تقریری امتحان ہوا وہ تیئیس (۲۳) تھیں۔ مندرجہ ذیل طلبا اسی سال کے فارغ ہیں:۔

مولوی عبد القیوم (صاحب) رائے پوری (حال استاذ مدرسہ) مولوی محمد رفیق بارہ بنکوی، مولوی عبد الرب بہاری، مولوی محمد یوسف چاٹگامی، مولوی منیر احمد بجنوری، مولوی محمد ہارون دربھنگوی، مولوی ادریس برمی، مولوی فیاض الاسلام اکیابی، مولوی عبد الوہاب بہاری، مولوی نظام الدین بستوی، مولوی انوار احمد اعظمی، مولوی عبد الحلیم بستوی، مولوی تجمل حسین کچھاڑی، مولوی ابو طاہر برمی، مولوی یوسف ارکانی، مولوی احمد اللہ بجنوری، مولوی سمیع اللہ اکیابی، مولوی مشتاق احمد چاٹگامی، مولوی حبیب الرحمن کچھاڑوی، مولوی

شفیق الہ آبادی، مولوی غیاث الدین پورنوی، مولوی شہید الحق ۲۴ پرگنوی، مولوی سلطان احمد اکیابی، مولوی محمد اسرائیل چاٹگامی، مولوی منصب علی بستوی، مولوی مشتاق احمد بستوی، مولوی سراج الدین آسامی، مولوی عبد الرب سہارنپوری، مولوی عبد الغنی برمی، مولوی عبد الحمید کمرلائی، مولوی عبد الکریم برمی، مولوی مقیم الدین پٹنوی، مولوی اقبال احمد اعظمی، مولوی ممتاز احمد بستوی، مولوی ظہور احمد مونگیری، مولوی کفایت اللہ فیض آبادی، مولوی شمس الضحیٰ برمی، مولوی عبد الرشید برمی، مولوی ولی احمد برمی، مولوی محمود موسیٰ گجراتی، مولوی محمد شریف بستوی، مولوی عبد اللہ برمی، مولوی عبد الرشید رنگونی، مولوی عبد الشکور چاٹگامی، مولوی ضمیر الدین میمن سنگھی، مولوی عبد الجبار رنگونی۔"

ان سینتالیس[۴۷] فارغین میں مولوی عبد القیوم صاحب رائے پوری ابن جناب محمد ایوب صاحب رائے پوری نے اول نمبرات سے کامیابی حاصل کرکے مندرجہ ذیل کتب انعام میں حاصل کیں۔ دررفرائد، تفسیر مدارک، کوکب الدری مکمل، مقدمہ اوجز۔ اسکے علاوہ نمبر اول ہونے کی بنا پر دس[۱۰] روپے بھی دیئے گئے۔"

سنہ ۱۳۷۷ھ اس سال طلبہ کی مجموعی تعداد سات سو سینتیس (۷۳۷) تھی، سال زیر بحث کے طلبائے دورہ مندرجہ ذیل تھے۔

مولوی نسیم احمد بجنوری۔ مولوی محمد الیاس پورنوی، مولوی عبد الرحمٰن حیدرآبادی، مولوی محمد یوسف بجنوری، مولوی سلطان احمد بھاگلپوری، مولوی وارث علی سیتاپوری (مجاز حضرت شیخ زادمجدہٗ) مولوی حبیب احمد بہرائچی، مولوی عبد القیوم گونڈوی، مولوی عبد الرحیم ارکانی، مولوی اقبال احمد بہاری، مولوی محمد ادریس پورنوی مولوی عبد الرؤف بستوی، مولوی محمد ذاکر لکھیم پوری، مولوی محی الدین بستوی، مولوی محمد احمد سیتاپوری، مولوی عبد العزیز گونڈوی، مولوی محمد سلیمان گجراتی، مولوی ابرار احمد بستوی، مولوی محمد سلیمان ارکانی، مولوی عبد المالک برمی، مولوی خورشید علی کچھاڑوی، مولوی محمد علی رنگونی، مولوی عبد الوہاب سلہٹی، مولوی حسین احمد رنگونی، مولوی سراج الحق اکیابی، مولوی محمد حسین اکیابی، مولوی محمد الیاس سہارنپوری، مولوی عبد الرحمٰن منی پوری، مولوی مبشر علی سلہٹی، مولوی مشرف علی پورنوی، مولوی عبد الشکور پورنوی، مولوی حفیظ احمد مرادآبادی، مولوی عزیز اللہ اعظمی، مولوی عبد اللطیف میرٹھی، مولوی عبد الکریم کچھاڑوی، مولوی محمد موسیٰ رنگونی، مولوی جلال احمد ارکانی، مولوی احمد حسین رنگونی، مولوی ناظر حسن مظفرنگری، مولوی حسین احمد اعظمی، مولوی فضل الحق اکیابی، مولوی محمد طارق رنگونی، مولوی محمد اطہر اعظمی، مولوی محمد مصطفیٰ بھیانوی، مولوی تمیز علی آسامی، مولوی سعید احمد رنگونی، مولوی محمد یعقوب دیناجپوری، مولوی رئیس الدین کچھاڑوی، مولوی ظہور احمد اکیابی، مولوی انعام الدین منی پوری۔ مولوی خضر الدین رنگ پوری، مولوی عبد الرحمٰن آسامی، مولوی عبد المتین

پھاڑوی"

ان ترپن (۵۳) فارغین میں اول نمبرات سے کامیاب ہونے والے مولانا نسیم احمد صاحب ابن جناب تسلیم احمد صاحب بجنوری تھے، موصوف نے مجموعی طور سے ایکسو چورانوے (۱۹۴) نمبرات حاصل کر کے مندرجہ ذیل کتب انعام میں حاصل کیں۔ درر فرائد، کوکب الدری مکمل، مقدمہ اوجز المسالک، اسلام کی چوتھی کتاب، رسالہ مصر وغیرہ، اسکے علاوہ پندرہ ۱۵/ روپے نقد انعام میں دیئے گئے"

۱۳۷۸ھ اس سال طلبہ کی مجموعی تعداد پانچسو اڑسٹھ (۵۶۸) تھی جن میں تین سو چوراسی (۳۸۴) عربی کے شعبوں سے وابستہ رہے، باقی دوسرے درجوں میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

اس سال کے فارغین دورہ یہ ہیں۔

مولوی نثار احمد اعظمی، مولوی افروز علی مونگیری، مولوی محمد حسین اکیابی، مولوی حامد علی سیتاپوری، مولوی عبدالباقی بہرائچی، مولوی محمد اللہ اکیابی، مولوی عبدالحفیظ اکیابی، مولوی آفتاب الدین کچھاڑی، مولوی ناظر حسین اکیابی، مولوی محمد یوسف پورنوی، مولوی ممتاز احمد جونپوری، مولوی سعید اللہ اکیابی، مولوی عبدالسلام مدراسی، مولوی مبارک علی دیناجپوری، مولوی عثمان غنی بردوانی، مولوی تجمل حسین کچھاڑی مولوی تصور علی کچھاڑی، مولوی عبدالجبار گوالپاڑی، مولوی محمد طلال اکیابی، مولوی نورالنبی چمپارنی، مولوی عبدالکریم منی پوری، مولوی تمیز الرحمٰن کچھاڑی، مولوی مقبول احمد اکیابی، مولوی محمد اسحٰق کچھاڑی، مولوی محمد اکمل بہانوی، مولوی مظفر احمد اکیابی، مولوی عبدالسلام چاٹگامی، مولوی بدر الحسن مظفرپوری، مولوی علی اصغر اکیابی، مولوی عزیز اللہ برمی، مولوی نورالدین جونپوری، مولوی ابوالفیاض اکیابی، مولوی ____ سلطان احمد پورنوی، مولوی نورالدین کچھاڑی، مولوی رحمت اللہ اعظمی، مولوی حبیب اللہ منی پوری، مولوی صغیر احمد اعظمی، مولوی مزمل علی کچھاڑی، مولوی محمد ابو بلال پورنوی، مولوی ضیاء الدین کچھاڑی، مولوی عبدالرحیم کچھاڑی، مولوی عبدالرحمٰن کچھاڑی، مولوی نورالعالم اکیابی، مولوی اشفاق احمد میرٹھی، مولوی عبدالمنان منی پوری، مولوی عبدالحکیم اعظمی، مولوی محمد صدیق اکیابی، مولوی عبداللطیف مالدہی۔

ان اڑتالیس (۴۸) فارغین میں امتیازی نمبرات سے پاس ہونے والے مولوی نثار احمد بن جناب وکیل احمد اعظمی تھے۔ جن کو مندرجہ ذیل کتب انعام میں ملیں۔ درر فرائد، ملا علی قاری، مدارک، اصول حدیث، کحل الجواہر، ضمیمہ بہشتی زیور، اوائل الاربعین۔ اسکے علاوہ مولوی صاحب موصوف کو دس ۱۰/ روپے بھی دیئے گئے جو اول نمبر آنے والے کے واسطے مخصوص ہیں"

۱۳۷۹ھ سال زیر بحث میں طلبہ کی مجموعی تعداد پانچسو تریسٹھ (۵۶۳) تھی جن میں درجہ ابتدائی اور

اعلیٰ و اوسط کے طلبا چارسو دو (۴۰۲) تھے۔ باقی شعبہ تجوید و فارسی و قرآن شریف وغیرہ پڑھنے والے تھے۔ جو طلبہ اس سال فارغ ہوئے ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

مولوی احسان لاہوری (مجاز حضرت شیخ زیدمجدہ) مولوی محمد موسیٰ گجراتی، مولوی فتح محمد چمپارنی، مولوی محمد اعظم حسین ہم پرگنوی، مولوی مشتاق احمد (نابینا) گوالیاری، مولوی نثار احمد برمی، مولوی عبدالرزاق حیدرآبادی، مولوی مقصود حسن ماجروی، مولوی نصیرالدین حیدرآبادی، مولوی غلام رسول برمی، مولوی صغیرالدین پورنوی، مولوی نصیرالدین کچھاڑی، مولوی محمد یٰسین سہسراوی، مولوی محمد فاروق اعظمی، مولوی ختم اللہ بستوی، مولوی کمال الدین بستوی، مولوی محمد شعیب بستوی، مولوی عبدالسلام بستوی، مولوی قمرالدین اعظمی، مولوی عزیز الرحمٰن کاعروپی، مولوی مطیع الرحمٰن پورنوی، مولوی عبدالقادر دیناجپوری، مولوی محمد جلال اکیابی، مولوی کریم الدین میرٹھی، مولوی عابد خاں ہردوئی، مولوی حامد حسین اکیابی، مولوی ابوالکلام بستوی، مولوی رفیق احمد بستوی، مولوی محمد امین اعظمی، مولوی محمد طیب دربھنگوی، مولوی وکیل احمد دربھنگوی، مولوی عبدالباری اعظمی، مولوی ظہیر الحسن باندوی، مولوی محمد تقی اعظمی، مولوی لقمان احمد برمی، مولوی محمد علی مدراسی، مولوی عبدالباری برمی، مولوی محمد سعد اللہ باندوی، مولوی مظاہر حسن بھاگلپوری، مولوی فیض الباری کچھاڑی، مولوی عبدالمطلب بردوانی، مولوی ابوبکر اعظمی، مولوی محمد ایوب باندوی، مولوی نسیم احمد بستوی، مولوی محمد موسیٰ جونپوری، مولوی حبیب اللہ گورکھپوری، مولوی جمال الدین باندوی، مولوی محمد احمد اعظمی مولوی تمبرالدین کچھاڑی، مولوی محمد باقر لکھیم پوری، مولوی سعید احمد مرزاپوری، مولوی تمیزالدین کچھاڑی، مولوی محمد معصوم پورنوی، مولوی علیم اللہ بستوی، مولوی مجاہد علی کچھاڑی، مولوی محمد قاسم برمی، مولوی ظفر احمد مانک پوری، مولوی محمد یوسف برمی، مولوی مزمل علی کچھاڑی، مولوی عبدالعزیز دربھنگوی۔

ان ساٹھ (۶۰) فارغین میں مولوی احسان احمد ولد جناب محمد بشیر صاحب لاہوری اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے، اور دس کتب میں امتحان دیکر مجموعی طور سے دوسو۲۰۰ نمبرات حاصل کر کے یہ کتب انعام میں حاصل کیں۔ درر فرائد، اوجز المسالک جلد ششم، تفسیر مدارک، اصول حدیث حسن النظر، مجموعہ خطب پنجابی، اقسام بیعت۔

تغیرات | چار شوال ۷۶ھ سے مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری، کا تقرر درجہ ابتدائی عربی کیلئے چالیس۴۰ روپے مشاہرہ پر ہوا۔

۷۷ھ:۔ امسال ماہ شوال میں مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب کو ترقی دیکر نائب مفتی کے بجائے صدر مفتی بنایا گیا۔ پچیس۲۵ محرم ۷۷ھ مطابق گیارہ۱۱ اگست ۱۹۵۷ء کو مولانا حافظ اکبر علی صاحب مدرس عربی

استعفاء دیکر پاکستان چلے گئے اسلئے تیئس (۲۳) محرم ۷۷ھ دوشنبہ سے انکے اسباق دوسرے اساتذہ پر تقسیم کردیئے گئے۔

مورخہ چھ شوال سے مولانا وقار علی صاحب بجنوری کا مدرس عربی کے عہدہ پر اور اٹھائیس ۲۸ جمادی الاول سے مولانا احمد اللہ صاحب و مولانا اظہر حسین صاحب کا اسی عہدہ پر شاخ میں تقرر ہوا۔

اس سال چونکہ مولانا عبد المجید صاحب چندہ کے سلسلہ میں کم و بیش چار ماہ کیلئے پاکستان تشریف لیگئے تھے اسلئے مولانا انعام الرحمٰن صاحب تھانوی نے بنیابت اہتمام کے فرائض انجام دیئے۔ اسی سال مورخہ پانچ صفر سے مولانا عبد الکریم صاحب مغفور سہارنپوری درجہ فارسی کے استاذ مقرر ہوئے۔

۱۳۷۸ھ: بارہ ۱۲ ذیقعدہ ۷۸ھ کو حاجی محمد عمر مؤذن مسجد کلثومیہ کا استعفاء منظور کیا گیا۔ مولانا عبد الوہاب صاحب جو مدرسہ میں ۱۳۵۷ھ سے نائب مہتمم مالیات چلے آرہے تھے۔ بعذر بیماری اس سال انیس ۱۹ ذیقعدہ کو مستعفی ہوئے۔ عارضی طور پر مولانا عبد المالک صاحب ان کے قائم مقام بنائے گئے۔

۷۹ھ: چونکہ نائب مہتمم مالیات کا عہدہ مولانا عبد الوہاب صاحب کے بعد سے خالی چلا آرہا تھا، اسلئے اس سال یکم محرم الحرام سے مولانا عبد المالک صاحب نائب مہتمم مالیات بنائے گئے۔ اور مولانا کی معاونت کی غرض سے محرر اول کے عہدہ پر حافظ منشی امیر حسن صاحب کا تقرر کیا گیا۔ نیز اسی سال مولوی عبد الکریم صاحب مدرس فارسی درجہ دوم نے بغرض زیارت حرمین چار ماہ کی چھٹی لی۔ اسلئے ان کے درجہ کے اسباق مولوی محمد ظفر صاحب مدرس اول شعبۂ فارسی کی طرف منتقل ہوئے۔

۹۸،۹۹ بنائی مطابق ۱۳۸۰،۸۱ھ

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہ کا مظاہر کے ساتھ جو دیرینہ اور مخلصانہ تعلق رہا ہے وہ ان حضرات پر مخفی نہیں ہے جو حضرت شیخ کے متعلق کچھ بھی جانتے ہیں۔ اسی طرح ہزاروں افراد کو اس چیز کا بخوبی علم ہے کہ مظاہر کا نشوونما اس کی موجودہ ترقیات، عالم اسلامی میں اسکا تعارف، اور مذہبی دینی وسیاسی شخصیتوں کی آئے دن کی آمد ورفت یہ سب انہی کی ذات کی منت کش ہے۔ لیکن ان سب چیزوں کو تھوڑی دیر کیلئے ثانوی درجہ میں رکھ کر اگر صرف یہی دیکھا جائے کہ انھوں نے اپنی جوانی کے بیش قیمت لمحات اپنی عمر عزیز کا ایک بڑا وقت جس للہیت اور حسن خلوص کے ساتھ مدرسہ کی چہار دیواری میں گذار دیا اور اپنی ان عظیم خدمات کا کوئی بھی معاوضہ نہیں لیا تو یہ نہ صرف آب زر سے لکھے جانیکے قابل ہے بلکہ مدرسہ کی تاریخ کو تابناک بنانے کیلئے بہت کافی ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ ہم ۱۳۴۵ھ کے حالات قلمبند کرتے ہوئے بڑی تفصیل کے ساتھ اس مضمون کو

تحریر کر آئے ہیں کہ حضرت شیخ نے اپنے اکابر کے زیر اثر ہوکر اور ان کی تعمیل حکم میں مدرسہ سے چند سال تک تنخواہ
لی تھی فنائیت اور بے نفسی نیز حقوق مدرسہ کے پیش نظر ہمیشہ حضرت شیخ کو یہ خیال رہا کہ وہ تنخواہ میری حیثیت
اور استحقاق سے زائد تھی جو مجھ کو صرف اکابر کے حسن ظن کی بنا پر مل رہی تھی اسلئے اب وہ واپس کردینی چاہیئے۔
اس سلسلہ کی پہلی قسط کا تذکرہ ۱۳۸۵ھ کے حالات میں آچکا ہے۔ دوسری قسط کی ادائیگی کے موقعہ پر انھوں
نے ایک تحریر ناظم صاحب کی خدمت میں بھیجی تھی جسمیں دوسری قسط کی ادائیگی کی اطلاع کرتے ہوئے باقیماندہ
رقم کیلئے یہ انتظام فرمایا تھا کہ اگر وہ میری حیات میں ادا نہ ہوسکی تو کتب خانہ یحیوی سے ہر ماہ وصول کرلی جائے۔
وہ مکتوب روئداد ۱۳۸۰ھ سے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

بگرامی خدمت حضرت ناظم صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، زاد مجدکم۔ بعد سلام مسنون۔
یہ ناکارہ محرم ۱۳۳۵ھ میں مدرسہ میں بیس ۲۰/ روپے ماہانہ پر مدرس مقرر ہوا تھا جبکہ میرے
چچا جان مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ جو کئی سال پہلے سے مدرس تھے ترقیات کے
بعد اکیس ۲۱/ روپے تک پہنچے تھے اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب دام مجدہم جو پہلے سے مدرس تھے۔
ترقی کے بعد سترہ ۱۷/ روپیہ تک۔ اور مولانا منظور احمد صاحب جو مجھ سے پہلے مدرس تھے پندرہ ۱۵/
روپیہ تک پہنچے تھے، میرا خیال ہے کہ میری تنخواہ محض اکابر کے حسن ظن اور شفقت کی وجہ سے
اتنی مقرر ہوگئی تھی جو میری حیثیت اور استعداد سے زائد تھی۔ ان حضرات کے حسن ظن کا مبنی
میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا طرز تعلیم تھا کہ وہ خصوصی طلبہ سے تعلیم کے زمانے میں
بھی اسباق پڑھوایا کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے انتقال ۱۳۳۴ھ کے سال میں بھی
اپنے مخصوص شاگردوں کے اسباق مقامات وغیرہ اس ناکارہ کے حوالہ فرما رکھے تھے، اسکے
بعد شوال ۱۳۴۴ھ تک جب کہ یہ ناکارہ دوسری مرتبہ حجاز گیا اور اسکے بعد سے مستقل طور سے
تنخواہ چھوڑ دی تھی، متفرق ترقیات کے بعد ۱۰۰؍ تک پہنچی تھی۔ ان تمام ایام کی تنخواہ جو اس
ناکارہ نے مدرسہ سے وصول کی تھی۔ ا ہتامو ۵ (۲۷۱۷/) روپے تھی۔ اس ناکارہ کا
ہمیشہ یہ خیال رہا کہ یہ تنخواہ جو ملتی رہی وہ میری حیثیت استعداد سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ
گو اس ناکارہ نے مدرسہ کے اوقات کا ہمیشہ بہت اہتمام کیا اور شدید بخار وغیرہ دوسرے
امراض میں بھی رخصت بیماری بہت کم لی، لیکن اکابر کے جو واقعات مدرسہ کی تنخواہ اور
تحفظ اوقات کے سنتا اور دیکھتا رہا ہوں وہ بہت شدید ہیں۔
میں نے سنا ہے کہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا معمول تھا کہ مدرسہ کے اوقات

ہیں اگر کوئی ذاتی مہمان آجاتا اور اس سے مزاج پرسی وغیرہ میں چند منٹ خرچ ہوجاتے تو ان کو اسی وقت یادداشت میں لکھ لیتے اور مہینہ کے ختم پر ان سب منٹوں کو جمع فرماکر اتنے وقت کو رخصت اتفاقیہ میں لکھوا لیتے اور حسب ضابطہ تنخواہ وضع کرایا کرتے تھے۔

میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس سہارنپوری قدس سرہٗ آخر ۱۳۴۴ھ میں جب حجاز سے واپس تشریف لائے تو یہ فرماکر تنخواہ چھوڑ دی تھی کہ میں اپنے ضعف وغیرہ کی وجہ سے مدرسہ کے اوقات کا پورا تحفظ نہیں کرسکتا۔ اب تک میں تنخواہ اسلئے لیتا رہا کہ مولانا محمد یحییٰ صاحب میری نیابت میں بلا تنخواہ کام کیا کرتے تھے اور میرا اور ان کا کام ملکر ایک مدرس سے بہت زیادہ ہوجاتا تھا مگر اب ان کا انتقال ہوچکا ہے۔ اسلئے میں اب تنخواہ لینے سے معذور ہوں۔ تقریباً ایک سال تک حضرت قدس سرہٗ اس زمانے کے سرپرستان حضرت اقدس رائے پوری، حضرت تھانوی وغیرہ نور اللہ مرقدہم سے اس پر اصرار فرماتے رہے۔

میں نے اپنے والد صاحب کو دیکھا کہ سردی میں مدرسہ کے حمام کے سامنے اپنا سالن وغیرہ رکھدیتے جو اس کی دور کی شعاع (آنچ) سے گرم ہوجاتا لیکن اس پر بھی سردی کے ختم پر دو چار روپیہ اس کے معاوضہ میں چندہ کے نام سے داخل فرمادیا کرتے تھے۔ اس قسم کے متعدد واقعات کی بناء پر مجھے ہمیشہ سے اپنی تنخواہ کے واپس کرنے کا داعیہ رہا مگر بعض دوسرے خیالات اس کی تکمیل میں مانع رہے۔

مندرجہ بالا مقدار میں سے تقریباً ایک ہزار روپیہ کی رقم میں تو مجھے خصوصی اشکال تھا اسلئے اس کی پیش کش تو بندہ ۱۳۸۵ھ میں کرچکا تھا جو اسی سال روئداد میں مفصل طبع ہوچکا تھا۔ اور وہ رقم پوری ہوگئی تھی۔ بقیہ (۶-۱۱-۱۷۱۷) روپیہ کی پیش کش اس وقت کرتا ہوں اسطرح پر کہ صاً ۱۱۷ تو نقد پیش ہیں۔ بقیہ بارہ سو میں سے اس ناکارہ کی حیات تک ملنہ؎ ماہانہ بندہ سے وصول فرماتے رہیں اور تکمیل رقم سے قبل اگر اس ناکارہ کا انتقال ہوجائے تو جتنا اس وقت باقی ہو اس کی وصیت کرتا ہوں (کہ) بندہ کے کتبخانہ سے وصول کرلی جائے۔"

محمد زکریا۔ ۱۱ر شوال ۱۳۸۰ھ

مولانا لطیف الرحمٰن صاحب کاندھلوی جو ایک زمانہ میں مدرسہ کے کتب خانہ کے نگراں بھی رہ چکے تھے اس سال اکیس ۲۱ جمادی الثانی کو انتقال کر گئے۔

مولانا الحافظ الحاج محمد عبد الوہاب صاحب نے بھی اسی سال مورخہ سترہ (۱۷) شوال کو انتقال کیا مولانا مرحوم مظاہری کے فارغ تھے تقریباً چودہ سال تک حسبۃً للہ بغیر تنخواہ کے مدرسہ میں اسباق پڑھائے۔ اسکے بعد مدرسہ کے نائب ناظم مالیات بنائے گئے۔ مسلسل اعذار و بیماری کیوجہ سے ذیقعدہ ۸۰ھ میں اس خدمت سے سبکدوش ہو گئے تھے عمر تقریباً ستاون ۵۷ سال تھی۔

۱۳۸۱ھ:- اس سال اٹھارہ ۱۸ ذی الحجہ کو مولانا عبد السبحان صاحب مدرس شاخ کا انتقال ہوا۔ مرحوم حج کے لئے تشریف لیگئے تھے وہیں یہ حادثہ پیش آیا۔

اسی سال تیئیس (۲۳) ذی الحجہ کو الحاج حافظ عبد المجید صاحب تھانوی مہاجر مکی نے بھی انتقال فرمایا۔ موصوف مظاہر کے قدیم ارکان سے نیازمندانہ تعلق رکھتے تھے ان کی مجالس کے لطف اٹھائے ہوئے تھے۔ ہجرت سے قبل جب تک ہندوستان میں قیام رہا بڑے اہتمام و التزام سے مظاہر کے سالانہ جلسہ میں شرکت فرماتے تھے: رحمہما اللہ تعالیٰ

طلبہ | ۸۱ھ میں درجہ اعلیٰ و اوسط و ابتدائی عربی میں تین سو ترانوے (۳۹۳) طلبہ تھے، باقی طلبا نے قرآن شریف، فارسی و تجوید کی تعلیم حاصل کی، مجموعی تعداد سات سو تراسی (۷۸۳) تھی

جو طلبہ اس سال فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولانا محمد یونس صاحب جونپوری (حال شیخ الحدیث مظاہر علوم) مولانا محمد عاقل صاحب سہارنپوری، (حال صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم) مولوی عبد العلی جونپوری، مولوی عبد الرؤف پورنوی، مولوی امیر الدین پورنوی، مولوی عبد الرشید بستوی، مولوی عاشق الٰہی کنڈوی، مولوی سید خواجہ حیدرآبادی، مولوی صغیر احمد پورنوی، مولوی شجاع الدین حیدرآبادی، مولوی عتیق احمد فیض آبادی، مولوی محمد ایوب پورنوی، مولوی محمد بلال بیربھومی، مولوی محبوب عالم پورنوی، مولوی احسان الحق اکیابی، مولوی مسلم الدین کچھاڑی، مولوی شمس الرحمٰن کھلنوی، مولوی محمد یوسف رنگونی، مولوی عبد اللطیف خاں بھوپالی، مولوی ابو الہاشم اکیابی، مولوی عبد الرحمٰن دکوی، مولوی علی احمد اکیابی، مولوی محمد صدیق اکیابی، مولوی محمد امین اعظمی، مولوی قمر الہدیٰ دیوریاوی، مولوی مدثر احمد اکیابی، مولوی احتشام الحسن (ابن مولانا الحاج احتشام الحسن صاحب) کاندھلوی، مولوی احمد حسن فتحپوری، مولوی عبد الکریم کچھاڑی، مولوی محمد ادریس پورنوی، مولوی حاتم علی آسامی، مولوی صغیر احمد دیوریائی، مولوی حبیب الرحمٰن اعظمی، مولوی،

قاسم برمی، مولوی احسان الدین دیناجپوری، مولوی عبد الحکیم بستوی، مولوی نور محمد ۲۴ پرگنوی، مولوی عبد الصمد
بہرائچی، مولوی ضیاء الدین باندوی، مولوی محمد ہاشم ارکانی، مولوی محمد یعقوب حیدر آبادی، مولوی مشتاق احمد
بہاری، مولوی محمد علی راجستھانی، مولوی یعقوب ارکانی، مولوی محمد ابراہیم ۲۴ پرگنوی، مولوی سعید الرحمٰن
ارکانی، مولوی عبید الرحمٰن بہرائچی، مولوی اظہر الحسن ندیادی، مولوی فیض احمد ارکانی، مولوی عبد الغفار
۲۴ پرگنوی، مولوی ابو القاسم بگوڑوی۔"

ان اکیاون فارغین میں مولانا محمد یونس صاحب نے اول نمبرات سے کامیابی حاصل کر کے مندرجہ
ذیل کتب انعام میں حاصل کیں۔ درر فرائد، بیان القرآن جلد اول، معارف الحدیث جلد اول، تذکرۃ
الرشید جلد اول، ماہتاب عرب، حسن النظر، فضائل مسواک، الذکر المیمون۔"

۱۳۸۱ھ اس سال طلبہ کی مجموعی تعداد پانچسو نوے (۵۹۰) تھی۔ ضابطہ کے مطابق سالانہ امتحان
ابتداء شعبان میں ہوا جس میں پانچسو بہتر (۵۷۲) طلبا نے شرکت کی، جو طلبہ امسال فارغ ہوئے
ان کے اسماء یہ ہیں:

مولوی محمد ہاشم پورنوی، مولوی عبد العلی ۲۴ پرگنوی، مولانا محمد ہارون (ابن حضرت مولانا شاہ محمد یوسف
صاحب کاندھلوی) مولوی محمد رفیق پرتاپ گڈھی، مولوی محمد مسلم ۲۴ پرگنوی، مولوی ابو الحسن بھٹ پوری،
مولوی منظر حسین ۲۴ پرگنوی، مولوی ظہور احمد مرزا پوری، مولوی ادریس سیتل پوری، مولوی ولی اللہ منی پوری،
مولوی عبد الحی گورکھپوری، مولوی ظہیر الدین پورنوی، مولوی عرفان علی کچھاڑی، مولوی عبد اللہ فتحپوری، مولوی
عبد الرشید کنڈوی، مولوی ضمیر الدین بھاگلپوری، مولوی جلال احمد ارکانی، مولوی عبد الماجد بستوی، مولوی
صدر الدین دیناجپوری، مولوی کبیر الدین ۲۴ پرگنوی، مولوی نیاز احمد سیتاپوری، مولوی سعید احمد مونگیری،
مولوی عبد الحمید کچھاڑی، مولوی عبد الحی خانپوری، مولوی حمید الرحمٰن ۲۴ پرگنوی، مولوی طفیل احمد دیناجپوری،
مولوی مسیح الرحمٰن ۲۴ پرگنوی، مولوی محمد اکرم بستوی، مولوی عبد الرشید کچھاڑی، مولوی محمد مظہر بستوی،
مولوی عبد الرشید ۲۴ پرگنوی، مولوی محمد یوسف ۲۴ پرگنوی، مولوی عبد العظیم مونگیری، مولوی حبیب الرحمٰن
پورنوی، مولوی طاہر حسن پورنوی، مولوی مجیب اللہ بستوی، مولوی یعقوب ۲۴ پرگنوی، مولوی رضاء الدین
دہلوی، مولوی عبد العزیز فیض آبادی، مولوی عین الدین اعظمی، مولوی عبد المنان ۲۴ پرگنوی، مولوی
شعیب عالم پورنوی، مولوی اسمٰعیل ۲۴ پرگنوی، مولوی قربان علی پورنوی، مولوی محب الحسن دربھنگوی،
مولوی کبیر الدین پورنوی، مولوی محمد عابد پورنوی، مولوی عبد الحنان ۲۴ پرگنوی، مولوی مزمل الحق ندیادی،
مولوی قمر الدین بھاگلپوری، مولوی عبد الرحمٰن پورنوی، مولوی محمد طیب چھپرادی، مولوی ابو طلحہ اعظمی، مولوی

ارشاد حسین آسامی، مولوی صداقت حسین چھپروی، مولوی مجیب الرحمٰن آسامی، مولوی محمد صدیق رانچوی۔ مولوی ادریس گجراتی، مولوی ریاض الدین آسامی، مولوی محمد الیاس پورنوی، مولوی خلیل الرحمٰن آسامی، مولوی نور الحسن پرنوی، مولوی محمد ادریس ارکانی، مولوی محبوب احمد برمی، مولوی محمد فرہاد ۲۴ پرگنوی، مولوی سعید الرحمٰن دیناجپوری، مولوی محمد ممتاز ۲۴ پرگنوی، مولوی ابوالقاسم بگوڑوی۔

ان اُنہتر (۶۹) فارغین میں سے مولوی محمد ہاشم ابن سراج الدین پورنوی نے اول درجہ کی کامیابی حاصل کر کے مندرجہ ذیل کتب انعام میں حاصل کیں۔ درر فرائد۔ تقریر بخاری جلد اول، کتاب حکمت نمبر، ترجمہ کحل الجواہر خلاصہ، اشرف السوانح، حج مبرور، ماہتاب عرب، باب رحمت، تفسیر بیان القرآن کامل، نخبۃ الفکر۔

تغیرات تیئیس (۲۳) محرم سے صوفی محمد صادق دیوبندی دار الطلبہ جدید کیلئے مؤذن مقرر کئے گئے۔ تیرہ (۱۳) ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ سے مولوی حافظ عبد الکریم مغوتی صرف دو ماہ کیلئے مدرس شاخ بنائے گئے۔ پندرہ[۱۵] شعبان سے حافظ محمد ہارون صاحب سفیر مدرسہ بنائے گئے، نیز اسی سال مورخہ انتیس[۲۹] ذیقعدہ سے منشی حافظ امیر حسن صاحب محرر مالیات مستعفی ہوئے۔

سنہ ۱۳۸۱ھ اسال مورخہ اٹھائیس شوال سے مولانا عبد الحفیظ صاحب کو شاخ سے منتقل کر کے مدرسہ میں تدریس کیلئے مقرر کیا گیا۔ نیز دار الطلبہ جدید میں ان کو طلبہ کا محاسب (نگراں) بھی بنایا گیا۔ نیز مولانا محمد یامین صاحب مدرس شعبہ فارسی کو شعبہ عربی کا استاد مقرر کیا گیا، اور مولوی رفیق احمد صاحب پرتاپ گڈھی کو شاخ کے ابتدائی اسباق کے لئے بمشاہرہ بیس[۲۰] روپیہ تجویز کیا گیا۔

اسی سال مولانا محمد یونس صاحب بجنوری سات[۷] روپے ماہانہ پر اور مولانا محمد عاقل صاحب بلا تنخواہ معین مدرس مقرر کئے گئے۔ مفتی عبد العزیز صاحب نے حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری کی خدمت میں رہنے کیلئے اسی سال تین ماہ کی رخصت لی اور پھر اخیر شوال میں ایک سال کی رخصت طلب کی، یہ درخواست حضرت اقدس رائپوری کے احترام میں منظور کی گئی۔ کیونکہ مدرسہ کا ضابطہ اتنی طویل رخصت دینے کا نہیں ہے۔

اسی سال حضرت شیخ دام مجدہ العالی کے بسلسلہ چشم علی گڈھ تشریف لیجانے کی بناء پر بخاری شریف کا درس کتاب التفسیر سے مولانا امیر احمد صاحب کے یہاں منتقل ہوا۔

سنہ ۱۳۸۲ھ بنائی مطابق ۱۰۰ تیئیس[۲۳] صفر سنہ ۸۲ھ مطابق دو[۲] اگست سنہ ۶۲ء پنجشنبہ کے روز مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا انتقال ہوا۔ ہندوستان کی تحریک آزادی اور اسکی تاریخ جس شخص کی نظر سے گذری ہوگی۔ وہ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سے ضرور واقف ہوگا۔ اس نے محسوس کیا ہوگا کہ حضرت مولانا کا دینی اور اسلامی سیاست میں

کتنا مرتبہ بلند تھا اور وہ استخلاص وطن کیلئے جنگ آزادی کی خدمات میں کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ ملک کا ایک بڑا طبقہ جہاں ان کو ایک قائد بلند پایہ خطیب اور بہترین سیاستداں کی حیثیت سے جانتا ہے وہیں ان کو بے مثال مصنف اور عالم دین ہونے کی حیثیت سے بھی پہچانتا ہے۔ مولانا ایک طویل زمانہ تک جمعیۃ علماء ہند کے ناظم اعلیٰ اور ہند پارلیمنٹ کے ممبر بھی رہے۔ کانگریس کے اونچے لیڈروں میں آپ کا شمار تھا۔ اپنی حیات میں بالخصوص ۱۹۴۷ء میں جو خدمات انھوں نے مسلمانوں کیلئے کیں مسلمانان ہند ان کو بھول نہیں سکتے۔ حادثہ کی اطلاع ملنے پر مدرسہ میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا اور ایصال ثواب کیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

(۲) چودہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق سولہ ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء یوم پنجشنبہ کو ساڑھے گیارہ بجے حضرت اقدس مولانا الحاج الشاہ عبد القادر صاحب سرپرست مدرسہ خلیفۂ اجل حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب کا لاہور (پاکستان) میں انتقال ہوا۔ عقیدتمندوں کے اصرار پر بارہا پاکستان تشریف لیگئے اور کئی کئی ماہ قیام فرمانے کے بعد واپس اپنی قیام گاہ رائے پور تشریف لے آئے۔ لیکن تیئس ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء کو ایسی روانگی ہوئی کہ وہیں جان جان آفریں کے سپرد کی۔

۱۳۴۴ھ میں جب کہ حضرت اقدس سہارنپوری حجاز تشریف لیجا رہے تھے تو تین ۳ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ کو سرپرستان میں حضرت اقدس رائے پوری کا بھی اضافہ ہوا اور آخر حیات تک سرپرست رہے۔

(۳) **اسٹرائک** اس سال کے اہم واقعات اور حوادث میں وہ ہنگامۂ اسٹرائک بھی ہے جو آٹھ ربیع الثانی مطابق آٹھ ستمبر ۱۹۶۲ء شنبہ کے روز شہر کے بعض غیر ذمہ دار اور بے دین لوگوں نے بعض ناعاقبت اندیش طلبہ کو برانگیختہ کرکے برپا کیا، جھوٹے واقعات اخبارات میں شائع کرائے اور مدرسہ کو بالکلیہ معطل کرنے اور تعلیمی مقاطعہ کی کوشش کی

جن لوگوں نے اپنے سیاسی اغراض کے تحت طلبہ کو ورغلایا انھوں نے اس کیلئے مدرسہ کی شاخ (جہاں طلبہ ابتدائی تعلیم حاصل کرتے ہیں) کو منتخب کیا اور وہاں منجملہ اسی ۸۰ طلبہ کے پینتیس (۳۵) طلبہ کو اپنے زیراثر کرکے چند مطالبات ان کی طرف سے اہتمام میں بھجوائے۔ مثلاً یہ کہ:

(الف) دارِ جدید لب نالہ ودارِ جدید لب حوض میں بجلی کا مستقل انتظام کیا جائے۔

(ب) احاطۂ مطبخ کے زینہ پر روشنی کا انتظام کیا جائے۔

(ج) دار الطلبہ قدیم کی صحن کی بجلی رات بھر جلائی جائے۔ وغیرہ، وغیرہ۔

یہ مطالبات پوسٹر کی شکل میں طبع کرائے گئے اور اٹھائیس ۲۸ ربیع الثانی ۸۲ھ مطابق انتیس (۲۹) ستمبر ۶۲ء تک نامنظوری کی صورت میں اسٹرائیک کی دھمکی دی۔ حالانکہ یہ سارے مطالبات مسائل اور ضروریات

کی شکل میں بہت پہلے سے مدرسہ میں زیر مشورہ تھے، اسی طرح غلط واقعات اخبارات میں طبع کرائے، اور عوام کو یہ تاثر دیا گیا کہ یہ دراصل حضرت شیخ اور حضرت ناظم صاحب کے درمیان اقتدار کی لڑائی ہے۔

اس فتنہ کی تحریری طور پر پشت پناہی کرنے والے اگرچہ اور بھی کئی تھے لیکن ایک صاحب "خادم اسلام علیم اظہر" جعلی نام کے ساتھ نہ جانے ایکدم کہاں سے درمیان میں آگئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ شعبہ نشر و اشاعت خدام المسلمین کے سکریٹری بھی منتخب ہو گئے۔ اسکے بعد انھوں نے اپنے زور قلم سے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان کے متعلق بس کیا لکھا جائے اور کس سے شکوہ کیا جائے۔ انھوں نے بڑی بیدردی کے ساتھ مدرسہ کی تاریخ کو مسخ کرکے عوام کے سامنے پیش کیا۔ اور وہ زہر اگلا کہ الامان الحفیظ۔

چنانچہ وہ اپنی ایک تحریر موسومہ "جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی بنیاد کو متزلزل کرنے والی پر اسرار سیاسی سینی" میں لکھتے ہیں کہ!

حضرت شیخ نے اپنے اَمرانہ غلبہ و تسلط کی بقاء و تحفظ کیلئے سرپرستانِ مندرجہ ذیل مقرر کرائے ہیں۔ بابو اکرام الحسن صاحب کاندھلوی، جناب حکیم محمد ایوب صاحب، سید آل علی صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب۔ ا۔ ھ بلفظہ"

اس بقاء و تحفظ کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے ہمارا اتنا تحریر کر دینا کافی ہے کہ یہ سارے حضرات حضرت شیخ کی سرپرستی سے پہلے ہی سرپرست بنا دیئے گئے تھے چنانچہ سید آل علی صاحب۔ مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب ۱۳۶۰ھ میں سرپرست منتخب ہوئے۔ الحاج محمد نسیم صاحب، مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب، الحاج شاہ مسعود صاحب ۱۳۷۱ھ میں سرپرست تجویز کئے گئے۔ اسکے دو سال بعد ۱۳۷۳ھ میں حضرت شیخ کا انتخاب ہوا۔

اسی پمفلٹ میں حضرت اقدس ناظم صاحب کے ساتھ ایک طرح کی ہمدردی اور اپنا دلی تعلق ثابت کرنیکے لئے یہ لکھدیا کہ۔

موجودہ ناظم صاحب کے ساتھ باوجود کامل اطاعت و انتہائی چاپلوسی اور خدمت میں حاضر باشی کے (یہانتک حال ہو گیا کہ دستخط کرنے کے ناظم معطل ہیں اور کوئی دخل نہیں جس کا ناظم صاحب نے بارہا مجبور ہو کر اقرار کیا اور کرتے رہتے ہیں) ان کے خلاف نا اہل ثابت کرنے کیلئے ایسی ناجائز تدابیر کیجاتی ہیں جن کا تفصیلی بیان کسی وقت ضرورت کیا جا سکتا ہے۔"

حضرت ناظم صاحب نے پوری قوت کے ساتھ اس الزام کی تردید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ!

میں اپنی افتاد طبع اور ضعف صحت کیوجہ سے اور حضرت شیخ کی اصابت رائے پر اعتماد کی وجہ سے بسا اوقات ان امور میں بھی ان سے مشورہ کرتا ہوں جن میں وہ نہیں چاہتے کہ ان سے مشورہ لیا جائے۔"

یہ اور اسی قسم کے دوسرے الزامات اور بیہودگیوں کی تردید کیلئے حضرت ناظم صاحب کو مستقل قلم اٹھانا پڑا۔ اور ۔ مظاہر علوم سہارنپور و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ ۔ نامی کتابچہ میں ان مزعومات کی قلعی کھولی۔

یہ فتنہ مظاہر علوم کی چہار دیواری میں عملی طور پر مسلسل سات آٹھ ماہ تک رہا اور مفسدین نے بااثر طبقہ سے لیکر ایک معمولی سی حیثیت کے آدمی تک سے منت سماجت، چاپلوسی صرف اس بنیاد اور اس امید پر کرلی کہ وہ مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں، تعلیم بند کرادیں، مدرسہ کو مقفل کرادیں اور ہر قسم کا نقصان پہنچانے میں ان کی اعانت کریں۔ انھوں نے اعدائے اسلام اور دشمنان دین تک کی خوشامد کی اور ان کے اشاروں پر ہر مکر اور گھناؤنے فعل کا ارتکاب کیا۔ مگر الحمد للہ وہ اپنی روسیاہی کی ہر چال میں ناکام رہے اور ہر جگہ سے سوائے وعدوں اور دلفریب نعروں کے اور کچھ نہ پا سکے۔ اہل مدرسہ نے ازالۂ صلح و صفائی کا ایک طویل موقعہ ان کو دیا مگر جب انھوں نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا تو یک قلم ان سب کا اخراج کردیا اور حسن تدبیر سے ان سے مدرسہ کے کمرے خالی کرائے اور کتابیں واپس لیں۔ اسکے بعد بھی یہ لوگ اطمینان سے نہ رہے اور باقاعدہ محاذ بناکر مدرسہ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں لگ گئے۔ اور اکیسو سالہ علمی و دینی ادارہ کے مقابلہ میں نام نہاد جامعہ کا پروپیگنڈا کیا گیا۔ اور بھولے بھالے عوام سے چندہ کرنا شروع کردیا جس پر ناظم مدرسہ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کو اشتہارات کے ذریعہ عامۂ مسلمین کو اس فتنہ سے خبردار کرنا پڑا۔

ایک طویل زمانہ کے بعد جب یہ فتنہ بالکل فرو ہوا تو حضرت شیخ دام مجدہٗ نے مقامی و بیرونی معاونین کے نام بطور شکر گذاری کے مندرجہ ذیل مضمون تحریر فرمایا۔

> اس سال کے اہم واقعات میں طلبہ کا وہ رنجیدہ ہنگامہ ہے جو بعض شرپسند طلبہ نے بے دین لوگوں کے اغوا میں آکر مدرسہ کے خلاف پیدا کیا، جھوٹے واقعات اخبارات میں شائع کرائے اور مدرسہ میں اسٹرائیک کی کوشش کی جو اللہ کے فضل اور مخلص دوستوں اور طلبہ کی اکثریت نے ناکام بنائی۔ شہر کے تقریباً تمام ہی حضرات نے اس موقعہ پر مدرسہ کی ہر نوع کی مدد فرمائی اور بیرونی حضرات نے بھی۔ بالخصوص مولانا محمد قاسم صاحب شاہجہانپوری، الحاج غلام رسول صاحب کلکتہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ جو دہلی بسلسلۂ تبلیغ آئی ہوئی تھی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب زاد مجدہم نے اپنی جماعتوں کے ساتھ بار بار تکلیف فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے ان سب حضرات معاونین کو اپنی شایان شان بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، دارین کی ترقیات سے نوازے کہ ہم ناکارہ بجز دعائے خیر کے اور کیا کرسکتے ہیں۔ دل سے ان سب معاونین کیلئے دعائے خیر کرتے ہیں، جنھوں نے یہاں تشریف لاکر یا اپنی اپنی جگہ پر مدرسہ کی حمایت میں

جلسے یا اخبارات میں مضامین تحریر فرمائے۔ جزاھُمُ اللہ تعالیٰ۔

اب الحمدللہ نہ وہ مفسدین رہے نہ وہ نام نہاد جامعہ رہا۔ پس پردہ جو افراد اور ذہن کام کررہے تھے اور اپنی مادر علمی کے ساتھ بغاوت کر کے پوری توانائیاں ایک علمی و دینی ادارہ کے ڈھانے پر خرچ کررہے تھے۔ کچھ مت پوچھیئے کہ زندگی کے ہر موڑ پر اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسی عبرتناک مشکلات سے دوچار کیا۔ اور کیسے کیسے ناگفتہ بہ حالات ان پر آئے۔ جتنی شدت کے ساتھ اس فتنہ کو بھڑکایا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی قوت کیساتھ اس کو ختم فرمادیا۔

حباب اپنی خودی سے بس یہی کہتا ہوا گذرا ۔ بگولہ تھا ہوا نے اک گرہ دیدی تھی پانی میں

بالکل جی نہیں چاہتا تھا کہ اس تکلیف دہ واقعہ کے متعلق کچھ بھی تحریر کیا جائے۔ مگر مدرسہ کی تاریخ کے ساتھ اسکو خیانت تصور کیا گیا۔ اسلئے مختصر طور سے لکھنا پڑا۔

اب آخر میں (حضرت شیخ اور نام نہاد ناظم جامعہ کے درمیان ہونے والی) ایک خط و کتابت نقل کر کے اس قصہ کو ختم کیا جاتا ہے۔ قارئین اس خط کے جواب سے حضرت شیخ کے خیالات و احساسات اور اس فتنہ کی وجہ سے ان کے قلب و دماغ پر جو اثرات طاری ہوئے ان کو بخوبی سمجھ لیں گے۔

سراپا جود و کرم۔ زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی!

عرض حال ہے کہ ہمارے اور آپ حضرات کے مابین ہنگامی دور کا انقطاع ہو چکا ہے۔ لیکن حکومت کے ہنگامی ایکٹ کا نفاذ اب تک ہے۔ براہ کرم یہ تحریر فرمائیں کہ اب ہمارے اور آپ حضرات کے درمیان کوئی نزاع و خلاف تو نہیں۔ اسلئے کہ آپ حضرات جامعہ مظاہر علوم سے منسلک ہیں اور ہم لوگ جامعہ ... سے جواب کیلئے لفافہ حاضر ہے ۔ آپ کے خرمن کمال کا خوشہ چیں۔

خادم الاسلام۔ احقر .... عفرلہ۔ ناظم جامعہ عربیہ بہار پور۔ $\frac{۶}{۸۴}$ ۳

جواب از حضرت شیخ زید مجدہٗ۔

عنایت فرمائم سلمہٗ۔ ہدانی اللہ وایاکم۔ بعد سلام مسنون۔ اذیت نامہ پہنچا۔ جہاں تک نزاع کا تعلق ہے اس ناکارہ کے نزاع کا حال تو آپ نے اس وقت بھی دیکھ لیا تھا جب آپ حضرات انتہائی بے غیرتی سے اپنے اساتذہ کا شدید مقابلہ کررہے تھے۔

جب آپ حضرات سو سالہ مظاہر علوم کو برباد کرنے کی انتہائی کوشش کررہے تھے۔ جب آپ حضرات اللہ کے یہاں کی جوابدہی سے بے نیاز ہو کر جھوٹے الزامات اپنے اساتذہ پر اخبارات میں شائع کرارہے تھے۔ جب آپ حضرات کراماً کاتبین کے احصار سے بے خبر ہو کر جھوٹی شکایتیں حکومت و حکام تک پہنچارہے تھے۔ جبکہ آپ آخرت کا بار ثبوت اپنے ذمہ لیتے ہوئے دنیا کی آنکھوں میں خاک ڈالکر پولیس کو یہ بیان دیرہے

تھے کہ یہ سارا نزاع حضرت ناظم صاحب اور زکریا کے درمیان میں نظامت کی رسہ کشی ہے۔
یہ ناکارہ تو اس وقت بھی انتہائی سکون کے ساتھ اس کی سعی کرتا رہا کہ آپ حضرات ہم نالائقوں کو چھوڑ کر ایسی جگہ تشریف لیجاویں جہاں آپ کی مرضیات کے موافق جملہ امور طے ہو سکیں۔ میں تو اس وقت بھی بار بار یہی اصرار کرتا رہا کہ مدارس کثرت سے ہیں ان میں داخل ہو جائیں۔
اس ناکارہ کے نزاع کا تو آپ نے اپنی جھوٹی معافی کے دوران میں خود ہی تحریر فرمالیا۔ جہاں تک رنج وقلق کا تعلق ہے وہ یقیناً انتہائی اور غالباً مرنیکے بعد تک رہیگا۔ کہ آپ نے مدرسہ کو نقصان پہنچایا یا علم کو نقصان پہنچایا۔ ان ناسمجھ بچوں کو برباد کیا، جو تمہارے پھندے میں پھنسے ان کے والدین کو اذیت پہنچائی۔ جنہوں نے ہم لوگوں کی وجہ سے مدرسہ میں بھیجدیا۔ یہ رنج کبھی مٹنے والا نہیں اور خطوط وکتابت سے یہ زخم تازہ ہوتا ہے اسلئے براہ کرم آئندہ زخموں پر نمک پاشی نہ کریں۔
کیونکہ ڈاک کا لفافہ اضاعت تھا اسلئے دستی جواب ارسال ہے اور لفافہ واپس۔ فقط والسلام۔
نالائق زکریا۔ ۶ جمادی الثانی ۸۳ھ"

سرپرستی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی

(۴) حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد مدرسہ کے سرپرستوں میں جو جگہ خالی ہوئی تھی اس پر ۱۸ شعبان ۱۳۸۳ھ سے حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد یوسف صاحب رئیس التبلیغ کا انتخاب عمل میں آیا۔

طلبہ طلبائے مظاہر کی تعداد اس سال سات سو تین (۷۰۳) تھی لیکن مختلف اعذار اور ایک بڑی جماعت کے اخراج کی بنا پر سالانہ امتحان تک تمام درجات میں باقی ماندہ تعداد پانچسو اڑتیس (۵۳۸) رہ گئی تھی جن میں پینسٹھ (۶۵) طلبا دورۂ حدیث شریف اور دیگر علوم دینیہ سے فارغ ہوئے۔ اسی طرح درجۂ قرآن شریف حفظ میں نو طلبہ اور درجۂ ناظرہ میں گیارہ طلبہ نے فراغت پائی۔
امتحان سالانہ بھی اپنے مقررہ وقت پر ہوا۔ جس میں چونتیس ۳۴ طلبہ جملہ مضامین میں ناکام رہے، بقیہ پانچسو چار (۵۰۴) طلبہ نے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ سالانہ امتحان میں چونکہ طلبہ کی علمی وفنی قابلیت اچھی طرح معلوم ہوتی ہے اور سال بھر کی تعلیمی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسلئے ارباب مدرسہ کیطرف سے بالخاص اسکی نگرانی اور حفاظت کی جاتی ہے کہ وہ کامیابی حاصل کرنے کیلئے غیر مناسب ذرائع نہ اختیار کر بیٹھیں الا اساتذہ ونگراں حضرات کی توجہ بھی تحریراً وتقریراً اسی جانب مبذول کرائی جاتی ہے کہ وہ انتہائی تیقظ کے ساتھ نگرانی کے فرائض انجام دیں۔ چنانچہ ایک تحریر میں حضرت اقدس ناظم صاحب کا رکنان مدرسہ کو اسطرح

توجہ دلاتے ہیں ۔
مخدومان و مکرم فرمایان بندہ حضرات مدرسین و ممتحنین و جملہ کارکنان امتحان مدرسہ ۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ ادب واحترام سے گذارش ہے اگرچہ واقعہ ہے کہ ایسے امور کی جانب توجہ مبذول کرانے میں مجھے شرم محسوس ہوتی ہے لیکن انتظامی ذمہ داریوں اور آپ حضرات کے مکارم اخلاق کے پیش نظر جسارت ہوئی ہے ۔ فان الضرورات تبیح المحظورات ۔
(۱) یہ کہ امتحانی نگرانی وغیرہ کو باحسن وجوہ انجام کو پہنچایا جائے ۔ وقت امتحان دو صاحب ایک جگہ جمع ہوکر گفتگو نہ فرمائیں ۔ اس سے نگرانی ناقص ہو جاتی ہے ۔ طلبہ کو آزادی ہو جاتی ہے دوسروں کو لب کشائی کا موقعہ ملتا ہے اور فرض مفوضہ میں دیانتہ کمی و کوتاہی ہوتی ہے ۔
واللہ بصیر بالعباد ۔
(۲) بیند کا بھی خیال فرمائیں کہ ہماری سنہ دنعاس سے طلبہ کو غلط موقعہ نہ مل جائے ۔
میں اپنی مجبوریوں اور معذوریوں کی وجہ سے امتحان گاہ میں حاضر نہیں ہوسکتا اسلئے توقع ہے کہ اس موقعہ پر پہلے سے بھی زائد خیال رکھا جائیگا ۔ اس سے زائد آپ حضرات کی خدمت میں کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے اور حکمت بلقمان آموختن کا مصداق ہے ۔ یقین ہے کہ اس مخلصانہ گذارش پر عمل فرماکر مجھ کو ممنون فرمایا جائیگا ۔" فقط اسعد ۔

جو طلبہ اس سال دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں ۔
مولوی قطب الدین صاحب (حال استاذ مدرسہ) گیاوی ، مولوی اسلام الحق سہارنپوری (حال مہتمم مدرسہ دارالعلوم شاہ بہلول سہارنپور) مولوی عبداللہ دہلوی ، مولوی محمد یونس ٹہلوی ، مولوی تبارک حسین گونڈوی ، مولوی کلیم الدین پورنوی ، مولوی کلیم الدین پورنوی ، مولوی انوار احمد اعظمی ، مولوی وکیل احمد جونپوری ، مولوی محمد قربان بجنوری ، مولوی محمد ایوب بلند شہری ، مولوی عبداللہ علی گڈھی ، مولوی محمد مرسلین ہم ۲ پرگنوی ، مولوی معین الدین مظفر پوری ، مولوی سعید احمد مرزاپوری ، مولوی محمد مبین بستوی ، مولوی انیس احمد دیلدریاوی ، مولوی مجیب اللہ بستوی ، مولوی شرف الدین گونڈوی ، مولوی حبیب الرحمٰن آسامی ، مولوی محمد یوسف پلاموی ، مولوی محمد اسلم مرزاپوری ، مولوی سیف اللہ ہنگلوی ، ملاوی عبدالوہاب بستوی ، مولوی عبدالعلیم بردوانی ، مولوی محمد یونس بستوی ، مولوی حمداللہ بہرائچی ، مولوی محمد شافع بستوی ، مولوی حسن الزماں بردوانی ، مولوی محمد باقر بہرائچی ، مولوی محمد طاہر پورنوی ، مولوی عابد حسین میرٹھی ، مولوی عبدالفتاح کچھاڑوی ، مولوی محمد پالن پوری ، مولوی محمد عثمان برمی ، مولوی جلال الدین برمی ، مولوی ایوب علی کچھاڑوی ، مولوی حبیب الرحمٰن پورنوی ، مولوی

ضیاء الحق کساہنوی، مولوی محمد عمر گورکھپوری، مولوی شمیر الدین پورنوی، مولوی عبد القیوم مونگیروی، مولوی تجمل حسین گیاوی، مولوی صبیح احمد پورنوی، مولوی محمد یٰسین پورنوی، مولوی نور الحسن بستوی، مولوی ابو الہاشم ۲۴ پرگنوی، مولوی جمال الدین ہزاری باغی، مولوی عبد المالک مرشد آبادی، مولوی بنیاد احمد راجستھانی، مولوی حسین احمد منی پوری، مولوی سعادت علی کرنولی، مولوی عبد الحمید آسامی، مولوی مرشد عالم پورنوی، مولوی محمد ادریس پورنوی، مولوی خلیل احمد لکھیم پوری، مولوی غلام نبی افریقی، مولوی فیروز الدین میواتی"

ان ۔ نسٹھ (۵۹) فارغین میں سے مولانا قطب الدین صاحب گیاوی اول نمبرات سے کامیاب ہوئے موصوف کو مندرجہ ذیل کتب انعام میں ملیں ۔ درر فرائد، تصحیح الاغلاط الکتابیہ، تقریر بخاری جلد اول، منتخب کنز العمال، خلاصہ اشرف السوانح، تفسیر بیان القرآن، اسکے علاوہ دس۱۰ روپے بھی انعام میں دیئے گئے"

تغیرات چھ۶ محرم ۸۲ھ سے حاجی منشی عظیم بخش صاحب اردو وغیرہ پڑھانے کیلئے جامع مسجد میں مقرر کیئے گئے۔ پانچ۵ رجب کو مولانا حشمت علی صاحب تین ماہ کیلئے عارضی طور پر اعانت اہتمام کیلئے مقرر کیئے گئے، انتیس۲۹ شعبان کو شیخ محمد ظفر صاحب کا تقرر بمشاہرہ ساٹھ روپے دار الطلبہ قدیم کی نگرانی کی غرض سے کیا گیا، ستائیس۲۷ ذیقعدہ کو مولوی خلیق احمد صاحب کو بمشاہرہ پچاس۵۰ روپے تعمیرات کی نگرانی کیلئے مقرر کیا گیا"

کتب خانہ اگرچہ مدرسہ کے کتب خانہ کے متعلق گذشتہ اوراق میں بہت سی مفید معلومات تحریر کیجا چکیں لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں .... اس کے متعلق مزید چند باتیں اور لکھدی جائیں تاکہ ناظرین ایشیا کے اس عظیم اور قابل فخر کتب خانہ کے متعلق کچھ اور واقفیت حاصل کرلیں ۔

(۱) مدرسہ میں ابتداءً صرف ایک کمرہ کتابیں جمع کرنے کی غرض سے بنایا گیا تھا لیکن جیسے جیسے مدرسہ کو عروج حاصل ہوتا رہا کتب کی بھی روز آنہ آمد بڑھتی رہی ان میں بڑی تعداد کتب عربی فارسی و رسائل دینیات کی تھی۔ کیونکہ یہی مدرسہ کے نصاب تعلیم میں داخل بھی ہیں ۔

۱۳۵۴ھ تک کتابوں کی مجموعی تعداد (۱۷۶۸۵) تھی، توسیع کتب خانہ کی ضرورت بھی عرصہ سے چلی آرہی تھی اسلئے اسسال ایک کمرہ چالیس۴۰ فٹ طولانی تعمیر ہوا۔ چند سال بعد جب یہ تعمیر بھی ناکافی معلوم ہوئی تو ۶۸ھ میں کتب خانہ کے برابر والے مشرقی کمرہ میں لوہے کی الماریاں نصب کرائی گئیں۔ اسکے بعد جب نوادرات اور مخطوطات بہت سے جمع ہو گئے تو ان کو علیحدہ رکھنے کیلئے بارہ عدد بڑی چوبی الماریاں بنوائی گئیں۔ اب حالت یہ ہے کہ اتنی بڑی عمارت کا کوئی گوشہ کتابوں سے خالی نہیں سینکڑوں کتابیں نیچے زمین پر رکھی ہوئی ہیں۔ اور عمارت پر اس کی قوت برداشت سے زیادہ وزن بڑھتا جارہا ہے ۔

(۲) کتب خانہ میں تمام کتابیں بائیس فنون پر مشتمل ہیں۔ ان فنون کو ترتیب وار یہاں لکھا جاتا ہے:

(۱) حدیث (۲) رجال (۳) تفسیر (۴) تجوید (۵) ادب (۶) اصول فقہ (۷) تاریخ (۸) تصوف۔
(۹) ریاضی (۱۰) صرف (۱۱) طب (۱۲) عروض (۱۳) عقائد (۱۴) فقہ (۱۵) فرائض (۱۶) لغت (۱۷) معانی۔
(۱۸) منطق (۱۹) مناظرہ (۲۰) نحو (۲۱) وعظ (۲۲) ، ——— متفرقات "

(۳) کتابوں کی مجموعی تعداد تا دم تحریر یعنی ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ تک (۳۵۶۰۰) ہے۔ یہ شمار اس طور پر ہے کہ اگر کسی کتاب کی تیس تیس جلدیں بھی ہیں تو ان کو ایک ہی شمار کیا گیا۔ لیکن اگر ہر ہر جلد کو شمار میں لے لیا جائے تو یہی اعداد چالیس ہزار نوسو نوے (۴۰۹۹۰) پر جاکر پھیل جاتے ہیں۔ [۱]

(۴) قلمی کتب کی مجموعی تعداد جلدوں کے اعتبار سے چودہ سو اڑتالیس (۱۴۴۸) ہے۔ مدرسہ کا یہ سرمایہ ایک عظیم حیثیت کا حامل ہے۔

(۵) ۱۳۲۳ھ میں کتب خانہ کا دستور العمل طبع ہوا تھا جس کو الفاظ کے تھوڑے سے تغیر و تبدل کے ساتھ یہاں نقل کیا جاتا ہے ان تمام ضوابط و قواعد پر آج بھی عمل ہوتا ہے۔

(۱) جو صاحب کتب خانہ مدرسہ میں کوئی کتاب داخل فرماتے ہیں وہ کتاب رجسٹر داخلہ کتب میں درج ہو کر معطی صاحب کو اس کی باضابطہ رسید دیدی جاتی ہے۔ بعد ازاں سلسلہ کتب کا نمبر کتاب پر ڈالکر اور مہر مدرسہ ونام معطی معہ تاریخ و ماہ و سنہ لکھ کر کتب خانہ کی اسپر چٹ لگا دی جاتی ہے۔ اس پر نمبر علم و نمبر شمار لکھ کر جس فن کی کتاب ہوتی ہے اسی میں داخل کر دی جاتی ہے۔

(۲) ایک فہرست کتب علم و فن وار مرتب شدہ کتب خانہ میں موجود ہے جس میں نمبر کتاب و نام و فن و نام مصنف ، مطبوعہ و غیر مطبوعہ ، اور بعض علامات درج ہوتی ہیں تاکہ ہر شخص بسہولت کے ساتھ ہر کتاب کو دیکھ سکے جو ترتیب رجسٹر میں ہے اسی ترتیب سے کتب رکھی ہوئی ہیں تاکہ تلاش میں دقت نہ ہو۔

(۳) جس کتاب کا صرف ایک نسخہ کتب خانہ میں ہو وہ کتاب کتب خانہ سے باہر نہیں جا سکتی ، ہر شخص کتب خانہ میں دیکھ سکتا ہے۔

(۴) طلبائے مدرسہ ہذا کو جو کتب پڑھنے کے واسطے دی جاتی ہیں وہ تمام مع نام اور پورے پتہ کے ایک رجسٹر میں درج کی جاتی ہیں اور لینے والے کے دستخط کرا لیئے جاتے ہیں۔"

---

[۱] میری دیرینہ تمنا اور آرزو تھی کہ جلدوں کی اصلی اور تحقیقی تعداد معلوم ہو جائے اس کیلئے اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا کہ ہر ہر رجسٹر کنگھالا جائے اور گنتی کی جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ مختلف رجسٹروں کے ہزاروں صفحات پر بکھرا ہوا یہ کام ایک ہفتہ کی مسلسل محنت کے بعد مرتب طریقہ سے آپ کے سامنے آگیا۔" (ش ۔ ح)

(۵) جو طالب علم رخصت وغیرہ پر جاتا ہے تو اس کے لئے کتابیں کتب خانہ میں داخل کرنا ضروری ہے بعد واپسی پھر دیدی جاتی ہیں۔

(۶) جب کوئی کتاب واپس آتی ہے تو واپسی باقاعدہ درج رجسٹر ہوکر بدستخط محافظ کتب خانہ ہونا ضروری ہے۔

(۷) کتابوں کی ترتیب حروف ابجد کے اعتبار سے علم وار دی گئی ہے اور اسی ترتیب سے الماریوں میں رکھی جاتی ہے۔

(۸) جو کتب جس سنہ میں داخل ہوتی ہیں ان کی فہرست مع نام معطی کے اسی سنہ کی روئداد سالانہ مدرسہ میں شائع کردی جاتی ہے۔

(۹) مدرسین وغیرہ فارغ وقت میں مختلف کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ نیز دیگر حضرات بھی اکثر کتب بینی کرتے رہتے ہیں۔

(۱۰) کتب خانہ کے کھلنے کا وقت صبح کو چار گھنٹہ اور شام کو دو گھنٹہ ہے جو اوقات مدرسہ کے تابع ہے ہر شخص باجازت مہتمم مدرسہ کو جودگی محافظ کتب خانہ کتب بینی کرسکتا ہے۔

(۱۱) بلا اجازت کتب خانہ میں کسی کو جانا منع ہے۔

(۱۲) طلبا اور اساتذہ کے علاوہ کسی کو مدرسہ کی کتاب کتب خانہ سے باہر لیجانے کا حق نہیں۔ البتہ اجازت ملنے پر کتب خانہ میں بیٹھ کر استفادہ کرسکتا ہے۔

عماراتِ مدرسہ

مدرسہ کی تمام عمارات اس وقت (۶) ہیں جن کو مختصر تعارف کے ساتھ یہاں لکھا جاتا ہے۔ ہر عمارت کے متعلق تفصیلی احوال زیر نظر کتاب میں اپنے اپنے مقامات پر مذکور ہیں۔

(۱) **مدرسہ قدیم**:۔ مظاہر علوم کی ابتداء محلہ قاضی کی ایک مسجد سے ہوئی تھی۔ جب طلبہ کی تعداد بڑھنے لگی تو اساتذہ دوسری مختلف مساجد میں درس دینے لگے۔ لیکن انتشار کی یہ صورت طلباء کے لئے بڑی تکلیف دہ تھی اسلئے ۱۲۹۱ھ میں مستقل ایک مکان بنانے کیلئے چندہ کی تحریک شروع ہوئی۔ اور اسی سال اس عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۲۹۳ھ میں یہ عمارت تقریباً مکمل ہوئی اور آٹھ شوال کو طلبا محلہ قاضی سے آکر اس جدید عمارت میں مقیم ہوئے۔ حضرت اقدس نانوتوی نے افتتاحی تقریب میں شرکت فرماکر مسلسل تین گھنٹہ وعظ فرمایا اور الحاج حافظ فضل حق صاحب نے تمام شہر کی دعوت کی۔ اس عمارت کیلئے زمین کا بڑا حصہ جناب حافظ فضل حق صاحب رئیس سہارنپور کا عطیہ ہے۔

سنہ تعمیر کے حساب سے مدرسہ کا نام مظہر علوم اور تکمیل تعمیر کا لحاظ کرتے ہوئے مظاہر علوم[۱] قرار پایا۔

---

[۱] اور یہی اس کا مادۂ تاریخ بھی ہے۔

اس عمارت میں ایک مہمان خانہ ہے جو ۱۳۱۷ھ میں بنایا گیا۔ دوسرے کتب خانہ ہے جو شمالی سہ دریوں پر بنا ہوا ہے۔ اس کا سنگ بنیاد ۱۳۲۵ھ میں رکھا گیا۔ ۱۳۲۶ھ میں یہ تعمیر مکمل ہوئی۔ اس تعمیر کے تمام اخراجات مولانا سرحیم بخش صاحب پریذیڈنٹ بہاولپور نے مرحمت فرمائے۔ اسکے بعد جب یہ کمرہ ناکافی ہو گیا تو اسی کے متصل دوسرے کمرہ کی تعمیر تجویز ہوئی۔ چنانچہ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ کو مزید تعمیر کا آغاز ہوا۔

تیسرے دارالافتاء ہے جو ۱۳۳۸ھ میں تعمیر ہوا۔ اس سے قبل دارالافتاء کیلئے کوئی مخصوص ومتعین جگہ نہیں تھی۔

(۲) دارالطلبہ قدیم :- اس طویل عمارت میں نیچے طلبہ کے قیام کے لئے ہر چہار سمت کمرے بنے ہوئے ہیں اور اوپر درسگاہیں اور دارالحدیث بنی ہوئی ہے۔ اس عمارت کیلئے ۱۳۲۶ھ میں ایک ہزار گز زمین دو روپے فی گز کے حساب سے خریدی گئی اور ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ کو اسکا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اسمیں سب سے پہلا کمرہ جناب شیخ حافظ الٰہی بخش صاحب نے بنوایا ہے۔ ارباب مدرسہ نے حاجی صاحب کا نام پتھر پر کندہ کرا کر کمرہ پر نصب کرایا۔ اس عمارت کیلئے مستقل مسجد کی سخت ضرورت تھی۔ چنانچہ طے پایا کہ غربی جانب جو زمین ہے اس کو خرید کر مسجد بنائی جائے۔ چند باہمت حضرات نے یہ زمین خرید کر مدرسہ کو وقف کی۔ اوائل محرم ۱۳۳۱ھ سے تعمیر مسجد کا آغاز ہوا۔ ایک سال میں یہ تعمیر مکمل ہوئی۔ مورخہ ستره ربیع الاول ۱۳۳۲ھ کو جمعہ کے دن مسجد کا افتتاح ہوا۔ حضرت تھانویؒ نے نماز جمعہ پڑھائی اور عصر تک وعظ فرمایا۔ اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب، مولانا عاشق الٰہی صاحب وغیرہ نے بطور خاص اس تقریب میں شرکت فرمائی۔ نماز پڑھنے والوں کی سہولت کے پیش نظر یہاں ایک حوض بھی بنوائی گئی جس کی بنیاد چھبیس رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ کو رکھی گئی۔ اسی عمارت میں دارالحدیث بھی ہے۔ یہ ۱۳۳۴ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اور تیئیس ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ مطابق تیئیس اکتوبر ۱۹۱۶ء یکشنبہ کو صبح نو بجے اس کا افتتاحی جلسہ منعقد ہوا۔ حضرت اقدس سہارنپوری کی تقریر کے بعد طلبائے دورہ کو ترمذی شریف شروع کرائی گئی۔

(۳) مطبخ :- ابتدار سے مدرسہ کا معمول طلبا کو خورد ونوش کے لئے وظیفہ دینے کا رہا ہے مگر ہر سال کی گرانی اور مشکلات کی وجہ سے ۱۳۳۷ھ میں قیام مطبخ کے لئے ایک چار سو گز زمین آٹھ سو روپے میں خریدی گئی۔ یہ رقم مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری نے مرحمت فرمائی۔ ۱۳۳۸ھ سے اسی مطبخ میں طلبا کے لئے کھانا پکنا شروع ہوا۔

(۴) دارالطلبہ جدید :- دارالطلبہ قدیم کی عمارت جب ناکافی ہو گئی تو مزید ایک دارالاقامہ بنوانے کے لئے ۱۳۴۴ھ میں زمین خریدی گئی۔ چند سال تک فراہمی سرمایہ کی وجہ سے یہاں کوئی تعمیر

زمین سکی. جب اس مد میں معتد بہ رقم جمع ہوگئی تو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بارہ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ یکشنبہ کو دوپہر کے وقت مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا، مسجد سے ہی اس وسیع زمین پر تعمیر کا آغاز ہوا. بنیادی اینٹ رکھنے والوں میں اپنے وقت کے اکابر موجود تھے. کم وبیش ایک سال کے عرصہ میں یہ مسجد مکمل ہوئی اور سب سے پہلے بقرعید کی نماز یہاں ادا کی گئی۔

(۵) شاخ :۔ یہ وسیع وعریض عمارت ۱۳۴۸ھ مطابق تیئیس ۲۳ نومبر ۱۹۲۸ء میں عالی جناب راؤ عبدالعزیز خاں نے مدرسہ کو اس شرط کے ساتھ وقف فرمائی کہ یہاں پر درجہ قرآن شریف اور عربی کی ابتدائی تعلیم ہوا کرے. معطی کی خواہش کے مطابق یہ دونوں شعبے اسیں کھلے ہوئے ہیں. اب یہ عمارت شاخ مدرسہ خلیلیہ مظاہر علوم کے نام سے مشہور ہے اور اسٹیشن سے آتے ہوئے گھنٹہ گھر کے قریب واقع ہے۔

(۶) دارالتجوید :۔ یہ دومنزلہ عمارت دارالطلبہ قدیم اور عمارت مطبخ کے درمیان واقع ہے. یہ عمارت شروع ہی سے شعبۂ تجوید کے لئے مخصوص رہی، ۱۳۵۶ھ میں تعمیر ہوئی۔

الحمد للہ والمنۃ کہ سال زیر بحث (۱۳۸۲ھ) میں مدرسہ نے اپنی عمر کے سو سال پورے کر لیے اور ہر دو جلد کے مطالعہ سے ہمارے قارئین کو مدرسہ کے متعلق تفصیلی حالات اور سنہ وار واقعات معلوم ہو چکے ہیں اب آخر میں اس بچاس سالہ خدمات کا ایک اجمالی خلاصہ بھی پیش کیا جاتا ہے تاکہ تفصیل کے ساتھ اجمال بھی ذہن کی گرفت میں آسکے، زیر نظر کتاب کی جلد اول کے اختتام پر بھی ایک ایسا ہی بچاس سالہ خاکہ بنایا گیا ہے۔ اسلئے اس موقعہ پر سو سالہ مجموعی تعداد کو قوسین میں لکھدیا گیا۔

مظاہر علوم سہارنپور کے بچاس سال

(۱) تعداد طلبہ	۱۲۶۳۷	(۲۴۶۱۱)
(۲) تعداد فارغین	۱۸۴۰	(۲۲۳۸)
(۳) حفاظ	۳۰۴	(۵۹۹)
(۴) بچاس سالہ کتب کی تعداد	۲۵۰۸۷	(۳۰۶۰۵)

مظاہر علوم کی صد سالہ زندگی

اس عنوان کے تحت مظاہر علوم کے سو سالہ ممبران وسرپرستان، مہتممین، صدر مدرسین، شیخ الحدیث مفتیان کرام، مدرسین، متعلقین کتب خانہ وغیرہ وغیرہ ـــــ تحریر کئے جاتے ہیں "

(۱) مظاہرِ علوم کے سو سالہ ممبران وسرپرستان

نمبر شمار	اسمائے ممبران وسرپرستان	عہدہ	ابتدا ر وانتہا
۱	جناب ذوالفقار علی صاحب	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۲۹۷ھ تا وفات سنہ
۲	" مولانا فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپوری	ممبر مدرسہ	از سنہ [illegible]ھ تا سنہ ۱۳۰۴ھ
۳	" مولانا نجف علی صاحب سہارنپوری	ممبر مدرسہ	از سنہ ۹۷ھ تا سنہ ۱۳۱۳ھ
۴	" مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی	ممبر مدرسہ	از سنہ ۹۷ھ تا سنہ
۵	" مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سہارنپوری	ممبر مدرسہ	از سنہ ۹۷ھ تا سنہ ۱۳۱۹ھ
۶	" الحاج مولوی حبیب احمد صاحب سہارنپوری	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۳۰۲ھ تا سنہ ۱۳۱۹ھ
۷	" مولوی ابوالحسن صاحب مہتمم جامع مسجد سہارنپور	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۳۰۲ھ تا سنہ ۱۳ھ
۸	" حافظ الٰہی بخش صاحب بساطی	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۳۰۲ھ تا سنہ ۱۳۲۱ھ
۹	" ناظر حسن صاحب وکیل	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۳۱۱ھ تا سنہ ۱۳۱۹ھ
۱۰	" میر تونگر علی صاحب	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۳۱۱ھ تا سنہ ۱۳۱۹ھ
۱۱	" خواجہ احمد حسن صاحب	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۳۱۱ھ تا سنہ ۱۳۱۵ھ
۱۲	" مولوی حکیم مشتاق احمد صاحب	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۳۱۱ھ تا سنہ ۱۳۱۶ھ
۱۳	" حکیم سید احمد یونس صاحب	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۳۱۱ھ تا سنہ ۱۳۱۵ھ
۱۴	" مولانا سید جمعیت علی صاحب	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۳۱۱ھ تا سنہ ۱۳ھ
۱۵	" مولانا عنایت الٰہی صاحب	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۳۱۱ھ تا سنہ ۱۳ھ
۱۶	" خواجہ مظاہر حسن صاحب	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۳۱۵ھ تا سنہ ۱۳۱۹ھ
۱۷	" حافظ محمد حسین صاحب	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۳۱۵ھ تا سنہ ۱۳۱۹ھ

نمبر شمار	اسمائے ممبران و سرپرستان	عہدہ	ابتداء تا انتہا
۱۸	جناب محمد ابو سعید صاحب	ممبر مدرسہ	از سنہ ۱۳۱۵ھ تا سنہ ۱۳۱۹ھ
۱۹	امام ربانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی	"	از سنہ ۱۳۱۳ھ تا سنہ ۱۳۱۹ھ
۲۰	حکیم سید محمد اسحٰق صاحب سہارنپوری	"	از سنہ ۱۳۱۵ھ تا سنہ ۱۳۱۹ھ
۲۱	حضرت مولانا الحاج شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری	سرپرست	از سنہ ۱۳۲۰ھ تا سنہ ۱۳۳۷ھ
۲۲	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی	"	از سنہ ۱۳۲۰ھ تا سنہ ۱۳۶۲ھ
۲۳	حضرت مولانا ذو الفقار علی صاحب دیوبندی	"	از سنہ ۱۳۲۰ھ تا سنہ ۱۳۲۲ھ
۲۴	حضرت اقدس شیخ الہند دیوبندی	"	از سنہ ۱۳۲۲ھ تا سنہ ۱۳۳۹ھ
۲۵	عالی جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب سہارنپوری	"	از سنہ ۱۳۲۲ھ تا سنہ ۱۳۲۶ھ
۲۶	مولانا احمد صاحب رام پوری	"	از سنہ ۳۴ھ تا وصال سنہ ۴۲ھ
۲۷	مولانا سر رحیم بخش صاحب	"	از سنہ ۳۲ھ تا سنہ ۵۴ھ
۲۸	حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری	"	از سنہ ۳۶ھ تا سنہ ۱۳۴۶ھ
۲۹	حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری	"	از سنہ ۴۴ھ تا سنہ ۱۳۸۲ھ
۳۰	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی	"	از سنہ ۴۴ھ تا سنہ ۱۳۶۰ھ
۳۱	عالی جناب شیخ رشید احمد صاحب	"	از سنہ ۴۴ھ تا سنہ ۱۳۶۶ھ
۳۲	حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی	"	از سنہ ۵۱ھ تا سنہ ۱۳۶۳ھ
۳۳	حضرت الحاج حافظ عبد العزیز صاحب	"	از سنہ ۵۹ھ تا سنہ ۱۳۶۶ھ
۳۴	عالی جناب میر آل علی صاحب	"	از سنہ ۶۰ھ تا سنہ ۱۳۸۴ھ
۳۵	مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب	"	از سنہ ۶۰ھ تا سنہ ۱۳۹۱ھ
۳۶	مولانا شبیر علی صاحب تھانوی	"	از سنہ ۶۳ھ تا سنہ ۱۳۶۹ھ
۳۷	الحاج محمد نسیم صاحب دہلوی	"	از سنہ ۶۷ھ تا وصال سنہ ۹۳ھ
۳۸	مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب مدظلہ	"	از سنہ ۱۳۷۱ھ تا حال
۳۹	عالی جناب شاہ مسعود صاحب زاد مجدہ	"	از سنہ ۷۱ھ تا حال
۴۰	حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب زاد شرفہ	"	از سنہ ۷۳ھ تا حال
۴۱	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب	"	از سنہ ۸۲ھ تا حال

نمبر شمار	اسمائے مہتمان وسرپرستان	عہدہ	ابتداء تا انتہا
۴۲	حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ	سرپرست	از ۱۳۸۶ھ تا حال
۴۳	حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مدظلہٗ	"	از ۸۶ھ تا حال
۴۴	عالی جناب الحاج محمد شفیع صاحب زادمجدہ	"	از ۸۸ھ تا حال
۴۵	عالی جناب الحاج عبد العلیم صاحب زادمجدہ	"	از ۱۳۹۰ھ تا حال

(۲) ناظم و مہتمم

نمبر شمار	اسمائے	عہدہ	ابتداء تا انتہا
۱	حضرت مولانا سعادت علی صاحب سہارنپوری	مہتمم اول	از ۱۲۸۲ھ تا ۱۲۸۶ھ
۲	عالی جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب	مہتمم دوم	از ۱۲۸۲ھ تا وصال ۱۳۲۶ھ
۳	حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث	مہتمم	از ۱۲۹۱ھ تا وصال ۱۲۹۷ھ
۴	جناب عبد الواحد خاں صاحب	نائب مہتمم	از ۱۲۹۸ھ تا وصال ۱۳۱۳ھ
۵	" مولانا علی محمد صاحب	"	از ۱۳۱۳ھ تا وصال ۱۳۲۵ھ
۶	" مولوی عبد الرزاق صاحب	مہتمم	از ۱۳۰۶ھ تا ۱۳۰۹ھ
۷	" مولانا عنایت الٰہی صاحب	"	از ۱۳۰۹ھ تا ۱۳۲۰ھ
۸	" مولانا سید محمد علی صاحب گلاؤٹھی	"	از ۱۳۲۰ھ تا ۱۳۲۱ھ
۹	" مولانا سید بدر الدین صاحب	"	از ۱۳۲۱ھ تا چند ماہ
۱۰	" مولانا علی محمد صاحب	نائب مہتمم	از ۱۳۲۱ھ تا ۱۳۲۵ھ
۱۱	" مولانا عنایت الٰہی صاحب	مہتمم (مکرر)	از ۱۳۲۳ھ تا ۱۳۴۷ھ
۱۲	" مولانا اکرام الحق صاحب	نائب مہتمم	از ۱۳۲۵ھ تا ۱۳۲۶ھ
۱۳	" منشی مقبول احمد صاحب	"	از ۱۳۲۸ھ تا ۱۳۳۵ھ
۱۴	" مولانا سید محمد علی صاحب گلاؤٹھی	" (مکرر)	از ۱۳۳۲ھ تا ۱۳۳۳ھ
۱۵	" حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب پور قاضوی	"	از ۳۳ھ تا چند ماہ
۱۶	" منشی محمد فضل حق صاحب	"	از ۳۶ھ تا ۱۳۳۷ھ
۱۷	" منشی انیس احمد صاحب	"	از ۳۸ھ تا ۱۳۳۹ھ
۱۸	" مولانا بشیر حسن صاحب نگینوی	"	از ۳۸ھ تا ۱۳۳۹ھ

نمبر شمار	اسمائے مہتمم و ناظم	عہدہ	ابتداء و انتہاء
۱۹	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری	ناظم	از ۳۹ھ تا ۱۳۴۴ھ
۲۰	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نانوتوی	نائب مہتمم	از ۴۲ھ تا ۱۳۴۷ھ
۲۱	حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب	قائم مقام ناظم	از ۴۴ھ تا ۱۳۴۶ھ
۲۲	حضرت شیخ الحدیث مولانا الحاج محمد زکریا صاحب مد ظلہ	مشیر ناظم	از ۴۶ھ تا حال
۲۳	مولانا ظریف احمد صاحب	نائب مہتمم تعلیمات	از ۴۶ھ تا ۱۳۵۰ھ
۲۴	حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب	ناظم و مہتمم	از ۴۴ھ تا ۱۳۷۴ھ
۲۵	مولانا عبد الرحمن صاحب کاملپوری	ناظم تبلیغ	از ۴۲ھ تا ۱۳۴۹ھ
۲۶	مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری	نائب 〃	از ۴۲ھ تا ۱۳۴۹ھ
۲۷	مولانا محمد زکریا صاحب نانوتوی	نائب ناظم مالیات	از ۴۸ھ تا ۱۳۶۰ھ
۲۸	مولانا عبد المجید صاحب جھیڑوی	نائب مہتمم تعلیمات	از ۵۰ھ تا حال
۲۹	مولانا عبد الوہاب صاحب سہارنپوری	معین ناظم مالیات	از ۵۷ھ تا ۱۳۷۸ھ
۳۰	مولانا اکرام حسین صاحب گنگوہی	معین نائب مہتمم	از ۶۲ھ تا ۱۳ھ
۳۱	مولانا عبد المجید صاحب پٹھانپوری	ھ	از ۶۲ھ تا ۱۳ھ
۳۲	مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب	ناظم مالیات	از ۶۳ھ تا حال
۳۳	حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب	ناظم مدرسہ	از ۱۳۷۴ھ تا حال
۳۴	مولانا عبد المالک صاحب	نائب مہتمم مالیات	از ۱۳۷۹ھ تا حال
۳۵	منشی امیر حسن صاحب سہارنپوری	معین نائب مالیات	از ۷۹ھ تا ۱۳۸۰ھ

(۳) مظاہر علوم کے صدر مدرس

نمبر	نام	مدت	نمبر	نام	مدت
۱	حضرت مولانا محمد مظہر صاحب	از ۸۳ھ تا ۱۳۰۲ھ	۵	حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب	از ۴۰ تا ۱۳۴۴ھ
۲	مولانا عبد العلی صاحب میرٹھی	از ۱۳۰۳ تا ۱۳۰۶ھ	۶	حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب	از ۴۴ تا ۱۳۶۶ھ
۳	مولانا حبیب الرحمن صاحب ابن مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری	از ۱۳۰۷ھ تا ۱۳۱۴ھ	۷	مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب	از ۶۶ تا ۱۳۷۷ھ
۴	حضرت مولانا الحاج خلیل احمد صاحب	از ۱۴ تا ۱۳۴۴ھ [illegible]	۸	مولانا الحاج امیر احمد صاحب کاندھلوی	از ۱۳۷۷ھ تا حال

(۴) مظاہر علوم کے شیخ الحدیث

۱	حضرت اقدس مولانا الحاج محمد زکریا صاحب زاد شرفہٗ	از ۱۳۴۶ھ تا حال

نوٹ:- دورۂ حدیث شریف مدرسہ میں ابتدا ہی سے ہوتا آرہا ہے مگر اس کیلئے مستقل شیخ الحدیث کوئی نامزد نہیں ہوا۔ مختلف اساتذہ بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔ مثلاً حضرت مولانا محمد مظہر صاحب، مولانا احمد علی صاحب، مولانا احمد حسن صاحب، مولانا عبد العلی صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب وغیرہ۔ بعض سنین میں متفرق اساتذہ کو مختلف اجزائے بخاری تقسیم کر دیئے جاتے، بعض مرتبہ ابواب متعین کر دیئے جاتے، اس بنا پر مدرسہ کے سب سے پہلے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب منتخب کئے گئے، جنہوں نے کامل بیالیس سال تک بخاری شریف کا درس دیا۔"

(۵) شعبۂ افتاء سے وابستہ حضرات

نمبر شمار	اسمائے گرامی	عہدہ	ابتدا تا انتہاء
۱	مولانا محمد ممتاز خاں صاحب	مفتی مدرسہ	از ۱۳۳۸ھ تا چند ماہ
۲	مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب	"	از ۳۸ھ تا ۱۳۴۰ھ
۳	مولانا حافظ ضیاء احمد صاحب	"	از ۴۰ھ تا ۱۳۵۲ھ
۴	مولانا عبد القیوم صاحب کشمیری	ناقل فتاویٰ	از ۴۶ھ تا ۱۳۴۸ھ
۵	مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی	نائب مفتی	از ۴۷ھ تا ۱۳۵۱ھ
۶	مولانا رشید احمد صاحب سلہٹی	معین مفتی	از ۴۸ھ تا ۱۳۴۹ھ
۷	مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی	معین و ناقل فتاویٰ	از ۱۳۴۸ھ تا ۱۳۶۳ھ
۸	مولانا محمد ادریس صاحب سہارنپوری	ناقل فتاویٰ	از ۱۳۵۰ھ تا ۱۳۵۱ھ
۹	مولانا الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی	نائب مفتی	از ۱۳۵۱ھ تا ۱۳۷۰ھ
۱۰	سید مقبول احمد صاحب دربھنگوی	ناقل فتاویٰ	از ۱۳۵۳ھ تا ۱۳۵۴ھ
۱۱	مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب	نائب مفتی	از ۷۴ھ تا ۱۳۷۶ھ
۱۲	مولانا الحاج محمد یحییٰ صاحب سہارنپوری	معین مفتی	از ۱۳۷۵ھ تا ۱۳۷۷ھ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	عہدہ	ابتداء تا انتہاء
۱۳	مولانا علیم اللہ صاحب بستوی	ناقل فتاوی	از ۱۳۹۰ھ تا ۱۳۹۱ھ

نوٹ: ۱۳۳۸ھ سے قبل مستقل طور سے مدرسہ میں شعبۂ افتاء قائم نہیں ہوا تھا، سالانہ امتحانات کے پرچوں پر فتاوی کے جوابات لکھا کرتے تھے اسلئے یہ مولانا ممتاز خاں صاحب ۱۳۳۸ھ میں پہلے مفتی بنائے گئے۔

(۶) مظاہر علوم کے مدرسین

نمبر شمار	اسمائے گرامی	عہدہ	ابتداء تا انتہاء
۱	مولانا سخاوت علی صاحب انبہٹوی	مدرس عربی	از ۱۲۸۳ھ تا ۱۲۸۹ھ
۲	مولانا سعادت حسین صاحب بہاری	مدرس	از ۱۲۹۴ھ تا ۱۲۹۶ھ
۳	مولانا عبد الرزاق صاحب سہارنپوری		از ۱۲۹۳ھ تا ۱۲۹۴ھ
۴	مولانا احمد حسن صاحب پنجابی	مدرس دوم عربی	از ۱۲۹۶ھ تا ۱۲۹۷ھ
۵	مولانا محمد صدیق صاحب	مدرس سوم فارسی	از ۱۲۹۶ھ تا ۱۲۹۸ھ
۶	مولانا عبد الرحمن صاحب		از ۱۲۹۸ھ تا ۱۲۹۸ھ
۷	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری	مدرس عربی	از ۱۲۹۸ھ تا ایک سال
۸	مولانا جمعیت علی صاحب	مدرس فارسی	از ۱۲۹۹ھ تا ۱۳۰۰ھ
۹	مولانا امیر باز خاں صاحب	مدرس عربی	از ۱۲۹۸ھ (صرف ایک ماہ کیلئے)
۱۰	خلیفہ مولوی محمد زکریا صاحب	معین فارسی	از ۱۲۹۰ھ تا ۱۲۹۷ھ
۱۱	مولانا عنایت الٰہی صاحب	مدرس فارسی	از ۱۲۹۹ھ (صرف چند ماہ کیلئے)
۱۲	مولانا امین الحق صاحب	مدرس عربی	از ۱۲۹۴ھ تا ایک سال
۱۳	مولانا پیر محمد صاحب	مدرس حدیث	از ۱۲۹۵ھ تا ۱۳۰۶ھ
۱۴	مولانا ثابت علی صاحب	مدرس فارسی	از ۱۲۹۷ھ تا ۱۳۳۲ھ
۱۵	مولانا احمد علی صاحب مراد آبادی	مدرس عربی	از ۱۲۹۶ھ تا ۱۳۱۰ھ
۱۶	مولانا عبد العلی صاحب میرٹھی	مدرس دوم	از ۱۲۹۹ھ تا ۱۳۰۶ھ
۱۷	مولانا عبد الواحد خاں صاحب	معین فارسی	از ۱۳۰۰ھ تا ۱۳۱۳ھ
۱۸	جناب منشی نصیر الدین صاحب	″	از ۱۳۰۱ھ تا ۱۳…ھ

نمبر شمار	اسمائے مدرسین	عہدہ	ابتداء تا انتہاء
۱۹	مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دیوبندی	مدرس فارسی	از ۱۳۰۳ھ تا ۱۳۱۶ھ
۲۰	مولانا عبدالواحد خاں صاحب	"	از ۱۳۰۳ھ تا ۱۳۰۶ھ
۲۱	مولانا غلام احمد صاحب	معین عربی	از ۱۳۰۶ھ تا ۱۳۰۷ھ
۲۲	سید علی احمد صاحب	معین فارسی	از ۱۳۰۶ھ تا چند ماہ
۲۳	مولانا حبیب الرحمٰن صاحب	مدرس	از ۱۳۰۷ھ تا ۱۳۱۴ھ
۲۴	مولانا سرور شاہ صاحب	مدرس	از ۱۳۰۹ھ تا ۱۳۱۱ھ
۲۵	مولانا سید احمد صاحب	مدرس	از ۱۳۱۱ھ تا ۱۳۱۲ھ
۲۶	مولانا محمد اکرم صاحب انبہٹوی	مدرس	از ۱۳۱۳ھ تا ۱۳۲۱ھ
۲۷	منشی محمد شفیع صاحب	مدرس فارسی	از ۱۳۱۶ھ تا ایک سال
۲۸	منشی مشرف حسین صاحب	"	از ۱۳۱۶ھ تا "
۲۹	مولانا عبدالقادر صاحب	مدرس	از ۱۳۱۶ھ تا ۱۳۱۷ھ
۳۰	مولانا عبدالسمیع صاحب	مدرس فارسی	از ۱۳۱۶ھ تا ۱۳۱۸ھ
۳۱	مرزا رحیم بیگ صاحب	مدرس دوم فارسی	از ۱۳۱۷ھ تا ۱۳۲۲ھ
۳۲	مولانا عبدالرحمٰن صاحب	مدرس	از ۱۳۱۷ھ تا چند ایام
۳۳	مولانا عبدالکریم صاحب ہزاروی	مدرس چہارم	از ۱۳۱۸ھ تا ۱۳۲۰ھ
۳۴	مولانا احمد اللہ مظفرنگری	مدرس فارسی	از ۱۳۱۸ھ تا ۱۳۲۴ھ
۳۵	مولانا سکندر علی صاحب	مدرس فارسی	از ۱۳۲۰ھ تا ۱۳۲۴ھ
۳۶	مولانا الحاج الحافظ عبداللطیف صاحب	مدرس عربی	از ۱۳۲۳ھ تا ۱۳۷۳ھ
۳۷	مولانا حافظ کفایت اللہ صاحب گنگوہی	مدرس عربی	از ۱۳۲۳ھ تا ۱۳۲۶ھ
۳۸	مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری	"	از ۱۳۲۴ھ تا ۱۳۲۷ھ
۳۹	مولانا محمد یحییٰ صاحب سہسرامی	مدرس دوم	از ۱۳۲۴ھ تا ۱۳۲۷ھ
۴۰	منشی فیاض علی صاحب سہارنپوری	مدرس فارسی	از ۱۳۲۴ھ تا ۱۳۳۶ھ
۴۱	حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی	مدرس حدیث	از ۱۳۲۵ھ تا وصال ۱۳۳۴ھ
۴۲	مولانا محمد یوسف صاحب ساکن ریری	مدرس فارسی	از ۱۳۲۶ھ تا ۱۳۲۹ھ

نمبر شمار	اسمائے مدرسین	عہدہ	ابتدا از تا انتہاء
۴۳	مولانا نور الحسن صاحب ساکن جہلم	مدرس دوم عربی	از ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۲۸ھ
۴۴	مولانا حافظ عبداللہ صاحب گنگوہی	مدرس عربی	از ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۲۹ھ
۴۵	مولانا سراج الدین صاحب	مدرس	از ۱۳۲۸ھ تا صرف ایکسال
۴۶	مولانا سلطان احمد صاحب	مدرس	از ۱۳۲۸ھ تا " "
۴۷	حضرت مولانا الحاج محمد الیاس صاحب کاندھلوی	مدرس عربی	از ۱۳۲۸ھ تا ۱۳۳۶ھ
۴۸	مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلی	"	از ۱۳۲۸ھ تا ۱۳۳۳ھ
۴۹	حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی	"	از ۱۳۲۹ھ تا ۱۳۳۶ھ
۵۰	مولانا محمد اسمٰعیل صاحب بنگلوری	مدرس فارسی	از ۱۳۲۹ھ تا چند ماہ
۵۱	مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی	مدرس	از ۱۳۳۰ھ تا ایک سال
۵۲	مولانا منظور احمد خاں صاحب	مدرس عربی	از ۱۳۳۰ھ تا ۱۳۸۸ھ
۵۳	مولانا شبیر علی صاحب تھانوی	مدرس	از ۱۳۳۱ھ تا ایک سال
۵۴	مولانا شمس الحق صاحب میرٹھی	مدرس عربی	از ۱۳۳۱ھ تا ۱۳۳۳ھ
۵۵	منشی حاجی عزیز احمد صاحب	مدرس اول فارسی	از ۱۳۳۱ھ تا ۱۳۳۶ھ
۵۶	منشی فیاض علی صاحب	مدرس دوم فارسی	از ۱۳۳۱ھ تا وصال ۳۶ھ
۵۷	حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری	مدرس عربی	از ۳۳ھ تا ۱۳۶۶ھ
۵۸	مولانا محمد حیات صاحب میانوالی	"	از ۳۳ھ تا چند ماہ
۵۹	حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ	"	از ۱۳۳۵ھ تا ۸۸ھ
۶۰	مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلی	مدرس عربی (مکرر)	از ۳۵ھ تا چند ماہ
۶۱	مولانا ظہور الحق صاحب دیوبندی	"	از ۳۵ھ تا وصال ۸۴ھ
۶۲	مولانا عبدالغنی صاحب بارہ بنکوی	مدرس عربی	از ۳۵ھ تا ۱۳۳۶ھ
۶۳	مولانا حافظ محمد حامد صاحب میرٹھی	مدرس دوم	از ۱۳۳۶ھ تا ۱۳۳۹ھ
۶۴	مولانا محمد ہارون صاحب نانوتوی	مدرس فارسی	از ۳۷ھ تا ایک سال
۶۵	منشی محمد عمر صاحب سہارنپوری	"	از ۳۶ھ تا ۱۳۴۱ھ
۶۶	حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی	معین عربی	از ۳۷ھ تا ۱۳۳۹ھ

نمبر شمار	اسمائے مدرسین	عہدہ	ابتداء تا انتہاء
۶۷	حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب	معین عربی	از سنہ ۱۳۳۸ھ تا سنہ ۱۳ ھ
۶۸	مولانا عبد المجید صاحب جھبیروی	مدرس فارسی	از سنہ ۱۳۳۸ھ تا سنہ ۱۳۵۰ھ
۶۹	منشی محمد نعیم الدین صاحب	〃	از سنہ ۱۳۳۷ھ صرف چند ماہ کیلئے
۷۰	منشی عبد القوی صاحب سنبھلی	مدرس اول فارسی	از سنہ ۳۷ھ تا ایک سال
۷۱	مولانا ظریف احمد صاحب	مدرس عربی	از سنہ ۱۳۳۸ھ تا سنہ ۱۳۴۶ھ
۷۲	مولانا محمد صدیق صاحب کشمیری	〃	از سنہ ۳۹ھ تا چند ماہ
۷۳	مولانا احمد نور صاحب ہزاروی	〃	از سنہ ۱۳۳۹ھ تا سنہ ۱۳۴۲ھ
۷۴	مولانا مظہر الحق صاحب سہارنپوری	معین مدرس	از سنہ ۱۳۳۹ھ تا چند ماہ
۷۵	مولانا زکریا صاحب قدوسی گنگوہی	مدرس عربی	از سنہ ۱۳۴۰ھ تا سنہ ۱۳۷۰ھ
۷۶	مولانا عبد الرحمٰن صاحب اورنگ آبادی	〃	از سنہ ۱۳۴۱ھ تا سنہ ۱۳۴۵ھ
۷۷	مولانا محمد حسین صاحب سہارنپوری	مدرس فارسی	از سنہ ۱۳۴۱ھ تا سنہ ۱۳۴۷ھ
۷۸	حضرت مولانا عبد الشکور صاحب	مدرس عربی	از سنہ ۱۳۴۲ھ تا سنہ ۱۳۶۶ھ
۷۹	مولانا اخلاق احمد صاحب	〃	از سنہ ۱۳۴۲ھ تا سنہ ۱۳۴۷ھ
۸۰	مولانا الحاج مفتی جمیل احمد صاحب	〃	از سنہ ۱۳۴۵ھ تا سنہ ۱۳۷۰ھ
۸۱	مولانا نور محمد خاں صاحب	مبلغ و واعظ	از سنہ ۱۳۴۶ھ تا سنہ ۱۳۵۶ھ
۸۲	مولانا مسعود علی خاں صاحب راجوپوری	مدرس عربی	از سنہ ۱۳۴۶ھ تا سنہ ۱۳۵۰ھ
۸۳	مولانا حافظ عبد الرحمٰن صاحب سنسارپوری	مدرس فارسی	از سنہ ۱۳۴۷ھ تا سنہ ۱۳۶۳ھ
۸۴	مولانا سید نظیر حسن صاحب	معین مدرس عربی	از سنہ ۱۳۴۹ھ تا ایک سال
۸۵	مولانا رشید احمد صاحب سلہٹی	مدرس عربی	از سنہ ۱۳۴۹ھ تا 〃
۸۶	مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی	〃	از سنہ ۴۹ھ تا وصال سنہ
۸۷	مولانا عبد الوافی صاحب بنارسی	〃	از سنہ ۱۳۴۹ھ تا سنہ ۱۳۵۰ھ
۸۸	مولانا عبد الرشید صاحب سنبھلی	〃	از سنہ ۱۳۴۹ھ تا سنہ ۱۳۵۰ھ
۸۹	مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی	〃	از سنہ ۱۳۴۹ھ تا سنہ ۱۳۵۰ھ
۹۰	مولانا جمیل الرحمٰن صاحب امروہوی	〃	از سنہ ۱۳۴۹ھ تا حال

نمبر شمار	اسمائے مدرسین	عہدہ	ابتداء تا انتہاء
۹۱	مولانا اکبر علی صاحب	مدرس فارسی	از ۱۳۵۰ھ تا ۱۳۷۷ھ
۹۲	مولانا بابو ولی محمد صاحب بٹالوی	مدرس عربی	از ۱۳۵۰ھ تا ۱۳۶۱ھ
۹۳	مولانا ظریف احمد صاحب	مدرس عربی (مکرر)	از ۱۳۵۰ھ تا حال
۹۴	مولانا منور حسین صاحب بہاری	معین مدرس عربی	از ۱۳۵۱ھ تا ۱۳۵۶ھ
۹۵	مولانا ادریس احمد صاحب سہارنپوری	"	از ۱۳۵۱ھ تا ۱۳۵۲ھ
۹۶	مولانا سمیع الحق صاحب پشاوری	"	از ۱۳۵۲ھ تا ایک سال
۹۷	مولانا محمد حنیف صاحب انبالوی	مدرس عربی	از ۱۳۵۳ھ تا ۱۳۶۶ھ
۹۸	مولانا عمر احمد صاحب تھانوی	"	از ۱۳۵۳ھ تا ایک سال
۹۹	مولانا عبدالرحمٰن صاحب شاہ پوری	معین مدرس	از ۱۳۵۵ھ تا ۱۳۶۰ھ
۱۰۰	مولانا سید الشاہدین صاحب مردانی	مدرس فارسی	از ۱۳۵۶ھ تا ۱۳۶۶ھ
۱۰۱	مولانا غلام احمد صاحب بھاولنگری	"	از ۱۳۵۶ھ تا ۱۳۶۲ھ
۱۰۲	مولانا مقبول احمد صاحب دربھنگوی	"	از ۵۷ھ تا ۱۳۶۱ھ
۱۰۳	مولانا مکرم صاحب گنگوہی	"	از ۵۹ھ تا ۱۳ھ
۱۰۴	مولانا محمود الحسن صاحب نومسلم	معین مدرس فارسی	از ۱۳۶۰ھ تا ۱۳ھ
۱۰۵	مولانا محمود احمد صاحب بجنوری	" " عربی	از ۱۳۶۰ھ تا وصال ۶۳ھ
۱۰۶	مولانا علیم اللہ صاحب	"	از ۱۳۶۰ھ تا ۱۳ھ
۱۰۷	مولانا حافظ عبدالسبحان صاحب	مدرس فارسی	از ۱۳۶۳ھ تا ۱۳۸۱ھ
۱۰۸	مولانا ظفر احمد صاحب نیرانوی	"	از ۱۳۷۰ھ تا حال
۱۰۹	مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب	مدرس عربی	از ۱۳۷۱ھ تا حال
۱۱۰	مولانا الحاج محمد یامین صاحب سہارنپوری	مدرس	از ۱۳۷۱ھ تا حال
۱۱۱	مولانا احمد حسین صاحب چاٹگامی	"	از ۱۳۷۴ھ تا ۱۳۷۷ھ
۱۱۲	مولانا عبدالحفیظ صاحب کھجناوری	"	از ۱۳۷۴ھ تا ۱۳۷۵ھ
۱۱۳	مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری	مدرس عربی	از ۱۳۷۶ھ تا حال
۱۱۴	مولانا وقار علی صاحب بجنوری	"	از ۱۳۷۷ھ تا حال

نمبر شمار	اسمائے مدرسین	عہدہ	ابتداء تا انتہاء
۱۱۵	مولانا احمد اللہ صاحب بجنوری	مدرس عربی	از ۷۷ھ تا حال
۱۱۶	مولانا اطہر حسین صاحب	"	از ۷۷ھ تا حال
۱۱۷	مولانا عبد الکریم صاحب مفتون	مدرس فارسی	از ۷۷ھ تا ۱۳۷۹ھ
۱۱۸	مولانا عبد الکریم صاحب مفتون	" (دوبارہ)	از ۱۳۸۰ھ (صرف دو ماہ کیلئے)
۱۱۹	مولانا محمد رفیق صاحب پرتاپ گڈھی	مدرس شاخ	از ۱۳۸۱ھ تا ۱۳ھ
۱۲۰	مولانا محمد یونس صاحب جونپوری	مدرس عربی	از ۱۳۸۱ھ تا حال
۱۲۱	مولانا الحاج محمد عاقل صاحب سہارنپوری	"	از ۱۳۸۱ھ تا حال

(۷) محافظِ مال

نمبر شمار	اسماء	عہدہ	ابتداء تا انتہاء
۱	حافظ فضل حق صاحب سہارنپوری	خزانچی	از ۱۲۸۲ھ تا ۱۳۰۲ھ
۲	حافظ الٰہی بخش صاحب	"	از ۱۳۰۲ھ تا ۱۳۲۱ھ
۳	حاجی محمد ابراہیم صاحب بساطی	"	از ۱۳۲۱ھ تا چند ماہ
۴	حاجی احمد جان صاحب	"	از ۱۳۲۲ھ تا ۱۳۳۴ھ

نوٹ:- ۱۳۳۴ھ میں چونکہ مدرسہ نے خود اپنا خزانہ مستقل بنالیا تھا اسلئے یہ عہدہ یہیں پر ختم ہوگیا۔

(۸) متعلقین کتب خانہ

نمبر شمار	اسماء	عہدہ	ابتداء تا انتہاء
۱	مولانا پیر محمد صاحب		از ۱۲۹۵ھ تا ۱۳۰۶ھ
۲	مولانا علی محمد صاحب		از ۱۳۱۳ھ تا ۱۳۲۵ھ
۳	مولانا عبد الواحد خاں صاحب		از ۱۳۰۶ھ تا ۱۳۱۳ھ
۴	منشی اکرام الحق صاحب	محافظ کتب خانہ	از ۱۳۲۹ھ تا ۱۳۳۶ھ
۵	منشی محمد شفیع صاحب	"	از ۱۳۳۶ھ تا ۱۳۳۷ھ
۶	منشی محمد مقیم صاحب	"	از ۱۳۳۶ھ تا چند ماہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	عہدہ	ابتداء تا انتہاء
۷	مولانا لطیف الرحمٰن صاحب	محافظ کتب خانہ	از سنہ ۱۳۳۹ھ تا سنہ ۱۳۴۳ھ
۸	مولانا ظریف احمد صاحب	؍؍	از سنہ ۱۳۳۸ھ تا سنہ ۱۳۳۹ھ بقیہ سال
۹	مولانا عبد المجید صاحب	؍؍	از سنہ ۱۳۳۹ھ تا چند ماہ
۱۰	مولانا مظہر علیخاں صاحب راجوپوری	؍؍	از سنہ ۱۳۴۱ھ تا سنہ ۱۳۴۳ھ
۱۱	مولانا مسعود علی خاں صاحب	؍؍	از سنہ ۱۳۴۲ھ تا سنہ ۱۳۴۵ھ
۱۲	مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی	؍؍	از سنہ ۱۳۴۴ھ تا ایک سال
۱۳	مولوی شجیع الحسن صاحب سہارنپوری	معین کتب خانہ	از سنہ ۱۳۴۵ھ تا سنہ ۱۳۶۰ھ
۱۴	منشی ظفر الحق صاحب دیوبندی	مددگار	از سنہ ۱۳۴۸ھ تا دمِ حال سنہ ۱۳۵۶ھ
۱۵	منشی عبد العلیم خاں صاحب	قائم مقام ناظر	از سنہ ۱۳۴۸ھ تا چند ماہ
۱۶	مولانا مقبول احمد صاحب	؍؍	از سنہ ۱۳۵۴ھ تا ؍؍
۱۷	مولانا ادریس احمد صاحب	محافظ کتب خانہ	از سنہ ۱۳۵۶ھ تا سنہ ۱۳۵۸ھ
۱۸	مولانا عبد الغفار صاحب	؍؍	از سنہ ۱۳۵۲ھ تا سنہ ۱۳۶۲ھ
۱۹	مولانا مظہر علی خاں صاحب راجوپوری	؍؍ (مکرر)	از سنہ ۱۳۵۷ھ تا سنہ ۱۳۵۹ھ
۲۰	مولانا محمد یعقوب صاحب رسولپوری	؍؍	از سنہ ۱۳۶۰ھ تا سنہ ۱۳[illegible]ھ
۲۱	مولانا عبد الرحمٰن صاحب سنساروپوری	؍؍	از سنہ ۱۳۶۳ھ تا حال
۲۲	مولانا فضل الرحمٰن صاحب کلیانوی	؍؍	از سنہ ۱۳۴۷ھ تا سنہ ۱۳۶۱ھ
۲۳	مولانا علیم اللہ صاحب مظاہری	؍؍	از سنہ ۱۳۶۷ھ تا حال

(۹) مدرسین درجہ قرآن شریف

نمبر شمار	اسمائے گرامی	عہدہ	ابتداء تا انتہاء
۱	حضرت حافظ قمر الدین صاحب	مدرس اول	از سنہ ۱۲۸۷ھ تا دمِ وصال سنہ ۱۳۳۴ھ
۲	حافظ شریف احمد صاحب		از سنہ ۱۳۱۳ھ تا سنہ ۱۳[illegible]ھ
۳	حافظ محمد ابراہیم صاحب	نائب	از سنہ ۱۳۱۶ھ تا سنہ ۱۳۱۸ھ
۴	حافظ عبد اللہ صاحب نابینا	نائب اول	از سنہ ۱۳۳۰ھ تا سنہ ۱۳۵۹ھ
۵	حافظ محمد عبد الرحمٰن صاحب	نائب دوم	از سنہ ۱۳۳۰ھ تا ایک سال

نمبر شمار	اسمائے گرامی	عہدہ	ابتداء تا انتہاء
۶	حافظ محمد رمضان صاحب	نائب دوم	از سنہ ۱۳۳۱ھ تا وصال ۱۳۸ھ
۷	قاری خدا بخش صاحب	مدرس	از سنہ ۳۴ھ تا سنہ ۱۳۳۵ھ
۸	قاری محمد ابراہیم صاحب	"	از سنہ ۱۳۳۴ھ تا چند ماہ
۹	قاری محمد عنایت اللہ صاحب	"	از سنہ ۱۳۳۴ھ تا "
۱۰	حافظ محمد یٰسین صاحب	نائب	از سنہ ۱۳۴۲ھ تا وصال سنہ
۱۱	مولانا حافظ محمد حسین صاحب بجنوری	مدرس	از سنہ ۱۳۵۱ھ تا سنہ ۱۳۵۶ھ
۱۲	حافظ نصیر الدین صاحب	عوضدار	از سنہ ۱۳۵۱ھ تا چند ماہ
۱۳	حافظ عقیل الرحمٰن صاحب	"	از سنہ ۱۳۵۱ھ تا سنہ ۱۳۵۳ھ
۱۴	مولانا محمد صدیق صاحب	"	از سنہ ۱۳۵۲ھ تا چند ماہ
۱۵	حافظ عبد الوحید صاحب	"	از سنہ ۱۳۵۵ھ تا "
۱۶	حافظ محمد یامین صاحب	"	از سنہ ۱۳۵۵ھ تا سنہ ۱۳۵۷ھ
۱۷	قاری ضیاء الدین صاحب	"	از سنہ ۱۳۵۶ھ تا سنہ ۱۳۵۷ھ
۱۸	حافظ دین محمد صاحب	"	از سنہ ۵۷ھ تا چند ماہ
۱۹	حافظ امیر الدین صاحب	"	از سنہ ۱۳۵۷ھ تا "
۲۰	حافظ شریف احمد صاحب	"	از سنہ ۱۳۵۷ھ تا "
۲۱	حافظ محمد شفیع الحق صاحب	مدرس	از سنہ ۱۳۵۷ھ تا سنہ ۱۳۵۹ھ
۲۲	حافظ بشارت اللہ صاحب	"	از سنہ ۱۳۵۹ھ تا سنہ ۱۳۶۱ھ
۲۳	حافظ محمود حسن صاحب	عوضدار	از سنہ ۵۹ھ تا سنہ ۱۳۶۱ھ
۲۴	حافظ مطیع الحق صاحب	"	از سنہ ۱۳۵۹ھ تا سنہ ۱۳۷۵ھ
۲۵	حافظ سعید احمد صاحب	"	از سنہ ۵۹ھ تا سنہ ۱۳۶۱ھ
۲۶	حافظ منظور احمد صاحب	مدرس	از سنہ ۱۳۶۰ھ تا حال سنہ ۱۳۹۴ھ
۲۷	حافظ سلطان احمد صاحب	"	از سنہ ۱۳۶۰ھ تا سنہ ۱۳۶۱ھ
۲۸	حافظ ظہیر الدین صاحب	"	از سنہ ۱۳۶۰ھ تا سنہ ۱۳۹۲ھ
۲۹	حافظ مفیض احمد صاحب	"	از سنہ ۱۳۶۰ھ تا سنہ ۱۳۶۲ھ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	عہدہ	ابتداء تا انتہاء
۳۰	حافظ محمد عبد الرحمٰن صاحب	مدرس	از ۱۳۶۰ھ تا ۱۳۶۲ھ
۳۱	حافظ لئیق احمد صاحب	عوضدار	از ۱۳۶۲ھ تا چند ماہ
۳۲	حافظ صنیع الحق صاحب	"	از ۱۳۶۳ھ تا "
۳۳	حافظ محمد محسن صاحب	"	از ۱۳۶۳ھ تا "
۳۴	حافظ عبد المجید صاحب	"	از ۱۳۶۳ھ تا "
۳۵	حافظ عبد الغنی صاحب	"	از ۱۳۶۳ھ تا "
۳۶	حافظ بشیر احمد صاحب	"	از ۱۳ھ تا "
۳۷	حافظ محمد صدیق صاحب مرزاپوری	مدرس شاخ	از ۱۳۷۶ھ تا حال

(۱۰) اسمائے گرامی مدرسین درجہ تجوید و قرأت

نمبر شمار	اسمائے گرامی	عہدہ	ابتداء تا انتہاء
۱	قاری محمد قاسم صاحب لکھنوی	استاذ	از ۱۳۳۰ھ تا ۱۳۳۲ھ
۲	مولانا قاری عنایت اللہ صاحب	"	از ۱۳۳۲ھ تا ۱۳۳۵ھ
۳	قاری عبد العزیز صاحب کاکوروی	مدرس اول	از ۱۳۳۵ھ تا ۱۳۴۸ھ
۴	قاری محمود حسن صاحب	"	از ۱۳۳۸ھ تا ۱۳۳۹ھ
۵	جناب مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب	مدرس دوم	از ۱۳۴۳ھ تا ۱۳۵۱ھ
۶	جناب قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی	مدرس اول	از ۱۳۵۱ھ تا وصال ۱۳۸۵ھ
۷	جناب قاری محمد ابراہیم صاحب	مدرس دوم	از ۱۳۶۵ھ تا حال

نوٹ:- اس شعبہ کا افتتاح مدرسہ میں ۱۳۳۰ھ سے ہوا، اس سے قبل یہ کوئی مستقل شعبہ نہیں تھا۔

بابِ دوم

ممتاز فضلائے مظاہر

جمع و ترتیب

محمد شاہد غفرلہ

قارئین کرام

اگلے صفحات میں آپ ممتاز فارغین مظاہر کے حالات سے واقف ہوں گے. سینکڑوں کی تعداد میں سے یہ چند کا انتخاب نمونہ کے طور پر ہے. خدا معلوم ان کے علاوہ کتنی بڑی تعداد ایسے باکمال افراد کی ہوگی جو انتہائی دیانت اخلاص و یکسوئی کے ساتھ دینی مشاغل میں مصروف ہونگے اور انکی للہیت کا آوازہ زمین پر کم اور آسمانوں پر زیادہ گونج رہا ہوگا.

زیر نظر تذکرہ میں ہر شخص کے متعلق آٹھ سوالات کے جوابات لکھے گئے ہیں. اور وہ سوالات یہ ہیں:

(۱) والد و جد محترم کا نام،
(۲) وطن اصلی،
(۳) ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی.
(۴) مظاہر میں کس سنہ میں داخل ہوئے.
(۵) مظاہر سے فراغت کس سنہ کی ہے.
(۶) مظاہر کے اساتذہ کون کون تھے.
(۷) فراغت کے بعد کیا مشاغل اختیار کئے.
(۸) تالیفات و تصنیفات مطبوعہ ہیں یا غیر مطبوعہ، ان کا موضوع، صفحات، زبان!

تاریخ مظاہر کا یہ دوسرا باب اعلیٰ خطوط پر مرتب کیا گیا ہے. یہ یاد رہے کہ جتنے فضلاء اور فارغین کے حالات یہاں تحریر کئے گئے ہیں ان میں کسی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا بلکہ جیسے جیسے جوابات موصول ہوتے رہے وہ درج کئے جاتے رہے. فقط

محمد شاہد غفرلہٗ

ممتاز فضلائے مظاہر

(۱)

(۱) حضرت اقدس مولانا الحاج الشاہ خلیل احمد صاحب (خلیفۂ اول مجاز حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ. ابن شاہ مجید علی ابن شاہ احمد علی۔

(۲) انبہٹہ ضلع سہارنپور، (۳) کلام مجید اور فارسی و عربی کی ابتدائی تعلیم قصبہ انبہٹہ اور نانوتہ میں مختلف اساتذہ سے پائی۔ گیارہ سال کی عمر میں اپنے چچا مولانا انصار علی صاحب کے ہمراہ گوالیار جاکر میزان الصرف، صرف میر، پنج گنج پڑھی، وہاں سے واپس وطن انبہٹہ آئے اور مولانا سخاوت علی صاحب سے کافیہ تک کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۲۸۳ھ میں جب دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی تو آپ وہاں چلے گئے اور کافیہ کی جماعت میں شریک ہوئے۔ چند ماہ بعد دیوبند سے مظاہر علوم چلے آئے اور مختصر المعانی سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور انیس ۱۹ سال کی عمر میں حدیث و فقہ اصول و تفسیر منطق و فلسفہ ہیئت و ریاضی غرض تمام درس نظامی سے مظاہر میں ہی رہکر فراغت پائی جیسا کہ حضرت کی سوانح۔ تذکرۃ الخلیل میں مفصل مذکور ہے۔

(۴) داخلہ ۱۲۸۳ھ۔ (۵) فراغت ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء۔

(۶) صحاح کی اکثر کتب آپ نے حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ (مدرس اول مظاہر علوم) سے پڑھیں، سوائے ابن ماجہ کے۔ اسکے علاوہ وہ اساتذہ جن سے آپ کو اجازت حدیث ملی یہ ہیں۔ شیخ احمد دحلان المہاجر المکی۔ مولانا شاہ عبد الغنی مہاجر مدنی۔ مولانا سید احمد البرزنجی، مولانا عبد القیوم صاحبؒ بڈھانوی۔

(۷) فراغت کے بعد آپ فوراً ہی مظاہر علوم میں تین روپے ماہانہ پر معین مدرس بنا دیئے گئے۔ مگر علم کی شائق طبیعت نے آپ کو مشہور ادیب حضرت مولانا فیض الحسن صاحب کی خدمت میں لاہور پہنچا دیا۔ وہاں آپ نے علوم ادبیہ کی تکمیل کی۔ وہاں سے واپسی پر آپ کے ماموں مولانا محمد یعقوب صاحب نے آپ کو دس ۱۰ روپے ماہانہ پر قاموس کا اردو ترجمہ کرنے کیلئے مصوری پہاڑ پر بھیجدیا۔ مصوری کے قیام کو چند ہی ماہ گذرے تھے کہ منگلور کے مدرسہ عربیہ میں آپ مدرس اول بناکر بھیجدیئے گئے اسکے بعد بھوپال، بہاولپور، بریلی اور دار العلوم دیوبند میں درس و تدریس کی خدمات انجام دینے کے بعد آٹھ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ میں مظاہر میں تشریف لے آئے اور چالیس ۴۰ روپے مشاہرہ پر صدر مدرس بنا دیئے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف چھیالیس ۴۶ سال کی تھی۔ تشریف آوری کے بعد ابتدائی کتابوں (میر زاہد، ملا جلال، ملا حسن، تلخیص المفتاح) سے لیکر بخاری شریف، ابو داؤد شریف، ترمذی شریف، مسلم شریف، موطا امام مالکؒ، موطا امام محمدؒ سب ہی کتابیں آپ کے زیر تدریس رہیں ۱۳۲۵ھ میں مظاہر کے سرپرست بنائے گئے۔ کامل اکتیس ۳۱ سال مظاہر علوم میں یکسوئی کے ساتھ گذار کر ادا

علوم دینیہ کی خدمت میں صرف کر کے ۱۳۱۴ھ میں ساتویں حج کیلئے تشریف لیگئے۔ تقریباً دو سال وہاں قیام فرماکر پندرہ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ چہارشنبہ کو مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع آخری آرام گاہ بنی۔ عفر اللہ لہ واعلی اللہ مراتبہ ورزقنا اتباعہ۔"

(۸) ہدایات الرشید الی افحام العنید رد روافض میں بے نظیر معلومات پر مشتمل کتاب ہے۔ ۱۳۳۶ھ میں طبع ہوئی صفحات آٹھ سو اٹھاسی ۸۸۸،

بطرقۃ الکرامۃ علی مراۃ الامامۃ۔ یہ کتاب بھی رد روافض میں ہے صرف حصہ اول طبع ہو سکا، جلد ثانی کی طباعت کی نوبت نہیں آسکی، صفحات اکیسو تیئیس ۱۲۳، سنہ طباعت ۱۳۲۰ھ"

تنشیط الاذان فی تحقیق محل الاذان، خطبۂ جمعہ کی اذان خارج مسجد ہو یا داخل مسجد۔ یہ مسئلہ بریلی سے بڑی شدت سے چلا تھا حضرت کے قلم سے یہ اسی کا محققانہ جواب ہے جن میں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ و روایات فقہیہ واجماع وتعامل سے اذان فی المسجد کے جواز کو منقح کیا گیا ہے۔ بریلوی مکتب فکر کے حضرات کو آج تک اس کا جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ صفحات بتیس ۳۲،

المہند علی المفند۔ اس کتاب کا معروف نام التصدیقات لدفع التلبیسات ہے۔ رد بریلویت میں ہے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے مدینہ منورہ کے علماء اور شیوخ سے ہمارے اکابر حضرات (حضرت اقدس نانوتوی، حضرت اقدس گنگوہی، حضرت سہارنپوری، حضرت تھانوی) کے خلاف ان کے کافر قطعی ہونیکے بہت سے فتاویٰ منگائے تھے اور ان حضرات کی تصانیف میں قطع و برید، حذف و اختصار کر کے خوب علمائے مدینہ کو برانگیختہ کیا تھا، بعد میں علمائے مدینہ پر جب یہ راز کھلا تو انھوں نے براہ راست حضرت اقدس سہارنپوری سے ستائیس سوالات ان کے اپنے مسلک اور عقائد کے متعلق دریافت کئے جس کے جوابات حضرت نے المہند علی المفند کے نام سے تحریر فرمائے، صفحات تہتر ۷۳، سنہ تالیف ۱۳۲۵ھ"

براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ۔ یہ کتاب مشہور مبتدع مولوی عبد السمیع رامپوری کی تصنیف انوار ساطعہ کا جواب ہے جس میں حضرت اقدس نے بدعات مزخرفہ اور عقائد باطلہ کی بڑی کامیاب تردید فرمائی ہے، سنہ تالیف ۱۳۰۴ھ صفحات دو سو اناسی ۲۷۹"

اتمام النعم، عبرت و موعظت سے بھرپور، یہ کتاب دراصل تبویب الحکم کا اردو ترجمہ ہے جو حضرت اقدس سہارنپوری نے ۱۳۱۳ھ میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے کیا تھا، کتاب کا یہ نام حضرت تھانوی کا تجویز فرمودہ ہے۔ خود حضرت تھانوی کے یہاں یہ کتاب سالکین کی تربیت کیلئے مخصوص اہمیت رکھتی تھی۔ فن تصوف کی یہ اہم کتاب حرز جان بنانیکے قابل ہے۔ صفحات دو سو چار ۲۰۴ مع مقدمہ از حضرت اقدس مولانا الحاج محمد زکریا صاحب زید شرفہ و شرح از مولانا عبد اللہ صاحب گنگوہی۔"

بذل المجہود فی شرح سنن ابی داؤد۔ فن حدیث کی یہ کتاب ۳۰×۲۰ سائز کی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جس کی تالیف پر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی عمر عزیز کے دس سال صرف فرمائے۔ بارہا فرمایا کہ یہ میرا آخری وقت ہے اگر کتاب پوری نہ ہوئی تو جسقدر بھی ہوگی وہ کار آمد ہے۔ لیکن الحمد للہ کتاب مکمل ہوئی اور اس شان کیساتھ مکمل ہوئی کہ ابو داؤد کی کوئی سی بھی شرح اسکے ہم پلہ نہیں۔ چونکہ حدیث کی صحت وسقم کا دارومدار اس کی سند پر ہے۔ اس لیے حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے سند کی بحث پر زیادہ زور دیا ہے اور پیچیدگیاں دور فرمائی ہیں، حل مطالب واختلافات پر بھی سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی حیات مستعار اسی شرح کی تکمیل کی منتظر تھی کہ کتاب ختم ہوتے ہی پیام اجل آپہنچا۔ یہ کتاب ان تمام صفات سے آراستہ اور ان محاسن سے مزین ہے جو ایک محدث شہیر عالم نبیل کی شایان شان ہونی چاہیئے۔ صفحات ایکہزار نوسو اڑتیس (۱۹۳۸)۔

(۲)

(۱) حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا الحاج محمد زکریا صاحب بن حضرت الحاج مولانا محمد یحییٰ ——— ابن مولانا شاہ محمد اسمٰعیل رحمہما اللہ تعالیٰ "

(۲) قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر، یوپی، (۳) قرآن مجید، بہشتی زیور، فارسی کی ابتدائی کتب اور دینی رسائل اور اسی نوع کی چند اور کتب مولانا الحاج الشاہ محمد الیاس صاحبؒ سے پڑھیں۔ صرف میر، پنج گنج، فصول اکبری، کافیہ، مجموعہ اربعین، ترجمہ پارہ عم، نفحۃ الیمن (صرف باب ثالث) قصیدہ بردہ قصیدہ بانت سعاد وغیرہ والد محترم مولانا محمد یحییٰ صاحب نے پڑھائیں "

(۴) داخلہ ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء، (۵) فراغت ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء "

(۶) حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی، مولانا عبد اللطیف صاحبؒ، مولانا عبد الوحید صاحب سنبھلی سے مختلف علوم وفنون کی متفرق کتابیں پڑھیں۔ حدیث کے اساتذہ یہ تھے۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ، حضرت مولانا ثابت علی صاحب "

(۷) فراغت کے بعد جب کہ عمر مبارک تیئیس ۲۳ سال کی تھی یکم محرم الحرام ۱۳۳۵ھ کو مظاہر کے ابتدائی مدرس بنائے گئے اور اصول الشاشی وعلم الصیغہ، مائۃ عامل منظوم، شرح مائۃ، خلاصہ نحو میر، نفحۃ الیمن سنیۃ المصلی قال اقول جیسی ابتدائی کتب سے اپنی تدریسی لائن کا افتتاح فرمایا۔ اسکے بعد درجہ وسطیٰ کی تمامی کتب پڑھا نیکے بعد رجب ۱۳۴۱ھ سے حدیث شریف کے اسباق آپ کیلئے تجویز ہونا شروع ہوئے۔ ۱۳۸۸ھ یعنی تقریباً نصف صدی تک بخاری شریف ابوداؤد شریف کے اسباق آپ کے پاس ہوتے رہے۔ اس عرصہ میں سات سو تینتالیس ۷۴۳ طلباء حدیث نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ۱۳۴۶ھ میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی طرف سے مدینہ پاک میں اجازت وبیعت وخلافت سے نوازکر

مظاہر علوم کے شیخ الحدیث اور مشیر ناظم مقرر کئے گئے ۔ تین ذی الحجہ سنہ ۷۳ھ میں سرپرست بنائے گئے ۔ ۱۳۸۸ھ میں نزول آب کیوجہ سے درس حدیث بند کردینا پڑا ۔ ان سطور کی تحریر اب ایسے وقت میں ہو رہی ہے جب کہ حضرت شیخ سال بھر سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوکر ایک عالم کی تربیت وتزکیہ نفوس میں مشغول ہیں ۔ متعنا اللہ بطول حیاتہ :

(۸) حضرت شیخ زید مجدہ السامی کو حق تعالیٰ شانہ نے ایک ہمہ جہت شخصیت کا مالک بنایا ہے ان کی زندگی ایک عالم ایک محدث ایک مربی ایک مصنف ایک شیخ کی حیثیت سے مشہور ہو چکی ہے ۔ عالم اسلام کی جو عظیم الشان روحانی تیارت انھوں نے فرمائی ہے وہ بھی سب پر آشکارا ہے ۔ ان کی جو تصانیف احاطہ تحریر میں آسکی ہیں ان کا

عدد اٹھاسی (۸۸) ہے ہر کتاب کا مختصر سا تعارف یہ ہے ۔

مطبوعہ کتب ؛۔ تاریخ مشائخ چشت ۔ موضوع نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں حضرت شیخ زید مجدہ نے اپنے شیخ سے لیکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جملہ مشائخ کے حالات قلم بند کئے ہیں ۔ سنہ تالیف ۱۳۵ھ ۔ صفحات تین سو ساٹھ (۳۶۰) سائز ۲۰×۳۰/۱۶ "

تاریخ مظاہر ۔ عالم اسلام کی دینی اور اصلاحی درسگاہ ۔ جامعہ مظاہر علوم کے ابتدائی پچاس (۵۰) سالہ حالات ، اور تدریجی ترقیات کا تفصیلی جائزہ ۔ سنہ تالیف ۱۳۳۵ھ صفحات اکیہتر (۷۱) ، سائز ۲۰×۲۶ "

حجۃ الوداع والعمرات ۔ اس کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری سفر حج کی مکمل تاریخ اور آپ کے عمرات کی تفصیل ہے ۔ کتاب اگرچہ شوال سنہ ۴۷ھ میں لکھی گئی مگر سنہ ۱۳۹۰ھ میں اضافے اور نظر ثانی کے بعد طبع ہوئی صفحات تین سو آٹھ (۳۰۸) ، سائز ۲۰×۳۰/۸ "

خصائل نبوی ۔ امام ترمذی کی شہرہ آفاق کتاب شمائل ترمذی کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ اور اسپر حضرت شیخ کے رواں دواں قلم نے حواشی وتحقیقات کا انبار لگا دیا ۔ سنہ تالیف سنہ ۱۳۴۴ھ صفحات تین سو پینتیس (۳۳۵) ، سائز ۲۰×۲۹

تحفۃ الاخوان ۔ فی بیان احکام تجوید القرآن ۔ یہ کتاب حرمین شریفین کے مشہور قاری شیخ حسن مصری شاعر کی تالیف کا اردو ترجمہ ہے ۔ کتاب کا یہ ترجمہ خود مصنف کے ایما پر کیا گیا تھا جو آٹھ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۵ھ کو پورا ہوا ۔ سنہ ۱۳۴۷ھ مطابق سنہ ۱۹۲۸ء میں پہلی بار طبع ہوئی ۔ صفحات اٹھائیس (۲۸) ۔

اوجز المسالک شرح موطا امام مالک ۔ موطا امام مالک کی تمام سابقہ شروحات سے کہیں درجہ فائق ، ہر مسئلہ پر سیر حاصل بحث اور ہر حدیث پر مستقل کلام ، حنفیہ کے دلائل اور خود مسلک مالکیہ کی جابجا وضاحت ۔ ان سب کے علاوہ حل مفردات الفاظ مشکلہ کی توضیح عبارت ومطلب کی شرح بڑی عرق ریزی سے کیگئی ہے ۔ مجموعی صفحات تین ہزار تین سو چھیاسٹھ (۳۳۶۶) سائز ۲۰×۲۹ "

فضائل قرآن ۔ سلسلۂ فضائل کا یہ پہلا رسالہ حضرت شاہ یسین صاحب نگینوی کے ارشاد پر لکھا گیا ۔ اسمیں

قرآن پاک کے فضائل پر چالیس۴۰ احادیث ہیں۔ ہر حدیث کی مستقل تشریح مفصل توضیح کی گئی ہے۔ اور آخر میں سات احادیث کے ذریعہ قرآن پاک کے احکامات ذکر کئے گئے ہیں صفحات بہتر۷۲، سنہ تالیف ۱۳۴۸ھ ۔

فضائل رمضان:۔ جسمیں وضاحت کے ساتھ احادیث کی روشنی میں رمضان کی فضیلتوں کو بتایا گیا ہے یہ کتاب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے حکم سے نظام الدین میں لکھی گئی۔ سنہ تالیف ۱۳۴۹ھ صفحات بچپن۵۵ ۔

قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم:۔ ۱۳۴۹ھ میں جب کہ جبری تعلیم کا نفاذ ہو رہا تھا۔ اسوقت حضرت شیخ نے جذبہ دینی و حمیت اسلامی سے مجبور ہو کر یہ رسالہ اسمبلی کے ممبران اور سربرآوردہ ارکان کے نام مکتوب کی شکل میں تحریر فرمایا تھا سنہ تالیف ۱۳۵۰ھ صفحات تیئس۲۳ ۔

فضائل تبلیغ:۔ امر بالمعروف کے فضائل نہی عن المنکر کے ترک پر جو وعیدیں احادیث کے ذخیرہ میں مذکور ہیں۔ ان میں سے چند حدیثیں نمونہ کے طور پر اس رسالہ میں جمع کر کے عامۂ مسلمین کو اس اہم فریضہ کی جانب متوجہ کیا ہے۔ شروع کتاب میں چند آیات قرآنیہ بھی اسی مقصد کیلئے تحریر کر دی گئیں۔ سنہ تالیف ۱۳۵۰ھ صفحات بتیس۳۲ ۔

الکوکب الدری:۔ یہ حضرت اقدس گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ کے ان درسی افادات کا مجموعہ ہے جن کو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے دوران درس عربی میں قلمبند فرمایا تھا اور بعد میں حضرت شیخ نے اپنے بیش بہا حواشی و تعلیقات سے اس کو مزین فرمایا ہے۔ سنہ تالیف ۱۳۵۳ھ، صفحات آٹھ سو آٹھ (۸۰۸) ۔

حکایات صحابہ:۔ یہ کتاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری کی تعمیل ارشاد میں تالیف کی گئی۔ موضوع نام سے ظاہر ہے۔ سنہ تالیف ۱۳۵۷ھ، صفحات ایکسو چوراسی (۱۸۴) ۔

الاعتدال فی مراتب الرجال:۔ مسلم لیگ اور کانگریس کے شدید اختلافی دور میں یہ کتاب تالیف کی گئی۔ اس کتاب نے ہر دو فریق کے درمیان بڑی ہم آہنگی پیدا کی اور اخوت اسلامی کی بڑی راہیں ہموار کرائیں سنہ تالیف ۱۳۵۷ھ، صفحات دوسو اڑتالیس (۲۴۸) ۔

فضائل نماز:۔ نماز کی اہمیت اور اس کے فضائل اس کے ترک پر وعیدیں اور نماز میں خشوع و خضوع وغیرہ کے متعلق چالیس۴۰ حدیثیں، سنہ تالیف ۱۳۵۸ھ، صفحات اٹھاسی۸۸ ۔

فضائل ذکر:۔ موضوع اور مضمون دونوں نام سے ظاہر ہیں۔ ہندو پاک کے مختلف ناشرین نے متعدد بار طبع کرائی۔ سنہ تالیف ۱۳۵۸ھ صفحات ایکسو چھہتر (۱۷۶) ۔

فضائل حج:۔ یہ کتاب حج و عمرہ کے آداب و فضائل اور بزرگان دین کے بہت سے واقعات پر مشتمل ہے۔ سنہ تالیف ۱۳۶۷ھ صفحات دوسو اکتیس (۲۳۱) ۔

فضائل صدقات:۔ جس میں راہ خدا میں خرچ کرنیکے فضائل بخل کی مذمت، صلہ رحمی کا اہتمام، زکوٰۃ کا

وجوب اور اس کے ادا نہ کرنے پر سخت وعیدیں، زہد و قناعت کے واقعات کو بڑی تفصیل سے تحریر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ اغنیاء کیلئے موجب اصلاح ہے اور دوسرا حصہ علماء کے لئے ذریعۂ عبرت ہے۔ سنہ تالیف ۱۳۶۸ھ صفحات پانچسو انسٹھ (۵۵۹)۔"

لامع[18] الدراری علی جامع البخاری۔ الکوکب الدری کی طرح یہ بھی حضرت اقدس گنگوہی کے درسی افادات کا بیش بہا خزانہ ہے جس پر حضرت شیخ نے حواشی تحریر فرمائے ہیں۔ سنہ تالیف ۱۳۸۸ھ، صفحات دو ہزار آٹھ۔"

فضائل[19] درود شریف۔ "جسمیں درود شریف کے فضائل اس کے ترک پر وعیدیں اور درود شریف کے متعلق پچاس واقعات تحریر ہیں۔ سنہ تالیف ۱۳۸۴ھ صفحات ایکسو چھبیس (۱۲۶)۔"

رسالہ[20] اسٹرائک:۔ دینی مدارس میں ہونیوالی اسٹرائیک سے متاثر ہو کر ۱۳۸۸ھ میں تالیف کیا گیا ص ۳۲۔"

آپ[21] بیتی:۔ چھ جلدوں پر مشتمل ہے ان میں اپنی زندگی کے مفصل حالات تعلیم، تدریس، تالیف، اکابر کا طرز تعلیم تحقیق علم زہد و تقویٰ کے واقعات کو جمع کر دیا گیا۔" صفحات ایکہزار چارسو آٹھ۔"

اختلاف[22] الائمہ:۔ "جسمیں ائمہ اربعہ کے درمیان پیدا ہونیوالے اختلافات کی وجوہ بڑے مؤثر اور عمدہ پیرایہ میں لکھی گئی ہیں۔ سنہ تالیف ۱۳۴۶ھ صفحات چھیانوے ۹۶، سائز ۲۰×۳۰/۱۶

اکابر[23] کا رمضان۔ جسمیں اکابر کے رمضان، کے واقعات ان کے مجاہدات کا تذکرہ ہے۔ سنہ تالیف ۱۳۹۲ھ ص ۱/۱

دہلی[24] کی تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات۔ کتاب کا مقصد اور اسکا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ بڑے بڑے اکابر اور اہل قلم کو اسکی تعریف میں رطب اللسان پایا ہے۔" سنہ طباعت ۱۳۹۲ھ صفحات دوسو چوبیس ۲۲۴، سائز ۲۰×۳۰/۱۶۔"

الابواب[25] والتراجم للبخاری:۔ "صحاح ستہ میں بخاری شریف کو جس منفردانہ حیثیت سے دیکھا جاتا ہے اس سے کہیں زائد اہمیت اس کے تراجم کو حاصل ہے اور الحمد للہ یہ علمی سلسلہ بھی حضرت شیخ کے فیوضات جاریہ میں شامل ہو گیا۔ صفحات ہر دو جلد تین سو اٹھاسی (۳۸۸)۔"

ضمائم[26] خوان خلیل:۔ "حضرت اقدس سہارنپوری کے سانحہ ارتحال سے متاثر ہو کر حضرت اقدس تھانوی نے چند واقعات تحریر فرمائے تھے ان میں بعض واقعات وہ تھے جن کا تعلق خود حضرت تھانوی کی ذات سے تھا اور بعض دوسرے حضرات سے متعلق تھے۔ اصل رسالہ کے صفحات اکیس ۲۱ ہیں، حضرت شیخ کے ضمائم کے بعد یہ کتاب چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہو گئی۔ سنہ تالیف ۱۳۹۱ھ۔"

نصائح[27] حج اور مکتوب گرامی:۔ عازمین حج کیلئے خصوصی ہدایات و نصائح اسکے آخر میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی طویل دعا بھی ہے صفحات بتیس ۳۲، سنہ طباعت ۱۳۹۳ھ۔"

یہ فہرست ان کتب کی ہے جو طبع ہو چکیں. بعض کتب ان میں ایسی ہیں جن کے پچاس پچاس ہزار ایڈیشن صرف ایک ہی ناشر کے یہاں طبع ہوئے. اب اخیر میں غیر مطبوعہ کتب کے صرف اسماء تحریر کئے جاتے ہیں. تفصیل کیلئے آپ بیتی حصہ دوم کی مراجعت کرلیجائے.

شرح النخبہ (اردو) شرح سلم العلوم (اردو) اضافہ بر اشکال اقلیدس. تقریر مشکوٰۃ، تقاریر کتب حدیث تلخیص البذل، شذرات الحدیث. شرح عربی جزری. رسالہ در احوال قراء سبعہ. مقدمات کتب حدیث، اصول حدیث علی مذہب الحنفیہ. الوقائع والدہور. المؤلفات والمؤلفین، تلخیص المؤلفات والمؤلفین. جزء المعراج. جزء وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم. جزء افضل الاعمال. جزء روایات الاستحاضہ، جزء رفع الیدین. جزء الاعمال بالنیات. جزء اختلاف الصلوٰۃ، جزء المبہمات فی الاسانید والروایات، رسالہ التقدیر، سیرت صدیق، رسالہ فرائد حسینی، حواشی کلام پاک، حواشی الاشاعت، حواشی وذیل التہذیب. حواشی اصول الشاشی والہدایہ. حواشی مسلسلات، جزء مکفرات الذنوب، جزء ملتقط المرقات. جزء ملتقط الرواۃ عن المرقات. معجم المسند الامام احمد، جزء المناط، رسالہ مجددین ملت، جزء صلوٰۃ الاستسقاء، جزء صلوٰۃ الخوف، جزء صلوٰۃ الکسوف، جزء بافال المحدثین فی الامام اعظم، جزء تخریج عائشۃ فی قضیۃ بریرہ، تقریر نسائی شریف، جزء امراء المدینۃ، جزء طرق المدینۃ. جزء ما یشکل علی الحارصین، جزء الجہاد، جزء الحجۃ صلی اللہ علیہ وسلم. مشائخ تصوف (اردو) اولیات القیامۃ، مختصات المشکوٰۃ. رسالہ رد مودودیت (اردو) مستشرقین کا اسلام (اردو) میری محسن کتابیں (اردو) نظام مظاہر، جامع الروایات والاجزاء، معجم رجال، تذکرۃ الحفاظ، تبویب تاویل مختلف الاحادیث، تبویب مشکل الآثار، معجم الصحابۃ الذین اخرج عنہم ابوداؤد الطیالسی فی مسندہ. تبویب احکام القرآن "

۳

رئیس التبلیغ مولانا الحاج محمد یوسف صاحبؒ ابن حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد الیاسؒ بن مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ.

(۲) قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی، (۳) میزان الصرف. میزان منشعب، صرف میر، نحو میر، قصیدہ بردہ، بانت سعاد. مجموعہ چہل حدیث اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے اور کنز الدقائق وغیرہ حافظ مقبول حسن گنگوہی سے پڑھیں. تجوید کے استاد قاری معین الدین صاحب بنائے گئے.

(۴) پہلی مرتبہ ۱۳۵۱ھ میں داخل ہو کر ہدایہ اولین، میر قطبی، سلم العلوم، رشیدیہ، اور میبذی وغیرہ کتب پڑھیں. یہ داخلہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے سفر حج کی بناء پر ہوا تھا. جب وہ واپس تشریف لے آئے تو پھر سلسلہ تعلیم دہلی میں جاری ہوگیا. اسکے بعد ۱۳۵۴ھ میں دوبارہ داخلہ ہوا اور کتب حدیث پڑھیں "

(۵) علالت طبع کی بناء پر درمیان سال میں واپس نظام الدین تشریف لیگئے جس کی بناء پر کامل فراغت مظاہر سے نہ ہوسکی۔

(۶) ابو داؤد شریف حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث زید مجدہ سے بخاری شریف حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب سے، مسلم شریف مولانا منظور احمد خاں صاحب سے، ترمذی شریف مولانا عبدالرحمن صاحب کاملپوری سے پڑھی۔

(۷) فراغت کے بعد مرکز نظام الدین تشریف لیگئے اور والد ماجد سے ابن ماجہ نسائی شریف، شرح معانی الآثار، طحاوی شریف اور مستدرک حاکم پڑھی۔ ۱۳۶۳ھ میں حضرت دہلوی کی طرف سے اجازت و خلافت سے بہرہ ور کیئے گئے اور ۱۳۸۲ھ میں سرپرست مدرسہ بنائے گئے۔ تمام عمر مدرسہ کاشف العلوم میں متن حدیث کی اونچی اونچی کتابیں پڑھائیں۔ دعوت و توحید اور تبلیغ کیلئے جد وجہد اس کیلئے اپنے تمام اوقات کا فارغ کردینا اور شب و روز اسی کی دھن اسی کا غلبہ یہ چیز اپنے والد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے انتقال کے بعد پیدا ہوئی۔ اور عمر کے آخری لمحات تک یہی ایک جذبہ دل و دماغ پر چھایا رہا۔ یہانتک کہ انتیس ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ کو لاہور میں انتقال فرمایا۔ جنازہ نظام الدین لایا گیا اور مرکز میں تدفین عمل میں آئی۔

(۸) امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار (عربی) طحاوی شریف فقہ حنفی کی بڑی اونچی اور معتمد کتاب ہے۔ بکثرت مدارس میں داخل درس ہے لیکن بایں ہمہ اس کی کوئی شرح ایسی نہیں تھی جو بسہولت میسر ہوسکتی ہو، اس خدمت کیلئے بھی حق تعالیٰ شانہ نے مظاہر ہی کے ایک ہونہار فرزند کو منتخب فرمایا اور اس کے قلم سے ایسی عدیم المثال شرح لکھوائی جو بیش قیمت بھی ہے اور بیش بہا بھی۔ مشکل الفاظ کا حل، رواۃ کی تحقیق، انظار طحاوی کا تشفی بخش حل اور احناف کے دلائل سب ہی کچھ اسی شرح میں موجود ہے صفحات ہر سہ جلد (۱۱۲۶)

حیاۃ الصحابہ (عربی) جس میں بڑی تحقیق و جستجو کے بعد حضرات صحابہ کرام کے جذبہ دینی ان کی حمیت اسلامی غیرت ایمانی، شوق شہادت اور دعوت الی اللہ کے سرفروشانہ جذبات کے واقعات تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن میں طبع کرائی گئی۔ صفحات ہر سہ جلد (۲۰۳۱)

(۴)

امیر التبلیغ حضرت مولانا الحاج محمد انعام الحسن ابن مولانا الحاج محمد اکرام الحسن بن مولانا الحاج حکیم رضی الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر، یو پی۔ (۳) قرآن پاک حافظ منگتو صاحب سے پڑھکر فارسی کی ابتدائی کتابیں بوستان تک اپنے ناناجان حکیم عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور میزان الصرف، میزان منشعب، ہدایۃ النحو وغیرہ حضرت مولانا

محمد الیاس صاحبؒ سے دہلی پہونچکر پڑھیں اسکے بعد مدرسہ میں داخل ہوئے اور ان کتب سے تعلیم کا آغاز فرمایا، شرح جامی، میر قطبی، کنز الدقائق، قطبی تصدیقات، اصول الشاشی۔

(۴) داخلہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۴ء، (۵) فراغت مظاہر سے نہیں ہے۔

(۵) ابو داؤد شریف حضرت شیخ زید مجدہٗ سے بخاری شریف، مولانا عبداللطیف صاحب سے، مسلم شریف، مولانا منظور احمد خاں صاحب، ترمذی مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری سے پڑھیں۔ ان کے علاوہ ابتدائی کتب کے اساتذہ یہ تھے، علامہ صدیق احمد صاحب کشمیری، حضرت مولانا عبدالشکور صاحب، قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی، مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی۔

(۷) دورۂ حدیث کی تکمیل سے قبل ہی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی علالت کی بنا پر ان کے ہمراہ واپس نظام الدین تشریف لیگئے اور باقیماندہ حصہ کی تکمیل کے ساتھ صحاح کی باقی دو کتابیں ابن ماجہ اور نسائی نیز شرح معانی الآثار، طحاوی اور مستدرک حاکم حضرت مولانا الیاس صاحب سے پڑھیں۔ ۱۳۳۶ھ میں حضرت اقدس مولانا الحاج محمد الیاس صاحبؒ دہلوی کی طرف سے اجازت وخلافت سے سرفراز کیئے گئے۔ علالت کا ایک طویل عرصہ اپنے وطن کاندھلہ میں گذار کر پھر واپس مرکز نظام الدین تشریف لیگئے اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے دست راست اور تحریک تبلیغ کے دل ودماغ بنکر سفر وحضر میں انکے رفیق بنے۔ پھر حضرت مولانا کے انتقال کے بعد ۱۳۸۴ھ میں ان کے جانشین اور امیر التبلیغ بنائے گئے۔ ۱۳۸۶ھ میں مدرسہ مظاہر علوم کے سرپرست منتخب ہوئے۔ بارک اللہ تعالیٰ فی حیاتہ الشریفہ!

نظام الدین دہلی پہنچنے پر دعوت وتبلیغ کے ساتھ درس وتدریس کا مشغلہ بھی اختیار فرمایا اور متعدد فنوں کی مختلف کتابیں پڑھائیں، سالہا سال تک حدیث پاک کا درس دیا، اب چند سالوں سے بخاری شریف مخصوص سبق ہے۔

(۸) مطبوعہ شکل میں کوئی تالیف نہیں لیکن سالہا سال سے چونکہ بخاری شریف زیر درس چلی آرہی ہے اسلئے تراجم بخاری پر بڑی عرق ریزی اور محنت فرمائی ہے۔ تراجم پر تحقیقات مسودہ کی شکل میں محفوظ ہیں۔

⑤

(تمہید) مولانا الحاج اظہار الحسن صاحب استاذ حدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی کی خدمت میں بھی سوالنامہ بھیجا گیا تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا آمدہ خط (جواب نامہ) بعینہٖ نقل کر دیا جائے کہ پُرلطف بھی ہے اور پُر درد بھی۔

۵

حسرتیں دل کی پوچھنے والے — تیرے طرزِ سوال نے مارا

ہاں پوچھنے والے تو نے پوچھا لطف وکرم احسان کیا — لب پر آئے حرف تمنا عشق کے یہ آداب نہیں

عشق ومزدوری عشرت گہ خسرو کیا خوب — ہم کو تسلیم نکونامیِ فرہاد نہیں۔

سوال	جواب	جواب ....
پورا نام	پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا	محمد اظہار الحسن
والد محترم کا نام	اولئك آبائي فجئني بمثلهم اذا جمعتنا يا جرير المجامع .	مولوی الحافظ الحاج محمد رؤف الحسن بن المولوی الحافظ الحاج محمد ضیاء الحسن
وطن اصلی	زباں کٹتی ہے ذکر آشیاں سے تمنا بھی بہت تھی آشیاں کی اب وہ بھی کہتے ہیں کہ بے ننگ و نام ہے یہ جانتا تو آگ لگاتا نہ گھر کو میں ایک جا رہتے نہیں عاشق بدنام کہیں دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں مجھ کو جنت سے نکالا ہوا انسان سمجھو	محلہ مولویان، قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر، صوبہ یو.پی. ہندوستان
ابتدائی تعلیم	مدرسہ احیاء العلوم مظفر نگر میں قرآن پاک حفظ کیا مدرسہ مرادیہ مظفر نگر میں فارسی و عربی کی تعلیم شرح جامی تک حاصل کی۔ اسکے بعد ۱۳۵۵ھ میں مدرسہ کاشف العلوم میں داخل ہو کر مختصر المعانی وغیرہ پڑھیں۔	
داخلہ کا سنہ	ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ میں مظاہر میں داخلہ ہوا اور مشکوٰۃ جلالین ہدایہ ثالث پڑھیں۔	
فراغت کا سنہ	مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا وہ تیری گلی کی قیامتیں کہ لحد سے مردے نکل پڑے یہ میری جبین نیاز تھی کہ جہاں دھری تھی دھری رہی	تکمیل دورۂ حدیث شعبان ۱۳۵۵ھ مکرر دورۂ حدیث ۱۳۵۸ھ
مظاہر میں استاد کون رہے	الخيل والليل والبيداء تعرفني والسيف والرمح والقرطاس والقلم	بخاری شریف جلد اول اور ابوداؤد شریف از شیخ المشائخ قطب العالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب۔

سوال	جواب	جواب
خصوصاً حدیث کے	پی پی، بوٹا بوٹا، نام انھوں کا جانے ہے سب ہی جانیں، تو ہی نہ جانے، باغ تو سارا جانے ہے	بخاری شریف جلد دوم از استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ، ترمذی، طحاوی، مشق افتاء، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ سے مسلم موطا، امام محمد حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحبؒ نسائی موطا امام مالک، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ مشکوٰۃ، ہدایہ اخیرین، مولانا عبدالشکور صاحبؒ، جلالین شریف، مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ، بیضاوی و مدارک، مولانا محمد زکریا صاحبؒ قدوسی،
تالیف تدریس وعظ ارشاد میں سے کونسا شعبہ اختیار کیا۔	ما ہیچ نداریم، غم ہیچ نداریم دستار نداریم، غم ہیچ نداریم نظر مدت سے تھی اے شیخ جس پر مے فروشوں کی وہ دستار فضیلت رہن ہم نے مہرباں رکھدی	
مؤلفات و تصنیفات اگر ہوں تو انکی تفصیل	قلندر جز دو حرف لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا فقیہہ شہر حافظ ہے لغت ہائے حجازی کا	
مطبوعہ ہیں کہ غیر مطبوعہ ہر مؤلف کا موضوع	ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم	
ملازمت سے فراغت کے بعد سے اب تک کے مشاغل	کچھ امید کرم میں گذری عمر کچھ امید کرم میں گذریگی گو میں رہا رہین ستم ہائے روزگار لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا نہ غرض کسی سے نہ واسطہ، مجھے کام اپنے ہی کام سے ترے ذکر سے تری فکر سے تری یاد سے ترے نام سے ترا ذکر سن کے تڑپ اٹھا ترا نام لیکے میں رو دیا مجھے ایک نسبت خاص ہے ترے ذکر سے ترے نام سے نالی گویا جنوں ہے یا تیری آرزو ہے	کل نام لیکے تیرا بے اختیار رو دیا

(۶)

(۱) حضرت مولانا الحاج محمد بدر عالم صاحب مہاجر مدنی ابن جناب حاجی نہور علی صاحب

(۲) بدایوں ضلع میرٹھ ۔" (۳) خاندانی دستور کے مطابق قرآن پاک کی تعلیم حاصل کر کے اسکول میں داخل ہوئے اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی ۔ انہی ایام میں حضرت اقدس تھانوی، الہ آباد تشریف لائے، اور بعد نماز جمعہ ایک مسجد میں وعظ فرمایا ۔ مولانا بھی شریک جلسہ تھے، تقریر سن کر فیصلہ فرما لیا کہ اب انگریزی نہیں بلکہ دینی تعلیم حاصل کرینگے ۔ والد صاحب سے بھی اپنا رجحان بیان کر دیا جسپر سختی —— سے کام لیا گیا ۔ مگر مولانا انگریزی تعلیم کیلئے کسی بھی طرح راضی نہ ہوئے اور گیارہ سال کی عمر میں والدین سے جدا ہو کر مظاہر میں تشریف لے آئے اور ان کتب سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا ۔ صغری کبری، فصول اکبری، منیۃ المصلی، مرقات، قال اقول، ایساغوجی، نفحۃ الیمن، درایۃ الادب، مفید الطالبین، کافیہ ۔ اسکے بعد تمام درس نظامی کی تکمیل مظاہر میں رہکر ہی ہوئی ۔"

(۴) داخلہ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء ، (۵) فراغت ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء ۔"

(۶) دورۂ حدیث شریف ان حضرات سے پڑھا ۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا عبد الوحید صاحب سنبھلی ۔"

(۷) فراغت کے بعد مظاہر میں مدرس بنا دیئے گئے ۔ دو سال درس دینے کے بعد دار العلوم دیوبند تشریف لیگئے اور علامہ کشمیری کی خدمت میں حاضر ہو کر دورۂ حدیث میں شرکت کی ۔ وہاں سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لیگئے ڈابھیل میں سترہ سال، حدیث پاک کی خدمت انجام دیکر بھاولنگر تشریف لیگئے اور مدرسہ جامع العلوم کو اپنی زرین خدمات کا مرکز بنایا ۔ یہاں ایک سال قیام فرمانیکے بعد آپ دہلی تشریف لے آئے اور ندوۃ المصنفین کے رفیق خصوصی بن کر ترجمان السنۃ کی تالیف کا کام شروع کیا، دوسری جلد زیر تالیف تھی کہ —— ہندوستان تقسیم کر دیا گیا، اور آپ کراچی روانہ ہو گئے ۔ پاکستان پہنچکر آپ ایک خالص دینی و علمی درسگاہ کے قیام کیلئے کمربستہ ہوئے شب و روز یہی فکر تھا اور یہی شغل ۔ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی مخلصانہ دعائیں اور ہمت مردانہ کی بدولت ٹنڈوالہ یار میں ایک درسگاہ قائم ہوئی ۔ جو اب جامعہ اسلامیہ کے نام سے مشہور ہے ۔ ایک عرصہ تک اسکے ناظم اعلیٰ رہے اور وہاں حدیث کی خدمات انجام دیں ۔ یہاں سے ہجرت فرما کر آپ مدینہ روانہ ہوئے اور اس سرزمین مقدس کو ہمیشہ کیلئے اپنی آرامگاہ بنا لیا اور پانچ رجب ۱۳۸۵ھ مطابق انتیس ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو جمعہ کی شب میں انتقال فرمایا ۔ رحمۃ اللہ علیہ ۔"

(۸) مستزاد الحقیر، ترجمان السنۃ، فیض الباری، زبدۃ المناسک، ترجمۃ الحزب الاعظم، نزول عیسیٰ علیہ السلام، آواز حق، جواہر الحکم، شان حضور، قسمت کا ستارہ، فریاد مظہر، عزیزوں کے نام ایک مکتوب ۔"

(۷)

(۱) مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحبؒ مفتی اعظم ابن جناب نور محمد صاحبؒ ابن جناب نصیب خاں صاحبؒ۔

(۲) اجراڑہ ضلع میرٹھ (۳) قرآن پاک حافظ محمد حسین صاحبؒ کے پاس حفظ کرنیکے بعد قصبہ کے مدرسہ ہی میں ابتدائی کتب فارسی پڑھیں۔ بعد ازاں حافظ صاحب کے حکم سے مظاہر میں چلے آئے اور شرح تہذیب، بحث فعل، کافیہ، تہذیب، میزان، قدوری، نور الایضاح، مفید الطالبین، مرقات، فصول اکبری، مظاہر میں داخل ہوکر پڑھیں۔

(۴) داخلہ ۱۳۳۶ھ (۵) فراغت ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۲ء۔

(۶) حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ، مولانا ثابت علی صاحب، مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ، مولانا عبد الوحید صاحبؒ، مولانا عبد الرحمٰن صاحبؒ، مولانا منظور احمد خاں صاحبؒ:

(۷) فراغت کے بعد سے عمر کے آخری لمحات تک مدرسہ کے ساتھ والہانہ اور عاشقانہ تعلق رکھا، ۱۳۴۳ھ میں استاد تجوید، ۱۳۴۷ھ میں نائب مفتی، اور ۱۳۵۲ھ میں مظاہر کے مفتی اعظم اور قائم مقام صدر مدرس بنائے گئے۔ ذوالقعدہ/ذوصفر المظفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۹۵۷ء پنجشنبہ کو طویل بیماری کے بعد انتقال فرمایا، قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔ " رحمۃ اللہ علیہ۔

(۸) فیض العزیز:- فن تجوید اور قرأت کے اہم اور مشکل مباحث پر مشتمل ہے۔ ۱۳۴۳ھ میں لکھی گئی جنؒ

الفلائد الجوہریہ:- عربی زبان میں مقدمہ جزریہ کی شرح ہے۔ ۱۳۴۱ھ میں لکھی گئی:

شرح الشاطبیہ:- یہ عربی زبان میں شاطبیہ کی شرح ہے۔ گو مختصر ہے لیکن مشکل اور دشوار مضامین کے حل کرنے کیلئے بہت کافی ہے۔ نیز احکام الصید، اقوال الاخیار فی حسنات الکفار شرح خلاصۃ البیان بھی آپ کی تالیفات میں سے ہیں:

معلم الحجاج:- کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے، کثیر الاشاعت کتاب ہے۔ صفحات ۳۸۴) سنہ تالیف ۱۳۵۵ھ

آئینۂ نماز:- نماز پنجگانہ کے مسائل ہیں اور دیگر نمازوں کی ترتیب میں مختصر مگر جامع کتاب ہے۔ بارہا طبع ہوئی۔ صفحات (۸۰) سنہ تالیف ۱۳۵۵ھ:

نوٹ کی حقیقت اور اسکے شرعی احکام:- ۱۹۳۸ء میں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کے ارشاد گرامی سے لکھی گئی۔ اسمیں بنک اور نوٹ کی مختصر تاریخ ذکر کرنیکے بعد نوٹ کی حقیقت نے روپے کے ضروری مسائل کو مدلل طریقہ سے تحریر کیا ہے۔

کشف حقیقت یعنی تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں:- خود مودودی صاحب کی کتابوں سے انکی

اور ان کی جماعت کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ صفحات بتیس ۳۲، سنہ طباعت ۱۳۸۷ھ "

آدابِ اسلام۔ یہ کتاب مفتی صاحب کی زندگی کا آخری شاہکار ہے اسمیں سلام کے متعلق جملہ آداب ذکر کر کے بتلا دیا گیا کہ سلام کرنا کس موقعہ پر صحیح ہے اور کس وقت پر ممنوع۔ صفحات چالیس ۴۰ سنہ تالیف ۱۳۸۷ھ

مشرقی کا اسلام۔ اس کتاب میں عنایت اللہ مشرقی کے کفریہ عقائد، ملحدانہ اقوال اور مغربی تخیلات کا نمونہ اسی کی کتابوں سے نقل کر کے بتلایا گیا ہے کہ وہ اسلام کا منکر اور اس سے خارج ہے۔ صفحات بتیس ۳۲ سنہ طباعت ۱۳۸۵ھ "

ان تالیفات کے علاوہ —— بدائع، رد المختار، ہدایہ، بذل المجہود، نسائی شریف، کنز الدقائق، جلالین شریف، مشکوٰۃ شریف، مختصر المعانی اور نور الایضاح پر بڑے وقیع اور قیمتی حواشی تحریر فرمائے ہیں ترمذی شریف کے بعض اجزاء کی شرح بھی لکھی ہے۔

۸

(۱) مولانا الحاج محمد افتخار الحسن صاحب —— (خلیفہ و مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب) ابن مولانا محمد رؤف الحسن صاحب ابن مولانا الحافظ الحاج ضیاء الحسن صاحب "

(۲) قصبہ کاندھلہ، ضلع مظفر نگر، یوپی۔ (۳) قرآن شریف کاندھلہ میں حافظ منگتو کے مدرسہ میں پڑھا ابتدائی عربی شرح جامی تک مدرسہ مرادیہ مظفر نگر میں پڑھی "

(۴) داخلہ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء۔ (۵) فراغت ۱۳۶۲ھ۔

(۶) بخاری شریف نصف اول اور ابو داؤد شریف حضرت شیخ زید مجدہ العالی سے، اور بخاری شریف نصف ثانی حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب سے، ترمذی و طحاوی و شمائل ترمذی حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری سے، مسلم شریف موطا امام محمد حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب سے، نسائی ابن ماجہ موطا امام مالک حضرت مولانا عبد الشکور صاحب سے، مشکوٰۃ ہدایہ اولین مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب سے پڑھیں "

(۷) وعظ و ارشاد، کاندھلہ اور اسکے مضافات میں رہنے والوں کی فقہ و فتاویٰ کے ذریعہ رہنمائی اور انکی شرعی مشکلات کا حل کرنا، ان سب کے علاوہ انکی زندگی کا سرمایۂ حیات وہ مبارک مشغلہ ہے جو تفسیر قرآن کی صورت میں اٹھارہ سال سے قصبہ کی جامع مسجد میں مسلسل جاری ہے۔

(۸) خیر البشر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانح طیبہ، سنہ تالیف صفحات

۹

(۱) مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب ابن مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب ابن جناب نور محمد صاحب،

(۲) قصبہ اجراڑہ ضلع میرٹھ

(۴) داخلہ ۱۳۶۲ھ۔ (۵) فراغت ۱۳۶۹ھ "

(۶) دورۂ حدیث کے اساتذہ یہ ہیں۔ بخاری شریف از حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، ابو داؤد شریف از حضرت شیخ زید مجدہ، ترمذی وطحاوی شریف از حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کاملپوری، مسلم شریف از مولانا منظور احمد خاں صاحب، نسائی شریف از مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب مدظلہ۔

(۷) فراغت کے بعد ۱۳۷۱ھ میں مظاہر کے مدرس بنائے گئے۔ ۱۳۷۲ھ میں مدرسہ کی ضروریات پر رنگون تشریف لیگئے۔ ۱۳۷۷ھ میں صدر مفتی بنائے گئے۔ اس سے قبل کئی سال سے نائب مفتی بنے ہوئے تھے۔ یکم رمضان ۱۳۸۸ھ سے حضرت اقدس مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب کے ضعف و علالت اور اعذار کی وجہ سے شعبۂ نظامت میں ان کے معاون اور نائب بنائے گئے۔ مختلف علوم و فنون کی کتابیں متواتر دس سال تک پڑھانے کے بعد شوال ۱۳۸۱ھ سے استاذ حدیث بنائے گئے۔ بعد ازاں ۱۳۸۳ھ میں استاذ دورۂ حدیث شریف منتخب ہوئے۔

(۸) حاشیہ شرح عقود رسم المفتی یہ علامہ ابن عابدین شامیؒ کی مشہور زمانہ تالیف شرح عقود پر مولانا موصوف کا بیش قیمت حاشیہ ہے جسمیں نفس مطلب کی توضیح و تشریح موجود ہے۔ صفحات (۱۰۶) سنہ طباعت ۱۳۷۶ھ۔

فضائل الاعمال یعنی بخشش کے وعدے "حافظ ابن حجر کی تالیف الخصال المکفرۃ للذنوب المتقدمۃ والمتاخرہ، کا سلیس اردو ترجمہ مع اضافات کثیرہ۔ "صفحات ۴۸، سنہ طباعت ۱۳۸۱ھ "

فضائل تہجد۔ تہجد کے فضائل اور آداب قرآن پاک احادیث شریفہ کی روشنی میں۔ اسکے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ تابعین اور علمائے امت کے تہجد کے واقعات بھی اسمیں لکھے گئے ہیں۔ صفحات (۱۰۹) سنہ طباعت ۱۳۸۲ھ۔

فضائل جماعت۔ جماعت کے فضائل و مناقب اور اسکی تاکید و اہمیت قرآن و احادیث کی روشنی میں۔ صفحات (۹۶)۔ سنہ طباعت ۱۳۸۶ھ "

فضائل مسواک "موضوع نام سے ظاہر ہے۔ صفحات ۵۶، سنہ طباعت ۱۳۷۰ھ

مودودی جماعت کے عقیدۂ تنقید پر تبصرہ "کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے صفحات ۱۶ سنہ طباعت ۱۳۷۰ھ

(۱۰)

(۱) حضرت مولانا الحاج مفتی محمود حسن صاحب ابن جناب حامد حسن صاحب ابن جناب محمد خلیل صاحب۔

(۲) گنگوہ ضلع سہارنپور (۳) قرآن مجید گنگوہ میں حافظ کریم بخش صاحب نابینا سے پڑھا جو حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہ کی صاحبزادی صاحبہ کی بیٹھک میں پڑھایا کرتے تھے۔ قرآن پاک کی

اٹھارہ سطریں باقی تھیں کہ حافظ صاحب کا انتقال ہوگیا۔ بقیہ کی تکمیل بعد میں حافظ عبدالکریم صاحب امام جامع مسجد گنگوہ کے پاس ہوئی۔ میزان منشعب اپنے والد صاحب سے پڑھکر مظاہر میں امتحان دیا اور داخلہ کے بعد ابتدائی کتب پڑھیں۔

(۴) داخلہ ۱۳۴۱ھ ، (۵) فراغت ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۳ء۔

(۶) علم الصیغہ، فصول اکبری، صرف میر، نحو میر، قال اقول ، مولانا زکریا صاحب قدوسی سے پنج گنج، زبدہ تیسیر المبتدی۔ تہذیب، نحو میر، شرح مائۃ عامل، ہدایۃ النحو، کبریٰ، ایساغوجی، " مولانا عبدالرحمٰن صاحب اورنگ آبادی سے۔ مرقاۃ ، خارج میں ایک ہفتہ کی مدت میں حضرت اقدس مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب سے ، کافیہ، شرح جامی، کنز الدقائق، شرح وقایہ ؛ مولانا ظہور الحق صاحب سے نور الایضاح، قدوری، مفتی ضیاء احمد صاحب سے ، ابو داؤد شریف حضرت شیخ زید مجدہ سے ، نسائی ابن ماجہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب سے طحاوی، موطا امام مالک و امام محمد مولانا منظور احمد خاں صاحب سے پڑھیں۔

(۷) فراغت کے بعد ۱۳۵۱ھ میں مظاہر کیلئے بحیثیت معین مفتی ہونیکے تقرر ہوا۔ ۱۳۵۳ھ میں نائب مفتی بنائے گئے اور ۱۳۷۰ھ تک اسی عہدہ پر رہے۔ خدمت افتاء کے ساتھ ساتھ ابتدائی مدرس بھی بنائے گئے۔ مختلف ادوار میں ترقی کرتے ہوئے ۱۳۷۰ھ میں ہدایہ اولین اور جلالین شریف آپ کے سپرد ہوئی۔ محرم ۱۳۷۱ھ میں مدرسہ جامع العلوم کانپور کی ضروریات کی بناء پر مظاہر سے استعفاء دیکر وہاں تشریف لیگئے اور وہاں رہکر درس وتدریس، فقہ وفتاویٰ، وعظ وارشاد کے ذریعہ قیمتی خدمات انجام دیں ۱۳۸۴ھ میں جب کہ مظاہر کو بڑی شدت کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کی ضرورت تھی اور طرفین سے اس سلسلہ میں خط وکتابت ہورہی تھی۔ ان ہی ایام میں دارالعلوم دیوبند نے بھی حضرت مفتی صاحب کیلئے صدر مفتی کے عہدہ کا انتخاب کیا۔ حضرت شیخ دام مجدہ العالی کے اس فرمان پر کہ دارالعلوم کی ضروریات مظاہر سے کہیں بڑھکر ہیں آپ کیلئے دارالعلوم طے فرما دیا۔ حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ کے ارشاد پر ان کی حیات میں بخاری شریف جلد ثانی مفتی صاحب کی طرف منتقل ہوئی جو الحمد للہ اب بھی زیر درس ہے۔ ۱۳۸۶ھ میں اپنی مادر علمی جامعہ مظاہر علوم کے سرپرست بھی بنائے گئے۔

ــــــھ میں حضرت شیخ زاد مجدہ کی طرف سے اجازت وخلافت سے سرفراز کیئے گئے۔

۱۱

جناب مولانا قاری امیر حسن صاحب ابن جناب مظفر حسین صاحب۔ (۲) ری پور ضلع سیوان بہار۔ (۳) ابتدائی کتب مدرسہ کرامتیہ[ل] محلہ ملا ٹولہ جونپور میں رہ کر حاصل کی۔

ل ۔ بیادگار شاہ کرامت علی صاحب خلیفہ حضرت سید احمد شہید بریلوی قدس اللہ سرہٗ۔

(۴) داخلہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء ۔ (۵) فراغت ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء
(۶) بخاری شریف مولانا عبد اللطیف صاحب سے مسلم شریف حضرت الحاج مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب سے، ابو داؤد شریف حضرت شیخ زید مجدہ سے، طحاوی شریف و ترمذی شریف مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری سے، نسائی شریف مولانا منظور احمد خاں صاحب سے پڑھیں۔
(۷) مدرسے سے فراغ پر مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب سے طب پڑھی اور تقریباً ایک سال بعد مدرسہ اشرف المدارس سہردوئی میں بحیثیت استاد ہونیکے تقرر ہوا۔ اور اب تک وہیں قیام ہے۔ رمضان ۸۶ھ میں حضرت شیخ نے اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔
(۸) وعظ ارشاد موعظت و تذکیر زندگی کا بیش قیمت مشغلہ ہے۔

(۱۲)

جناب مولانا الحاج منور حسین صاحب بن شیخ منیر الدین بن شیخ نعم اللہ صاحب (۲) التاباری ضلع پورنیہ بہار۔ (۳) قرآن مجید، اردو، فارسی، مولانا عبد الرحمٰن صاحب سے وہیں (التاباری میں) رہکر پڑھی اس کے بعد مدرسہ محمدیہ میں عربی شروع کی جہاں میزان سے لیکر شرح جامی تک کی تعلیم پائی، اسکے بعد مظاہر میں چلے آئے اور ان کتب میں داخلہ ہوا۔ سراجی، قطبی تصدیقات، شرح وقایہ، تلخیص، نور الانوار، میرقطبی،
(۴) داخلہ ساتویں شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۷ء (۵) فراغت ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۲ء"
(۶) بخاری شریف، ابو داؤد شریف، حضرت اقدس شیخ الحدیث زید مجدہ سے، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب سے، مسلم شریف، طحاوی شریف مولانا منظور احمد خاں صاحب سے پڑھی "
(۷) فراغت کے بعد مظاہر میں مدرس بنائے گئے اور پانچ سال تک تدریس کی خدمات انجام دیں۔ پھر مدرسہ نعمانیہ پورنیہ میں تشریف لیگئے۔ وہاں دو سال تک قیام رہا۔ یہاں رہکر مولانا نے میزان سے لیکر ہدایہ تک کے اسباق پڑھائے۔ اسکے بعد دو سال تک دار العلوم، ندوۃ العلماء اور دار العلوم دیوبند میں قیام فرمایا۔ ان دونوں جگہ کا قیام طالب علمانہ حیثیت سے رہا۔ ندوہ میں عربی ادب و تاریخ پڑھی، اور دیوبند میں حضرت اقدس مدنی سے بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھی، یہاں کے قیام کے دوران مولانا الحاج مفتی محمد شفیع صاحب (مقیم حال کراچی) کی ماتحتی میں افتاء کی مشق فرمائی۔ دار العلوم میں شعبہ افتاء کا قیام اسی سال عمل میں آیا تھا اور مولانا اس کے اولیں تلامذہ میں سے تھے۔ یہ سال مکمل کر کے دار العلوم لطیفی کٹھیار تشریف لیگئے۔ اور اب وہیں عرصہ تینتیس ۳۳ سال سے مقیم ہیں۔ اور بخاری شریف و ترمذی شریف کا درس دیرہے ہیں۔ رمضان ۱۳۷۶ھ میں حضرت شیخ دام مجدہ العالی کی طرف سے اجازت بیعت وخلافت سے نوازے گئے۔ ۱۳۸۵ھ میں

مظاہر کو دورۂ حدیث کیلئے کسی ذی علم اور با حیثیت استاد کی ضرورت تھی اسلئے مولانا کو طلب کر کے ترمذی شریف، نسائی شریف ان کے حوالہ کی گئی۔

(۸) احکامِ رمضان مطبوعہ، خطباتِ جمعہ غیر مطبوعہ۔

(۱۳)

جناب مولانا عبد الجبار صاحب ابن حاجی عبد الرشید صاحب ابن حاجی خدا بخش صاحب (۲) اعظم گڈھ۔

(۳) ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں رہکر حاصل کی، عربی کی ابتدائی کتب مولانا عبد الحی صاحب مئو سے پڑھیں۔ اور فارسی کتب کے استاد مولانا نعمت اللہ صاحب مبارکپوری تھے۔

(۴) داخلہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء۔ (۵) فراغت سنہ ۱۳۴۹ھ مطابق سنہ ۱۹۳۰ء۔

(۶) مظاہر میں داخل ہوکر مولانا نے یہ کتب پڑھیں، مقامات حریری، دیوان متنبی، حمد اللہ وغیرہ دورۂ حدیث کے اساتذہ یہ ہیں، بخاری شریف حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب سے، طحاوی و ترمذی حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب سے، ابوداؤد شریف حضرت اقدس شیخ الحدیث زید مجدہٗ سے، مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب سے، نسائی شریف حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے۔

(۷) فراغت کے فوراً بعد مظاہر میں معین مدرس بنائے گئے۔ کچھ مدت کے بعد صحت کی خرابی کی بنا پر اپنے وطن چلے گئے۔ وہاں پہونچکر ایک سال تک کافیہ وغیرہ کتب زیر درس رہیں۔ اسکے بعد ہریہ (علاقہ گورکھپور) کے ایک مدرسہ میں چھ سال رہے اور قرآن مجید سے لیکر موقوف علیہ تک کی کتب پڑھائیں۔ یہ مدرسہ خود مولانا اور ان کے احباب کی مخلصانہ کوششوں کا ثمرہ ہے اس نواح کا یہ دینی مدرسہ اب بھی جاری ہے۔ وہاں سے مولانا جامعہ اسلامیہ ڈابھیل منتقل ہو گئے اور پانچ سال قیام فرما کر شرح جامی، مقامات سلم العلوم اور اعلیٰ کتب میں بخاری شریف پڑھائی۔ اسی دوران ملاقات کی غرض سے اپنے وطن آئے تو مدرسہ احیاء العلوم کے منتظمین نے بجبر روک لیا۔ اور آپ کے متعلق چند اسباق کر دیئے۔ لیکن اہل ڈابھیل کے اصرار اور تاروں کی بھرمار نے پھر ایکبار آپ کو ڈابھیل پہنچا دیا۔ جب ارتداد کی تند و تیز ہواؤں نے ــــ ہندوستان کے بعض علاقوں میں اپنی سمیت پھیلائی تو اکابر کے مشورہ سے ڈابھیل کی ملازمت ترک کر کے آنند تشریف لیگئے اور سات سال قیام فرما کر تبلیغ و تذکیر کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ ساتھ ہی ساتھ بخاری شریف، ترمذی شریف اور جلالین کا درس بھی دیا۔ فتنہ فرو ہو جانیکے بعد ــــــ مرادآباد آگئے اور مدرسہ جامعہ قاسمیہ شاہی میں پہونچکر مسند تدریس سنبھالی اور ابتداءً بخاری و ترمذی و بیضاوی کے اسباق پڑھائے مگر چند سالوں سے اب صرف بخاری شریف زیر درس ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ روزانہ

بعد نماز ظہر شاہی مسجد میں قرآن شریف کا درس دیتے ہیں۔ جسمیں عوام کی بڑی تعداد شریک ہوتی ہے۔ ۱۳۶۱ھ میں حضرت شیخ کی طرف سے مجاز بیعت وخلیفہ بنائے گئے۔

(۸) بخاری شریف وترمذی شریف مولانا کے یہاں چونکہ سالہاسال رہی ہے اسلئے ان ہی دو کتب پر مولانا کی بڑی اہم تعلیقات وتحقیقات ہیں جو بیاض کی شکل میں محفوظ ہیں۔ نیز رد بدعت پر بھی دو تین رسائل مولانا کی تالیف کردہ ہیں۔ جن کی طباعت کی ہنوز نوبت نہیں آئی۔

(۱۴)

مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب (سرپرست مدرسہ) مظاہر ہی کے فارغین میں سے ہیں ان کے حالات سپرد قلم کرتے ہوئے خیال آیا کہ بعینہ وہی تحریر نقل کردی جائے جو حضرت موصوف نے ابھی حال ہی میں ایک اہل علم کی درخواست پر مرتب فرمائی ہے۔ چنانچہ ذیل میں اسی کو نقل کیا جاتا ہے۔ ہلالین کی عبارت کا اضافہ راقم سطور کی جانب سے ہے۔ خط کشیدہ مضمون ہمارے سوالنامہ کا جواب بھی ہے۔

عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون! ودعوات یہ کہ کارڈ مرسلہ آنعزیز موصول ہوا۔ جواباً یہ کہ میرا آبائی وطن اور مولد سہارنپور ہے۔ جہاں میرے جد اعلیٰ سید ولی محمد اور ان کے صاحبزادے سید شاہ عالم شاہجہاں کے اخیر زمانہ میں بخارا سے آکر یہاں آباد ہوئے اور شاہجہاں نیز حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے جاگیریں عطا ہوئیں جو اب تک بفضلہ تعالیٰ ان کی ذریت کے پاس موجود ہیں۔

میرا نام تمام شجرہ نسب اس طرح ہے۔ محمد ایوب بن حکیم محمد یعقوب بن حکیم احمد حسین بن سید ابوالحسن بن حافظ امام بخش نعتیہ ابن حافظ محمد حسین بن سید نورالدین بن سید شاہ عالم بن سید ولی محمد۔

حکیم احمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور بعض کے نزدیک خلفاء میں سے ہیں۔

میرا سن ولادت غالب گمان کے مطابق ۱۳۱۸ھ ہے۔ آٹھ سال کی عمر میں کلام مجید ناظرہ ختم کرکے ۱۳۲۶ھ میں مظاہر علوم کے فارسی درجہ میں داخل کیا گیا۔ ۱۳۳۱ھ میں فارسی کا نصاب پورا کرکے عربی کی ابتدائی کتب۔ میزان الصرف منشعب۔ صرف میر۔ پنج گنج بھی اسی سال پڑھی۔ ۱۳۳۲ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (بانیٔ تبلیغ) سے جو اس وقت مظاہر میں مدرس تھے نحو میر پڑھی۔ اور ۱۳۳۲ھ کے وسط میں ہی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کی خدمت میں بھیجدیا گیا۔ جو اپنے خاص اور مختصر نصاب سے بعض احباب کے بچوں کو تعلیم دینے کا محبوب مشغلہ بھی رکھتے تھے۔ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ

میں حضرت کا وصال ہوگیا تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سے تعلم کا سلسلہ چلتا رہا پھر سنہ ۳۶ھ کے اخیر میں یا محرم سنہ ۳۷ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا نظام الدین میں مستقل قیام ہوگیا. تب صرف حضرت شیخ دام ظلہٗ سے یہ سلسلہ وابسطہ رہ گیا اور حضرت ممدوح سے کچھ حصہ مشکوٰۃ شریف کا پڑھکر مظاہر علوم میں داخلہ لے لیا۔ سنہ ۳۹ھ میں دورہ تھا جس کی بخاری شریف حضرت اقدس مرشدی و مولائی مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں تھی۔ حدیث میں نمبر اول ہونیکا انعام ملا۔ سنہ ۱۳۴۰ھ میں بیضاوی مدارک، ہدایہ اخیرین پڑھا، یہی گویا فراغت کا سال ہے.

سنہ ۱۳۴۱ھ میں حضرت اقدسؒ کے ایما، اور حضرت شیخ الحدیث دام ظلہٗ کی ترغیب سے طحاوی شریف کے رجال کی تحقیق شروع کی ۔

مذہبی تعلیم کے زمانے میں حضرت مولانا عبد الوحید صاحب سنبھلی سے کتب طب، موجز القانون، اقصرائی، سدیدی، شرح اسباب بھی پڑھ لی تھی۔ اسلئے فراغت کے بعد صبح کا وقت تو جناب والد صاحب یا جناب تایا صاحب، حکیم محمد اسحٰق کے مطب میں حاضری کا تھا، اسلئے رجال کا کام ظہر کے بعد شروع کیا۔ مدرسہ کے کتب خانہ میں چلا جاتا تھا۔ اور وہیں لکھتا تھا، کبھی کتب خانہ جاتے وقت حضرت اقدس (سہارنپوری) کی خدمت میں بیٹھ جاتا۔ تو فرماتے یہاں بیٹھنے کی ضرورت نہیں اپنے کام میں لگو۔

اسی سال بذل المجہود کی طباعت شروع ہوگئی. جس کے لئے حضرت شیخ الحدیث کو بار بار باہر جانا ہوتا تھا۔ اسلئے حضرت شیخ نے جناب تایا صاحب سے مطب سے غیر حاضری کی اجازت لیکر بذل کی کتابت پر مجھے مامور فرمادیا جس سے حضرت اقدس کا سلسلۂ تصنیف جاری رہتا ۔

سنہ ۴۲ھ اور سنہ ۱۳۴۳ھ میں تکمیل طب کیلئے لکھنؤ رہنا ہوا تو گویا سنہ ۴۴ھ سے (رجال طحاوی پر) کام کی ابتدا ہوئی جس کی سنہ ۱۳۷۱ھ میں تکمیل ہوئی ۔

اس اثنا میں کبھی عوائق اور موانع جو زندگی کا لازمہ ہیں پیش آتے رہے۔ اسی میں سنہ ۱۹۴۷ء کا طوفان حوادث بھی شامل ہے جس نے تمام ملک میں ایک مدت تک جمود پیدا کئے رکھا۔ اسی طوفان کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں تمام عمر کی یہ محنت حوادث کی نذر نہ ہو جائے۔ اسلئے جوں توں کر کے اسے شائع کر دیا جائے۔ مگر رجال کی اشاعت تو اس وقت ناممکن نظر آئی تب ان اغلاط کی تصحیح کا بندوبست کیا گیا جو اس کام کے دوران میں ضمناً معلوم ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ سنہ ۶۹ھ میں تصحیح الاغلاط الکتابیہ الواقعۃ فی النسخ الطحاویہ کا جز اول شائع کر دیا گیا جسمیں بہت وقت صرف ہوا۔ اس جلد اول میں طحاوی شریف میں واقع اغلاط کی تصحیح کی گئی ہے۔ اس طور پر کہ پہلے خانہ میں باب لکھا گیا ہے اس کے بعد چار

خانوں میں علی الترتیب صفحہ، سطر، تصحیف، تصحیح اور تحقیق لکھ کر مضمون اور غلطی کو واضح کر دیا گیا۔

ان وجوہ کے علاوہ اور بھی کئی سبب سے کام دیر میں تکمیل کو پہنچا۔ مثلاً وقت کی قلت کہ ہر دو بزرگوں کی حیات میں مطب کی حاضری کے باعث صرف شام کے وقت کچھ کام ہوتا تھا اور ان حضرات کے انتقال کے بعد جب اپنا مطب شروع ہوا تو مطب میں ہی کتابیں رکھ چھوڑی تھیں کہ کام کے ساتھ مریضوں کو بھی نمٹانا ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں تمام کام خود ہی بغیر کسی معاون کے کرنا ہوتا تھا۔ بعض اوقات ایک ہی راوی کی تحقیق میں ایک ہفتہ سے بھی زیادہ صرف ہو جاتا تھا۔

نیز ۱۳۷۱ھ تک صرف رجال کی تحقیق ہی نہیں بلکہ طحاوی شریف کے حاشیہ پر مختصراً ہر راوی کا ترجمہ بھی لکھ دیا گیا اور مکرر آنے پر اس صفحہ کا حوالہ دیا گیا کہ یہ فلاں صفحہ پر گذر چکے ہیں۔ جس طرح حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ نے موطا کے حاشیہ التعلیق الممجد میں کیا ہے۔ نیز جو غلطی آئی اس کی تصحیح بھی حاشیہ پر لکھی گئی۔ (نیز اسی سال ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ میں مدرسہ کے سرپرست بھی بنائے گئے)

اس کے بعد تصحیح الاغلاط جزء ثانی کا مسودہ مرتب کیا لیکن اس پر نظر ثانی میں بہت تاخیر ہوئی۔ لیکن یہ تاخیر بہت خیر کا موجب ہوئی۔ وہ یہ کہ ۱۳۷۷ھ میں مظاہر علوم کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سعی سے علامہ عینی کی شرح نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار حاصل ہوگئی۔ مولانا مرحوم نے مصر کے کتب خانہ سے اس کی فلم منگائی اور مظاہر نے فوٹو کے ذریعہ اس کو کتابی شکل میں منتقل کرالیا یہ شرح آٹھ جلدوں میں ہے اور مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس شرح کے ساتھ طحاوی شریف کا جو متن ہے اس سے اپنی تصحیحات کا مقابلہ کیا جو بحمد اللہ سب کی سب الا ماشاء اللہ عینی کے نسخہ کے مطابق نکلیں۔ جس کی وجہ سے یہ تصحیحات بجائے ظنی ہونے کے قطعی اور قابل اعتماد ہوگئیں۔ اب ان کو حاشیہ پر لکھنے کے بجائے متن میں ہی لکھا جا سکتا ہے۔

(بفضلہ تعالیٰ اس جزء ثانی کی گذشتہ سال اشاعت ہوگئی (اسمیں بھی اصلاح و تحقیق اسی انداز پر ہے جو جزء اول میں ہے۔ اس جزء ثانی میں طحاوی شریف کی نو سو تہتر (۹۷۳) اغلاط کی نشاندہی کی گئی ہے)

اب تقریباً ایک سال سے رجال پر نظر ثانی ہو رہی ہے۔ اسمیں عزیز محمد شاہد سلمہ میرا معاون ہے کہ میں اپنے ضعف کے سبب زیادہ دیر کام نہیں کر سکتا۔ نظر ثانی سے قبل تو راوی کا ترجمہ تقریب التہذیب سے ملکر تہذیب التہذیب سے اساتذہ اور تلامذہ لکھدیئے تھے۔ اب نظر ثانی (کے موقعہ) پر ائمہ نقد کے اقوال کا اضافہ کرتا جا رہا ہوں۔ اور تہذیب کے علاوہ دوسری کتابوں میں یا طحاوی شریف میں جو استاذ اور شاگرد ملے ہیں ان کو بھی بڑھا دیا گیا ہے جس کی وجہ سے استادوں اور شاگردوں کی تعداد تہذیب کی

پر نسبت کافی زیادہ ہوگئی۔

اسکے علاوہ طحاوی شریف میں جبقدر صاحب ترجمہ کی روایات آئی ہیں انکی تعداد بتائی گئی ہے۔
اس طرح پر دو جلدیں مکمل ہوگئیں جن میں سے جلد اول چھپ کر تیار ہوگئی جو چار سو اٹھاسی (۴۸۸)
صفحات پر مشتمل ہے۔ اور آخر میں بائیس صفحے کی فہرست اسماء علی ترتیب الہجا اسکے علاوہ ہے ——

—— دوسری جلد بھی اسی ضخامت
کی ہوجائے گی جو حرف (س) سے شروع ہے۔ اندازہ کے مطابق کمی کے علاوہ چار جلدیں ہوجائینگی
انشاء اللہ۔ اس کا نام تراجم الاحبار من رجال معانی الآثار رکھا گیا ہے۔

اسکے علاوہ ایک مختصر سا کام امام طحاوی کی ولادت کے بارمیں ہے۔ ان کی ولادت عام طور سے
مصنفین ۲۲۹ھ میں ہونا لکھ رہے ہیں حالانکہ صحیح ۲۳۹ھ ہے اس کو متقدمین ومتاخرین کی تیرہ (۱۳)
کتابوں سے ثابت کیا ہے۔ فی الحال ذہن میں اسکا نام الفتح السماوی فی تحقیق مولد الطحاوی ہے۔

تحقیق رجال کے سلسلہ میں زیادہ تر تہذیب التہذیب ہی ماخذ رہی ہے اسمیں کتابت کی جن
اغلاط پر وقوف ہوا ہے ان کی تصحیح مع الدلیل بطرز تصحیح اغلاط طحاوی رسالہ کی صورت میں مرتب کر لی گئی ہے۔
اس کا نام تعقیب التقلیب الواقع فی تہذیب التہذیب رکھنے کا خیال ہے۔

دالحزب الاعظم کا غیر مطبوعہ اردو ترجمہ بھی حضرت موصوف نے کیا ہے جو حضرت شیخ زید مجدہ کی تعمیل
ارشاد میں لکھا گیا۔ ترجمہ کے دوران جدید وقدیم نسخوں کے متن میں جو اختلاف آپس میں پایا گیا۔ اس کو
حاشیہ پر علامت نسخہ (ن) لکھ کر ظاہر کر دیا گیا)"۔ فقط۔

۱۵

حضرت مولانا الحاج احتشام الحسن صاحب کاندھلوی ابن مولانا رؤف الحسن صاحب ابن مولانا
ضیاء الحسن صاحب۔ (۲) کاندھلہ ضلع مظفر نگر۔

(۳) ۱۳۱۵ھ کی ابتداء میں کاندھلہ کے مدرسہ عربیہ میں مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی مجاز حضرت
اقدس سہارنپوری (ومصنف تیسیر المبتدی وتیسیر المنطق وغیرہ) سے اردو شروع کی۔ دو سال کے عرصہ میں
اردو دینیات وغیرہ اور فارسی میں کریما، پند نامہ، مالا بدمنہ گلستاں وغیرہ پڑھیں۔ ۱۳۳۶ھ میں
حبیب مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی بیمار ہو کر کاندھلہ آئے تو مولانا کی مخلصانہ خدمات اور جذبۂ تیمارداری
سے بہت متاثر ہوئے اور ان کو اپنے ساتھ نظام الدین لے آئے۔ نظام الدین آنے کی تاریخ پندرہ ۱۵ شوال
المکرم ۱۳۳۶ھ ہے۔ یہاں آکر عربی تعلیم شروع کی اور مشکوٰۃ شریف تک چھوٹی بڑی ساری کتابیں حضرت

مولانا شاہ محمد الیاس صاحب سے پڑھی ۔ ۔ مولانا کی عمر اس وقت بارہ سال سات ماہ کی تھی ۔

شوال ۴۴ھ میں دورہ میں شریک ہونے کیلئے مظاہر میں آئے لیکن ابھی دورۂ حدیث مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ شوال ۴۴ھ میں سفر حج کیلئے روانہ ہوگئے ۔ مولانا کا یہ سفر حضرت اقدس سہارنپوری حضرت دہلوی اور حضرت شیخ زید مجدہٗ کی معیت ہوا ۔ ربیع الثانی ۴۵ھ میں وطن آمد ہوئی ۔ چونکہ وسط سال تھا اسلئے سفر سے واپسی کے فوراً بعد مولوی فاضل کی تیاری کیلئے لاہور چلے گئے اور چار پانچ ماہ کی محنت کے بعد پرائیویٹ طور پر مولوی فاضل کا امتحان دیا ۔ اس کے بعد ۴۶ھ میں دوبارہ مظاہر میں داخل ہوئے اور دورۂ حدیث شریف پڑھا ۔

(۴) داخلہ ۱۳۴۶ھ ۔ (۵) فراغت ۱۳۴۷ھ ۔

(۶) بخاری شریف حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب و حضرت اقدس شیخ الحدیث زید شرفہ سے ابوداؤد شریف و شمائل ترمذی حضرت شیخ مدظلہٗ سے ، مسلم شریف ترمذی شریف حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب سے ، نسائی اور ابن ماجہ مولانا منظور احمد خاں صاحب سے پڑھی ۔

(۷) فراغت کے بعد نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شیروانی کے شدید اصرار پر حیدر آباد تشریف لیگئے اور تقریباً تین چار ماہ وہاں قیام رہا ۔ اس عرصہ میں پہلی اہلیہ کا انتقال ہوا تو وطن کو مراجعت فرمائی ۔ آنے کے بعد پھر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے دوبارہ جانے کی اجازت نہیں دی اور اپنی معاونت کی غرض سے مرکز نظام الدین کے قیام پر اصرار کیا ۔ مولانا نے اپنی زندگی کے تیس سال حضرت مولانا کی خدمت میں گذار کر تبلیغی تحریک کی بڑی اہم خدمات انجام دیں ۔

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کو جو لگاؤ اور تعلق مولانا کی ذات ـــــ سے تھا ، وہ تبلیغی جماعت کی تاریخ سے واقف ہونیوالوں پر مخفی نہیں ۔

حضرت دہلوی کے انتقال کے بعد اپنے امراض اور عوارض کی کثرت کی وجہ سے مولانا کو اپنے وطن کاندھلہ آنا پڑا اور یہیں آخر تک قیام فرمایا ۔

پندرہ شوال ۱۳۹۲ھ مطابق تین دسمبر ۱۹۷۲ء کو انتقال ہوا ۔ جنازہ دہلی سے کاندھلہ لایا گیا ۔ اور اپنے آبائی قبرستان متصل عید گاہ میں تدفین عمل میں آئی ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعہ ۔

(۸) مولانا کی تمام عمر تصنیف و تالیف میں گذری ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے پیچھے تالیفات کا ایک عظیم ذخیرہ چھوڑ گئے ۔ ان میں بہت سی کتب ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں ۔ تاہم جو کتب طبع ہو چکیں انکے صرف اسماء لکھنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے ۔

اکبر کی بادشاہی کے دو دور ۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ، دعوت حق وصداقت ، عمومی دعوت خیر، ہندوستان میں اسلام کا ماضی اور مستقبل ، فضائل اذان واقامت ، متابع الحکم ، رفیق حج ، تجلیات کعبہ ، تجلیات مدینہ ، اسلام اور ایمان کیا ہے ؟ اسلامی زندگی ، اصلاح انقلاب ، اصلاح معاشرت ، پیام عمل ، پستی کا علاج ، دین خالص ، عظمت اسلام ، مکافات عمل ، اسلامی اشاعت کا پیام ، غار حرا کا پیام ، دعوت اسلام ، حیات جاودانی ، حقیقی بندگی ، انسانی فریضہ ، فضائل اسلام اور دعوت فکر وعمل ، ارکان اسلام ، اتفاق واتحاد ، مکافات عمل ، اہم مذہبی فریضہ ، تحفۃ الوداع ، بدائع الحکم ، شاہراہ ترقی ، صداقت اسلام ، افتراق ملت ، تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق ، حیات امام فخر الدین رازی ، اصلاح امت ۔ مناسک حج ۔

(۱۶)

حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب ابن مولانا حکیم گل احمد بن محمد عباس ۔

(۲) کھیوڑی ضلع کیمبل پور مغربی پنجاب پاکستان ۔

(۳) ابتدائی فارسی اور عربی کی تعلیم کافیہ تک اپنے علاقہ کے ایک عالم مولانا فضل حق صاحب شمس آبادی سے حاصل کی جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے بھی شاگرد تھے ۔ اس کے بعد مختلف علوم وفنون کی تعلیم پنڈی سرال ضلع کیمبل پور کے قاضی مولانا عبد الرحمٰن صاحب ، اورنگ آباد ضلع کیمبل پور کے مولانا عبد الرؤف صاحب ، مکھڈ ضلع کیمبل پور میں مولانا حسن الدین صاحب اور ڈاگئی ضلع مردان کے مولانا عبد الحکیم صاحب سے حاصل کی ۔

(۴) داخلہ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء (۵) دو سال مدرسہ میں تعلیم حاصل کر کے ۱۳۳۲ھ میں مکمل فراغت حاصل کی ۔

(۶) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ، مولانا عنایت الٰہی صاحب ، مولانا عبد الوحید صاحب ، مولانا ثابت علی صاحب ، مولانا عبد اللطیف صاحب ، مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی ۔

(۷) مظاہر سے فراغت کے بعد ایک سال آپ نے دار العلوم دیوبند میں گذارا اور وہاں حضرت شیخ الہند سے مکرر دورۂ حدیث پڑھا ۔ ۱۳۳۳ھ میں دیوبند سے واپسی پر آپ کو مظاہر علوم میں پندرہ ۱۵ روپے مشاہرہ پر مدرس مقرر کیا گیا ۔ کچھ عرصہ بعد آپ مدرس دوم بنے ۔ ۱۳۴۴ھ میں جب حضرت اقدس مولانا الحاج خلیل احمد صاحب حجاز تشریف لے گئے تو آپ کو مدرس اول (صدر مدرس) بنا دیا گیا ، تقسیم ملک تک آپ مظاہر علوم میں تدریس کے فرائض سر انجام دیتے رہے ۔ ۱۹۴۷ء کے ہولناک فسادات سے قبل تعطیلات

رمضان میں اپنے وطن سعیودی تشریف لائے کہ ملک تقسیم ہوگیا اور مظاہر میں واپس آنا مشکل ہوگیا۔ ادھر پاکستان میں دینی مدارس کا قیام تیزی سے عمل میں آ گیا۔ اسلئے آپ نے وہاں کے مشہور مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ چنانچہ ۱۳۶۶ھ سے ۱۳۶۹ھ تک تین سال مدرسہ خیر المدارس ملتان میں اور ۱۳۶۹ھ سے ۱۳۷۲ھ تک دار العلوم الاسلامیہ سنڈو اللہ یار حیدر آباد میں بحیثیت شیخ الحدیث ہو نیکے اور اسکے بعد چار سال تک جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں بہ حیثیت شیخ الحدیث ہو نیکے علوم دینیہ کی خدمت کی۔

(۸) تقریباً پچاس سال آپ نے علوم دینیہ خصوصاً حدیث پاک کے درس و تدریس میں گذارے۔ جن میں تینتیس ۳۳ سال مظاہر میں گذرے۔ اس کے علاوہ چونکہ آپ کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ۱۳۴۹ھ میں اجازت بیعت وخلافت دے چکے تھے۔ اسلئے درس و تدریس کے ساتھ ارشاد و سلوک میں بھی خاص مقام حاصل کیا اور جو وقت درس و تدریس سے فاضل ہوتا وہ سالکین کی روحانی تربیت میں خرچ ہوتا۔ کبار علما، طلبا، تجار، ملازمین آپ کے فیوض سے مستفیض ہوئے اور رشد و سلوک کی منازل آپ کی رہنمائی میں طے کیں۔ ستائیس ۲۷ شعبان ۱۳۸۵ھ مطابق اکیس ۲۱ دسمبر ۱۹۶۵ء کو پنڈی (پاکستان) میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔" (مزید حالات کیلئے پڑھیے، تجلیات رحمانی)

(۱۷)

مولانا اکبر علی صاحب ابن شیخ احسان علی ابن شیخ شیر علی صاحب۔

(۲) سہارنپور محلہ چوبفروشان عقب مدرسہ مظاہر علوم: (۳) ابتدائی فارسی کتب پرائیویٹ پڑھیں اس کے بعد مدرسہ میں داخل ہو کر فارسی کا پورا نصاب اور درس نظامی کی تعلیم از اول تا آخر مظاہر ہی میں حاصل کی۔ (۴) داخلہ ۱۳۴۲ھ، (۵) فراغت شعبان ۱۳۴۷ھ۔

(۶) دورۂ حدیث کے اساتذہ یہ ہیں۔ حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدفیوضہم۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری، حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحبؒ۔

متوسط کتابوں کی تعلیم مندرجہ ذیل حضرات سے حاصل کی۔ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مدظلہ۔ مولانا عبد الشکور صاحب کاملپوری، مولانا اخلاق احمد صاحب سہارنپوری، مولانا زکریا صاحب قدوسی۔

ابتدائی کتب کے اساتذہ یہ ہیں۔ مولانا ظہور الحق صاحب، مولانا صدیق احمد صاحب، مولانا عبد الرحمٰن صاحب اورنگ آبادی، مفتی ضیاء احمد صاحب گنگوہی۔

(۷) شوال ۱۳۴۷ھ میں مظاہر علوم میں معین مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ دو سال تک عربی کی ابتدائی کتب پڑھائیں۔ پھر ۱۳۵۰ھ سے مدرس اول فارسی کی حیثیت سے درجہ اعلیٰ فارسی کا نصاب اور اسکے

ساتھ ایک دو عربی کے اسباق پڑھاتے رہے۔ نیز فارسی نصاب کی تدریس کے ساتھ ساتھ عربی کی جملہ ابتدائی اور متوسط کتابیں ترتیب وار ہر علم وفن کی زیر درس رہیں۔ یہ سلسلہ تقریباً بیس سال تک چلا۔ ۱۳۷۷ھ سے مستقل طور پر درجہ وسطیٰ عربی میں منتقل کیے گئے اور ۱۳۸۸ھ تک اس درجہ کی اکثر کتابیں جلالین شریف ہدایہ اخیرین زیر درس رہیں۔ اس عرصہ میں گاہے گاہے مقامی اور بیرونی مدارس و مکاتب کے سالانہ جلسوں میں بھی وعظ و تقریر کے سلسلہ میں جاتے رہے۔ اسی عرصہ میں ایک سال کی طویل رخصت لیکر بسلسلۂ علاج لاہور تشریف لیگئے۔ اس یکسالہ تعطیل کے دوران مشہور زمانہ اخبار زمیندار کے شعبۂ ادارت میں مدیر معاون کی حیثیت سے تقریباً آٹھ ماہ تک وابستہ رہے۔ طالب علمی کے دور میں دو امتحانات فارسی کے منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی سے اور کامل الٰہ آباد یونیورسٹی سے پاس کیے اور دو امتحانات تدریس کے دوران مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی سے اور اعلیٰ قابلیت الٰہ آباد یونیورسٹی سے پاس کئے۔ پورے پینتیس سال تک شب و روز کے اکثر لحات مظاہر کی خدمات میں گذارنے کے بعد بیس محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق گیارہ اگست ۱۹۵۷ء کو مظاہر سے مستعفی ہو کر پاکستان تشریف لیگئے۔ وہاں جا کر بھی مدرسہ دارالعلوم کراچی میں استاذ حدیث کی حیثیت سے سولہ سال تک دورۂ حدیث اور موقوف علیہ کی بعض کتابیں زیر درس رہیں۔ اور اب چند سال سے بخاری شریف جلد ثانی، مسلم شریف، جلالین شریف، ہدایہ رابع توضیح وغیرہ زیر درس ہیں۔ متع اللہ المسلمین بفیوضہ۔

(۸) مولانا موصوف کی زندگی کا سب سے قیمتی شاہکار اور وقت کی سب سے بڑی ضرورت حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی مشہور تصنیف اظہار الحق جو عربی کی دو مبسوط جلدوں پر مشتمل ہے اسکا اردو ترجمہ "بائبل سے قرآن تک" کے نام سے ہے جو تین جلدوں اور سترہ سو اکتالیس اصفحات پر مشتمل ہے۔

لنڈن ٹائمز نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اگر یہ کتاب اسی طرح طبع ہوتی رہی تو مذہب عیسوی کی ترقی بند ہو جائیگی۔" اب تک اردو کا دامن اس بیش بہا کتاب سے خالی تھا۔ اور شکر کا مقام ہے کہ مظاہر کے ایک لائق فرزند نے اس خلا کو پُر کر دیا۔"

(۱۸)

مولانا سعید احمد خاں صاحب ابن جناب محمد علی بن جناب علی محمد۔

(۲) کھیڑہ افغان ضلع سہارنپور۔ (۳) بچیس سال کی عمر میں مظاہر میں داخلہ ہوا اور ابتدائی کتب سے

لہ۔ ابتدائی عمر میں مولانا اسلامیہ اسکول میں داخل ہوئے اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ لیکن حضرت اقدس تھانوی سے اصلاحی خط و کتابت اور آپ کی تصانیف کے مطالعہ نے اپنا اثر دکھایا۔ اور عربی کا شوق اور دینی تعلیم کا رجحان پیدا ہوا۔ چنانچہ بچیس سال کی عمر میں مظاہر میں داخل ہو کر اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔"

لیکر انتہا تک تمام نصاب کی تکمیل مظاہر میں کی۔

(۴) داخلہ ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۴ء۔ (۵) فراغت ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء۔

(۶) بخاری شریف جلد اول حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سے۔ ابوداؤد شریف، بخاری شریف جلد ثانی حضرت شیخ دام مجدہ العالی سے، نسائی ابن ماجہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے، مسلم شریف مولانا منظور احمد خاں اور طحاوی شریف و ترمذی شریف مولانا عبدالرحمن صاحب سے ؛؛

(۷) فراغت کے بعد ایک سال تک مظاہر کی خدمات متفرقہ میں مشغول رہے کچھ عرصہ نقل فتاویٰ کا کام بھی کیا۔ ارباب مدرسہ نے ایک سال کیلئے شعبۂ سفارت مولانا کے سپرد کیا۔ لیکن یہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے پاس دہلی چلے جاتے۔ حضرت ان کو میوات کے علاقہ میں جماعت کے ساتھ بھیجدیتے اور جب وقت پورا کر کے واپس مرکز آتے تو حضرت خود اپنے واقفین سے چندہ کر کے مولانا کے حوالہ کر دیتے کہ جاکر مظاہر میں داخل کر دو۔ اس کے بعد مستقل مرکز تبلیغ میں قیام کیا۔ اسی دوران ہفتہ میں دو بار مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی کی معیت میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کی زیر سرپرستی نقل فتاویٰ کیلئے جاتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں سعودی عرب تشریف لیگئے اور وہیں قیام فرمایا۔

—— جب وہاں مستقل قیام کے اسباب مہیا ہو گئے اور قانونی پیچیدگیاں دور ہو گئیں تو مولانا نے ہجرت کی نیت فرمالی۔ اب ۱۹۵۴ء سے سعودی عرب میں تبلیغی امارت کے فرائض انجام دیرہے ہیں۔

اسکے علاوہ وہاں پر مولانا کی ذات اس وقت فقہ حنفی کا ایک روشن مینارہ بنی ہوئی ہو ہزاروں مسائل بالخصوص حج وعمرہ کے متعلق ہروقت نوک زبان پر رہتے ہیں۔ مولانا کے مسلسل تبلیغی اسفار اور عملی جدوجہد ان کی تصنیفات و تالیفات کا نعم البدل ہیں ؛

(۱۹)

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب ابن ملک محمد خاں

(۲) بھبوڑی ضلع کیمبل پور،

(۳) مولانا کے والد محترم اپنے گاؤں کے مشہور نمبردار تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو انگریزی تعلیم دلاکر کسی اچھے سرکاری منصب پر فائز کرادیں۔ چنانچہ مولانا نے گورنمنٹ ہائی اسکول حضرو میں دسویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ مولانا کی طبیعت اس تعلیم کی طرف راغب نہ تھی اور نہ ہی کسی سرکاری ملازمت کی خواہاں۔ اسلئے والد محترم کی مرضی کے بغیر دینی تعلیم کیلئے باہر تشریف لیگئے اور ضلع کیمبل پور کے ایک گاؤں شاہ ہارون کے مولانا قاضی عمر جی صاحب (جو صرف و نحو میں بڑے مشہور تھے) کے پاس مقیم ہو گئے کچھ

عرصہ بعد واپس گھر پہنچے تو حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب گاؤں میں تشریف فرما تھے انھوں نے مظاہر علوم میں داخل ہو جانے کی ترغیب دی. چنانچہ وطن سے آکر آپ مظاہر میں داخل ہوئے "

(۴) داخلہ ۱۳۴۸ھ ، (۵) فراغت ۱۳۵۴ھ "

(۶) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ، مولانا ثابت علی صاحب ، مولانا عنایت الٰہی صاحب ، مولانا عبدالوحید صاحب ، مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی . مولانا عبدالرحمٰن صاحب ، مولانا منظور احمد خاں صاحب ،

(۷) مظاہر سے فارغ ہو کر یہیں مدرس مقرر کئے گئے . آخر میں جلالین شریف ، بیضاوی شریف ، اور نسائی شریف جیسی بلند پایہ کتابیں آپ کے زیر درس رہیں . تقسیم ملک کے بعد پاکستان تشریف لیگئے . وہاں بھی مدرسہ خیر المدارس ملتان ، جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک ، اور مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں درس و تدریس میں مشغول رہے ان سب مدارس میں اونچے درجہ کی کتابیں اور آخری دور میں بخاری شریف و ترمذی کے اسباق آپ کے پاس ہوئے . درس کے علاوہ فارغ اوقات میں باہر جلسوں میں وعظ و تقریر کیلئے بھی تشریف لیجاتے . زبان کی فصاحت و حلاوت کی بنا پر آپ کا بیان بڑا مشہور تھا . راولپنڈی میں قیام کے دوران عوام کو آپ کے روزمرہ کے درس قرآن و حدیث سے بڑا دینی نفع ہوا . اصلاح و بیعت کا سلسلہ حضرت حکیم الامت سے تھا . حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کو اپنا محسن سمجھتے تھے اور والہانہ محبت رکھتے تھے . ان کے انتقال کے بعد طبیعت میں اضمحلال شروع ہوا . اور مختلف بیماریاں لاحق ہو گئیں . مورخہ تیئیس ۲۳ رجب ۱۳۹۰ھ مطابق پچیس ۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء میں انتقال ہوا . اپنے آبائی گاؤں بھوری میں تدفین عمل میں آئی "

(۲۰)

جناب مولانا محمد عامر صاحب رامپوری ابن حکیم محمد طیب صاحب ابن الحاج حکیم احمد صاحب .

(۲) رام پور منہیاران

(۳) قرآن شریف گھر پر ہی حفظ کر کے مولانا عبدالجلیل صاحب بستوی (حال مدرس مدرسہ حسینیہ تاؤلی) سے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتب کافیہ ، ہدایۃ النحو تک تعلیم حاصل کی . اسکے بعد نظام الدین آکر مدرسہ کاشف العلوم (مرکز تبلیغ) میں داخلہ لیکر چہل حدیث حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب سے ، قدوری اور منیۃ المصلی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے ، شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا انعام الحسن صاحب سے پڑھیں . تجوید کی مشق قاری رضا حسن صاحب بھوپالی سے حاصل کی . نظام الدین میں ایک

سال قیام کے بعد مدرسہ مظاہر علوم میں آمد ہوئی اور داخلہ لیکر مختصر المعانی سے اپنی جدید تعلیم کا آغاز کیا۔

(۴) داخلہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء۔ (۵) فراغت ۱۳۶۵ھ۔

(۶) مولانا نے مظاہر میں داخل ہو کر مختصر المعانی، شرح وقایہ مولانا امیر احمد صاحب سے، مقامات مولانا زکریا قدوسی سے، نور الانوار مولانا اکبر علی صاحب سے، جلالین شریف کا کچھ حصہ مولانا (مفتی) جمیل احمد صاحب تھانوی اور کچھ حصہ مولانا امیر احمد صاحب سے، مشکوٰۃ شریف ہدایہ اولین مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب سے پڑھی۔ دورۂ حدیث شریف میں بخاری شریف حضرت ناظم صاحب اور حضرت شیخ دام مجدہٗ سے۔ ابوداؤد شریف حضرت شیخ دام مجدہٗ سے، مسلم شریف مولانا منظور احمد خاں صاحب سے ترمذی شریف وطحاوی شریف مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری سے۔ نسائی شریف وابن ماجہ حضرت مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب سے پڑھی۔

(۷) مظاہر سے فراغت کے بعد چند ایام دہلی رہے۔ اس وقت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب دار المصنفین میں آپ کو رکھنا چاہتے تھے مگر تقسیم ہند کے آثار نظر آرہے تھے اور حالات مخدوش ہوتے جارہے تھے اسلئے دہلی میں قیام خلاف مصلحت سمجھا۔ ۱۹۴۵ء کی ابتداء میں جب ۴۷ء کا ہنگامہ دار و گیر کچھ فرو ہوا تو والد صاحب مرحوم نے دار العلوم دیوبند میں مشق افتاء کیلئے بھیجدیا۔ وہاں کے قیام میں ترتیب فتاویٰ میں بھی مشغول رہے۔ ۴۹ء کے اواخر میں دیوبند سے بھوپال چلے گئے اور وہاں مدرسہ احمدیہ میں جلالین شریف وغیرہ اعلیٰ کتب پڑھائیں لیکن جب یہاں دینیات کی تعلیم کا سلسلہ ختم ہوگیا تو واپس اپنے وطن رام پور چلے آئے۔ ۵۲ء کے اوائل میں مولانا ابو الکلام آزاد سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مجلس الہند روابط الثقافیہ کے کتب خانہ کی تدوین و ترتیب کیلئے مولانا کو مقرر کیا۔ ۵۵ء میں مرکزی وزارت تعلیم کی طرف سے مصر بھیجے گئے۔ وہاں سے واپسی پر مجلس کے عربی رسالہ الثقافۃ الہند سے وابستہ کردیئے گئے اور تا حال وہیں مطبوعات عربیہ کے اسسٹنٹ ایڈیٹر ہیں۔ عربی زبان پر قابو یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ فرنچ (فرانسیسی) اور انگریزی زبان میں بھی ماہر ہیں۔

(۸) مولانا کی چند اہم تالیفات یہ ہیں۔ فضائل علم و مناقب علماء، فضائل مسجد، الصلوٰۃ انگریزی فضائل نکاح، الشیخ محمد الیاس و دعوۃ الدینیۃ، تبلیغی چھ نمبر، زکوٰۃ کیا ہے۔ تاریخ مظاہر (عربی)، حقوق ہمسایہ (انگریزی) فضائل علم (انگریزی) فضائل دعا۔

(۲۱)

مولانا الحاج عبید اللہ صاحب ابن مولوی عبد القدیر بن محمد حبیب صاحب۔

(۲) شیخ پورہ ، بلیا۔
(۳) ابتدائی تعلیم چشمۂ رحمت کالج غازی پور اور انجمن اسلامیہ گورکھپور میں رہکر حاصل کی۔
وہاں سے مظاہر علوم میں چلے آئے اور کافیہ ہدایۃ النحو سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔
(۴) داخلہ ۱۳۵۶ھ ، (۵) فراغت ۱۳۶۰ھ "
(۶) کافیہ شرح جامی (بحث فعل) از مولانا اکبر علی صاحب ، بحث اسم از مولانا امیر احمد صاحب ، مختصر المعانی از مولانا ظہور الحق صاحب ، جلالین از مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب ، مشکوٰۃ شریف از مولانا منظور احمد خاں صاحب ، ہدایہ اولین از مولانا زکریا صاحب قدوسی ، دورۂ حدیث شریف میں بخاری شریف ابوداؤد شریف حضرت شیخ دام مجدہٗ سے ، مسلم شریف مولانا منظور احمد صاحب سے ، ترمذی وطحاوی شریف مولانا عبد الرحمٰن صاحب سے ، نسائی شریف مولانا اسعد اللہ صاحب سے پڑھیں۔
(۷) دینی تعلیم سے فراغت پاکر اولاً حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کی خدمت میں دہلی جاکر وہاں کے مشاغل (دعوت وتبلیغ) میں مصروف ہوئے۔ طبیعت کی ناہمواری کی وجہ سے دو سال گورکھپور میں قیام کرکے پھر واپس مرکز آئے۔ ۱۳۶۶ھ کے آس پاس حج کیلئے تشریف لیگئے اور پانچ سال کے قریب حجاز میں تبلیغی جماعت کی امارت کے فرائض انجام دیئے۔ بعد ازاں مرکزی ضروریات کی بنا پر ہندوستان تشریف لے آئے۔ اور مستقل طور سے مرکز میں قیام کیا ، ۱۳۷۴ھ میں مدرسہ کاشف العلوم میں دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا تو بخاری شریف جلد ثانی اور ترمذی شریف آپ کو سونپی گئی۔ اور اب بخاری جلد اول وطحاوی شریف زیر درس ہے۔ ۱۳۹۱ھ میں حضرت شیخ زید مجدہٗ نے ———— اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔ چونکہ تمام اوقات دعوتی مشاغل اور درس وتدریس میں صرف ہوتے ہیں۔ اس لئے تصنیف وتالیف کا موقعہ نہ مل سکا "

(۲۲)

مولانا الحاج مفتی جمیل احمد صاحب[۱] ابن مولانا سعید احمد بن حافظ امیر احمد صاحب۔
(۲) تھانہ بھون ضلع مظفر نگر۔

---

[۱] مفتی صاحب کے والد محترم علی گڑھ کالج کے کسی دفتر میں ملازم تھے۔ الاخلاق المحمدیہ (چار جلدیں) سیرت صلاح الدین ، نساء المسلمین وغیرہ کتب کے مصنف ہیں "ہفتہ وار اسلام" رسالہ کے مدیر اور انجمن تبلیغ الاسلام کے مہتمم بھی رہے اور دادا صاحب ۱۸۵۷ء کے قریب پشاور میں کمشنر رہے "

(۳) مولانا کی ننھیال راجوپور ضلع سہارنپور کی تھی۔ قرآن شریف کی ابتداء وہیں ہوئی، پھر والد صاحب کی ملازمت کی وجہ سے علی گڈھ زیادہ رہنا ہوا اسلئے یہیں ناظرہ قرآن پاک ختم کر کے اسکول میں اردو کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا کو جارج پنجم کی تخت نشینی کے موقعہ پر اسکول سے تمغہ ملنا اب تک یاد ہے۔ ۱۳۳۲ھ میں مدرسہ امداد العلوم خانقاہ اشرفیہ میں آکر فارسی کتب تیسیر المبتدی سے یوسف زلیخا تک اور عربی کتب میزان الصرف سے ہدایۃ النحو تک پڑھیں۔ جب حضرت مولانا اشفاق صاحب نے جلال آباد میں ایک دینی مدرسہ قائم فرمایا تو یہاں چلے آئے اور شرح جامی کی جماعت میں شامل کر دیئے گئے۔ بعد ازاں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب کے ارشاد و توجہ دلانے سے مظاہر میں داخل ہوئے اور کافیہ کبری نور الایضاح اسباق تجویز ہوئے۔

(۴) داخلہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ ، (۵) فراغت ۱۳۴۲ھ۔

(۶) درجہ ابتدائی میں کل کتابوں کے استاذ مولانا ظہور الحق صاحب دیوبندی تھے، اور بعد میں حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب، مولانا ثابت علی صاحب، مولانا منظور احمد خاں صاحب، مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری، مولانا اسعد اللہ صاحب، مولانا بدر عالم صاحب، اور حدیث شریف میں مشکوٰۃ کے استاذ مولانا ثابت علی صاحب، ترمذی و بخاری شریف وطحاوی کے حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب، ابو داؤد ابن ماجہ کے حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب، مسلم شریف و نسائی و موطائین کے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ استاذ تھے۔ حضرت نے تمام کتب حدیث کی خصوصی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی۔

(۷) بعد فراغت کھمم ضلع ونگل حیدر آباد دکن کے مدرسہ میں حضرت اقدس سہارنپوری کے حکم سے تدریس وعظ و تقریر وغیرہ کے لئے تشریف لیگئے۔ کچھ مدت کے بعد مدرسہ نظامیہ حیدر آباد میں نائب شیخ الادب کا عہدہ آپ کو سونپا گیا۔ تقریباً گیارہ ماہ بعد حضرت سہارنپوری کی تعمیل ارشاد میں واپس سہارنپور پہنچے۔ اور مظاہر میں مدرس مقرر کیے گئے۔ ۱۳۷۰ھ تک مختلف علوم و فنون کی کتب کے درس کا سلسلہ مدرسہ میں جاری رہا۔ ۱۳۴۶ھ میں سہارنپور سے رسالہ المظاہر اور ۱۳۶۸ھ میں ایک دوسرا رسالہ ماہنامہ دیندار جاری کیا جو ایک عرصہ تک دعوت و تبلیغ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۶۰ھ میں حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی علالت و تیمار داری کی غرض سے تھانہ بھون قیام فرمایا چونکہ یہ قیام طویل تھا۔ اسلئے مدرسہ سے سال سال بھر کی رخصت لیتے رہے اور خانقاہ اشرفیہ و مدرسہ امداد العلوم میں فتاویٰ اور درس و تدریس میں مشغول رہے۔ ۱۳۷۰ھ میں ہندوستان سے پاکستان کیلئے رخت سفر باندھا اور وہاں پہونچکر جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد اور مسلم ٹاؤن لاہور میں درس و تدریس و افتاء کا کام شروع کیا جو ۱۳۹۱ھ تک برابر جاری رہا۔ بعد ازاں طبعی اعذار (بلڈ پریشر اور دل کے مرض کی وجہ سے) اسباق بند کر دیے گئے اور اب صرف افتاء کا کام باقی ہے۔

(۸) — (۱) زکوٰۃ الحلی اور علامہ سید سلیمان ندوی ۔ اردو ۔ غالباً لکھنؤ میں ۱۳۴۵ھ میں طبع ہوا تھا۔ استعمالی اور غیر استعمالی زیوروں پر زکوٰۃ کے متعلق سید صاحب کی تالیف سیرت عائشہ کے ایک مضمون پر ردو تنقید ہے ۔

(۲) دعوت التبلیغ ۔ اردو ۔ اس کتاب میں تبلیغ کے متعلق آیات قرآنی اور احادیث نبوی پر عنوانات قائم کرکے ان کا سلیس ترجمہ کردیا گیا ۔

(۳) تفسیر المنطق حاشیہ تیسیر المنطق ۔ اردو ۔ موضوع نام سے ظاہر ہے ۔ ایکدن اور ایک رات میں لکھا گیا۔

(۴) تراجم الحماسین ، عربی ، حماسہ کے پہلے باب کے متفرق شعراء کے احوال اس کتاب میں مذکور ہیں ۔

(۵) حاشیہ تبلیغ دین ، اردو ، جسمیں اختصار کیساتھ احادیث کی تخریج اور مضمون کتاب کا ضروری حل موجود ہے ۔

(۶) حاشیہ عربی معلقہ اول سبع معلقات (غیر مطبوعہ)

(۷) اظہار الطرب شرح اردو ازہار العرب ۔

(۸) شرح عربی ازہار العرب (غیر مطبوعہ و ناتمام)

(۹) دعوت التجارۃ ، اردو ، تجارت کے فضائل و فوائد پر مشتمل ہے ۔ اولاً رسالہ خالد دیوبند میں طبع ہوا پھر کراچی میں کتابی شکل میں طبع ہوکر کفلیتہ ضلع سورت میں گجراتی زبان میں طبع ہوا ۔

(۱۰) جمال الاولیاء اردو ۔ یہ کرامات الاولیاء کا اردو ترجمہ ہے جو حضرت اقدس تھانوی کے حکم سے کیا گیا تھا ۔

(۱۱) دلائل القرآن علی مسائل نعمان ، عربی ، حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی خواہش یہ تھی کہ قرآن مجید سے مذہب حنفیہ کے دلائل جمع کئے جائیں ۔ یہ کام اولاً حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کو سونپا گیا ۔ مگر مولانا کے مسلسل اسفار کی وجہ سے یہ کام اس طور پر تقسیم کیا گیا کہ اول کی دو منزلیں خود مولانا ظفر احمد صاحب کے پاس رہیں اور منزل ۳ و ۴ مولانا الحاج مفتی جمیل احمد (صاحب ترجمہ) اور منزل ۵ و ۶ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے اور منزل ۷ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کے سپرد ہوئی ۔ ان سب حضرات نے اپنی اپنی مفوضہ خدمات کو بڑے عالمانہ و محققانہ طرز پر پورا کردیا ۔ جزاھم اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین ۔ لیکن اثنائے تالیف میں خود مفتی صاحب کی آنکھ میں موتیا اتر آیا جسکی وجہ سے منزل نمبر تین تک کام مکمل ہوکر رک گیا اور چوتھی منزل پوری نہ ہوسکی "

(۱۲) ارث الحفید ، اردو ، پاکستان میں یتیم پوتے کی میراث پر فرقہ اہل قرآن (منکرین حدیث) کی طرف سے اسمبلی میں ایک بل پیش ہوا تھا اس کے جواب میں یہ مضمون لکھا گیا تھا پھر کتابی شکل میں

لاہور سے طبع ہوا۔

(۱۳) حلیۃ اللحیۃ، اردو، جسمیں قرآن وحدیث سے اور از روئے عقل کے یکمشت داڑھی کے اثبات پر دلائل دیئے گئے ہیں۔ لاہور سے کتابی شکل میں طبع ہوئی۔

(۱۴) التحریر النادر فی حرمۃ نبش القبر للشیخ عبد القادر، اردو، حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے جسم مبارک کو قبر سے نکالکر ہندوستان منتقل کرنے کی جو تحریک اٹھی تھی اسکے عدم جواز و حرمت پر ایک محققانہ مضمون اور عالمانہ تحریر ہے۔

(۱۵) البحث والسفر عن عدم افتراض القبر بالحفر، اردو، رسالۂ بالا (التحریر النادر) کا جواب ماہنامہ بینات کراچی میں طبع ہوا تھا۔ یہ دوسرا رسالہ اسی جواب کا رد ہے۔

(۱۶) نصاب ونظام دینی مدارس۔ اس کتاب میں دینی مدارس پر اعتراضات کے جوابات انکی ضرورت اور نصاب کے ہر ہر جز کی وجہ پیش کی گئی ہے۔ کتابی شکل میں لاہور سے طبع ہوا۔

(۱۷) اردو منظوم رسالہ ضرورتِ مذہب، موضوع نام سے ظاہر ہے۔

(۱۸) مثنوی علاج المصائب، اردو، رسالہ دیندار سہارنپور میں اور بعد ازاں کتابی شکل میں طبع ہوا۔

(۱۹) خرابی سینما، اردو منظوم رسالہ جسمیں چالیس عقلی دلائل سے اسکی قباحت بتلائی گئی ہو۔

(۲۰) عظمت حدیث۔ منکرین حدیث کے شبہات کے جوابات۔

(۲۱) مسدس اصلاح کالج،، (موضوع نام سے ظاہر ہے، لاہور میں طبع ہوئی)

(۲۲) عقائد مشرقی اور تحریک خاکسار کا مقصد۔ (موضوع تالیف ظاہر ہے)

(۲۳) شرح بلوغ المرام کتاب الادب، اردو، (لاہور میں طبع ہوئی۔

(۲۴) فضائل بیعت، اردو، غیر مطبوعہ۔

(۲۵) آٹھ تراویح بدعت ہیں۔ تراویح کے بیس۲۰ رکعات ہونے پر بیس۲۰ احادیث سے دلائل، جو مختلف رسائل اور پمفلٹ کی شکل میں طبع ہوئے۔

(۲۶) اسباب شکست، مسلمانوں کو شکست کیوں ہوتی ہے اور اسکی تلافی کیونکر ممکن ہے۔

(۲۷) اجرام جدہ کا فضیہ، اردو، (غیر مطبوعہ)

(۲۸) نبی کل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، اردو، جسمیں تمام جن وانس وملائک، جمادات ونباتات حیوانات کیلئے آپ کا نبی ہونا ثابت کیا ہے۔ گو اس مضمون کی کتابی شکل میں طباعت نہیں ہوئی۔ مگر سیارہ ڈائجسٹ لاہور میں طبع ہو چکا ہے۔

ان کتب کے علاوہ مولانا کے بہت سے طویل طویل مضامین رسالہ خدام الدین لاہور، پیام اسلام لاہور، ترجمان اسلام لاہور، صوت الاسلام لاہور، پیام مشرق لاہور میں طبع ہوتے اور ہوتے رہتے ہیں۔ ان سب کے علاوہ چونکہ شعر و شاعری کا بھی خداداد ذوق ہے اسلئے عربی قصائد نیز فارسی اردو کی کثیر تعداد میں منظومات اور تاریخی قطعات بھی بکثرت رسائل میں طبع ہوتے رہتے ہیں، اس سلسلہ کا سب سے پہلا عربی قصیدہ سہارنپور میں بھوپال کے ڈائرکٹر تعلیمات کی آمد پر ایک اعزازی جلسہ میں پڑھا گیا تھا۔"

(۲۳)

مولانا محمد یوسف صاحب متالا ابن جناب سلیمان صاحب متالا۔

(۲) وریٹھی ضلع سورت گجرات۔

(۳) ابتدائی تعلیم مع حفظ قرآن پاک کے اپنی ننھیال نانی نرولی ضلع سورت میں حاصل کی اسکے بعد جامعہ حسینیہ راندیر ضلع سورت چلے آئے اور فارسی تعلیم سے لیکر ہدایہ تک وہیں پڑھا۔

(۴) داخلہ شوال ۱۳۸۵ھ، (۵) فراغت شعبان ۱۳۸۷ھ۔

(۶) جلالین شریف مولانا محمد عاقل صاحب سے، مشکوٰۃ شریف و نخبۃ الفکر و مقدمہ مشکوٰۃ مولانا محمد یونس صاحب سے ہدایہ ثالث مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب سے پڑھی۔ دورۂ حدیث شریف میں بخاری شریف مکمل حضرت شیخ دام مجدہ العالی سے، طحاوی شریف حضرت اقدس ناظم صاحب مدظلہٗ سے، ابوداؤد مسلم، نسائی ابن ماجہ، موطا مولانا محمد یونس صاحب سے۔ ترمذی شریف و شمائل ترمذی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب پڑھی۔

(۷) ۱۹۶۵ء و ۱۹۶۶ء میں تبلیغی جماعت کے کچھ دردمند حضرات اپنے اہل و عیال سمیت بولٹن میں جاکر آباد ہوئے۔ وہاں پہونچکر انھوں نے اپنے نوعمر بچوں کی دینی تعلیم کے مسئلہ پر غور کیا۔ قانونی مشکلات اور پیچیدگیوں کی وجہ سے معصوم بچوں کو ایک مکان میں جمع کر کے قرآن پاک حفظ و ناظرہ اور ابتدائی تعلیم کا سلسلہ شروع کردیا۔ یہ دیکھ کر چند فکر رکھنے والے احباب ایک جگہ اکٹھے ہوئے اور بولٹن اور اس کے گرد و نواح کے مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کیلئے باقاعدہ انتظام کرنے پر غور و خوض شروع کیا۔ ان کی فکر و دل سوزی سے ایک ادارہ وجود میں آیا جس کا نام "اسلامک کلچر سنٹر بولٹن" رکھا گیا اس ادارہ کا مقصد بچوں کی تعلیم پنج وقتہ اور جمعہ و عیدین کی نمازوں کیلئے بندوبست مسلمان مردوں کی تجہیز و تکفین کا شرعی انتظام تھا۔ کیونکہ وہاں کے مسلمان عیدین و جمعہ کی نمازیں شراب خانہ کا ہال

کرایہ پر لیکر پڑھا کرتے تھے۔ اور باقی نمازیں انفرادی طور پر گھروں میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ اسی طرح مسلمان مردوں کو دور دور شہروں میں جہاں مسلمانوں کے الگ قبرستان ایک دو جگہ پر تھے وہاں لیجا کر دفن کیا جاتا تھا۔ بحمداللہ اس ادارہ نے آہستہ آہستہ مقامی انتظامیہ سے مسلمانوں کا الگ قبرستان حاصل کیا، اور ایک رہائشی مکان خرید کر اسمیں بچوں کی تعلیم اور پنج وقتہ نمازوں کی ادائیگی کا نظم بنالیا۔ اسی طرح دوسرے علاقوں میں رہائشی مکانات خریدے گئے۔

ان مکانوں میں نمازوں کی ادائیگی اور تعلیم کا بندوبست چونکہ بالکل غیر قانونی تھا اسلئے مقامی کارپوریشن اطراف کے رہنے والوں مقامی پولیس اور اخبارات نے اس کے خلاف بڑی قوت سے آواز اٹھائی۔ بالآخر چند ماہ بعد کارپوریشن کے حکم سے یہ تمام مکانات بند کردیے گئے اور کہا گیا کہ اس مقصد کیلئے کوئی مستقل عمارت خریدلو۔ چنانچہ عام مسلمانوں کی امداد سے دو وسیع عمارتیں دو علاقوں میں خریدی گئیں۔ ان میں ایک عمارت تو عیسائیوں کے کیتھولک فرقے کا چرچ تھا، خدا کی شان ہے کہ جس حصہ پر مدت دراز سے تثلیث کے پرستاروں کا تسلط رہا اب وہاں اللہ واحد کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔ اب جبکہ راہ کی دشواریاں بڑی حد تک ختم ہو چکی تھیں تو ایک ایسے عالم دین کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس ہوئی جو وہاں کے اس بڑھتے ہوئے دینی رجحان کی نگرانی کر سکے۔ اور کام کو سنبھال سکے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ نے ناقابل تردید کے گوشہ گمنامی سے مولانا محمد یوسف صاحب متالا کو اٹھا کر لندن کے اس نوخیز دینی ماحول میں پہنچا دیا۔ مولانا نے وہاں پہونچکر مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی اور مسجد کا نام (اپنے شیخ و مربی کے نام سے استبراک کرتے ہوئے) زکریا مسجد اور مدرسہ کا نام (اپنے دینی و روحانی اکابر کے اسماء سے موسوم کرتے ہوئے) خلیلیہ رشیدیہ رکھا، اور دوسرے مدرسہ کا نام۔ امدادیہ رحیمیہ تجویز کیا۔

اب وہاں مولانا تدریسی و انتظامی خدمات اور مسلمانان لندن کی اصلاحی اور دینی خدمات میں مشغول ہیں۔ آج الحمدللہ صرف بولٹن میں، زکریا مسجد، طیبہ مسجد، مدینہ مسجد، اور مسجد قبا نامی چار مساجد ہیں۔ اور بلدہ سے شہر میں ایک ہزار سے زیادہ مسلمان بچے، پچیس اساتذہ کی زیر نگرانی دینی تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ تمام اخراجات کے کفیل صرف مسلمانان بولٹن ہیں۔ اب ان حضرات کے سامنے عربی تعلیم کیلئے ایک بڑے دارالعلوم کا قیام زیر تجویز ہے جس کیلئے بہت سے ابتدائی مراحل طے ہو چکے۔ ایک وسیع و عریض عمارت خریدی گئی اور بہت سی قانونی مشکلات پر قابو پا لیا گیا۔

اس دینی جد و جہد اور احیاء دین و سنت و نبویؐ کی تمام تر کوششوں میں اس عالی ذات کی سحر خیز دعائیں توجہات اور درامے، درمے، سخنے امداد شامل ہے جس کو ایک عالم کا عالم "شیخ الحدیث" کے نام سے جانتا اور پہچانتا ہے۔

(۸) اطاعت رسولؐ ،، اردو، جس کا موضوع یہ بتلانا ہے کہ دارین کی کامیابی و کامرانی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں منحصر اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و سلف صالحین کے اتباع میں پوشیدہ ہے ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں پہلی بار طبع ہوئی۔ صفحات دوسو ساٹھ (۲۶۰) ،،

(۲۴)

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی ابن شیخ لطیف احمد ابن شیخ نہال احمد صاحب۔

(۲) دیوبند ضلع سہارنپور۔

(۳) قرآن پاک ناظرہ حافظ نامدار صاحب، حافظ غلام رسول صاحب اور مولوی نذیر احمد صاحب سے پڑھا (اسکے بعد چوالیسؔ سال کی عمر میں جب کہ درس و تدریس تصنیف و تالیف اور افتاء جیسے مشاغل شروع ہو چکے تھے صرف چھ ماہ کے عرصہ میں حافظ عبد اللطیف صاحب کے پاس قرآن پاک حفظ کیا) ختم ناظرہ کے بعد نو سال کی عمر میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور فارسی کتابیں ابتدا سے لیکر گلستاں بوستاں تک مولانا محمد یسین صاحبؒ سے پڑھیں۔ والد صاحب کی خواہش انگریزی تعلیم دلانے کی تھی مگر مولانا کو اس سے نفرت تھی اسلئے اپنے بڑے بھائی (مولانا سعید احمد) کو تھانہ بھون اس مضمون کا خط لکھا کہ میں دینی تعلیم کا شائق ہوں انگریزی سے نفرت رکھتا ہوں، ماموں جان (حضرت اقدس تھانوی) سے اسکا تذکرہ کرکے میرے لئے کوئی مشورہ لو۔ بھائی صاحب نے وہ خط خدمت والا میں پیش کر دیا۔ مولانا کے دینی جذبہ سے حضرت کو بہت مسرت ہوئی اور آپ کو تھانہ بھون بلالیا گیا۔ وہاں پہونچکر آپ کی عربی کی ابتدائی تعلیم مولانا عبد اللہ صاحب گنگوہی کے سپرد ہوئی۔ بعد ازاں ہدایۃ النحو، قدوری التلخیصات العشر ترجمہ قرآن شریف تک کتابیں تھانہ بھون رہ کر ہی پڑھیں۔ ۱۳۲۳ھ میں جامع العلوم کانپور تشریف لیگئے اور مشکوۃ و جلالین و ہدایہ کی جماعت میں شریک ہوئے اور نصاب کی تکمیل کے بعد وہیں ۱۳۲۶ھ میں مولانا محمد اسحٰق صاحب بردوانی سے صحاح ستہ مع موطا امام مالک سبقاً سبقاً پڑھا۔ فراغت کے بعد حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی خواہش یہ تھی کہ معقول و فلسفہ کی تکمیل کیلئے دیوبند چلے جائیں مگر حضرت مولانا کی خواہش مظاہر میں داخل ہونے کی تھی۔ اسلئے حضرت تھانوی کی اجازت کے بعد مظاہر علوم چلے آئے۔

(۴) داخلہ وسط محرم ۱۳۲۷ھ، (۵) فراغت ۱۳۲۸ھ؛

(۶) مظاہر سے وابستہ ہوکر کتب منطق و فلسفہ ریاضی و ہیئت کی تکمیل حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب اور مولانا عبد القادر صاحب پنجابی وغیرہ کے پاس رہ کر کی۔

(۷) ۱۳۲۸ھ میں مظاہر علوم کے اساتذہ کی اکثریت حج کیلئے گئی، مولانا بھی اسی سال حج و زیارت سے

مشرف ہوئے ۔ ۱۳۲۹ھ میں جب کہ مولانا عبد اللہ صاحب گنگوہی تھانہ بھون تشریف لیگئے تو ان کی جگہ ماہ ربیع الاول سنہ مذکور میں آپ مظاہر کے مدرس بنا دیئے گئے ۔ ابتدا ءً شرح وقایہ نور الانوار ، سبعہ معلقہ ، دیوان متنبی پڑھا کر انتہاء ہدایہ ، مشکوٰۃ شریف ، میبذی ، شرح عقائد مع حاشیہ خیالی وغیرہ پڑھائیں ۔ ۱۳۳۶ھ میں آب وہوا کی ناموافقت کی وجہ سے ایک سال کیلئے گڈھی پختہ تشریف لیگئے ۔ وہاں بھی ابتدائی کتابوں سے لیکر بخاری شریف ومسلم شریف تک پڑھانے کی نوبت آئی ۔ ۱۳۳۸ھ میں دوبارہ حج کیلئے تشریف لیگئے اور واپسی پر مستقل تھانہ بھون میں قیام فرمایا ۔ وہاں کے دوران قیام میں درس وتدریس ، فقہ وفتاویٰ اور تصنیف و تالیف کے مشاغل کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس تھانوی کی زیر سرپرستی دینی وسیاسی تحریکات میں سرگرم عمل رہے ۔ تقسیم کے موقعہ پر پاکستان تشریف لیگئے ۔ فراغت کے بعد مولانا نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ، امداد العلوم تھانہ بھون ، مدرسہ ارشاد العلوم گڈھی پختہ مدرسہ راندیر یہ رنگون ، مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ ، ڈھاکہ یونیورسٹی ، مدرسہ عالیہ ڈھاکہ جامعہ قرآنیہ ڈھاکہ میں تعلیمی خدمات انجام دینے کے بعد اب دار العلوم ٹنڈو الہ یار میں شیخ الحدیث کے عہدہ جلیلیہ پر فائز ہیں اور کتب عالیہ کا درس دیتے ہیں ۔ بارک اللہ فی عمرہٖ ۔

(۸) ـــ (۱) اعلاء السنن ۔ یہ کتاب اٹھارہ ضخیم جلدوں میں ترتیب دی گئی ہے ۔ اسمیں وہ تمام احادیث جمع کردیگئیں جن سے فقہ حنفی ماخوذ ہے ۔ ساتھ ہی ساتھ شبہات واشکالات کے جوابات بھی تحریر کردیئے ، ۱۳۸۵ھ میں یہ کتاب مکمل ہوئی جسمیں ابواب الطہارہ سے کتاب المواریث تک تمام مسائل اختلافیہ میں احناف کی تائید کیلئے بہت بڑا ذخیرہ جمع کردیا گیا ۔ گیارہ حصے مع مقدمہ کے حضرت تھانوی کی حیات میں طبع ہوئے ۔ باقی حصص حضرت کی وفات کے بعد طبع ہوئے ۔ اس کتاب کے ابتدائی سات حصوں کا ترجمہ اردو میں بھی شائع ہوچکا ہے ۔

(۲) تلخیص البیان ، اردو ، تفسیر بیان القرآن کی تلخیص ہے جو حضرت اقدس تھانوی کے ارشاد سے کی گئی ۔ یہ تلخیص حمائل کے حاشیہ پر طبع ہوچکی ۔

(۳) الدر المنضود ، علامہ عبد الوہاب شعرانی کی البحر المورود کا اردو ترجمہ ہے ۔ کتاب فن تصوف میں ہے ۔ جلد اول مستقل طبع ہوئی بقیہ حصے رسالہ النور میں بالاقساط شائع ہوئے ۔

(۴) ولادت محمدیہ کا راز " اسلامی تاریخ میں یہ کتاب قسطوار رسالہ النور میں شائع ہوئی ۔

(۵) رحمۃ القدوس ، علامہ ابن ابی جمرہ مالکی کی تالیف بہجۃ النفوس کا اردو ترجمہ ہے جو حضرت اقدس تھانوی کے حکم سے کیا گیا ۔ اسمیں مصنف نے احادیث سے مسائل تصوف مستنبط فرمائے ہیں ۔

(۶) القول المنصور فی ابن منصور ، مشہور بزرگ حسین بن منصور حلاج کے حالات واقعات پر مشتمل

یہ رسالہ حضرت تھانوی کی خواہش پر لکھا گیا۔

(۷) البنیان المشید۔ سید احمد کبیر رفاعیؒ کے مواعظ کا مجموعہ البرہان المؤید کے نام سے جسمیں عقائد و اعمال و تصوف پر سیر حاصل بحث ہے یہ البنیان المشید اسی کا اردو ترجمہ ہے۔

(۸) اسباب المحمودیہ۔ یہ علامہ شعرانی کے رسالہ آداب العبودیہ کا ترجمہ ہے جو رسالہ النور میں قسطوار شائع ہوا۔

(۹) انجاء الوطن عن الازدراء بامام الزمن۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی اور انکی محدثانہ حیثیت کو اس کتاب میں واضح کیا گیا ہے۔

(۱۰) الشفاء۔ قرآن کریم پر کیئے گئے اعتراضات کے جوابات۔ رسالہ النور تھانہ بھون میں چند قسطیں شائع ہو کر یہ سلسلہ بند ہو گیا۔

(۱۱) احکام القرآن۔ علمائے احناف نے جن مسائل فقہیہ کو قرآن کریم سے مستنبط کیا ہے ان کو جمع کر دیا گیا۔ سورۃ النساء تک کتاب پہنچ چکی ہے بقیہ زیر تکمیل ہے۔

(۱۲) فاتحۃ الکلام فی القراۃ خلف الامام۔ موضوع نام سے ظاہر ہے۔

(۱۳) فضائل جہاد۔ مسلمانوں میں اسلامی جہاد اور دین حق کیلئے کفار سے قتال کے جذبات کو زندہ کرنے کیلئے یہ کتاب لکھی گئی۔

(۱۴) فضائل درود شریف۔ غیر مطبوعہ، مقصد تالیف نام سے واضح ہے۔

(۱۵) براءۃ عثمان۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نیز حضرت امیر معاویہ حضرت عمرو بن العاص پر نازیبا تنقیدات کے جوابات۔

(۱۶) سفرنامہ حجاز۔ جلد اول کتابی شکل میں، جلد دوم رسالہ ندائے حرم میں قسطوار طبع ہوئی جلد سوم زیر تالیف ہے۔

(۱۷) تحذیر المسلمین عن موالاۃ المشرکین۔ کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت سے ان کو کیا کیا دینی و دنیوی نقصانات پہنچنے کا خطرہ ہے نیز کفار و مشرکین سے دوستی اسلامی نقطۂ نظر سے کیسی ہو۔ اسکا تفصیلی بیان۔

(۱۸) کشف الدجا عن وجہ الربا۔ مفتی حیدرآباد دکن نے دعوی کیا تھا کہ ربوا (سود) صرف بیع میں ہے قرض میں نہیں ہے۔ مولانا کے قلم سے یہ اس کا تردیدی جواب ہے۔ اعلاء السنن جلد چہارم کے ساتھ ملحق ہو کر طبع ہو گیا ہے۔

(۱۹) نور علیٰ نور۔ عربی کے دو نعتیہ قصیدوں کا مجموعہ، کتاب کا نام حضرت تھانوی کا تجویز فرمودہ ہے۔

(۲۰) وسیلۃ الظفر فی مدح خیر البشر۔ ایک عربی قصیدہ جو کتابی شکل میں طبع ہو گیا۔

(۲۱) انوار النظر فی آثار الظفر۔ یہ مولانا کی مختصر خود نوشت داستان حیات ہے جو ایک صاحب کی درخواست پر قلم بند کی گئی۔ حصہ اول میں تعلیم و تدریس سے لیکر قیام پاکستان تک کے واقعات اور پاکستان کیلئے اپنی اور دوسرے اکابر کی خدمات کو ذکر فرمایا ہے۔ حصہ دوم میں اپنی زندگی کے بیشتر قیمت متفرق واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ سنہ تالیف ۱۳۸۶ھ۔ صفحات ہر دو جلد (۲۶۰)۔

(۲۵)

(۱) مولانا الحاج عبد اللطیف صاحب ابن جناب مولانا جمعیت علی صاحب۔

(۲) پور قاضی ضلع مظفر نگر۔

(۳) قرآن پاک اپنے وطن میں گھر کے ایک حافظ امانت علی صاحب کے پاس حفظ کیا۔ ابتدائی کتب فارسی اپنے والد محترم سے بھاولپور میں پڑھیں۔ اسکے بعد حضرت اقدس سہارنپوری کے ایماء وارشاد پر مظاہر میں چلے آئے اور تمام درس نظامی کی تکمیل یہیں رہ کر کی۔

(۴) داخلہ ۱۳۱۵ھ، (۵) فراغت ۱۳۲۲ھ۔

(۶) بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف و ترمذی شریف ابن ماجہ حضرت اقدس سہارنپوری سے اور نسائی شریف مولانا عنایت الٰہی صاحب سے پڑھی۔

(۷) فراغت کے بعد ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب کی تجویز پر مظاہر ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جس زمانہ میں مظاہر میں خلفشار ہوا اس وقت مولانا اپنے والد ماجد کے اصرار پر دیوبند تشریف لیگئے۔ لیکن آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے وہاں زیادہ قیام نہ کر سکے اور پھر مظاہر میں واپس آکر اپنے سابقہ مشغلہ میں منہمک ہو گئے۔ ۱۳۲۳ھ و ۱۳۲۸ھ میں دوبار حج و زیارت کیلئے تشریف لیگئے۔ حضرت اقدس سہارنپوری جب ۱۳۳۳ھ میں حج کیلئے روانہ ہوئے تو پہلی مرتبہ آپ ناظم مدرسہ بنے۔ ۱۳۳۹ھ میں استاد حدیث بنائے گئے اور پہلی مرتبہ بخاری شریف، ترمذی شریف کا درس دیا۔ ۱۳۴۳ھ میں حضرتؒ کے ہمراہ مدرسہ کی ضروریات کے سلسلہ میں رنگون جانا ہوا۔ ۱۳۴۴ھ میں دوبارہ مستقل مدرسہ کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ ۱۳۴۷ھ میں ایک بار پھر بکار مدرسہ رنگون تشریف لیگئے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ مولانا الحاج امیر احمد صاحب اور مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب بھی تھے۔ [illegible] سال تک مدرسہ کی خدمات انتہائی تیقظ اور بیداری سے انجام دینے کے بعد ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق دو اگست ۱۹۵۴ء دوشنبہ کو وفات پائی اور قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی عمر تقریباً بچھتر

سال ہوئی۔ عفا اللہ لہ واعلی اللہ مراتبہ؛

(۸) ترجیح درس نظامی۔ کسی صاحب نے درس نظامی پر کچھ اشکالات کرکے اسمیں ترمیم واصلاح کا مشورہ دیا تھا۔ حضرت کی طرف سے درس نظامی کے فوائد اور اس کی وجوہ ترجیح پر یہ مکتوب لکھا گیا جو کتابی شکل میں مدرسہ کے نوادرات (زیر نمبر ۱۷۷) میں محفوظ ہے۔ صفحات بارہ ۱۲، سنہ تحریر ماہ ۱۳۵۵ھ ہے۔

(۲۶)

مولانا محمد ہاشم صاحب ابن جناب حسن صاحب۔

(۲) جوگواڑ، ضلع بلساڑ، صوبہ گجرات۔

(۳) ۱۳۷۷ھ میں ابتدائی تعلیم جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں داخل ہوکر حاصل کی۔ بعد ازاں جامعہ حسینیہ میں داخل ہوکر شرح جامی وغیرہ تک پڑھا۔

(۴) داخلہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء۔ (۵) فراغت ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء۔

(۶) ہدایہ اولین مفتی محمد یحییٰ صاحب سے ہدایہ ثالث مولانا امیر احمد صاحب سے، مختصر المعانی، جلالین شریف مفتی عبد العزیز صاحب سے، نور الانوار مولانا عاقل صاحب سے پڑھی، دورۂ حدیث شریف کے اساتذہ یہ ہیں۔ بخاری شریف مکمل حضرت شیخ دام مجدہٗ سے، مسلم شریف مولانا منظور احمد خاں صاحبؒ سے، ترمذی شریف مولانا امیر احمد صاحبؒ اور مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے، ابوداؤد شریف حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے، موطا امام مالک و امام محمد، شمائل ترمذی، ابن ماجہ، نسائی شریف نیز طحاوی شریف مفتی مظفر حسین صاحب سے پڑھی۔

(۷) مظاہر سے فراغت پاکر ۱۳۸۸ھ تک اپنے وطن جوگواڑ میں مدرسہ فرقانیہ عالیہ سے متعلق رہے۔ آواخر ۱۳۸۸ھ میں انگلینڈ گئے اور مولانا محمد یوسف صاحب کے معاون اور رفیق کار بن کر مدرسہ امدادیہ رحیمیہ میں عہدۂ صدارت پر فائز ہوئے تادم تحریر وہیں قیام ہے۔ مدرسہ کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں بھی مشغول ہیں۔

(۸) دو کتابیں زیر تالیف ہیں۔ بدنظری کا وبال جو ان شاء اللہ اُس زہریلے ماحول کیلئے تریاق بنے گی، بچوں کیلئے آسان قاعدہ، جو اپنے مدرسہ کے ماحول اور وہاں کے معصوم بچوں کو پیش نظر رکھکر ترتیب دیا جارہا ہے۔

(۲۷)

مولانا انیس الرحمٰن صاحب ابن رئیس الاحرار حضرت الحاج مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ابن حضرت الحافظ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) لدھیانہ۔ مشرقی پنجاب۔

(۳) مدرسہ ام المدارس لدھیانہ میں قرآن پاک حفظ کرنیکے بعد لدھیانہ کے مختلف مدارس میں فارسی کی جملہ درسی کتب اور ابتدائی عربی میں کافیہ قدوری تک تعلیم حاصل کی۔ اسکے بعد مظاہر میں چلے آئے یہاں آکر کنز الدقائق بحث اسم، اصول الشاشی وغیرہ کتب سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔

(۴) داخلہ ۱۳۵۵ھ ، (۵) فراغت ۱۳۶۰ھ

(۶) شرح وقایہ، تعلیم المتعلم مولانا امیر احمد صاحب سے مختصر المعانی، کنز الدقائق مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی سے ہدایہ اولین مولانا زکریا صاحب قدوسی سے مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب سے جلالین شریف قاری سعید احمد صاحب سے پڑھی۔

دورۂ حدیث شریف کے اساتذہ مع تفصیل کتب کے یہ ہیں۔ بخاری شریف جلد اول وابو داؤد شریف کامل حضرت شیخ دام مجدہٗ سے بخاری شریف جلد ثانی حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب سے، ترمذی شریف طحاوی شریف حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری سے، مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب نسائی شریف ابن ماجہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے پڑھی۔

(۷) فراغت کے بعد مدرسہ انوریہ لدھیانہ اور مدرسہ خیر المدارس جالندھر سے یکے بعد دیگرے وابستہ رہے ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ کے وقت عارضی طور سے ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور۔ بہاولپور، دہلی، رائے پور وغیرہ مقامات پر قیام ہوا۔ ۱۹۵۰ء سے لائل پور خالصہ کالج میں مدرسہ تجوید القرآن کے اہتمام اور مسجد کی خطابت ونظامت کے ساتھ ساتھ وہیں قیام ہے۔ تیئیس ۲۳ سال سے مسلسل بعد نماز فجر قرآن شریف کا ترجمہ وتفسیر نیز قبل نماز جمعہ ایک گھنٹہ تک قرآن شریف کا ترجمہ وتفسیر اور مسائل جدیدہ وحاضرہ کی شرعی حیثیت بیان کرنیکا معمول ہے۔ ابتداء عمر میں شعر وشاعری سے بھی لگاؤ رہا اور بکثرت اردو، فارسی، پنجابی وعربی میں قصائد، غزلیں اور نظمیں کہیں جو اپنے اکابر سے اخفا کے خیال سے مختلف ناموں کے ساتھ اخبارات ورسائل میں طبع ہوتی رہیں۔ آخر کار حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ تعلق اور خصوصی توجہات نے اس مشغلہ وما ینبغی لہٗ سے چھٹکارا دلایا۔

(۸) متعدد موضوعات پر مولانا نے مختلف اخبارات ورسائل کے لئے مضامین لکھے ہیں۔ لیکن جو مضامین تحریک جماعت اسلامی اور فتنہ خاکسار یت پر لکھے وہ بطور خاص مقبول ہو کر پمفلٹ اور کتابچوں کی شکل میں طبع ہوئے اپنے مدرسہ کی جانب سے طبع ہونیوالے رسائل (ماہ رمضان اور عید الاضحیٰ کے موضوع پر) ترتیب دیئے۔ ان سب کے علاوہ اپنے والد مکرم کی خواہش پر "اسلامی مملکت میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق" نامی کتاب

ترتیب دی - بارک اللہ فی مساعیہ -

(۲۸)

مولانا نسیم احمد ابن شیخ تسلیم احمد بن جناب مظہر الدین صاحب -

(۲) نہی پور - نزد بجنور -

(۳) ابتدائی تعلیم، اردو، ہندی، دینیات، ناظرہ قرآن پاک اپنے گاؤں کے اندر واقع مکتب میں منشی نظام الدین صاحب نگینوی سے حاصل کی۔ فارسی کی ابتدائی کتب اور عربی کافیہ تک مدرسہ حسینیہ قاسم العلوم دھامپور میں دو سال تک مقیم رہکر حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب مجاز حضرت شیخ دامت برکاتہم سے حاصل کی۔ اسکے بعد مظاہر میں چلے آئے اور شرح جامی، بحث فعل وغیرہ کتب سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا۔"

(۴) داخلہ شوال ۷۲ھ - (۵) فراغت ۱۳۷۷ھ "

(۶) مولانا ظہور الحق صاحب، مولانا صدیق احمد صاحب، مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی، مولانا اکبر علی صاحب، مولانا امیر احمد صاحب وغیرہ وغیرہ۔ اساتذۂ دورہ یہ ہیں۔ بخاری شریف مکمل، ابوداؤد شریف (معتدبہ مقدار) حضرت شیخ زید مجدہٗ سے، طحاوی شریف، موطا امام مالک اور ابوداؤد (معتدبہ مقدار) حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے، مسلم شریف، موطا امام محمد حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب سے، ترمذی شریف، نسائی شریف حضرت مولانا امیر احمد صاحب سے پڑھی۔

(۷) فراغت کے بعد مدرسہ کاشف العلوم چھٹملپور، مدرسہ قاسم العلوم بجنور، مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ حیات العلوم مراد آباد میں بھی چھ سال تک یہی مشغلہ رہا۔ پھر تین سال تک مدرسہ امدادیہ میں رہکر اب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی میں عہدۂ تدریس پر فائز ہیں۔ سات سال سے مسلسل مسجد مرکز تبلیغ محلہ بخیتہ سرائے مراد آباد میں تقریباً پون گھنٹہ قرآن پاک کی تفسیر بیان کرنیکا معمول ہے۔ مولانا کا یہ محبوب عمل گنگوہ کے چھ سالہ قیام میں بھی برابر پورا ہوتا رہا۔

(۸) تالیفات یہ ہیں۔ (۱) اسرار بسم اللہ۔ بسم اللہ شریف کے فضائل اور اسرار و حکم پر مشتمل یہ رسالہ تقریباً دوسو صفحات پر محیط ہے (غیر مطبوعہ)

(۲) عملیات بسم اللہ۔ یہ ایک طرح سے رسالہ اسرار بسم اللہ کا دوسرا حصہ ہے۔ اسمیں خواص اور عملیات تحریر ہیں۔

(۳) رسالہ اسمائے حسنیٰ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر اسم کے تعلق و تخلق و خواص اور اسم اعظم کی تحقیق۔

(۴) چہل حدیث۔ انسانی زندگی کے اہم شعبوں کے متعلق چالیس احادیث صحیحہ کی سلیس تشریح۔

(۵) ہدیۂ مؤمنات ۔ عورتوں کی زندگی سے متعلق احادیث کا مجموعہ ۔

(۶) قرآنی چھ باتیں ۔ آیۂ کریمہ یا ایہا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم الآیۃ سے چھ باتیں احادیث وغیرہ کی روشنی میں ۔

(۷) عباد الرحمٰن ۔ آیۃ وعباد الرحمٰن الذین یمشون کے ذیل میں رحمان کے خاص بندوں کے اوصاف کی تشریحات مفیدہ ۔

(۸) تذکرہ لقمان حکیم ۔ حکیم لقمان کے متعلق معلوماتی مضامین اور انکی حکمتوں اور نصیحتوں پر مشتمل رسالہ ۔

(۹) سیرت طیبہ ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا خلاصہ اور مقصد سیرت ۔

(۱۰) تحفۂ نسواں ۔ زمانہ زندگی کے تمام ضروری پہلوؤں پر مشتمل ہدایات وغیرہ ۔

(۱۱) تحفۂ خواتین ۔ چند آیات، پچاس احادیث اور چند واقعات پر مشتمل ہے ۔

(۱۲) حکمت لقمان ، منظوم ۔ حکیم لقمان کی پند و نصائح ۔ یہ مثنوی تقریباً ساڑھے بارہ سو اشعار پر مشتمل ہے ۔ صفحات انہتر ۶۹ طباعت ۱۳۹۳ھ ۔

(۱۳) حکمت ایمانیاں ، منظوم ۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے ملفوظات کی تشریح ۔ مثنوی کے انداز پر بارہ سو ۱۲۰۰ سے زیادہ اشعار اسمیں تحریر ہیں ۔

(۱۴) بہار و خزاں ۔ قرآن کریم کی روشنی میں اثبات قیامت اسکا عقلی ثبوت ، نیز گل و بلبل کی کی زبانی دنیا کی ناپائداری پر مکالمہ کئی سو اشعار پر مشتمل ہے ۔

(۱۵) پیام بیداری ۔ تقریباً ساڑھے تین سو اشعار پر مشتمل منظوم رسالہ ہے ۔ جسمیں مسلمانوں کے ماضی کو سامنے رکھ کر مستقبل کو تعمیر کرنے کی دعوت ہے ۔ ایک منامی بشارت پر یہ رسالہ لکھا گیا ۔

(۱۶) نورانی گلدستے منظوم ۔ یہ کتاب حمد ، نعت ، مناجات ، منظومات مختلفہ کے چار گلدستوں پر مشتمل ہے ۔ ڈیڑھ ہزار کے قریب اسمیں اشعار ہیں ۔

(۱۷) تعلیم کی اہمیت ۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے فضائل علم پر ایک وعظ کا خلاصہ اور فضیلت علم پر چہل حدیث ۔

(۱۸) سبق آموز دلچسپ مکالمے ، مفید نصیحت آمیز مختلف موضوعات پر ۔

(۱۹) شرح مشکوٰۃ المصابیح ۔ اردو زبان میں ۔ نامکمل ۔

(۲) ضلع ہردوئی ۔ یو۔ پی ۔

(۳) ابتدائی تعلیم حضرت مولانا انوار احمد صاحب ساکن قصبہ انبہٹہ سے حاصل کی ۔ اسکے بعد مظاہر علوم میں تشریف لائے اور کافیہ ایساغوجی ، پنج گنج دستور المبتدی وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا ۔

(۴) داخلہ ۱۳۵۰ھ ۔ (۵) فراغت ۱۳۵۶ھ "

(۶) ابتدائی کتب کے اساتذہ مولانا امیر احمد صاحب ، مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی ، مولانا نور محمد صاحب ، مولانا عبد الشکور صاحب ، مولانا اسعد اللہ صاحب ، قاری سعید احمد صاحب وغیرہ تھے ، دورۂ حدیث کے اساتذہ یہ ہیں ۔

بخاری شریف از حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ، ابو داؤد شریف از حضرت شیخ دام مجدہٗ ، مسلم شریف ، نسائی شریف از مولانا منظور احمد خاں ، ترمذی وطحاوی شریف از مولانا عبد الرحمن صاحب کاملپوری ۔

(۷) فراغت کے بعد مظاہر علوم میں معین مدرس بناکر کتب فارسی آپ کے حوالہ کی گئیں ۔ بعد ازاں حضرت اقدس تھانوی کے ایماء وارشاد سے تقریباً دو سال تک مدرسہ جامع العلوم کانپور سے وابستہ رہے اس کے بعد دو سال مدرسہ اسلامیہ فتحپور رہکر شوال ۱۳۶۶ھ سے ہردوئی میں اشرف المدارس کا سلسلہ قائم فرمایا اور اب تک وہیں قیام ہے ۔ چار صفر ۱۳۷۰ھ سے دعوت الحق کا کام شروع کیا ۔ اب اشرف المدارس اور مجلس دعوت الحق ہر دو مولانا کے زیر اہتمام ہیں ۔

(۸) اشرف الہدایات صفحات (۹۶) سنہ طباعت ، اشرف الفصائح صفحات (۳۲) طباعت ۱۳۷۰ھ اشرف الاصلاح صفحات (۱۶) طباعت ۱۳۷۰ھ ۔ اشرف النظام صفحات (۱۶) طباعت ۱۳۷۰ھ " اشرف الخطاب صفحات (۱۶) طباعت ۱۳۷۰ھ ۔ اذکار مسنونہ صفحات (۶۴) طباعت ۱۳۶۸ھ ۔ اشرف التفہیم صفحات (۳۲) سن طباعت ۱۳۷۹ھ "

ان کتب کے علاوہ بہت بڑی تعداد ان اشتہارات اور کتابچوں کی ہے جو آئے دن دعوت الحق کے سلسلہ میں مولانا کے قلم سے نکلتے رہتے ہیں ۔

(۳۰)

جناب مولانا سجاد احمد صاحب ابن شیخ واجد علی ابن شیخ گوما ،

(۲) جون پور ، یو۔ پی ۔

(۳) ابتدائی کتب متوسطات تک مدرسہ عین العلوم ٹانڈہ فیض آباد میں حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب خلیفہ حضرت چاند شاہ کی نگرانی میں پڑھیں ۔ اسکے بعد حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب کے فرمان پر مظاہر میں چلے آئے اور میبذی ، ملا حسن ، مقامات ، ہدایہ ثالث سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا ۔

(۴) داخلہ ۱۳۵۵ھ (۵) فراغت ۱۳۵۷ھ۔

(۶) میبذی مولانا محمد صدیق صاحب کشمیری سے ہدایہ ثالث مشکوٰۃ شریف وغیرہ مولانا عبدالشکور صاحب سے، بیضاوی مدارک، مطول مولانا زکریا قدوسی سے پڑھیں۔ دورۂ حدیث شریف کے اساتذہ یہ تھے۔ بخاری شریف جلد اول حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب سے، بخاری شریف جلد ثانی۔ اور ابو داؤد شریف حضرت شیخ زید مجدہ سے، مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب سے، نسائی شریف ابن ماجہ موطا امام مالک موطا امام محمد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے پڑھیں۔

(۷) فراغت کے بعد ایک سال مزید دورہ حدیث شریف پڑھکر ۱۳۵۹ھ میں ٹانڈہ بادلی ضلع مرادآباد مدرسہ رحمانیہ یتیم خانہ میں بعہدہ صدر مدرسی تقرر ہوا۔ تقریباً ڈھائی سال وہاں رہنے کے بعد ۱۳۶۲ھ میں قصبہ دوست پور ضلع سلطانپور آئے اور مدرسہ دعوت الحق کی بنیاد ڈالی جسمیں مشکوٰۃ شریف تک پڑھانے کی نوبت آئی۔ بعد ازاں ۱۳۶۶ھ میں اپنے شیخ ومربی حضرت مولانا عبد الغنی صاحب پھولپوری کے ارشاد پر قصبہ سرائے میر میں آنا ہوا۔ اور اسوقت سے ابتک وہیں قیام ہے۔ یہاں کے قیام میں خدمت افتاء کے ساتھ ساتھ ابتدائی کتب سے لیکر دورہ تک کے اسباق پڑھائے لیکن اب ہدایہ اور مشکوٰۃ شریف خاص اسباق ہیں رمضان ۱۳۸۸ھ میں حضرت شیخ زید مجدہ کی طرف سے اجازت بیعت حاصل کی کسی کتاب کی تالیف کا موقعہ نہ ملسکا۔

(۳۱)

جناب مولانا نور محمد صاحب ابن دین محمد صاحب۔

(۲) ٹانڈہ ضلع فیض آباد۔

(۳) قرآن پاک مقامی طور پر حفظ کرنے کے بعد سلطانپور کے عربی مدرسہ میں داخلہ لیا اور فارسی و عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ ایک سال بعد مدرسہ عین العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں چلے آئے۔ اور پانچ سال مستقل رہکر مشکوٰۃ وجلالین تک اپنی تعلیم مکمل کی۔ بعد ازاں امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب کے مشورہ وترغیب دینے پر مظاہر علوم میں چلے آئے اور پہلے سال میں یہ کتب پڑھیں، سلم العلوم، مختصر المعانی، ہدایہ اولین، اصول الشاشی۔

(۴) داخلہ ۱۳۴۲ھ، (۵) فراغت ۱۳۴۳ھ۔

(۶) حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری، حضرت مولانا منظور احمد صاحب، حضرت مولانا ثابت علی صاحب، حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، حضرت مولانا احمد نور صاحب فن منطق کی تقریباً تمامی کتب موصوف نے مولانا عبد الرحمٰن صاحب سے اور دورۂ حدیث حضرت مولانا عبد اللطیف

صاحب سے دو سال میں پڑھا۔ ابوداؤد شریف کے چند اسباق حضرت شیخ دام مجدہٗ سے بھی پڑھے ہیں۔ نیز خارج اوقات میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے بھی موطا امام مالک کا معظم حصہ پڑھا ہے۔

(۷) ۱۳۴۲ھ و ۱۳۴۳ھ میں جب شدھی و سنگھٹن کا راجپوتانہ کے علاقہ میں ہنگامہ برپا ہوا تو مظاہر علوم کی جانب سے انجمن ہدایت الرشید کا باضابطہ قیام عمل میں آیا تھا۔ جس کا مقصد آریوں، عیسائیوں، قادیانیوں کا علمی دلائل سے مقابلہ کرنا قرار پایا تھا۔ مولانا اپنے طلب علمی کے دور میں اس انجمن کے سرگرم اور فعال افراد میں تھے اور فطری طور پر لگاؤ ہونے کی وجہ سے کافی شہرت پاچکے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس سہارنپوری شہرت سن کر اجلاس مناظرہ میں آئے۔ ردّ قادیانیت پر مولانا کی تقریر سن کر حضرت اقدس بہت محظوظ و مسرور ہوئے اور چار روپیہ ماہانہ وظیفہ اپنی جیب خاص سے جاری فرمایا۔

فراغت کے بعد حضرت اقدس سہارنپوری کے حکم سے راجپورہ جنکشن ضلع پٹیالہ کے ایک مدرسہ میں تعلیم و امامت کیلئے چلے گئے، وہاں جانیکا مقصد اس فتنہ تاریک کو دور کرنا تھا جو قادیانیت کی صورت میں پھیلتا جا رہا تھا۔ اس کے بعد حضرت ہی کے حکم سے محرم ۱۳۴۶ھ میں مظاہر میں مبلغ و مدرس بنائے گئے اور ابتدائی کتب کے اسباق آپ کے حوالہ ہوئے۔ ۱۳۵۶ھ تک (سولہ سال) مدرسہ سے وابستہ رہے اس طویل مدت میں تقریر و عظ مناظرے و سیاسی و درسی خدمات سے ملک و ملت کو بھرپور کیا۔ ۱۹۳۴ء اور ۳۸ء میں دو سال تک کلکتہ کو لوٹولہ کی مشہور مسجد میں بحیثیت مفسر قرآن درس دیا۔ ۳۹ء میں حضرت اقدس مدنی کے حکم سے مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ میں تقرر ہوا۔ جب سے اب تک اسی مدرسہ کے زیر سایہ تدریس، تبلیغ و مناظرہ کی خدمات انجام دیر ہے ہیں۔ تردید قادیانیت وغیرہ کے سلسلہ میں مولانا نے ملایا، سنگاپور، افریقہ، کینیا، تنزانیہ، رہوڈیشیا۔ مڈغاسکر اسکے علاوہ فرانس کے مختلف جزیروں ری یونین سینٹ جوزف وغیرہ میں قیام کر کے دینی خدمات انجام دی ہیں۔ جزاہم اللہ تعالیٰ۔

(۸) رفع الحاد عن حکم الارتداد، اردو، قادیانی مبلغ نعمۃ اللہ کو اس کے کفرانہ اور ملحدانہ خیالات کی تبلیغ کے جرم میں کابل، افغانستان میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس وقت یہ مسئلہ اٹھایا گیا تھا کہ اسلام میں مرتد کو قتل کرسکتے ہیں یا نہیں؟ مولانا کے قلم سے یہ کتاب اسی سوال کا محققانہ جواب ہے۔ صفحات ۲۸ سن طباعت ۱۳۴۳ھ۔

(۲) اختلافات مرزا (۳) کفریات مرزا، (۴) کذبات مرزا، (۵) مغلظات مرزا (۶) امراض مرزا۔ یہ سب ردّ قادیانیت میں ہیں جن کے اندر پنجابی نبی کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھدیا گیا۔ یہ تمام کتابیں اردو میں ہیں اور معمولی ضخامت کی ہیں۔"

(۷) مناقب الخلفاء، اردو، ردشیعت میں یہ کتاب حضرات خلفائے راشدین کے مناقب ومحامد پر مشتمل ہے اور خود روافض کی کتب سے اس کو مرتب کیا گیا ہے۔ کئی مرتبہ طبع ہوئی۔

(۸) ماتم حسین۔ کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں کئی مرتبہ شائع ہوئی۔

(۹) تنویر البصائر فی تزویج الصغائر، اردو، ہندوستان میں جب ساردا ایکٹ کا فتنہ برپا ہوا تو ضعیف الاعتقاد مسلمانوں نے بھی حکومت وقت کی ہاں میں ہاں ملا کر اس کی تائید کی، غیور مسلمانوں اور اہل علم کی طرف سے اس کی تردید میں جگہ جگہ جلسے ہوئے کمیٹیاں بنیں اور تحریرات کے ذریعہ اس قانون کی مخالفت کی گئی۔

زیر تعارف کتاب بھی اسی موقعہ پر اس فتنہ کی تردید میں لکھی گئی۔ صفحات چھہتر (۷۶)

(۱۰) تکفیری افسانے (۱۱) تکفیری فتویٰ (۱۲) اعلیٰ حضرت بریلوی کا حقہ شریف (۱۳) اعلیٰ حضرت بریلوی کی گاگرو چادر (۱۴) بدعات وممنوعات حصہ اول (۱۵) شہید کی سچی باتیں ،، یہ کتب رد رضاخانیت میں ہیں۔ بڑی مقبول عام ہیں۔ کئی کئی ایڈیشن ہر کتاب کے شائع ہوئے اور اب تک ہو رہے ہیں۔

(۱۶) درود وسلام (۱۷) جنت کے پھول (۱۸) آنکھوں کی ٹھنڈک (۱۹) فضائل زکوٰۃ وخیرات، یہ کتب عام تبلیغی واصلاحی نقطۂ نظر سے لکھی گئیں۔

ان تالیفات کے علاوہ چند اور کتب غیر مطبوعہ ہیں۔ ایک زمانہ میں رد خاکساریت اور رد قادیانیت کے سلسلہ میں مولانا نے ہفت روزہ الاسلام اور الاستقلال کا اجراء فرمایا۔ دونوں اخبار ایک بڑی مدت تک ان دونوں تحریکوں کے خلاف صف آرا رہے۔"

(۳۲)

مولانا منظور احمد صاحب بن مولانا حکیم عبد السلام صاحب۔

(۲) قصبہ پوٹریا ضلع بجنور،

(۳) عربی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں حاصل کر کے مظاہر علوم میں چلے آئے اور مختصر المعانی سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔

(۴) داخلہ ۱۳۷۰ھ، (۵) فراغت ۱۳۷۴ھ۔

(۶) مشکوٰۃ شریف از مولانا امیر احمد صاحب، جلالین، ہدایہ ثالث از مولانا اکبر علی صاحب، بخاری شریف از حضرت شیخ مدظلہ، طحاوی ابوداؤد شریف از حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، مسلم شریف از مولانا منظور احمد خاں صاحب، ترمذی شریف از قاری سعید احمد صاحب۔"

(۷) فراغت کے بعد شوال ۱۳۷۴ھ میں حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب کے مشورہ سے جامع العلوم

کانپور تشریف لیگئے، تادم تحریر وہیں قیام ہے اور درس و تدریس افتار، وعظ وغیرہ مختلف شعبوں میں اہم خدمات انجام دیرہے ہیں۔ عرصہ آٹھ سال تک ماہنامہ "نظام" کانپور کے مدیر شہیر رہے۔

(۸) مسئلہ تزئین حضرت اقدس رائے پوری (۲) تین طلاق کا مسئلہ۔ یہ دو تالیفات ہیں۔ اسکے علاوہ مولانا کے لکھے ہوئے متفرق فتاوی ہیں جو کتابچوں کی شکل میں طبع ہوتے رہتے ہیں۔

(۳۳)

حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب ابن جناب محمد شفیع خاں صاحب۔

(۲) دیوریہ تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد۔

(۳) ابتدائی تعلیم مدرسہ عین العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں حاصل کی۔

(۴) داخلہ ۱۳۴۶ھ۔ (۵) فراغت ۱۳۴۷ھ۔

(۶) حضرت شیخ زید مجدہ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا منظور احمد صاحب، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب،

(۷) دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد مظاہر میں معین مدرس بنائے گئے۔ چند ماہ بعد بعذر بیماری رخصت لیکر وطن جانا پڑا۔ صحت یابی کے بعد اپنی تمام خدمات مدرسہ ...... مالی کلاں ضلع جونپور کو سونپ دی اور عرصہ تینتیس سال سے وہیں قیام فرماتے ہوئے درس و تدریس اور رشد و ہدایت کی اہم ذمہ داریوں میں مشغول ہیں۔ رمضان ۱۳۹۲ھ میں حضرت شیخ دام مجدہ العالی سے اجازت وخلافت حاصل کی۔

اطال اللہ بقاءہ"

(۳۴)

جناب مولانا اسلام الحق صاحب اسعدی ابن حاجی عبد الحق صاحب ابن حاجی محمد شفیع صاحب"

(۲) سہارنپور،

(۳) قرآن پاک وغیرہ جامع مسجد سہارنپور میں پڑھکر دار العلوم شاہ بہلول میں داخلہ لیا۔ اور ابتدائی اور متوسط درجات کی جملہ کتابیں پڑھکر موقوف علیہ سے مظاہر میں اپنی تعلیم شروع کی۔

(۴) داخلہ ۱۳۸۱ھ، (۵) فراغت ۱۳۸۲ھ۔

(۶) بخاری شریف از حضرت شیخ زید مجدہٗ، ابوداؤد شریف از حضرت اقدس ناظم صاحب مدظلہٗ۔ ترمذی ونسائی وطحاوی شریف از مولانا امیر احمد صاحب، مسلم شریف از مولانا منظور احمد خاں صاحب، انکے علاوہ بقیہ کتب کے اساتذہ میں مولانا ظریف احمد صاحب، مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب، مولانا الحاج مفتی

عبدالعزیز صاحب وغیرہ بھی شامل ہیں۔

(۷) فراغت کے بعد چند ماہ شعبۂ افتاء سے منسلک رہے۔ ۱۳۸۱ھ میں ایک دینی مذہبی ماہنامہ "اشاعت اسلام" جاری کیا جو کئی سال تک نکلتا رہا۔ ۸۴ھ میں دارالعلوم شاہ بہلول میں تقرر ہوا۔ جہاں پر آج کل شرح وقایہ اور دوسری کتب زیر درس ہیں۔

(۸) مولانا کی تالیفات حسب ذیل ہیں :- ضرورت تبلیغ، صفحات ۱۲ انسان کا مقصد تخلیق، رسالہ خدام الدین لاہور میں طبع ہوا۔ (۳) تلخیص المشکوٰۃ صفحات ۳۲ سنہ طباعت ۱۹۶۲ء، (۴) ہماری نماز، صفحات ۴۸ سنہ طباعت ۱۹۶۴ء، (۵) فضائل علم (۶) نکاح اور دف (۷) شب برأت کیا ہے؟ صفحات (۶۱) سنہ طباعت ۱۳۹۳ھ، (۸) آئینۂ زکوٰۃ (۹) حقیقت عقیقہ، اردو صفحات ۳۲ سنہ طباعت ۱۹۷۱ء۔ (۱۰) قربانی اور اسلام، اردو، صفحات ۸۰ سنہ طباعت ۱۹۷۳ء (۱۱) نورالفتاح شرح نورالایضاح صفحات ۳۶۰ سنہ طباعت ۱۹۷۴ء، (۱۲) معلم المیزان شرح میزان الصرف، اردو صفحات ۴۵ سنہ طباعت ۱۳۹۴ھ، (۱۳) پردہ اور اسلام، اردو، غیر مطبوعہ، (۱۴) فضائل دعا، اردو، غیر مطبوعہ، (۱۵) شب قدر کیا ہے؟ اردو غیر مطبوعہ، (۱۶) مصباح القدوری، اردو، زیر ترتیب۔

(۳۵)

مولانا محمد یونس صاحب ابن جناب شبیر احمد صاحب۔

(۲) جون پور، (۳) قرآن پاک اپنے والد صاحب سے پڑھکر ابتدائی اردو کتب اپنے گاؤں میں پڑھیں۔ اسکے بعد مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں آئے اور کتب فارسی سے لیکر مختصر المعانی مقامات تک یہیں رہکر پڑھا۔ اسکے بعد مظاہر میں چلے آئے اور جلالین مشکوٰۃ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔

(۴) داخلہ شوال ۱۳۷۸ھ، (۵) فراغت ۱۳۸۰ھ۔

(۶) بخاری شریف از حضرت شیخ مدظلہ، ابوداؤد شریف از حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، مسلم شریف از مولانا منظور خاں صاحب، ترمذی ونسائی شریف از مولانا امیر احمد خاں صاحب۔

(۷) فراغت کے بعد مزید ایک سال تک فنون پڑھکر شوال ۸۲ھ میں استاذ مدرسہ بنائے گئے اور ابتدائی کتب آپ کے حوالہ کی گئیں۔ ۱۳۸۴ھ تک مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھا کر ۱۳۸۵ھ میں استاذ حدیث بنائے گئے اور مشکوٰۃ شریف آپ کے سپرد ہوئی۔ بعد ازاں ۸۶ھ میں استاذ دورۂ حدیث شریف بنے اور یہ کتابیں ارباب مدرسہ نے تجویز کیں۔ ابوداؤد شریف، نسائی شریف، نورالانوار۔ ۱۳۸۸ھ میں جب کہ

حضرت شیخ زید مجدہ کیلئے آنکھوں کی معذوری اور نزول آب کی وجہ سے درس و تدریس کا جاری رکھنا مشکل ہوگیا تو بخاری شریف مولانا کو سونپ دی گئی ۔ سنہ میں باقاعدہ شیخ الحدیث بنائے گئے ۔

(۸) جزء معراج ، جزء قرأت ، جزء رفع الیدین ، جزء المحراب ، ارشاد اللبیب الی حدیث النجیب ، مقدمہ ابی داؤد ، مقدمہ مشکوٰۃ ، تخریج احادیث اصول الشاشی ، ترجمہ عبد اللہ بن زبیر ، ارشاد القاصد الی ماتکرر فی البخاری باسناد واحد ، جزء حیات الانبیاء ، جزء عصمۃ انبیاء ، الیواقیت واللالی ۔

(۳۶)

مولانا الحاج محمد عاقل صاحب ابن جناب مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب ابن جناب حکیم محمد یعقوب صاحب ۔

(۲) سہارنپور ،

(۳) قرآن پاک جامع مسجد سہارنپور میں حفظ کرکے اول سے آخر تک تمام درس نظامی مظاہر میں داخل ہوکر پڑھا ۔

(۴) داخلہ ۱۳۷۵ھ ، (۵) فراغت ۱۳۸۰ھ ۔

(۶) دورۂ حدیث شریف کے اساتذہ یہ ہیں ۔ بخاری شریف از حضرت شیخ زید شرفہ ، ابو داؤد شریف حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ، مسلم شریف از مولانا منظور خاں صاحب ، ترمذی ونسائی از مولانا امیر احمد صاحب ۔

(۷) فراغت کے بعد مزید ایک سال تک فنون پڑھکر شوال ۱۳۸۲ھ میں استاذ مدرسہ بنائے گئے ۔ یہ بھی مظاہر کی تاریخ کا ایک منفرد واقعہ ہے کہ مولانا کی تحصیل علم کے دوران ہی طلبا نے اپنے طور پر ارباب مدرسہ سے یہ درخواست کی کہ ہم مولانا عاقل صاحب سے باقاعدہ ہدیہ سعید یہ پڑھنا چاہتے ہیں ۔ ترقی کی مختلف منازل طے کرتے ہوئے شوال ۸۶ھ میں استاذ حدیث بنائے گئے اور مختصر المعانی ، سلم العلوم ، مشکوٰۃ شریف آپ کے سپرد ہوئیں ، ایک سال بعد ۸۷ھ میں استاذ دورہ حدیث بناکر ابو داؤد شریف بھی آپ کے حوالہ کردی گئی ۔ چونکہ حضرت مولانا امیر احمد صاحب کے انتقال کے بعد سے صدارت تدریس کا عہدہ خالی تھا اسلئے سنہ میں اس کیلئے مولانا کا انتخاب عمل میں آیا ۔

(۸) فراغت کے بعد حضرت شیخ دام مجدہ العالی کے تصنیفی و تالیفی سلسلہ میں معاون بنے ، اور مباحث و مضامین کا تتبع اور اسکا املا ، آپ کے ذمہ کیا گیا جس میں بیشتر وقت لکھنے لکھانے اور بقیہ وقت ماخذ و مصادر کی مراجعت میں محصور ہوا ۔ اس طور پر مولانا موصوف لامع الدراری جلد ثانی کی تالیف میں حضرت شیخ دام مجدہ کے دست راست بنے اسکے بعد لامع جلد ثالث ، فضائل درود شریف ، جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، الابواب والتراجم حصہ اول و دوم وغیرہ کتب تالیف ہوئیں تو وہ سب آپ ہی کے

قلم سے لکھی گئیں کہ حضرت شیخ ۸۸ھ میں نزول آب کی وجہ سے بالکل معذور ہو گئے تھے۔

اب جب کہ یہ سطور تحریر کی جا رہی ہیں مولانا موصوف تراجم بخاری کی باقی جلدوں کی تبییض اور اس پر تحقیقات و تعلیقات لکھنے میں مشغول ہیں۔ بارک اللہ تعالیٰ فی مساعیہ ؛

(۳۷)

مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب ابن مولانا عنایت الرحمٰن ابن مولانا خلیل الرحمٰن صاحب۔

(۲) قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر۔

(۳) مظاہر میں داخلہ لیکر مشکوٰۃ شریف، مختصر المعانی، رشیدیہ، نور الانوار اور قطبی سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔

(۴) داخلہ ۱۳۲۷ھ، (۵) فراغت ۱۳۲۸ھ۔

(۶) مشکوٰۃ شریف، نور الانوار، مختصر المعانی، ابن ماجہ از مولانا ثابت علی صاحب، رشیدیہ، سراجی، موطا امام مالک و موطا امام محمد، شرح عقائد، قطبی از مولانا عبد اللطیف صاحب، بیضاوی شریف، بخاری شریف، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، شمائل ترمذی، شرح نخبۃ الفکر، درمختار، مدارک از حضرت اقدس سہارنپوری، دیوان متنبی، نسائی، میبذی از مولانا نور الحسن صاحب مدرس دوم۔ مقامات حریری از مولانا عبد اللہ صاحب،

(۷) فراغت کے بعد مزید ایک سال تک فنون پڑھکر ۳۰ھ میں بلا تنخواہ معین مدرس بنے۔ ۳۹ھ میں مظاہر کے مفتی رہے۔ کچھ عرصہ بعد مستعفی ہوکر مدرسہ فتحپوری میں صدر مدرس بنے، ۱۳۵۰ھ میں پاکستان تشریف لیگئے اور دار العلوم ٹنڈوالہ یار میں صدر مفتی بنائے گئے۔ بیس جمادی الاول ۱۳۷۷ھ کو پاکستان میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ؛

(۸) (۱) رفع الحجاب عن کید البہاد الباب، (۲) نور الضحیٰ فی ما یتعلق باللحی ؛ (۳) الارتداع عن الابتداع۔ (۴) افسانۂ عبرت یعنی بدعتیوں کے دھوکہ کا رد۔ (۵) احسن البیان۔ (۶) نوالبین شرح جلالین عربی ؛

---

(۳۸)

مولانا منظور احمد خاں ابن جناب منشی عنایت اللہ خاں صاحب۔

(۲) سہارن پور ؛

(۳) مظاہر میں داخل ہوکر حمد باری، کریما، تعلیم عزیزی، گلزار دبستاں، مفید الانشاء سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور تمام درس نظامی کی تکمیل مظاہر میں رہکر کی۔

(۴) داخلہ ۱۳۱۷ھ ، (۵) فراغت ۱۳۲۸ھ ؛

(۶) مولانا عنایت الٰہی صاحب، مولانا ثابت علی صاحب، مولانا عبدالکریم صاحب، مولانا محمد اکمل صاحب، مولانا عبدالوحید سنبھلی، مولوی احمد اللہ صاحب، اور صحاح ستہ بشمول بیضاوی شریف، مدارک، نخبۃ الفکر ہدایہ اخیرین از حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ ؛

(۷) فراغت کے بعد مزید ایک سال تک فنون پڑھکر ۱۳۳۰ھ میں بلا تنخواہ معین مدرس بنے۔ ۱۳۳۲ھ میں باضابطہ تقرر عمل میں آیا۔ ۱۳۴۳ھ میں حضرت اقدس سہارنپوری کے ہمراہ رنگون تشریف لیگئے، درس و تدریس کے مختلف منازل طے کرتے ہوئے، ۱۳۵۱ھ میں استاذ حدیث بنے اور مشکوٰۃ شریف پڑھائی۔ اور ۱۳۶۰ھ میں استاذ دورہ حدیث شریف منتخب ہوکر نسائی ابن ماجہ مشکوٰۃ شریف، نخبۃ الفکر زیر درس ہوئیں۔

کامل اٹھاون سال تک مدرسہ کی خدمات انجام دینے کے بعد تیئیس ۲۳ جمادی الاول ۱۳۸۸ھ مطابق انیس ۱۹ اگست ۱۹۶۸ء دوشنبہ کو انتقال ہوا۔ اگلے روز سوا دس بجے دار الطلبہ جدید میں حضرت شیخ زادمجدہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی، تقریباً دو ہزار آدمی جنازہ میں شریک تھے ؛ قدیمی قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی ؛

(۸) تقریرات مسلم شریف قلمی، مختلف سالوں کی درسی تقاریر کا مجموعہ صفحات پانچسو پچاس ۵۵۰، سنہ تحریر ۱۳۸۵ھ، محفوظ در کتب خانہ مدرسہ زیر نمبر ۳۸۲/۱ ؛

(۲۷۹)

حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب ابن جناب

(۲) سہارنپور۔

(۳) صرف و نحو فقہ اصول و معقول، ادب و ریاضی اور کتب حدیث مظاہر ہی میں داخل ہوکر پڑھیں اور ہر سال ممتاز نمبرات سے فارغ ہوکر انعامات لیئے۔ چنانچہ ۱۲۸۵ھ میں شرح وقایہ ۱۲۸۶ھ میں قاضی مبارک سراجی اور ۱۲۸۷ھ میں جامع ترمذی ۱۲۹۱ھ میں شرح چغمینی اور تقریب التہذیب انعام میں ملیں۔

(۴) داخلہ ۱۲۸۴ھ ، (۵) فراغت ۱۲۸۷ھ ؛

(۶) بخاری شریف، ترمذی شریف از حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نیز مولانا احمد حسن صاحب مولانا محمد صدیق

لہ اس سال صرف یہی دو کتابیں دورۂ حدیث شریف کی ہوئیں ؛

صاحب سے بھی آپ کو تلمذ حاصل ہے۔

(۷) ۸۹ھ میں چند ماہ کیلئے معین مدرس اور محرر مدرسہ بنے۔ کچھ عرصہ کے بعد اپنے والد ماجد کے امتثال امر میں استعفیٰ دیکر منگلور چلے گئے۔ ۱۲۹۰ھ میں مولانا عبدالرزاق صاحب کے استعفاء دینے کے بعد مدرسہ کے ناظم اور استاذ بنائے گئے۔ ایک سال بعد بحکم سرپرستان، عہدۂ نظامت مستقل دوسرے شخص کے حوالہ کردیا گیا۔ اس طور پر آپ صرف استاذ رہے۔ ۹۴ھ میں حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کی معیت میں سفر حج کیلئے گئے ۱۲۹۸ھ میں جدید انتظامات کے ماتحت مولانا دس۱۰ روپے مشاہرہ کے اضافہ کے ساتھ استاذ حدیث بنائے گئے۔ اور مشکوٰۃ شریف، ترمذی شریف جلد اول آپ کو سونپی گئی۔ ۱۳۲۳ھ میں دوبارہ ناظم بنائے گئے اور تاحیات اسی عہدہ پر رہے۔ حساب میں بڑی مہارت رکھتے تھے، مدرسہ مظاہر علوم کی تعمیر کے وقت اس کے تعمیری حساب و کتاب کے ذمہ دار بنائے گئے تھے، بیس۲۰ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ کو وفات پائی اور قبرستان حاجی شاہ میں دفن کیے گئے۔"

(۴۰)

مولانا صدیق احمد صاحب ابن حکیم حمد اللہ صاحب،

(۲) کشمیر

(۳) ۱۳۳۳ھ میں مظاہر میں داخل ہوکر نورالانوار، قطبی تصدیقات، نفحۃ الیمن وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ ۱۳۳۴ھ میں فارغ ہوئے، ۱۳۳۹ھ میں اٹھارہ روپے پر مدرسہ کے ابتدائی مدرس بنائے گئے اور صغریٰ و کبریٰ کے اسباق سے لیکر ملا حسن، میبذی، مختصر المعانی، کنز الدقائق، شرح وقایہ تک اسباق آپ کے یہاں ہوئے۔ ملاحسن اور شرح جامی یہ دو کتابیں خاص طور سے آپ کے پاس ہوتی رہیں۔ حضرت شیخ کی قدیم بیاض دیکھنے سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ شرح جامی کا سبق مدرسہ کی طرف سے مولانا کے پاس ۱۳۴۵ھ میں بھی تھا۔ (اس سے قبل کتنے سال تک ہوتا رہا یہ معلوم نہیں) گویا حتمی طور سے ۴۵ھ سے لیکر ۱۳۸۸ھ تک شرح جامی کا درس آپ ہی نے دیا۔ آپ نحو کے امام تھے اور منطق و فلسفہ جیسے ادق علوم میں زبردست قابلیت رکھتے تھے۔ اور اسی قابلیت کی بناء پر آپ علامہ کے نام سے یاد کیے جاتے تھے، اٹھارہ ۱۸ شوال المکرم ۱۳۸۹ھ مطابق انتیس ۲۹ دسمبر ۱۹۶۹ء بروز دوشنبہ عصر و مغرب کے درمیان انتقال ہوا۔ تدفین حاجی شاہ میں ہوئی۔ آپ کے درس کی تقاریر کا بہت بڑا مجموعہ اپنی افادیت کے پیش نظر سینکڑوں صفحات میں ان کے تلامذہ کے پاس محفوظ ہیں علامہ موصوف کی صرف ایک تالیف فرائد نجیبہ کا علم ہوا جو فن نحو میں ہے۔"

(۴۱)

مولانا امیر احمد صاحب ابن جناب عبدالغنی صاحب۔"

(۲) کاندھلہ ضلع مظفر نگر۔

(۳) ۱۳۴۲ھ میں مظاہر میں داخل ہوکر کافیہ قدوری، مفید، نورالایضاح سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۳۴۷ھ میں فراغت پائی۔ دورہ کے اساتذہ یہ تھے۔ حضرت شیخ زادمجدہ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ، حضرت مولانا منظور احمد صاحبؒ، حضرت مولانا اسعداللہ صاحب۔

۱۳۴۸ھ میں کتب فنون پڑھکر ۱۳۴۹ھ میں ابتدائی عربی کی تعلیم دینے کیلئے شاخ میں تقرر ہوا۔ چھبیس ۲۶ شوال ۱۳۵۵ھ میں شاخ سے منتقل ہوکر مدرسہ آئے یہاں بھی درجہ ابتدائی کی کتب حوالہ ہوئیں ۱۳۶۳ھ میں ہدایہ اولین اور ۱۳۵۶ھ میں جلالین شریف اور ۱۳۶۷ھ میں مشکوٰۃ شریف پہلی مرتبہ پڑھائیں۔ اسکے بعد ۱۳۷۴ھ میں نسائی شریف اور ۱۳۷۷ھ میں ترمذی شریف، ۱۳۸۱ھ میں طحاوی شریف پہلی مرتبہ آپ کو دی گئیں۔ ۱۳۷۴ھ میں حج کیلئے تشریف لیگئے، ۱۳۷۷ھ میں بامر سرپرستان مدرسہ صدر مدرس تجویز کئے گئے۔ گیارہ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ کو ــــــــ انتقال ہوا۔ اور اپنے وطن کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۴۲)

مولانا محمد ابراہیم صاحب ابن جناب نور محمد صاحب۔

(۲) کالیڑہ، پالن پور

(۳) گاؤں کے مکتب میں ابتدائی عربی فارسی پڑھنے کے بعد مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوئے اور داخلہ لیکر کنز الدقائق، بحث اسم، قطبی تصدیقات وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔

(۴) داخلہ ۱۳۵۹ھ، (۵) فراغت ۱۳۶۳ھ۔

(۶) اساتذۂ دورۂ حدیث یہ ہیں۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ، حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری حضرت مولانا اسعداللہ صاحب۔

(۷) فراغت کے بعد چند سال اپنے یہاں کے مدارس و مکاتب میں پڑھاکر عرصہ دو سال تک مدرسہ چھاپی میں تعلیمی خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تشریف لیگئے اور کامل دس سال وہاں رہکر علوم نبویہ کی تعلیم دی۔ اور اب تقریباً تین سال سے جامعہ اسلامیہ آنند میں استاذ حدیث بنے ہوئے ہیں۔

(۸) تحفۃ المتعلمین یہ رسالہ آداب علم وطرز تعلیم کے عنوان پر لکھا گیا ہے۔ صفحات (۲۰) سنہ طباعت ۱۳۹۲ھ

(۲) تحفۃ الوالد والولد، ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ (۳) تحفۃ المعلمین، غیر مطبوعہ۔

(۴۳)

حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب بن مولوی رشید اللہ صاحب ابن مفتی بشارت اللہ صاحب۔

(۲) ریاست رام پور۔

(۳) قرآن شریف اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھکر کچھ دنوں رامپور میں کسی سرکاری اسکول میں انگریزی تعلیم پائی۔ ۱۳۲۹ھ کے آخر میں اپنے چچا مولانا حکیم محمد فضل اللہ کے ساتھ رامپور سے تھانہ بھون تشریف لے آئے۔ وہاں پہونچکر حضرت مولانا حافظ الحاج عبد اللہ صاحب گنگوہی سے عربی کی ابتدائی کتب سے لیکر توسطات تک پڑھا اور ان ہی سے مشکوٰۃ شریف کے بھی کچھ اسباق پڑھے۔ نیز اسی زمانہ میں کچھ اسباق ترجمہ قرآن پاک اور مشکوٰۃ شریف کے حضرت اقدس تھانوی سے پڑھے۔ اسکے بعد مظاہر میں چلے آئے۔ یہاں آکر مشکوٰۃ شریف، ہدایہ اولین، مختصر المعانی وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا۔

(۴) داخلہ ۱۳۳۳ھ، (۵) فراغت ۱۳۳۴ھ۔

(۶) حضرت موصوف کے اساتذۂ حدیث یہ ہیں۔ حضرت مولانا یحییٰ صاحب، حضرت مولانا ثابت علی صاحب، حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب، ان کے علاوہ بقیہ کتب کے اساتذہ حضرت مولانا عبد الوحید صاحب، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری ہیں۔

(۷) فراغت کے بعد ایک سال تک کتب فنون پڑھیں۔ اس کے بعد مظاہر علوم میں قائم انجمن ہدایۃ الرشید کے ناظم مقرر ہوئے۔ ۳۷ھ میں معین مدرس اور شوال ۱۳۳۸ھ میں باقاعدہ مدرس کی حیثیت سے پندرہ روپے مشاہرہ پر تقرر ہوا۔ درس نظامی کی ..... ہر کتاب کو پڑھایا، اور مشغلہ زندگی وعظ و تبلیغ ومناظرہ اور تدریس نیز ابتدائے ایام میں کچھ دنوں اردو فارسی عربی میں شعر گوئی کا مشغلہ بھی رہا۔ ۱۹۳۰،۲۹ء اور ۱۹۳۶،۳۷ء کو چھوڑکر (کہ ان سنین میں دومرتبہ رنگون بہ حیثیت ناظم مدرسہ راندیریہ میں قیام رہا) ہمیشہ مظاہر سے تعلق رہا۔ یکم صفر ۱۳۶۵ھ سے مظاہر علوم کے نائب ناظم اور یکم محرم الحرام ۷۴ھ کو ناظم اعلیٰ کے عہدہ پر تقرر ہوا۔ زمانۂ طالب علمی میں حضرت اقدس تھانوی کے دست حق پر بیعت ہوگئے تھے، اور حضرت کی طرف سے چاروں سلسلوں میں خلافت واجازت پائی۔

(۸) اسعاد النحو شرح نحو میر۔ اردو، کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے، صفحات (۸۸) سنہ تالیف ۱۹۲۶ء

(۲) التحفۃ الحقیرۃ فی نسبۃ سبع العشیرہ۔ اسمیں ہیئت کے ایک مشہور مبحث نسبۃ ارتفاع اعظم الجبال الی قطر الارض کو بڑے عمدہ پیرایہ میں حل کیا ہے۔ صفحات (۲۸) سنہ تالیف ۱۳۵۶ھ۔

(۳) التقطائف من اللطائف۔ یہ چند ... صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ہے جسمیں لطائف ستہ کے متعلق

مفید بحث ہے۔ یہ مضمون بوادر النوادر میں طبع ہو چکا۔ سنہ تالیف ۱۳۴۹ھ۔

(۴) ایک فیصلہ۔ حکیم الامت کے ایک ملفوظ کی شرح ہے۔ بوادر النوادر میں طبع ہو چکا۔

(۵) رسالہ المسالہ فی شرح المکالمہ: یہ امکان کذب کے متعلق ایک بحث ہے جو بوادر میں طبع ہوئی۔ صفحات چار، سنہ تالیف ۱۳۴۷ھ۔

(۶) صرف پر کچھ کارآمد مفید اسباق۔ غیر مطبوعہ۔

(۷) ہفت اختر: حضرت تھانوی کے چھ مواعظ اور ملفوظات جو بچپن کے لکھے ہوئے ہیں، اسمیں حضرت تھانوی کی اصطلاحات بھی ہیں۔

(۸) تکمیل العرفان فی شرح حفظ الایمان۔ غیر مطبوعہ۔ (۹) شرح التفصیر فی التفسیر، غیر مطبوعہ۔
(۱۰) حاشیہ بر طحاوی، غیر مطبوعہ۔ (۱۱) تقریر طحاوی، غیر مطبوعہ۔ (۱۲) اشکالات طحاوی کے جوابات، غیر مطبوعہ۔
(۱۳) عروض باقافیہ۔ مفتی سعد اللہ صاحب کے رسالہ کی قلمی شرح، غیر مطبوعہ۔
(۱۴) شرح حماسہ، غیر مکمل، غیر مطبوعہ۔

(۱۵) فتنۂ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض: یہ رسالہ شدھی تحریک کے زمانہ میں بارہا طبع ہوا۔

(۱۶) صحائف اسعد۔ یہ حضرت تسکین کے نام مکاتیب کا مجموعہ ہے جو مکاتیب جگر کے ساتھ طبع ہو چکا۔

(۱۷) کلام اسعد۔ حصہ اول و دوم۔ مجموعہ کلام منظوم، صفحات ۴۰ سنہ طباعت ۱۳۹۴ھ۔

(۴۴)

حضرت مولانا ثابت علی صاحب، یہ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب سابق ناظم مظاہر علوم کے حقیقی چچا ہیں۔ ۱۲۸۳ھ یعنی جب سے مدرسہ کی ابتدا ہوئی اس وقت سے مدرسہ کے طالب علم ابتدائی فارسی سے لیکر آخر دورہ تک مدرسہ ہی میں تعلیم پائی اور یکم محرم ۹۷ھ میں دو روپے وظیفہ طالبعلمی جو پہلے سے تھا وہ بدستور رہکر دو روپے معین المدرسی کی تنخواہ مقرر ہو کر چار روپے پر تقرر ہوا۔ اور معین المدرسی کے ساتھ ۱۲۹۸ھ میں تکمیل حدیث اور ۹۹ھ میں صرف بیضاوی پڑھی۔ اور ترقی کرتے کرتے تدریس حدیث تک پہنچے، ابن ماجہ کا سبق بارہا مولانا کے یہاں ہوا۔ چودہ دن مرض احتباس بول میں بیمار رہکر شب جمعہ بیس ربیع الثانی ۴۲ھ میں بعمر پینسٹھ (۶۵) سال سہارنپور ہی میں انتقال فرمایا اور حاجی شاہ میں دفن ہوئے۔"

(آپ بیتی حضرت شیخ صفحہ ۱۰۴، جلد ۳)

(۴۵)

مولانا قاری محمد علی ابن الحاج محمد یوسف صاحب:

(۲) رنگون (برما)

(۳) دارالعلوم برما میں ابتدائی تعلیم حاصل کر کے مظاہر میں داخل ہوئے۔

(۴) داخلہ ۱۳۵۵ھ (۵) فراغت ۱۳۶۱ھ۔

(۶) حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت شیخ زادمجدہٗ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب، حضرت مولانا اسعداللہ صاحب، مولانا عبدالشکور صاحب وغیرہ۔

(۷) امامت، درس وتدریس وتبلیغ دین۔ (۸) فضائل روزہ، مطبوعہ، برمی زبان میں۔

(۴۶)

مولانا عبدالولی ابن جناب عبدالعلی صاحب۔

(۲) رنگون۔ (برما)

(۳) جامعہ عربیہ دارالعلوم تابوئے رنگون میں ہدایہ، مختصر المعانی تک تعلیم حاصل کر کے مظاہر میں داخل ہوئے

(۴) داخلہ ۱۳۵۹ھ، (۵) فراغت ۱۳۶۱ھ۔

(۶) مولانا عبداللطیف صاحب حضرت شیخ زادمجدہ، مولانا زکریا قدوسی، قاری سعید احمد صاحب، مولانا امیر احمد صاحب، قاری سلیمان صاحب، مولانا ظہور الحق صاحب۔

(۷) رنگون کے ایک اسلامی ہائی اسکول میں ۱۹۴۶ء سے ۱۹۶۵ء تک دینیات کا درس دیا۔ اسکے بعد سے مدرسہ سورتیہ عربیہ گلی ۲۸ رنگون میں درس ونظامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ نیز مرکزی جمعیۃ علمائے اسلام کے صدر دفتر میں ۱۹۵۷ء سے فتاویٰ نویسی کی خدمات بھی مولانا سے متعلق ہے۔

(۸) مستقل کوئی تالیف نہیں تاہم مقامی اخبارات ہفت روزہ، روزنامہ اور ماہنامہ دور جدید، استقلال، المحمود وغیرہ میں دینی اصلاحی ادبی مضامین بکثرت لکھے۔

(۴۷)

مولانا محمد موسیٰ ابن مولانا محمد یونس ابن مولانا محمد اسمٰعیل صاحب۔

(۲) رنگون (برما)

(۳) ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کے پاس حاصل کی۔

(۴) داخلہ ۱۳۷۱ھ، (۵) فراغت ۱۳۷۵ھ۔

(۶) حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت شیخ زید شرفہ، مولانا منظور احمد صاحب، مولانا سعید احمد صاحب۔

(۷) فراغت کے بعد اپنی زبان میں تہذیب الاسلام کے نام سے ایک دینی رسالہ کا اجرا کیا جو چند سال تک نکلا،

اب مدرسہ عربیہ محمدیہ کے ناظم ہیں جہاں پر درس نظامی بتمامہ پڑھایا جاتا ہے ۔

(۸) مولانا نے مندرجہ ذیل کتب کے برمی زبان میں ترجمے کیے۔ بہشتی زیور، تفسیر موضح القرآن (آخر کے دس پارے) چھ باتیں، فضائل تبلیغ، فضائل نماز، فضائل قرآن، فضائل صدقات، فضائل ذکر، فضائل رمضان، حکایات صحابہ، فضائل حج، آئینہ نماز، حج مبرور، احوال برزخ، زاد السعید، قیامت کبریٰ، خدائی جنت، حالات جہنم، آداب المساجد، ترجمہ و تفسیر سورۂ رحمٰن، ردّ قادیانی ۔

(۴۸)

مولانا الحاج محمود صاحب ابن جناب الحاج داؤد ہاشم یوسف صاحب مجاز حضرت اقدس تھانوی ۔

(۲) رنگون (برما)

(۳) ابتدائی کتابیں حمد باری، آمد نامہ وغیرہ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب سے پڑھکر درجہ دوم فارسی میں داخل ہوئے۔

(۴) داخلہ ۱۳۴۷ھ (۵) فراغت ۱۳۵۵ھ ۔

(۶) اساتذہ حدیث حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب، حضرت شیخ زادمجدہ، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب حضرت مولانا منظور احمد خاں، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا عبد المجید صاحب، مولانا اکبر علی صاحب، مولانا امیر احمد صاحب بھی آپ کے اساتذہ ہیں۔

(۷) درس و تدریس، وعظ و تبلیغ جامعہ دار العلوم کی انتظامی ذمہ داری مرکزی جمعیۃ علماء اور مرکزی دار الافتاء کی صدارت اور تبلیغی مشاغل جیسے اہم مشاغل میں انہماک رہتا ہے۔

(۸) ادعیۂ مسنونہ اور تعلیم الحج، دونوں اردو زبان میں ۔

(۴۹)

مولانا محمد بشیر اللہ صاحب ابن مولانا محمد شکر اللہ صاحب ۔

(۲) برما

(۳) اردو اور قرآن پاک اپنے والد ماجد کے پاس پڑھکر عربی، فارسی کی ابتدائی کتابیں مدرسہ تعلیم الدین مغل اسٹریٹ رنگون میں متفرق اساتذہ سے حاصل کی۔

(۴) داخلہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۶ء، (۵) فراغت ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۳ء ۔

(۶) حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب، حضرت شیخ زادمجدہٗ، مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری، مولانا منظور احمد خاں، ان کے علاوہ بقیہ کتب کے اساتذہ میں علامہ صدیق صاحب کشمیری، مولانا جمیل احمد

صاحب، مفتی ضیاء احمد صاحب، مولانا اخلاق احمد صاحب بھی شامل ہیں۔

(۷) ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۲ء تک شہر تانگو برما کے مدرسہ اشرف العلوم میں استاذ رہے۔ دوران جنگ رنگون میں رہکر مشیخۃ اسلامیہ کے ماتحت دینی کاموں میں اشتغال رہا۔ پھر ۱۹۴۷ء سے اب تک جامعہ دارالعلوم تانبولے رنگون میں عہدۂ نظامت پر رہتے ہوئے بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث کے درس دینے میں مشغول ہیں۔

(۸) ردقادیانیت میں ایک کتاب مسمّی دونی لکھی، دوسری کتاب بشیر الدراری لمن یطالع جامع البخاری ہے۔ یہ بخاری شریف کی اردو شرح ہے۔ تین پارے طبع ہو چکے۔

(۵۰)

مولانا محمد صالح صاحب ابن جناب محمد یحییٰ بن محمد سعید صاحب۔

(۲) رنگون۔ (برما)

(۳) ابتدائی تعلیم مدرسہ عربیہ دارالعلوم تمائین رنگون میں حاصل کی۔

(۴) داخلہ ۱۳۵۴ھ (۵) فراغت ۱۳۶۰ھ۔

(۶) دورہ کے اساتذہ۔ حضرت شیخ زاد مجدہ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، نیز دیگر کتب میں مولانا الحاج مفتی محمود صاحب گنگوہی، مولانا امیر احمد صاحب، مولانا صدیق احمد صاحب، مولانا امیر احمد صاحب آپ کے اساتذہ ہیں۔

(۷) مدرسہ عربیہ دارالعلوم میں درس حدیث اور مدرسہ عربیہ صوفیہ رنگون کی تعلیمی سرپرستی کے ساتھ ساتھ برما کی تبلیغی جماعت کی امارت آپ کے سپرد ہے۔

(۸) مستقل تالیف کوئی نہیں، مضامین بکثرت لکھتے رہتے ہیں۔

(۵۱)

مولانا محمود یوسف ماسا ابن جناب یوسف ابراہیم ماسا مرحوم۔

(۲) رنگون (برما)

(۳) جامعہ عربیہ دارالعلوم تانبولے۔

(۴) داخلہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۴ء۔ (۵) فراغت ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء۔

(۶) بخاری شریف اور ابوداؤد حضرت شیخ سے، طحاوی اور نسائی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے مسلم شریف، موطا امام محمد، موطا امام مالک، حضرت مولانا منظور احمد صاحب سے، ترمذی اور شمائل ترمذی

حضرت الحاج قاری سعید احمد صاحب سے پڑھیں۔

(۷) فراغت کے بعد مدرسہ عزیزیہ میں استاذ بن کر ابتدائی کتب پڑھائیں۔ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۴ء تک جناب مولانا ابراہیم احمد مظاہری کی ادارت میں شائع ہونیوالے اردو اخبار دور جدید اور ماہنامہ استقلال کے نائب مدیر رہے۔ ۱۹۷۰ء سے خود ایک ماہنامہ کوثر کا اجرا کیا جو دو سال تک جاری رہا پھر بعض امور کی وجہ سے بند کر دینا پڑا۔ اب اس وقت مرکزی جمعیۃ علمائے اسلام متحدہ برما کے نائب سکریٹری اور جمعیۃ علماء اسلام رنگون ڈویژن کے سیکریٹری جنرل ہیں۔

(۸) دور جدید۔ استقلال اور ماہنامہ کوثر میں مختلف سیاسی اصلاحی مذہبی عنوانات کے تحت زبردست اداریئے مقالے اور مضامین بہت بڑی تعداد میں لکھے مستقل کوئی تصنیف نہیں ۔"

(۵۲)

مولانا حبیب الدین ابن جناب عبد الرحمٰن صاحب۔

(۲) برما۔

(۳) مدرسہ مدینۃ العلوم برما۔ اور مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

(۴) داخلہ ۱۳۷۰ھ ، (۵) فراغت ۱۳۷۳ھ

(۶) حضرت مولانا محمد زکریا صاحب ، حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ، مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب ، مولانا منظور احمد صاحب ، مولانا اسعد اللہ صاحب۔ یہ سب آپ کے دورۂ حدیث کے اساتذہ ہیں۔

(۷) فراغت کے بعد درس وتدریس کا مشغلہ اختیار فرمایا اور صرف ونحو کی ابتدائی کتب سے لیکر حدیث ، فقہ ، تفسیر کی اونچی کتب تک پڑھانے کا اتفاق ہوا۔ تبلیغی جماعت کے فعال افراد میں سے ہیں۔

(۸) ان کتب کے برمی زبان میں ترجمے کیے۔ افاضات یومیہ کا انتخاب ، حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ، آخری تقریر ، چند تبلیغی تقاریر کا ترجمہ ۔"

(۵۳)

مولانا عبید اللہ حسینی ابن مولوی غلام علی (مرید حضرت اقدس گنگوہی)

(۲) ابتدائی تعلیم مانڈلے اور امروہہ میں ہوکر پھر مظاہر میں آمد ہوئی۔

(۳) داخلہ ۱۳۶۸ھ (۵) فراغت ۱۳ھ مطابق ۱۹۵۴ء۔

(۶) دورہ کے اساتذہ۔ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ، حضرت شیخ زاد مجدہٗ ، مولانا سعید احمد صاحب ، مولانا منظور صاحب ، مولانا اسعد اللہ صاحب ، باقی دوسرے اساتذہ یہ ہیں۔ مولانا زکریا قدوسی ،

مولانا ظہور الحق صاحب، مولانا جمیل احمد صاحب، مولانا ظریف احمد صاحب،

(۷) شہر بھاموکچھن اسٹیٹ (برما) کی جامع مسجد میں تین سال تک خطیب و امام رہکر اپنی بستی کی جامع مسجد میں امام بنے اور ساتھ ہی ساتھ مدرسہ خلیلیہ میں استاذ مقرر ہوئے، سات سال یہاں گذار کر اب مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم (قصبہ بینڈو) میں استاذ ہیں۔

(۸) برمی زبان میں سیرت نبوی پر ایک تالیف کی، دوسری کتاب اردو میں اسرار المعرفت ہے جو موصوف کے والد ماجد کی تالیف ہے مگر اسپر بکثرت حواشی اور اضافے مولانا نے لکھے ہیں جس کی وجہ سے اسکی ضخامت دوگنی ہوگئی۔ نیز برمی زبان میں بھی اسکا ترجمہ موصوف نے کر دیا جو مطبوعہ ہے۔"

(۵۴)

مولانا محمد ثانی حسنی ابن مولانا سید رشید احمد بن سید خلیل الدین احمد،

(۲) دائرہ شاہ علم اللہ — رائے بریلی، یو.پی۔

(۳) ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۹ء تک دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں اور ۱۹۴۰ء سے اورینٹل کالج لاہور میں عربی کی تعلیم حاصل کی۔

(۴) داخلہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء۔ (۵) فراغت ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء۔

(۶) مولانا عبد اللطیف صاحب، حضرت شیخ الحدیث، مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب، مولانا محمد منظور خاں صاحب۔

(۷) فراغت کے بعد چھ ماہ مرکز نظام الدین میں قیام رہا اور بکثرت تبلیغی اسفار کیے۔ ۱۳۶۶ھ میں حجاز تشریف لیگئے۔ سات ماہ وہاں قیام کر کے واپس آئے تو تصنیف و تالیف رسالہ ماہنامہ "رضوان" کی ادارت تبلیغی اور عمومی تقریروں کا سلسلہ شروع کیا۔"

(۸) امام ربانی مجدد الف ثانی، سنہ تالیف ۱۳۶۷ھ، حضرت شاہ ولی اللہ (تالیف در ۱۳۶۷ھ) اسلامی اخلاق (۱۳۶۱ھ) حقوق باہمی (۱۳۷۵ھ) سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (۱۳۸۸ھ) تذکرہ مولوی محمد ہارون صاحب"۔ یہ سب کتب مطبوعہ ہیں اور ہر ایک کا موضوع اسکے نام سے ظاہر ہے۔"

ان کے علاوہ گلدستہ حمد و سلام (۱۳۹۲ھ) دیار حرم میں اور دوسرے مضامین تاریخی اور سوانحی ہیں۔ مثلاً صادقین صادق پور: یہ کتاب علمائے صادق پور خلفاء حضرت سید احمد شہید کے حالات میں ہے۔ مسلمان جہاں بستے ہیں" یہ سلسلۂ مضامین ملک وار مسلمانوں کے حالات میں ہے۔"

(۵۵)

جناب مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نعمانی ابن قاضی فضل الرحمٰن صاحب ابن مولانا بدرالدین صاحب۔

(۲) قصبہ کلیانہ ریاست جیند۔

(۳) سات سال کی عمر میں قرآن پاک اپنے وطن میں حفظ کر کے بستی نظام الدین چلے آئے اور کچھ مدت یہاں کاشف العلوم میں تعلیم حاصل کر کے خانقاہ امدادیہ کے مدرسہ امداد العلوم میں تعلیم حاصل کی۔ اسکے بعد ریواڑی ضلع گوڑگانوہ کی محترم و بزرگ ہستی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحبؒ کی زیر نگرانی قائم شدہ عربی مدرسہ میں کافیہ تک پڑھا۔

(۴) داخلہ ۱۳۵۱ھ، (۵) فراغت ۱۳۵۵ھ۔

(۶) حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ، حضرت شیخ زادمجدہ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری مولانا قاری سعید احمد صاحب، مولانا زکریا قدوسی، مولانا منظور احمد خاں، مولانا عبدالشکور خاں، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی، مولانا الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وغیرہ۔

(۷) فراغت کے بعد حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوئے۔ ایک عرصہ تک حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے درس تفسیر میں بھی شرکت کی۔ اپنے وطن میں ہی ایک اسلامی مدرسہ کی مدرسی، ایک مسجد کی امامت اور موقعہ بموقعہ وعظ و تذکیر کے ذریعہ اہل اسلام کی خدمت کر کے ۱۹۴۷ء میں پاکستان (کراچی) تشریف لیگئے اور آج کل مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا الحاج مفتی محمد شفیع صاحب زادمجدہٗ کے مدرسہ دارالعلوم میں ہیں اور رسالہ "البلاغ" جو دارالعلوم ہی کا ترجمان ہے۔ کے مدیر ہیں۔

(۸) الادب المفرد کا اردو ترجمہ، (۲) المنجم (اردو عربی لغت) (۳) قدوری کا اردو ترجمہ۔ (۴) رہنمائے حجاج (۵) خواتین کا حج وعمرہ (۶) خزینۂ رحمت، یعنی درود شریف کے فضائل (۷) رسالہ کتاب الزکوٰۃ۔

یہ تمام کتابیں بڑی تحقیقی ہیں اور اپنے مواد کے اعتبار سے بڑی بیش قیمت ہیں، کئی کئی ایڈیشن اب تک ان کتب کے طبع ہو چکے۔ ان کے علاوہ نماز مترجم، اسلامی پسندیدہ نام، قاعدہ یسرنا القرآن، سرکاری نصاب کی جماعت ششم، ہفتم، ہشتم کی فارسی و عربی کتابوں کی شرح۔ اسلامی تعلیمات ششم، ہفتم، ہشتم کی تشریح وغیرہ بھی مولانا کی تالیفات ہیں جو طبع ہو کر شائع ہو چکے۔

(۵۶)

مولانا نذیر احمد بن میاں محمد علی صاحب رح۔

(۲) قصبہ جسڑ، ضلع سیالکوٹ، پاکستان۔

(۳) ۱۹۲۹ء میں مڈل پاس کیا۔ اس کے بعد خالصہ ہائی اسکول ناروال میں جونیر کلاس میں داخلہ لیا۔ ایک سال تک طبیہ کالج لاہور میں پڑھتے رہے ۱۹۳۴ء میں قادیان میں ہونے والی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی اور وہیں طبیعت نے اپنا رخ بدلا اور رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی سے علم دین پڑھنے کی درخواست کی۔ مولانا نے اپنے زیر اہتمام ایک مدرسہ عربیہ انواریہ میں آپ کو داخل کرا دیا۔ دو سال تک وہاں تعلیم کی۔ اس کے بعد مظاہر علوم میں چلے آئے۔

(۴) داخلہ شوال المکرم ۱۳۵۵ھ۔ (۵) فراغت ۱۳۶۱ھ"

(۶) اساتذۂ حدیث یہ ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری، مولانا منظور احمد خاں، ——— حضرت شیخ زادمجدہ، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، مولانا عبدالشکور صاحب۔

(۷) فراغت کے بعد چار سال تک مدرسہ عربیہ مخزن العلوم لکھی گیٹ سہارنپور میں درس دیا، پاکستان جب بنا تو وہیں چلے گئے۔ اور ایک مسجد میں خطیب واعظ اور امام مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد مدرسہ عربیہ اشرف المدارس (رجسٹرڈ) رحیم یار خاں میں چلے آئے جہاں آج کل افتار کی عظیم خدمت کے ساتھ ساتھ یہ کتب پڑھاتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، کنز الدقائق، قدوری، نور الایضاح، ہدایۃ النحو، کافیہ وغیرہ۔

ادھر بیس سال سے محلہ قاضیان میں بعد نماز فجر قرآن پاک کا درس اور بعد مغرب حدیث شریف کا درس دینا معمول بنا رکھا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین"

(۸) تالیفات کا ہمیں علم نہ ہوسکا"

(۵۷)

مولانا محمد عاشق الٰہی ابن جناب صوفی محمد صدیق صاحب۔

(۲) بلند شہر (یو۔ پی)

(۳) مولانا محمد صادق صاحب پنجابی ثم سنبھلی سے قرآن مجید حفظ کر کے موصوف سے ہی فارسی اور صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اسکے بعد مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں داخلہ لیکر دو سال میں یہ کتب پڑھیں، شرح وقایہ، قدوری، کنز الدقائق، اصول الشاشی، شرح تہذیب، نور الانوار، نفحۃ الیمن، شرح جامی۔ شوال ۱۳۵۸ھ میں مدرسہ خلافت جامع مسجد علی گڑھ میں داخل ہوئے اور مولانا فیض الدین ملیح سے مختصر المعانی، سراجی وغیرہ پڑھیں۔ اور دیگر مدرسین کے پاس یہ کتابیں ہوئیں۔ ہدایہ اولین، حسامی، سلم العلوم، شرح عقائد، میبذی، مقامات، یہاں سے پڑھکر مظاہر علوم میں چلے آئے اور ہدایہ ثالث، دیوان

متنبی، حماسہ، توضیح، ملاحسن سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا۔

(۴) داخلہ شوال ۱۳۶۰ھ ۔ (۵) فراغت ۱۳۶۳ھ۔

(۶) بخاری شریف جلد اول حضرت شیخ زادمجدہٗ سے اور جلد دوم حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، کے پاس، مسلم شریف حضرت مولانا اسعداللہ صاحب سے۔ ترمذی، شمائل ترمذی، طحاوی شریف حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب، نسائی ابن ماجہ، موطا امام مالک وامام محمد مولانا منظور احمد خاں صاحب سے پڑھیں۔

(۷) فراغت کے بعد مدرسہ آثار ولی (قائم کردہ مولانا ولی محمد صاحب بٹالوی) اور پھر مدرسہ اسلامیہ کٹھور ضلع میرٹھ میں سال بھر سے زیادہ قیام کے بعد مدرسہ حافظ الاسلام فیروزپور جھرکہ ضلع گوڑگانوہ میں ایک سال تک پڑھایا۔ اس کے بعد ۱۳۷۳ھ میں کلکتہ چلے آئے اور ۱۳۸۱ھ تک یہیں قیام کیا، یہاں متعدد مدارس میں پڑھایا۔ کئی جدید مدرسے قائم کئے۔ شوال ۱۳۸۱ھ میں حج کیلئے گئے اور فارغ ہوکر حضرت مولانا محمد حیات صاحب کے حکم پر مدرسہ حیات العلوم میں آگئے اور مدرسہ میں نائب ناظم کے عہدہ پر رہتے ہوئے یہ کتب پڑھائیں۔ بیضاوی شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، طحاوی شریف، موطا امام مالک، موطا امام محمد، رمضان ۸۴ھ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا الحاج مفتی محمد شفیع صاحب کے فرمان پر دارالعلوم کراچی چلے گئے اور تفسیر وحدیث کے اسباق کے ساتھ ساتھ دارالافتاء کی خدمات بھی آپ کو سونپی گئی۔ اب ان سطور کی تحریر کے وقت تک وہیں قیام ہے۔

(۸) مولانا ماشاء اللہ کثیر التصانیف ہیں۔ ذیل میں ان کی تصانیف کے صرف اسماء لکھے جاتے ہیں۔

(۱) مجانی الآثار من شرح معانی الآثار عربی۔ (۲) تنبیج الراوی بتخریج احادیث الطحاوی، (عربی) (۳) زاد الطالبین من کلام رسول رب العٰلمین (عربی) (۴) الفوائد السنیہ فی شرح الاربعین النوویہ (اردو) (۵) تفسیر سورہ فاتحہ (۶) التحفۃ المرضیۃ شرح مقدمۃ الجزریۃ (۷) حضرت ابوذر غفاریؓ (۸) حضرت سلمان فارسیؓ (۹) حضرت معاذ بن جبلؓ (۱۰) حضرت ابوالدرداءؓ (۱۱) حضرت بلال حبشیؓ (۱۲) حضرت ابن ام مکتومؓ (۱۳) حضرت ابوہریرۃؓ (۱۴) امت مسلمہ کی مائیں (۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں۔ (۱۶) صحابہ کرامؓ کی جانبازی (۱۷) تذکرہ اصحاب صفہ (۱۸) پچاس قصے، (۱۹) چھ باتیں (۲۰) مسنون دعائیں (۲۱) خدا کا ذکر (۲۲) اکرام المسلمین (۲۳) اخلاص نیت (۲۴) شرعی پردہ (۲۵) مصیبتوں کے اسباب اور ان کے علاج (۲۶) فضائل علم (۲۷) اخلاقی چہل حدیث (۲۸) اصلاحی چہل حدیث (۲۹) گلشن حدیث، (۳۰) اوصاف مومن (۳۱) کسب حلال وادائے حقوق (۳۲) مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ (۳۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں (۳۴) نصائح رسول کریم (۳۵) فضائل امت محمدیہ (۳۶) فضائل درود شریف (۳۷) آئینہ نماز

(۳۸) بچوں کیلئے آسان نماز (۳۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں (۴۰) تحفۂ خواتین۔
(۴۱) مسلم خواتین کیلئے بیس سبق (۴۲) وصایا امام اعظم (۴۳) شاہ ولی اللہ کی نوابی جہل حدیث (۴۴) تقاویٔ
ماہی عربی (۴۵) عربی کا آسان قاعدہ (۴۶) اسلامی نام (۴۷) جانوروں کے حقوق:
ان کتب میں سے اکثر و بیشتر کتب ہند و پاکستان کے مختلف تاجروں نے ہزاروں کی تعداد میں شائع
کیں اور آئے دن بکثرت طبع ہوتی رہتی ہیں۔ چھ باتیں اسکا ترجمہ انگریزی۔ بنگلہ۔ ٹامل اور برمی زبان میں بھی ہوچکا

(۵۸)

مولانا حبیب الرحمٰن ابن مولانا نذیر احمد صاحب۔
(۲) قصبہ خیر آباد ضلع اعظم گڈھ:
(۳) مدرسہ منبع العلوم خیر آباد۔ جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور۔ دار العلوم مئو ناتھ بھنجن میں کتب
مختلفہ و متفرقہ پڑھکر مظاہر علوم میں آمد ہوئی:

(۴) داخلہ ۱۳۷۱ھ (۵) فراغت ۱۳۷۲ھ۔

(۶) حضرت مولانا محمد زکریا صاحب، حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب، قاری سعید احمد صاحب۔ مولانا منظور احمد
صاحب، مولانا اسعد اللہ صاحب، یہ سب آپ کے دورۂ حدیث کے اساتذہ ہیں۔
(۷) فراغت کے بعد ایک سال مزید مظاہر میں رہکر فنون پڑھے اور فتاویٰ نویسی کی مشق کی۔ پھر
ایک سال دار المبلغین لکھنؤ میں رہکر مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا۔ مناظرہ اور تقریر سیکھی۔ پھر معہد ملت مالیگاؤں
ادارہ محمودیہ لکھیم پور ہر دو جگہ کچھ عرصہ پڑھایا۔ اب عرصہ تیرہ ۱۳ سال سے جامعہ عربیہ حیات العلوم میں درس و تدریس
اور دار الافتاء کو سنبھالے ہوئے ہیں۔
(۸) تالیفات یہ ہیں۔ (۱) سیرت حضرت حمزہؓ صفحات ۷۲ مطبوعہ ۱۹۶۳ء (۲) تذکرۃ المصنفین
صفحات ۳۶۰ مطبوعہ ۱۹۶۸ء۔ (۳) تاریخ علوم و فنون۔ غیر مطبوعہ (۴) مسائل اذان۔ صفحات ۹۶
(۵) مسائل سجدہ سہو صفحات ۹۶ (۶) کتاب المسائل۔ غیر مطبوعہ (۷) ترجمہ تفسیر بیضاوی سورۂ بقرہ۔ غیر مطبوعہ
(۸) شرح جامع ترمذی (زیر تسوید ہے) (۹) ترجمہ کتاب الاذکار للنووی صفحات ۵۰۰ غیر مطبوعہ) (۱۰) فتاویٰ حدیدیہ
صفحات ۵۰۰ غیر مطبوعہ) (۱۱) قرآن اور اسکے حقوق صفحات ۲۷۲ مطبوعہ (۱۲) شرح مفید الطالبین صفحات ۹۶ مطبوعہ)
(۱۳) حاشیہ زاد الطالبین مطبوعہ، (۱۴) شب براۃ مطبوعہ (۱۵) قربانی مطبوعہ (۱۶) محبت الٰہی مطبوعہ) (۱۷) نماز کی
اہمیت مطبوعہ، (۱۸) ایمان و یقین مطبوعہ، (۱۹) رمضان اور اسکے روزے مطبوعہ، (۲۰) علم کی اہمیت غیر مطبوعہ
(۲۱) ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی، غیر مطبوعہ صفحات تقریباً ۶۴:

محدود صفحات کی بنا پر سردست اٹھاون فضلاء کے حالات پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ بہت سے آئے ہوئے جوابات شامل کتاب نہ ہو سکے۔ اور بہت سے جوابات اس وقت موصول ہوئے جب کہ کتاب طباعت کے مراحل میں داخل ہو چکی تھی۔ ایسے حضرات سے ہم معذرت خواہ ہیں، انشاء اللہ نقش ثانی میں ان کے تراجم کا بھی اضافہ کر دیا جائیگا۔ وباللہ التوفیق۔

کتاب کی طباعت میں غیر معمولی تاخیر ہوتی چلی گئی جس کا پہلا سبب بندہ کی حاضری حرمین شریفین تھی جس میں ایک سال گذر گیا۔ اسکے بعد کاغذ کی نایابی اور قیمتوں کے اتار چڑھاؤ سے تاخیر ہوتی چلی گئی۔ اب خدا خدا کر کے کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس میں ہونے والی غلطیوں کو معاف فرمائے اور اسکے ذریعہ سے اپنی مادر علمی "جامعہ عربیہ مظاہر علوم" کے کچھ احسانات ادا کرا دے

بندہ محمد شاہد غفرلہ سہارنپوری

فہرست مضامین